من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً

علم منطق کی مشکل ترین اور لاجواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی حل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول مجتہد فی التدریس ولی کامل

استاذ العلماء حضرت مولانا **محمد منظور الحق صاحب** نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

ضبط و ترتیب

ابو الاحتشام مولانا سراج الحق صاحب

خصوصیات | ترجمہ تشریح | اغراض شارح | فوائد نکات لطیفہ

ادارہ اشاعت الخیر ملتان

اِدارہ اشاعت اُلخیر

بیرون بوہڑ گیٹ مُلتان

061-4514929,0322-6748121

Marfat.com

اضافہ شدہ ایڈیشن

مُہَذَّبْ

من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً

علم منطق کی مشکل ترین اور لاجواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی حل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول مجتہد فی التدریس ولی کامل

استاذ العلماء حضرت مولانا **محمد منظور الحق صاحب** نوّر اللہ مرقدہٗ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

ضبط و ترتیب

ابو الاحتشام مولانا سراج الحق صاحب

خصوصیات | ترجمہ تشریح | اغراض شارح | فوائد نکات لطیفہ

ناشر **اِدارہ اشاعت الخیر**

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

061 4514929 0322 6748121

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: ——— سراج التہذیب فی حل شرح التہذیب

افادات: ——— استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

ضبط و ترتیب: ——— ابوالاحتشام مولانا سراج الحق صاحب

ناشر: ——— ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 0300-7301239, 061-4514929

مکتبہ حقانیہ۔ملتان 061-4541093
مکتبہ امدادیہ۔ملتان 061-4544965
کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان 061-4543841
شمع بک ایجنسی لاہور 0323-4413707
مکتبہ عمر فاروق کراچی ☆ قدیمی کتب خانہ کراچی
مکتبہ دارالبشائر کراچی 0334-2659744
مکتبہ انعامیہ کراچی 0343-2288277
زمزم پبلشر کراچی 0300-2082059
مکتبہ صفدریہ گوجرانوالا 0300-7463292
مکتبہ الحرمین بکھر ☆ مکتبہ عمر فاروق پشاور
مکتبہ العریش لیہ 0304-1212084
مکتبہ زکریا ڈیرہ غازیخان ☆ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
مکتبہ صفدریہ بہاولپور 0301-7790908
مکتبہ النور، رائے ونڈ ☆ مکتبہ الاحمد، ڈیرہ اسمٰعیل خان
اسلامی کتب خانہ تونسہ 0331-6464456

مکتبہ رحمانیہ۔لاہور 042-37355743
مصباح العلم۔لاہور۔ 0301-4416280
دارالکتاب لاہور۔ 0321-4245355
مکتبہ سید احمد شہید لاہور ☆ مکتبہ الحرمین لاہور
مکتبہ المقیت۔کراچی 0307-8956022
مکتبہ اصلاح تبلیغ حیدر آباد
مکتبہ لدھیانوی کراچی ☆ کتب خانہ اشرفیہ کراچی
مکتبہ منظور الاسلامیہ علی پور 0303-6585871
مکتبہ الامہ رحیم یار خان
اسلام پبلشر کراچی 0321-3909513
دارالاخلاص پشاور 0300-5831992
مکتبہ عثمانیہ جتوئی 0301-2024778
ادارہ الخیر، احمد پور شرقیہ 0304-6313253
الحذیفہ کتب خانہ لدھانہ ☆ مکتبہ فاروق اعظم داجل
مکتبہ حقانیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان 0346-5435446

ادارہ تحقیقات۔لاہور 0333-4380927
مکتبہ قاسمیہ لاہور 0321-4220554
مکتبہ عائشہ لاہور 0300-9233714
مکتبہ عشرہ مبشرہ، لاہور 0300-6175026
مکتبہ الندوہ کراچی 0321-8936511
مکتبہ عثمانیہ پنڈی 0333-5141413
ادارۃ الرشید کراچی ☆ ادارہ النور کراچی
مکتبہ محمودیہ کبیر والا 0308-7888981
رعائتی کتب خانہ خانپور کٹورہ
مکتبہ العارفی فیصل آباد 0300-6621421
ادارہ اشاعت الخیر علی پور 0333-7674684
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ☆ مکتبہ فریدیہ پنڈی
اسلامی کتب خانہ کوٹ ادو
مکتبہ المظاہر کوٹ ادو 0333-6003070

Marfat.com

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	انتساب	8
2	سراج التہذیب اہل علم کی نظر میں	9
3	مختصر تذکرہ حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ	15
4	حضرت والا کی وفات پر ایک شاگرد میاں غلام رسول عباسی صاحب کے تأثرات	17
5	پیش لفظ	19
6	ابتدائی مقدمہ	21
7	تسمیہ وتحمید سے ابتدا کرنے کی وجہ	27
8	حدیث تسمیہ وتحمید میں تعارض اور اس کے جوابات	30
9	حمد کی تعریف، فوائد قیود اور اعتراض وجوابات	32
10	مدح اور شکر کی تعریف اور ان کے درمیان تعلق	33
11	لفظ اللہ کی تحقیقات	35
12	ہدایت کی تعریف اور اس کے معنی میں اختلاف	38
13	سواء الطریق کا معنی اور مصداق	41
14	لنا ظرف کے متعلقات اور ما ہو الراجح	43
15	توفیق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	46
16	لفظ صلوۃ کی بحث	46
17	لفظ ھدی کی تراکیب اور ان پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات	50
18	لفظ آل کی تحقیق	55
19	لفظ اصحاب کی تحقیق	56

Marfat.com

20	لفظ بعد کی اعرابی حالتوں کا بیان	61
21	فھذا میں حرف فاء کی تحقیق	63
22	ھذا کے مشارالیہ کی تحقیق	64
23	لفظ سیما کی تحقیق	73
24	القسم الاول فی المنطق	75
25	القسم الاول پر ایک اعتراض اور اس کے پینتیس ۳۵ جوابات	80
26	لفظ مقدمہ کی تحقیق	84
27	علم کی تعریف	87
28	تصدیق میں مناطقہ کا اختلاف	92
29	تصور اور تصدیق کی اقسام	97
30	نظر وفکر کی تعریف	98
31	احتیاج الی المنطق	101
32	لفظ قانون کی تحقیق	102
33	مطلق موضوع کی تعریف	104
34	دلالت کی بحث	110
35	دلالت کی لغوی واصلاحی تعریف	110
36	دلالت کی اقسام	111
37	لزوم کی اقسام	113
38	دلالت مطابقی و تضمنی اور التزامی کے درمیان نسبت	115
39	مفرد ومرکب کی تعریف	118
40	استعارہ کی تعریف اور اسکی اقسام	127

41	مشترک کی تعریف اور فوائد و قیود	135
42	کلی و جزی کی تعریف	137
43	افراد کے اعتبار سے کلی کی اقسام	137
44	دو کلیوں اور ان کی نقیضوں کے درمیان نسبت	142
45	جزئی اضافی کی تعریف	154
46	کلیات خمس	197
47	جنس کی تعریف اور اس کی اقسام	160
48	نوع کی تعریف اور اس کی اقسام	165
49	نوع حقیقی اور اضافی میں نسبت	166
50	اجناس اور انواع کی ترتیب	171
51	فصل کی تعریف اور اس کی اقسام	175
52	خاصہ اور عرض عام کی تعریف	185
53	لازم کی باعتبار تصور ملزوم کے اقسام	190
54	مفہوم کلی کا بیان	193
55	تعریف کی تعریف اور اس کی شرائط	202
56	تعریف لفظی	209
57	فصل فی التصدیقات	210
58	قضیہ کی تعریف اور اس کے اجزاء	211
59	قضیہ شرطیہ کی تعریف	216
60	قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام	219
61	محصورات اربعہ	221
62	بحث قضیہ معدولہ اور محصلہ	226

Marfat.com

63	قضایا موجہات	228
64	نقشہ قضایا موجبہ بسائط بمعہ امثلہ	237
65	قضایا مرکبات کے متعلق چھ فوائد.	240
66	نقشہ تقییدات موجہات مرکبات	248
67	نقشہ قضایا موجبہ مرکبہ بمعہ امثلہ	253
68	شرطیہ متصلہ کی تعریف اور اقسام	258
69	قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف اور اسکی اقسام	260
70	نقشہ امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ ومنفصلہ	272
71	بحث التناقض	275
72	قضایا بسائط کی نقیض	283
73	نقشہ نقائض قضایا موجہہ بسائط بمعہ امثلہ	286
74	مرکبات کلیات کی نقائض	289
75	نقشہ نقائض مرکبات کلیات بمع امثلہ	291
76	مرکبات جزئیات کی نقائض	295
77	نقشہ نقائض مرکبات جزئیات بمعہ امثلہ	297
78	عکس مستوی	300
79	دلیل خلفی کی تعریف	305
80	موجہات موجبات کا عکس	307
81	ممکنتین کے عدم انعکاس کی تفصیل	314
82	نقشہ عکس مستوی قضایا موجہہ مرکبات موجبات	317
83	موجہات سوالب کا عکس مستویٰ	319
84	نقشہ عکس مستوی قضایا موجہہ بسائط سوالب	323

Marfat.com

85	نقشہ خلاصہ عکوس موجبات وسوالب	325
86	عکس نقیض	328
87	نقشہ خلاصہ عکس نقیض موجبات وسوالب	334
88	تفصیل دلیل افتراضی	338
89	قیاس کی تعریف اور فوائد قیود	342
90	شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرائط	352
91	شکل اول کی ضروب منتجہ	354
92	نقشہ شکل اول	356
93	شکل ثانی کی شرائط	358
94	شکل ثانی کی ضروب منتجہ	362
95	نقشہ شکل ثانی	363
96	شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے دلائل	365
97	شکل ثالث کی شرائط	367
98	شکل ثالث کی ضروب منتجہ	369
99	نقشہ شکل ثالث	371
100	شکل ثالث کی ضروب منتجہ کے دلائل	372
101	شکل رابع کی شرائط	374
102	شکل رابع کی ضروب منتجہ	378
103	نقشہ شکل رابع	379
104	نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ وغیر صحیحہ	380
105	شکل رابع کی ضروب منتجہ کے دلائل	381

Marfat.com

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے

محسن ومربی حضرت والد ماجد، مجتہد فی التدریس، جامع المعقول والمنقول، رأس الاتقیاء، ولی کامل

حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

اور

اپنے عظیم چچا مربی استاذ العلماء ولی کامل الشیخ

حضرت مولانا ظہور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی محبت وشفقت ومقبول دعاؤں کی برکت سے احقر کو تعلیم وتدریس وتالیف کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم کی راہنمائی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ اس استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

سراج التہذیبؒ اہل علم کی نظر میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆رائے گرامی☆

رأس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ

مہتمم جامعہ عربیہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

شرح تہذیب کی اردو شرح سراج التہذیب مرتبہ مولانا سراج الحق ابن مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدرس دار العلوم عیدگاہ کبیر والا کے چند مقامات دیکھے ہیں، جو نہایت شگفتہ الفاظ رواں عبارت سہل الفہم ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت مولانا منظور الحق رحمتہ اللہ علیہ مسائل کی پوری تشریح توضیح فرمایا کرتے تھے ان کے ابن کا بھی وہی طریقہ ہے ''الولد سر لابیہ'' کا پورا مظاہرہ ہے۔ مدرسین اور طلباء کیلئے نہایت مفید ہے اللہ تعالی مرتب کی سعی کو قبول فرمائے اور علماء وطلباء میں کتاب مذکورہ کو قبولیت وافادیت عطاء فرمائے۔ آمین

منظور احمد نعمانی عفی عنہ

مدرس مدرسہ حبیب آباد طاہر والی

ضلع بہاولپور

Marfat.com

☆رائے گرامی☆

استاذ العلماء دلیل احناف حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث ورئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

باسمہ تعالی

امابعد! حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ العالی نے اپنے والد مکرم ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ استاذی المکرّم حضرت مولانا منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی میراث کی حفاظت کا ارادہ آپ کی درسی تقاریر کی اشاعت کی صورت میں فرمایا ہے۔ جسکی کی پہلی کڑی شرح تہذیب کی درسی تقریر کی اشاعت ہے مولانا کا حضرت نور اللہ مرقدہ کی روحانی اولاد پر بہت بڑا احسان ہے کہ ان کا طرز تعلیم جس کی وجہ سے پہاڑ جیسے ثقیل مضامین بھی موم کی طرح نرم ہوکر مخاطب کے ذہن میں خوبصورت پیرایہ میں منقش ہوجائیں ایک دفعہ پھر زندہ ہوکر طلبہ بلکہ اساتذہ فن کی کشتی کو بھی بھنور کو نکال دے۔

بندہ نے تقریر کی کمپوزنگ کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ترتیب وتصحیح میں اچھی محنت کی ہے اگرچہ شرح تہذیب وفاقی امتحانی نصاب میں داخل نہیں ہے مگر اس تقریر کے مطالعہ سے فن پر عبور حاصل کرنے میں کافی معاونت ہوگی اہل فن سے بالخصوص حضرت کے تلامذہ سے امید قوی ہے کہ اس کی قدردانی کریں گے اللہ تعالی حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشیں اور ان کیلئے اور حضرت استاذ جی المکرّم کیلئے اس کو صدقہ جاریہ بنائیں اسی طرح حضرت نور اللہ مرقدہ کے بقیہ علمی جواہر پاروں کو بھی منظر عام پر لانے کی مولانا سراج الحق صاحب کو توفیق ارزانی عطا فرمائیں۔

؎ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کتبہ

محمد انور اوکاڑوی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

☆رائے گرامی☆

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب نور اللہ مرقدہ

مہتمم جامعہ اشرفیہ مانکوٹ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! بندہ نے چند مقامات سے تقریر دلپذیر استاذ جی المکرّم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد منظور الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ علی شرح التہذیب پڑھی دل خوش ہوا۔ عام طور پر اغراض شرح تہذیب کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اس تقریر میں ماشاء اللہ اغراض کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے امید قوی ہے کہ یہ تقریر معلمین و متعلمین کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

عزیز برادر حضرت مولانا محمد سراج الحق صاحب ابن مضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اہل علم حضرات پر احسان کیا ہے۔ اہل علم اس سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت صاحبزادہ مولانا محمد سراج الحق صاحب مدرس دارالعلوم کی اس کاوش کو قبول فرما کر مزید ہمت وخلوص نصیب کرے آمین

فقط

محمد اشرف شاد

کبیر والا

Marfat.com

☆رائے گرامی☆

راس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدارس عربیہ میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب شرح تہذیب کی اردو شرح ''سراج التہذیب فی حل شرح التہذیب'' مرتبہ صاحبزادہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب سلمہ اللہ ابن شہنشاہ تدریس شیخ المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند صفحات دیکھے۔

حضرت الاستاذ کا جو خصوصی انداز تدریس تھا تقطیع عبارت اور مشکل مسائل کو سمجھانے کے لئے تمہیدی مقدمات وغیرہ، شرح مذکور اس سے مرصع ومزین ہے۔ یہ شرح منطق کی ادق کتاب شرح تہذیب کے حل کے لئے واقعۃً سراج منیر اور معلمین حضرات وطلبہ کرام کے لئے عظیم علمی تحفہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہ عزیزم صاحبزادہ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مغفرت کاملہ کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

ارشاد احمد عفی عنہ

دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

Marfat.com

☆رائے گرامی☆

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا عبدالرحمن جامی صاحب زید مجدہم
شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان و مہتمم جامعہ حفصہ للبنات جھنگ موڑ مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد ! استاذنا المعظم جامع الکمالات شہنشاہ تدریس حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کا نام سنتے ہی آنکھیں عقیدت ومحبت سے جھک جاتی ہیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدسؒ کو تدریس میں اجتھادی شان عطا فرمائی تھی مشکل سے مشکل ترین مقام ایک چٹکی میں ہی سمجھا دیتے تھے بلا شک وشبہ تدریس وتفہیم آپ کے گھر کی لونڈی تھی طلبہ آپ کی تقریر کو ضبط کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے الفاظ من وعن نقل کر لئے جائیں آپ کے ہر سبق کی کاپی تیار ہو جاتی اور پھر طلبہ اور اساتذہ اس سے استفادہ کرتے میرے پاس بھی حضرتؒ کی بیضاوی شریف کی تقریر اور شرح عبدالغفور کی تقریر محفوظ ہے جو بندہ نے درسگاہ میں بیٹھ کر ضبط کی تھی جس سے بہت سے احباب استفادہ کر چکے ہیں فللّٰہ الحمد

شدید ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ان جواہر پاروں کو کتابی شکل دیکر علماء وطلبا کے استفادے کیلئے شائع کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرتؒ کے علمی جانشین عزیز القدر صاحبزادہ مکرم حضرت مولانا سراج الحق زید مجدہ استاذ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے حضرت اقدس قدس سرہ کے ان شہ پاروں کو شائع کر کے علماء، مدرسین وطلباء پر احسان عظیم فرمایا ہے اور ان شاء اللہ العزیز اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

دعا ہے حق تعالیٰ شانہ صاحبزادہ مکرم کی محنت کو قبول فرما کر حضرت اقدسؒ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے آمین

عبدالرحمن جامی
دارالعلوم رحیمیہ

Marfat.com

☆رائے گرامی☆

فخر الاماثل حضرت مولانا ابوالطاہر شمس الحق قمر صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم جامعہ شمسیہ ککڑ ہٹہ روڈ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

وفخر الاماثل حضرت مولانا قاری افتخار الحق شاہد صاحب مدظلہ العالی

نائب مہتمم جامعہ شمسیہ ککڑ ہٹہ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

امابعد! قبلہ والد محترم نور اللہ مرقدہ کو خداوند عالم نے تدریس کا بادشاہ بنایا تھا جن کا فیض الحمد للہ پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلواسطہ یا بلاواسطہ پھیلا یا ہوا ہے ان کے علمی جواہر پارے آج تک شاگردوں کے پاس قلمی نسخوں کی شکل میں موجود رہے ہیں جن سے کسب فیض مخصوص طبقہ ہی میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

مدت سے یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت والد صاحب کی شروحات اور علمی مواد کو افادہ عام کیلئے طبع کروایا جائے مگر مجبوریاں آڑے آتی رہیں اب برادر مکرم مولانا سراج الحق صاحب طول عمرہ وعلمہ نے اس جمود کو توڑ کر نہایت ہی خوشی کا سامان پیدا کیا ہے اور منطق کی شہرہ آفاق کتاب شرح تہذیب شامل درس نظامی پر حضرت والد صاحب کی تقریر کو مرتب کیا ہے۔ چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا نہایت خوشی ہوئی اور برادر مکرم "الولد سر لابیہ" کے صحیح مصداق نظر آئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو تمام مدرسین اور طلباء کیلئے نافع بنائے اور بھائی صاحب کو علمی اور عملی میدان میں خوب ترقیات عطا فرمائے اور قبلہ والد صاحب کی بلندی درجات اور مغفرت کاملہ کا ذریعہ بنائے۔

خلاق عالم ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابو طاہر شمس الحق قمر

افتخار الحق شاہد

مختصر تذکرہ

رأس الاتقیاء ولی کامل جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث وسابق مہتمم دار العلوم کبیر والا

نام ونسب:۔آپ کا نام اور نسب نامہ یوں ہے۔محمد منظور الحقؒ بن نور الحقؒ بن احمد دینؒ بن محمد امینؒ بن محمد اسلامؒ بن ممدوحؒ بن اللہ وسایاؒ بن درگاہیؒ۔درگاہی کے نیچے تمام اجداد اپنے اپنے وقت کے بڑے علماء میں سے تھے۔

آپکی قوم ''وانگھی'' ہے اسکا مطلب ہے انوکھے بزرگ۔کیونکہ آپکے خاندان کے اکثر افراد اولیاء اللہ اور بزرگ ترین ہستیاں تھیں۔

آپ کے والد مولانا نور الحقؒ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا عبد اللہؒ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں سے آپ کی پیدائش سے قبل بیٹے کیلئے دعا کروائی انہوں نے دعاء کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جو ایک جید عالم ہوگا اور اس کی پنڈلی پر کالا نشان ہوگا۔بعد ازاں حضرت والا مولانا محمد منظور الحق پیدا ہوئے اور آپ کی پنڈلی پر کالا نشان بھی موجود تھا۔

تعلیم:۔ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا نور الحق نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔بعد ازاں اپنے چچا حضرت مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ سے کئی کتب پڑھیں۔موقوف علیہ اور دورۂ حدیث دار العلوم دیوبند سے کیا۔

اساتذہ کرام:۔آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب، حضرت مولانا اعزاز علیؒ صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ صاحب، حضرت مولانا رسول خاںؒ صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے علم کے کوہ گراں شامل ہیں۔

تدریس:۔دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ ریاض الاسلام مگھیانہ شہر جھنگ اور مدرسہ عربیہ محمدیہ نڑھال میں تدریس کی۔اس کے بعد اپنے چچا مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ کے دار العلوم کبیر والا کی بنیاد رکھنے کے بعد یہاں مدرس ہوئے اور تا زندگی دار العلوم سے وابستہ رہے۔

Marfat.com

آپ تدریس کے بادشاہ تھے، چٹکیوں میں بات سمجھاتے، باحوالہ بات کرنے کی عادت تھے، طالب علموں کے سوالات پر انتہائی خوش ہوتے اور باحوالہ مکمل تشفی فرماتے، مشکل سے مشکل بات کو تمہیدی مقدمات کے ذریعے بالکل آسان بنادیتے، تقطیع عبارت اور اغراضِ مصنف کو بیان کرنا آپکا خصوصی شعار تھا۔ ادب وسلیقہ ان گھٹی میں پڑا ہوا تھا صرف ونحو ان کی لونڈیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا ایک بحر بے کراں موجیں مارتا۔ ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی۔

بحیثیت مہتمم دارالعلوم کبیر والا:۔ دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۲ء میں رکھی۔ اپنی علمی وانتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ادارہ کو ایک مقام عطا کیا حضرت مرحوم کی شادی نہ تھی انہوں نے اپنے دونوں بھتیجوں حضرت مولانا محمد منظور الحقؒ اور حضرت مولانا ظہور الحقؒ کو اپنا بیٹا بنایا اور ادارہ کے نشو ونما میں اپنے ساتھ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالخالقؒ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں مولانا منظور الحقؒ کو اپنا جانشین بنادیا اور وہ نائب مہتمم اور ناظم کے طور پر ان کی زندگی میں کام کرتے رہے۔ اور تادم وفات نائب رہے پھر ان کی وفات کے بعد اہتمام ان کے سپرد ہوا۔ اپنے آٹھ سالہ دورِ اہتمام میں ادارہ کی وہ خدمات سرانجام دیں اور تعلیمی میدان میں وہ ترقی دی کہ اس کے اثرات آج تک بحمد اللہ موجود ہیں ادارہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بنا پر دارالعلوم میں وہ تدریسی نظام جاری فرمایا جس سے بڑے بڑے مدرس و محدث پیدا ہوئے۔ دارالعلوم کا یہی وہ اساسی دور تھا جس کی وجہ سے آج تک دنیا میں دارالعلوم کا نام روشن ہے۔

حضرت کے اخلاص اور للہیت کی عظیم نظیر اور دارالعلوم کیلئے سب کچھ قربان کرنے کے جذبے کی مثال یہ ہے کہ جب دارالعلوم کبیر والا میں قائم سکول گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لئے جس سے دارالعلوم کا ایک وسیع رقبہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا تو حضرت والا جن کو دارالعلوم کے مفاد کا جنون تھا انہوں نے راتوں رات مسجد کے ہال والی جگہ اور مدرسۃ البنات کی دو کنال جگہ پر قبضہ کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں چیزیں دارالعلوم کی شدید ضرورت ہیں۔ بعد میں جب چند شر پسند عناصر نے اس قبضہ کو ختم کرانا چاہا تو حضرت والا نے ایثار کی عظیم مثال پیش کی دارالعلوم کی خاطر اس قبضہ کو پکا کرنے کیلئے اہتمام حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس وقت مدرس تھے ان کے سپرد کردیا تاکہ شر پسند عناصر کی توجہ ہٹائی جاسکے اور دارالعلوم کی جائیداد پر آنچ نہ آنے پائے۔

Marfat.com

مشہور تلامذہ:۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ شیخ الحدیث ومفتی دارالعلوم کبیر والا، حضرت مولانا ارشاد احمد زید مجدہ شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم کبیر والا، حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب زید مجدہ رئیس شعبۃ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم زید مجدہ مہتمم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی، حضرت مولانا محمد اشرف شاد زید مجدہ مہتمم جامعہ اشرفیہ مان کوٹ، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم زید مجدہ، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا جاوید شاہ زید مجدہ وغیرہ نیز ان کے علاوہ اندرون ملک اور بیرون ملک تمام بڑے اور چھوٹے مدارس میں حضرت والا کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

وفات:۔ ۱۱ رمضان المبارک بعد از نماز عصر بیماری کا شدید حملہ ہوا مغرب کی نماز باقاعدہ ادا کی۔ نماز کے بعد انگلیوں پر تسبیحات پڑھ رہے تھے انہیں تسبیحات کے دوران غشی کا حملہ ہوا اور وہی جان لیوا ثابت ہوا۔ بروز منگل ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۲ جون ۱۹۸۴ء سہ پہر اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ احاطۂ دارالعلوم میں اپنے چچا کے پہلو میں دفن ہوئے۔ خداوند عالم دونوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

حضرت والا کی وفات پر آپ کے ایک شاگرد جناب غلام رسول عباسی صاحب کے تأثرات

گورا رنگ، کتابی چہرہ، ستواں ناک، کشادہ جبیں، موٹی آنکھیں، وجیہ چہرہ، دراز قد، سیاہ سفید گھنی داڑھی، خندہ رو، گفتگو میں رس اور ٹھہراؤ، خوش پوش اور خوش ذوق، دل نشین اور من موہنی شخصیت، علم وادب کا نیّر تاباں، دارالعلوم کبیر والا کی زینت مولانا محمد منظور الحق ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ وہ جادو بھری آواز خاموش ہو گئی جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کا درس دیتی تھی آج درسگاہ اداس ہے، وہ در و دیوار پکارتے ہیں، نشست خالی ہے۔ مولانا وہاں جا چکے ہیں جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔

مولانا مرحوم نے طویل عرصہ تک دارالعلوم کی خدمت کی۔ بحیثیت مدرس، مہتمم، منتظم اور محدث آپ کا نام ہمیشہ جلی حروف میں لکھا جائے گا۔ آپ کا شمار دارالعلوم کے بانیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے ذہن ودماغ کے رس سے دارالعلوم کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ اسے استحکام عطا کیا۔ اس کی ترقی وکامرانی کے لئے اپنا آرام وسکون قربان کر دیا

Marfat.com

تا کہ یہ عظیم درسگاہ تعلیمی، تدریسی اور انتظامی امور میں نمایاں کردار ادا کر سکے، اشاعت اسلام ہو، قران وحدیث کے اجالے سے جہالت کی تاریکی ختم ہو۔ انسانی قوالب واذہان ہمیشہ یہاں سے منور ہوتے رہے۔ اگر چہ بہت سی بیماریوں نے انہیں جسمانی طور پر کمزور کر دیا تھا مگر ان کی رگوں میں جواں خون رقص کرتا تھا چہرے پر تازگی اور آنکھوں میں چمک آخر تک موجود تھی۔

مولانا مرحوم پر لکھنا آسان نہیں، وہ کئی حیثیات میں جامع تھے۔ خوب صورت انسان، متدین ومتشرع شخصیت، نامور عالم دین، پاک سیرت، باہمت، دردمند، وسیع النظر، حلیم الطبع، کریم النفس، قناعت پسند، منکسر المزاج، بردبار، ملنسار، عالی ظرف، استاد کامل، مہمان نواز، انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ غرض آپ کی ہر ادا موضوع بن سکتی ہے۔ وہ کامیاب زندگی کے اصول وآداب سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان اصول وآداب سے اپنی زندگی کو آراستہ اور شائستہ بنانے کی کوشش میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ادب وسلیقہ ان کی گھٹی میں پڑا تھا صرف ونحو ان کی لونڈیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا بحر بے کراں موجیں مارتا تھا، ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی بولتے نہیں بلکہ موتی رولتے تھے۔

مولانا مرحوم جامعہ عربیہ تعلیم الابرار ملتان قاسم العلوم ملتان وجامعہ محمدیہ نڑھال میں بھی مدرس رہے لیکن جب اپنے چچا بانی دارالعلوم کبیر والا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر یہاں تعینات ہوئے تو آخری لمحات تک اسی سے وابستہ رہے۔ حضرت کی زندگی میں ان کے دست راست رہے ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ درسگاہ کے مہتمم مقرر ہوئے، ہمیشہ نہایت شوق اور لگن سے کام کیا، پوری زندگی علم کا نور بکھیرتے گزر گئی، ذہانت وفراست، مردم شناسی اور بے پناہ خوبیوں کی بناء پر آپ اساتذہ اور طلباء میں یکساں مقبول تھے۔ اپنے طلباء کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت مخلصانہ اور ہمدردانہ ہوتا تھا

اک روشن دماغ تھا نہ رہا ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا

اس میں شک نہیں کہ مولانا مرحوم کے خاندان میں کئی اساتذہ ہوں گے مگر ان جگہ ہمیشہ خالی اور سونی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ عالم بالا میں ان کے درجات کو بلند فرمائی آمین!

(ملخص از روزنامہ اخبار ملت ۱۳ ستمبر ۱۹۸۴ء تحریر میاں غلام رسول عباسی صاحب)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ العلی القدیر الذی جعل المنطق مظہر المافی الضمیر والصلوۃ علی النبی البشیر الذی اعلی کلمۃ الخبیر البصیر وعلی آلہ الذین فازوا منہ بالفوز الکبیر

امابعد! بندہ کواپنے مادر علمی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں کئی سال شرح تہذیب پڑھانے کا اتفاق ہوااس دوران دیگر عربی شروحات کیساتھ ساتھ حضرت والد محترم جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس حضرت مولانا محمد منظور الحق نوراللہ مرقدہ کی شرح تہذیب بھی زیر مطالعہ رہی آپ کی تدریسی اور علمی شہرت ایسی ہمہ گیر ہے کہ آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بندہ نے جس قدر حضرت والا کی تقریر کو حل کتاب اور مضامین کو سمجھانے کے انداز کے اعتبار سے مفید پایا اس سے تمام شروحات خالی تھیں انہی خصوصیات کی وجہ سے ہر سال متعدد ابتدائی مدرسین وطلباء کاپی کو فوٹو سٹیٹ کروانے کیلئے رابطہ کیا کرتے تھے اس کی افادیت اوراہمیت کے پیش نظر بہت سے احباب نے اصرار کیا کہ اس کوافادہ عام کیلئے کتابی شکل میں شائع کیا جائے لیکن آج کل جب کہ مدارس بھی اہل ذوق اورارباب فن سے خالی ہوتے جارہے ہیں اور ہر چیز تجارتی سودزیاں میں تولی جارہی ہے ابتدامیں بندہ نے اس کام سے معذوری ظاہر کی لیکن اپنے بعض مہربان اور مشفق اساتذہ کی جانب سے ترغیب اوربصورت مشورہ اصرار کے بعداس شرح کو لکھنے کی تیاری شروع کی۔

شرح کو کامل مفید مند بنانے کیلئے اس میں بندہ نے پوری کتاب کا متن اورشرح کی عبارت اورترجمہ کا بھی اضافہ کیا ہے تاکہ اس شرح کا مطالعہ کرنے والا کتاب کا محتاج نہ ہو۔

اظہار تشکر! بندہ ان تمام حضرات کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس شرح کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں بندہ کیساتھ تعاون کیا خاص طور پر مولوی محسن کبیر والوی مولوی حفیظ اللہ مظفر گڑھی، مولوی افتخار احمد کبیر والوی، اور مولوی خلیل الرحمٰن جھنگوی اوراس نئے ایڈیشن میں مولوی محمد طاہر معاویہ کبیر والوی اور مولوی محمد وقاص گوجرانوالوی اوردیگر معاونین کا جنہوں نے شرح کی تیاری میں تعاون کیا۔

اس کتاب سے استفادہ حاصل کرنے والوں سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس میں کوئی خوبی دیکھیں تو نہ صرف اس سرگشتہ وادی جہالت، تہی مایہ وبے بضاعت کواپنی دعوات صالحہ میں یادرکھیں بلکہ خاص طور پر والد ماجد حضرت اقدس مولانا محمد منظور الحق نوراللہ مرقدہ کی بلندی درجات کیلئے دعا بھی کریں کہ یہ انہی ی زندگی کا پرہے کہ بندہ نے یہ شرح مرتب کرنے میں ہمت کی۔

آخر میں اس شرح کا مطالعہ کرنے والے معلمین وطلباء سے درخواست ہے اس شرح میں بندہ سے یقیناً کمی

کوتاہیاں رہ گئی ہونگی دوران مطالعہ ان پر مطلع ہونے کے بعد بندہ کو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ہوسکے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت والد ماجد، بندہ اور دیگر معاونین کیلئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ

استاذ دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال

پیش لفظ طبع ثانی

بندہ ان تمام کرم فرماؤں کا شکر گزار ہے جنہوں نے سراج التہذیب کو پذیرائی بخشی اور اپنے اپنے انداز سے حوصلہ افزائی فرمائی۔خاص طور پر بندہ حافظ محمد بلال صاحب مرحوم کتب خانہ مجیدیہ ملتان کا شکر گزار ہے جواب تک اس کتاب کو اپنے مکتبہ سے چھاپتے رہے اور اب انہی کی مشاورت سے آئندہ بندہ نے خود چھاپنے کا فیصلہ کیا۔ان حضرات کی حوصلہ افزائی کا ہی نتیجہ ہے کہ بندہ نے اس کے بعد تحفۃ المنظور (شرح اردو مرقات)،سراج المنطق (شرح اردو ایساغوجی) اور سراج المتوسط (شرح انگلش متوسطہ) تصنیف کی اور اب النظر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی پر تیزی سے کام جاری ہے قارئین سے اسکی جلد از جدل تکمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ ۱۴/ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ

پیش لفظ طبع سیزدھم (تیرہواں ایڈیشن)

الحمدللہ! والد مکرم کا یہ فیض سراج التہذیب کی پذیرائی جاری وساری ہے،تاہم اب جبکہ علمی انحطاط بہت زیادہ ہے بہت سارے حضرات نے توجہ دلائی کہ سراج التہذیب کی عبارت پر اعراب نہیں ہے،اسلئے اس نئے ایڈیشن میں مکمل عبارت پر اعراب کا اضافہ کیا گیا ہے۔نیز اس میں بعض جگہ،خاص طور پر موجہات کی بحث میں چند مضامین اور فوائد کا اضافہ بھی کیا گیا ہے امید ہے اس سے علماء اور طلباء کی سہولت میں اضافہ ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ ۲۳/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح تہذیب درس نظامی میں پڑھائے جانے والی علم منطق کی مشہور ترین کتاب ہے اس کتاب کو اگر محنت اور توجہ سے پڑھا جائے اور منطق کے قواعد وضوابط یاد کر لیے جائیں تو فن منطق میں کمال حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائے گا اور قرآن وحدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی۔ جو کہ منطق پڑھنے سے ہمارا اصل مقصود ہے۔

ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کو جاننا ضروری ہے۔

(۱) تعریف علم: اگر تعریف علم معلوم نہ ہو تو طلب مجہول مطلق لازم آتی ہے۔

(۲) موضوع علم: اگر موضوع معلوم نہ ہو تو ایک علم دوسرے علم سے ممتاز نہیں ہو سکتا۔

(۳) غرض وغایت ومقصد: اگر علم کی غرض معلوم نہ ہو تو عبث چیز کو طلب کرنا لازم آئے گا۔

(۴) واضع علم: تا کہ اس علم کی عظمت وشان وشوکت دل میں اتر جائے۔

(۵) تاریخ علم: تا کہ اس علم کے بارے میں عظیم الشان علماء کی محنت وعرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے۔

(۶) مقام ومرتبہ علم: تا کہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

(۷) مصنف کتاب کا تعارف: تا کہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے کیونکہ مصنف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ بازار میں مصنِف (لکھنے والا) بکتا ہے مصنَّف (کتاب) نہیں بکتی۔

علم منطق بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے اول تین چیزیں تعریف موضوع غرض وغایت ومقصد کتاب میں مذکور ہیں اس لئے یہاں ان کو بالکل مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ تشریح شرح میں ملاحظہ ہو۔

(۱) تعریف علم منطق:۔ منطق نطق مادے سے مصدر میمی یا اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ نطق ینطق نطقا ومنطقا (باب ضرب) بولنا منطق اگر اسم ظرف ہو تو معنی ہوگا جائے نطق (بولنے کی جگہ یعنی زبان) اگر مصدر میمی ہو تو اس کا معنی ہے گویائی لہجہ خوش کلامی گفتگو یہ علم منطق بھی انسان کے ظاہری نطق (گفتگو قیل قال) اور باطنی نطق (یعنی اشیاء کے حقائق کا ادراک کرنے) کا قوی سبب ہے اس لئے اسکو منطق کہتے ہیں۔

Marfat.com

اس علم کا ایک نام علم میزان بھی ہے میزان کا معنی ہے ترازو کیونکہ اس علم منطق کے ذریعے بھی صحیح اور غلط فکروں کو تولا اور پرکھا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''ھو آلة قانونية تعصم مراعتها الذهن عن الخطا فی الفکر''(منطق ایسا قانونی آلہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطا فی الفکر سے بچاتا ہے)

(۲) موضوع:۔ متقدمین کے نزدیک علم منطق کا موضوع المعقولات ثانیہ ہیں یعنی وہ چیزیں جو دوسری مرتبہ ذہن میں آتی ہیں جب الفاظ بولے جاتے ہیں تو جو چیز سب سے پہلے ذہن میں آتی ہے وہ ان الفاظ کے معانی ہوتے ہیں ان سے اہل لغت بحث کرتے ہیں ان معانی کے بعد دوبارہ دو چیز ذہن میں آتی ہے وہ ان معانی کا کلی جزئی ذاتی عرضی جنس نوع وغیرہ ہونا ہے تو منطقی دوسرے نمبر پر ذہن میں آنے والی چیز سے بحث کرتے ہیں۔

متأخرین کے ہاں علم منطق کا موضوع ہے ''المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انه یوصل الی المجهول التصوری والتصدیقی''(یعنی منطق کا موضوع وہ معلوم تصورات یا معلوم تصدیقات ہیں جن سے نہ جانے ہوئے تصورات یا نہ جانی ہوئی تصدیقات تک پہنچا جائے

(۳) غرض وغایت ومقصد:۔ علم منطق کی غرض وغایت ہے ''صیانة الذهن عن الخطأ فی الفکر'' (ذہن کو خطا فی الفکر سے بچانا)

(۴) واضع علم:۔ منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل پیش کرنا اور قیاس کر کے نتیجہ نکالنا فکری ذہنی کو غلطی سے بچانا یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور ہر آدمی اس کی کوشش کرتا ہے لیکن اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا۔ مخالفین کو عاجز وساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اللہ تعالی نے اس علم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس کو یونانیوں نے اپنایا یونان کے ایک حکیم ارسطاطالیس نے مدون کیا جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں۔ یہ مقدونیہ کے قریب ایک بستی میں پیدا ہوا اٹھارا سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ تمام علوم پڑھ لیے۔ مشہور حکیم افلاطون کا شاگرد تھا اور افلاطون حکیم سقراط کا اور سقراط حکیم فیثا غورث کا اور فیثا غورث حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاگرد تھا اگرچہ سقراط موحد اور نیک انسان تھا لیکن ارسطو کفریہ عقائد رکھتا تھا حشر اجساد عذاب قبر وغیرہ کا منکر تھا اس کی علمیت وقابلیت سے متاثر ہو کر یونان کے بادشاہ فلیب نے اس کو اپنے بیٹے اسکندر اعظم کا استاذ مقرر کیا بعد میں یہ اسکندر اعظم کا وزیر بنا اس کی وفات ۳۲۳ قبل مسیح ہوئی۔ علم منطق کی باضابطہ بنیاسب سے پہلے ارسطو نے رکھی اس لئے اسکو علم منطق کا معلم اول کہا جاتا ہے۔ ارسطو سے لیکر عباسی دور خلافت تک

Marfat.com

منطق کا سلسلہ یونانی زبان میں رہا۔

(۵) تاریخ علم:۔ عباسی خلفاء میں سے مامون الرشید نے سب سے پہلے یونان سے علم منطق کی کتب کا ذخیرہ منگوایا اور اس کو عربی میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ابونصر محمد بن طرخان فارابی نے وسیع پیمانے پر اس علم کو عربی میں منتقل کیا نیز انہوں نے اس علم میں مزید کئی قوانین وضوابط کا اضافہ کیا اس لئے اس کو معلم ثانی کہا جاتا ہے۔ فارابی کے بعد شیخ بوعلی سینا نے اس فن کو نہایت ہی منظم شکل میں ترتیب دیا اور مجتہدانہ طور پر اس کے مسائل کی خوب تشریح وضاحت کی۔ یہ شیخ الرئیس کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں ان کی ولادت ۳۷۳ھ میں اور وفات ۴۲۷ھ میں ہوئی ان کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔

(۶) مقام ومرتبہ علم:۔ علم منطق اگرچہ علوم ومقصود میں سے نہیں لیکن مفید اور علوم آلیہ میں سے ہے۔

تعقل ذہنی ورزس، تشحیذ اذہان مبتدیوں کیلئے تربیت کاملین کیلئے تکمیل فکر عقلیت پسند ملحدین اور فلاسفہ کا رد طرز استدلال میں پختگی حاصل کرنے ذہنی نظر، فکری کاوش اور سلف کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہونے کی استعداد فراہم کرنے کیلئے تحصیل منطق ضروری ہے، علم منطق کے بغیر قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلام کی حکیمانہ تشریح سمجھنے سے ہم قاصر رہیں گے اگر ہم امام غزالیؒ اور ان کی کتب امام رازیؒ کی تفسیر اور دیگر کتب سلف کی حکمت، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، حضرت امام مجدد الف ثانی، مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب اور دیگر تحریرات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے اس لئے منطق کی تحصیل بقدر ضرورت ضروری ہے۔

علم منطق کی تحصیل کے بارے میں سلف کے چند اقوال

امام غزالی کا فرمان ہے

''من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً'

(جس کے پاس منطق کا علم نہیں اس کا کسی بھی علم میں اعتبار نہیں)

شیخ بوعلی سینا فرماتے ہیں

المنطق نعم العون علی ادراك العلوم کلها (منطق تمام علوم کو حاصل کرنے کیلئے بہترین مددگار ہے)

علامہ جلال الدین رومیؒ نے منطق کے بارے میں ایک شعر کہا ہے

منطق وحکمت ز بہر اصلاح گر بخوانی اند کے باشد مباح

(علم منطق اور حکمت عمل کی اصلاح کیلئے کافی ہے اگر تو اس کو پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو پڑھ جائز ہے اس کو پڑھنا)

Marfat.com

عندالبعض علم منطق کے بارے میں ان کا یہ شعر بھی ہے

ان رمت ادراك العلوم بسرعة　　فعليك بالنحو القويم ومنطق

اگر تو علوم کو جلدی حاصل کرنا چاہتا ہے　　تو اپنے اوپر علم نحو اور منطق کو لازم کر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کا یہ قول رسالہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ میں موجود ہے

''ہم تو صحیح بخاری کے مطالعہ میں جیسے اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ (کتب علم منطق) کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر وثواب سمجھتے ہیں''

فائدہ:۔ آپ ﷺ کے دور میں اگرچہ علم منطق باقاعدہ علم کے طور پر موجود نہ تھا لیکن قرآن پاک اور احادیث پاک میں بکثرت منطقی انداز سے مدعی کو ثابت کیا گیا ہے اور منطقی انداز سے دلائل دیے گئے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں علم نحو باقاعدہ وضع نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضع فرمایا لیکن آپ ﷺ یقیناً نحوی قاعدے کے مطابق فاعل کو رفع مفعول کو نصب اور مضاف الیہ کو جر دیا کرتے تھے۔ قرآن وحدیث سے منطقی اصطلاحات کے مطابق دلائل دینے کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ماانزل الله على بشر من شئى قل من انزل الكتب الذى جاء به موسى

اس میں سالبہ کلی کی نقیض موجبہ جزئیہ استعمال ہوئی ہے

(۲) لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا

(۳) لو كان فى الارض ملئكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا

(۴) لو انزلنا هذاالقرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله ۔

ان تینوں مثالوں میں قیاس استثنائی کا ضابطہ استعمال ہوا ہے یعنی استثناء نقیض تالیہ ہو تو نتیجہ نقیض مقدم ہوتا ہے۔

(۵) كل بدعة ضلالة و كل ضلاة فى النار (اس میں صغری کبری قائم کر کے نتیجہ ثابت کیا گیا ہے)

نیز منطق کے بہت سارے ایسے قواعد ہیں ان میں امت کا اجماع ہے مثلاً اجماع امت ہے کہ اجتماع النقيض محال وارتفاع النقيض محال

﴿۷﴾ **مصنف کتاب کا تعارف:** شرح تہذیب دو کتابوں کا مجموعہ ہے ایک متن یعنی تہذیب ہے جس کے مصنف علامہ تفتازانیؒ ہیں دوسری کتاب اس کی شرح یعنی شرح تہذیب ہے جس کے مصنف علامہ عبداللہ یزدی ہیں دونوں کا الگ الگ مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ماتن علامہ تفتازانیؒ

نام ونسب:۔ نام مسعود، سعدالدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کا نام عبداللہ اور لقب برہان الدین ہے۔

ابتدائی حالات:۔ بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ موصوف ابتدا میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضدالدین کے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غبی کوئی نہ تھا مگر جدوجہد، سعی کوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعدالدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا کہ میں تفریح کیلئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب سمجھ نہیں پاتا تفریح کروں گا تو کیا حشر ہوگا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا اور اسطرح تین مرتبہ آمدورفت کے بعد اس نے کہا کہ حضور ﷺ یاد فرمارہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں ہی چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرمارہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی غباوت کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا افتح فمك میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ، بیداری کے بعد جب یہ عضدالدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاذ تاڑ گیا کہ اور کہا یا سعد انك اليوم غيرك فى مامضى (آج تم وہ نہیں جو اس سے پہلے تھے)

تحصیل علوم:۔ آپ نے مختلف اصحاب فضل وکمال اساتذہ وشیوخ سے علوم وفنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد عنفوان شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا۔

درس تدریس:۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگان علم نے آپ کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی۔

تصنیف وتالیف:۔ تصنیف وتالیف کا شوق ابتدا ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی، غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ شرح تصنیف زنجانی آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

قبولیت عامہ:۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانیؒ کی تصانیف روم میں پہنچی اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان

Marfat.com

کے نسخے دام خرچ کر کے بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو جمعہ سہ شنبہ کی معموی تعطیلوں کے علاوہ دوشنبہ کی تعطیل بھی مدارس میں مقرر کرنا پڑی طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں شاہ شجاع میں مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا اس کے بادشاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے۔ شاہ تیمور آپ کا بہت معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تلخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کی تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہراۃ کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی میر سید جرجانیؒ بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس میں نوک جھونک، بحث ومباحثہ مکالمہ ومناظرہ رہتا تھا میر سید شریف جرجانیؒ اور سعد الدین تفتازانیؒ ہر دو اکابر اکابر علماء ومشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب ومہتاب تھے ان کے بعد علوم ادبیہ وعقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا نہیں گزرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء المحققین تھا مگر منطق وکلام اور علوم ادبیہ وعلوم فقہ میں علامہ تفتازانیؒ میر سید شریفؒ سے کہیں زائد تھے۔

وفات:۔ ۲۲ محرم الحرام ۷۹۲ھ پیر کے روز سمرقند میں انتقال ہوا وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد ۹ جمادی الاول بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر دئے گئے۔

تصانیف:۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق، مختصر المعانی، مطول، شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

آپ کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں۔ (۱) شرح تصریف زنجانی (۲) تہذیب المنطق (۳) مختصر المعانی (۴) مطول شرح تلخیص (۵) شرح عقائد نسفی (۶) تلویح (۷) سعدیہ شرح شمسیہ (۸) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۹) مقاصد (۱۰) شرح مقاصد (۱۱) شرح مفتاح العلوم وغیرہ۔

شارح عبداللہ یزدی

نام عبداللہ والد کا نام حسین ہے اور یزدی کہلاتے ہیں۔

اپنے وقت کے زبردست محقق اور نہایت خوبصورت تھے علوم عقلیہ ونقلیہ وفلکیات میں مہارت تامہ رکھتے تھے سنہ ۱۰۱۵ھ میں اصفہان میں وفات پائی۔

تصانیف:۔ (۱) شرح العقائد (۲) شرح العجالہ (۳) حاشیہ شرح مختصر (شرح تلخیص) (۴) حاشیہ بر حاشیہ خطائی شرح تہذیب وغیرہ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا سَوَاءَ الطَّرِیْقِ

ترجمہ متن:۔تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کیلئے ثابت ہیں جس نے ہمیں سیدھے راستے کی طرف ھدایت دی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَوْلُهٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: اِفْتَتَحَ كِتَابَهٗ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَعْدَ التَّسْمِيَةِ اِتِّبَاعًا بِخَيْرِ الْكَلَامِ وَاقْتِدَاءً بِحَدِيْثِ خَيْرِ الْاَنَامِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

ترجمہ:۔اس مصنف کا قول :اس مصنف نے اپنی کتاب کا افتتاح الحمدللہ سے کیا تسمیہ کو ذکر کرنے کے بعد اتباع کرتے ہوے بہترین کلام کی اور اقتداء کرتے ہوے مخلوق میں سے بہترین ذات کی اس پر اور اسکی آل پر صلوۃ و سلام ہو۔

تمہید:۔اس کتاب کا نام شرح تہذیب ہے اس میں دو کتابیں ہیں ایک تہذیب، جو کہ متن ہے جس کے مصنف علامہ تفتازانی ہیں دوسری اس کی شرح، جو کہ علامہ عبداللہ یزدی کی تصنیف ہے جن کے حالات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

فائدہ:۔عام طور پر جب بھی کوئی شارح شرح لکھتا ہے تو اس شرح کی اہم ترین اغراض چار ہوتی ہیں۔

(۱) توضیح متن: ماتن کے متن کی عبارت مجمل اور مختصر ہوتی ہے شارح اسکے اجمال کی وضاحت کرتا ہے۔

(۲) دفع دخل مقدر: متن پر کوئی اعتراض ہو رہا ہوتا ہے جو کہ پوشیدہ ہوتا ہے شارح اس اعتراض مقدر کا اپنی شرح میں جواب دیتا ہے۔اس کو اصطلاح میں دفع دخلِ مقدر کہتے ہیں۔

(۳) ماتن نے متن میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا ہوتا ہے جس کے کچھ شرائط اور قیودات اس نے ذکر نہیں کیے ہوتے۔شارح ان قیودات کو اپنی شرح میں ذکر کرتا ہے۔

(۴) شارح کبھی خود ماتن کے متن پر اعتراض کرتا ہے۔

اسکے علاوہ اور اغراض بھی ہوتی ہیں لیکن اکثر اوقات یہی چار اغراض ہوتی ہیں۔

قولہ سے شارح کی اغراض یا تقطیع عبارت:۔ ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شارح جب متن کی شرح کریگا تو اس کی اغراض مختلف ہونگی اب شارح کی ہر عبارت کی سب سے پہلے غرض سمجھنا ہوگی جس سے شارح کی عبارت کا مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے گی اس کو اصطلاح میں تقطیع عبارت یا اغراضِ شارح کہتے ہیں چنانچہ یہاں افتتح سے شارح کی غرض ماتن کی عبارت کی وضاحت کرنا ہے یعنی توضیح متن۔ فان قلت سے ماتن پر ہونے والے ایک اعتراض کو ذکر کر کے اس کا جواب دینا ہے۔ اور واللہ علم للذات سے اگلے قولہ تک متن کی وضاحت ہے۔

قولہ:۔ اس میں ہ ضمیر غائب کی ہے ضمیر غائب کیلئے ماقبل میں مرجع کا مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ ہوتا ہے کہ اس ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ اس کا مرجع مصنف ہے وہ ٹھیک نہیں کیونکہ مصنف کا ذکر ماقبل میں کہیں نہیں ہے؟

جواب:۔ مرجع تین قسم کا ہوتا ہے۔

﴿۱﴾ **مرجع لفظی:**۔ جو لفظوں میں مذکور ہوتا ہے جیسے ضرب زید غلامہ

﴿۲﴾ **مرجع معنوی:**۔ جو لفظوں میں تو نہیں ہوتا لیکن معناً مذکور ہوتا ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی یہاں ھو کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا میں معناً موجود ہے۔

﴿۳﴾ **مرجع حکمی:**۔ جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا مرجع حکما ہوا کرتا ہے

تو اب **جواب ﴿۱﴾** یہ ہے کہ قولہ میں ھ ضمیر کا مرجع حکما مذکور ہے جو ضمیر شان کے قبیلے سے ہے وہ اس طرح کہ یہ کتاب شرح ہے جب شارح نے قولہ کا لفظ استعمال فرمایا تو یہ ضمیر اسی مصنف کی طرف راجع ہوگی۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یہاں مرجع معنوی ہے اس کا مرجع قائل ہے جو کہ معنی مذکور ہے معنی یہ ہوگا کہ قول اس قائل کا کیونکہ اس میں لفظ قول مصدر مشتق اسم فاعل پر دلالت کریگا۔

الحمد للہ:۔ یہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا اس سے جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا ہے۔ اس پر **اعتراض** ہوتا ہے کہ اس کو جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف کیوں نقل کیا گیا؟

جواب:۔ یہ مقام مدح ہے اس مقام میں تمام محامد (تعریفات) کو اللہ تعالی کیلئے ثابت کرنا مقصود ہے جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے بنسبت جملہ فعلیہ کے جملہ فعلیہ میں تجدد اور حدوث ہوتا ہے تجدد کا مطلب یہ ہے کہ فعل پیدا ہوا اور ختم ہو جائے

Marfat.com

جیسے ضرب زید میں ضرب پیدا ہوااور ختم ہوگیا چونکہ جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اس لئے یہاں جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا گیا۔

اعتراض:۔جب دوام اور استمرار مقصود تھا تو ابتداء ہی جملہ اسمیہ ذکر کرتے پہلے جملہ فعلیہ کو ذکر کر کے پھر اس سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔جملہ اسمیہ ابتداء دوام اور استمرار پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جب اس کو جملہ فعلیہ سے منتقل کر کے جملہ اسمیہ بنایا جائے اس وقت دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یہ قول علامہ عبدالقاہر جرجانیؒ کا ہے۔

اعتراض:۔قرآن مجید کے شروع میں اللہ تعالی نے الحمد للہ کا ذکر کیا اس میں حمد مقدم اور لفظ اللہ مؤخر ہے باقی قرآن مجید کی اکثر آیات میں اللہ کا ذکر پہلے اور حمد کا ذکر بعد میں ہے جیسے **فلہ الحمد' ولہ الحمد فی السمٰوات' ولہ الحمد فی الاولی** تو یہاں **الحمد للہ** میں حمد کو پہلے لانے کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔حمد کے دو مستقل مقصد ہیں ایک مقصد حمد کا اثبات حمد ہے اللہ تعالی کیلئے اور دوسرا مقصد اختصاص حمد ہے اللہ تعالی کیلئے اور قاعدہ ہے کہ اثبات پہلے ہوتا ہے اور اختصاص بعد میں سورۃ فاتحہ چونکہ ابتداء قرآن میں تھی اس میں اثبات حمد کرنا تھا تاکہ بعد میں اختصاص ہو سکے اس لئے اثبات حمد میں حمد کو مقدم کیا اس کے اھتمام شان کیلئے اور باقی قرآن مجید کی آیتوں میں اختصاص حمد مقصود تھا اس لئے وہاں اللہ کا لفظ پہلے اور حمد کا لفظ بعد میں ہے چونکہ اللہ کا لفظ مقدم ہوا جس کا ذکر بعد میں کرنا تھا اور قاعدہ ہے کہ **التقدیم ماحقہ التأخیر یفید الحصر و التخصیص** تو تخصیص حمد کا فائدہ ہوا۔

اعتراض:۔مصنف اختصار کے درپے ہیں تو چاہیے تھا کہ **بسم اللہ** کو ذکر کرنے کے بعد اصل مقصد میں شروع ہو جاتے جیسا کہ ابن حاجبؒ نے اپنی کتاب کافیہ میں کیا ہے کہ تسمیہ کے فوراً بعد کہا **الکلمۃ لفظ** الخ یہاں مصنف نے لمبا چوڑا خطبہ کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔مصنف نے **بسم اللہ** کے بعد حمد کو ذکر کر کے **خیر الکلام** (قرآن مجید) اور **خیر الانام** (حضور ﷺ) کی اتباع اور اقتداء کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتداء بھی **بسم اللہ** کے بعد **الحمد للہ** سے ہوتی ہے نیز حضور ﷺ کی حدیث پاک بھی ہے **کل امر ذی بال لم یبدء بحمد اللہ فھو اقطع و اجزم**۔

افتتح کتابہ الخ:۔شارح نے افتتح کا لفظ استعمال فرمایا افتتاح کے معنی کھولنے کے ہیں۔ابتداء کا لفظ بھی یہاں لا سکتے تھے لیکن افتتح کا لفظ لا کر نیک فال پکڑی کہ اللہ تعالی آئندہ آنیوالے کتاب کے مضامین کو میرے اوپر کھول دے۔

Marfat.com

نحوی فائدہ: اتباعا اقتداءً یہ دونوں مفعول لہ حصولی ہیں ترکیب میں مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حصولی (۲) وجودی۔

﴿۱﴾ **حصولی:**۔فعل پہلے ہو اور مفعول لہ بعد میں حاصل ہو جیسے ضربته تادیبا میں ضرب پہلے ادب بعد میں حاصل ہوگا۔

﴿۲﴾ **وجودی:**۔جس میں مفعول لہ پہلے موجود ہو اور فعل بعد میں ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنا میں جبن (بزدلی) پہلے سے موجود ہے بیٹھنا بعد میں ہے یہاں دونوں مفعول لہ حصولی ہیں فعل پہلے ہوا ہے یعنی پہلے ماتن نے کتاب کو شروع کیا بعد میں مفعول لہ حاصل ہوا ہے۔

فَاِنْ قُلْتَ حَدِیْثُ الْاِبْتِدَاءِ مَرْوِیٌّ فِیْ کُلٍّ مِنَ التَّسْمِیَةِ وَالتَّحْمِیْدِ فَکَیْفَ التَّوْفِیْقُ قُلْتُ الْاِبْتِدَاءُ فِیْ حَدِیْثِ التَّسْمِیَةِ مَحْمُوْلٌ عَلَی الْحَقِیْقِیِّ وَفِیْ حَدِیْثِ التَّحْمِیْدِ عَلَی الاِضَافِیْ اَوْ عَلَی الْعُرْفِیْ اَوْ فِیْ کِلَیْهِمَا عَلَی الْعُرْفِیْ

ترجمہ:۔پس اگر تو کہے کہ ابتداء کی حدیث مروی ہے تسمیہ اور تحمید میں سے ہر ایک کیلئے پس ان میں کیسے تطبیق ہوگی میں کہتا ہوں کہ تسمیہ کی حدیث میں ابتداء محمول ہے حقیقی پر اور تحمید کی حدیث میں اضافی پر یا عرفی پر یا ان دونوں میں عرفی پر۔

تشریح:۔اس عبارت میں ایک سوال جواب ہے۔اس سے پہلے اس سوال (کہ مصنف نے اپنی کتاب کو حمد باری تعالی سے کیوں شروع کیا؟) کا جواب دیا تھا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے شروع میں حمد کو ذکر کیا ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے

اعتراض:۔کہ حدیث تو تسمیہ اور تحمید دونوں کے بارے میں ہے تسمیہ کی حدیث یہ ہے کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فھو اقطع و اجزم اور تحمید کی حدیث لم یبدء بحمد اللہ ہے۔تو ابتداء کی حدیث تو دونوں کے بارے میں ہے اور ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ تو ابتداء نہیں ہو سکتی لھذا یا تو دونوں میں تطبیق کی کوئی صورت بتلاؤ ورنہ اذا تعارضا تساقطا کے تحت دونوں ساقط ہو جائیں گی اور کسی پر بھی عمل نہیں ہوگا۔

جواب ﴿۱﴾:۔اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک منطقیوں کا ہے دوسرا محدثین کا ہے مصنف نے منطقیوں کا جواب ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے ابتداء کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ابتداء کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) اضافی (۳) عرفی۔

(۱) ابتداء حقیقی:۔وہ ہے جو تمام سے مقدم ہو اس سے کوئی چیز مقدم نہ ہو یہی نقطہ اول ہو

(۲) ابتداء اضافی:۔وہ ہے جو کسی نہ کسی سے مقدم ہو چاہے بعض سے مؤخر ہی کیوں نہ ہو جس طرح اس کتاب کے

Marfat.com

آخری ورق سے پہلے ورق کو ابتداء میں کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک ورق سے تو پہلے ہے اگر چہ تمام کتاب کے بعد ہے۔

(۳) ابتداء عرفی:۔ وہ ہے جو اصل مقصود سے مقدم ہو۔

تو اب جواب یہ ہے کہ حدیثیں دو ہیں اور ابتداء کی تین قسمیں ہیں تو عقلی احتمال یہاں نو بنتے ہیں (۱) تسمیہ اور تحمید دونوں میں ابتداء حقیقی مراد ہو (۲) دونوں میں ابتداء اضافی مراد ہو (۳) دونوں میں عرفی مراد ہو (۴) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو (۵) تسمیہ میں حقیقی اور تحمید میں عرفی مراد ہو (۶) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں حقیقی مراد ہو (۷) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں ابتداء عرفی مراد ہو (۸) تسمیہ والی حدیث میں عرفی اور تحمید والی میں حقیقی مراد ہو (۹) تسمیہ میں ابتداء عرفی اور تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو۔

ان میں سے تین احتمال یعنی نمبر ۳، ۴، ۵ صحیح بھی اور معتبر بھی ہیں اور تین یعنی احتمال نمبر ۲، ۷، ۹ صحیح تو ہیں معتبر نہیں اور تین احتمال یعنی نمبر ۱، ۶، ۸ بالکل صحیح ہی نہیں ہیں۔ جو تین احتمال صحیح معتبر ہیں ان کو کتاب میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو اور تحمید والی حدیث میں ابتداء اضافی مراد ہو (۲) تسمیہ میں ابتداء حقیقی اور تحمید میں عرفی مراد ہو (۳) دونوں حدیثوں میں عرفی مراد ہو یہ تین احتمال صحیح ہیں اور معتبر ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں کیونکہ (۱) احتمال کی صورت میں مصنف نے بسم اللہ کو تمام چیزوں سے مقدم کیا وہ نقطہ اول کے درجہ میں ہے لھٰذا ابتداء حقیقی ہے اور الحمد للہ چونکہ بعض مضامین سے مقدم ہے اس لئے ابتداء اضافی بھی ہے (۲) اس احتمال کی صورت میں بسم اللہ تو سب سے مقدم ہے اس لئے حقیقی ابتداء ہے اور الحمد للہ مقصودی مضامین سے مقدم ہے اس لئے عرفی ہے کیونکہ مقصود تو القسم الاول سے شروع ہو رہا ہے (۳) یہ بھی صحیح ہے کیونکہ دونوں تسمیہ اور تحمید مقصود سے مقدم ہیں۔

لیکن اس تیسرے احتمال پر **اعتراض** ہوتا ہے کہ ابتداء عرفی مراد تھی مقصود سے پہلے ذکر کرنا تھا تو بسم اللہ کو بعد میں اور الحمد للہ کو پہلے ذکر کر دیتے اس کا عکس کیوں کیا؟

جواب: بسم اللہ کو پہلے ذکر کر کے مصنف نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت حمد کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر ہے جو کہ موصوف ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے اور ضابطہ ہے کہ موصوف مقدم ہوتا ہے صفت سے اس لئے بسم اللہ کو الحمد للہ سے پہلے ذکر کیا۔

جواب من المحدثین ﴿۲﴾: حضرات محدثین کہتے ہیں احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اصل میں دونوں حدیثوں کا

مطلب ایک ہے وہ یہ ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالی کے ذکر سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ذکر سے ابتداء کی جائے چاہے بسم اللہ کے ساتھ ہو یا الحمد للہ کے ساتھ لیکن عام طور پر مصنفین حضرات بسم اللہو الحمد للہ سے کتاب کی ابتداء کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ هُوَ الثَّنَاءُ بِا لِلِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

ترجمہ:۔اور حمد وہ تعریف کرنا زبان کے ساتھ کسی اچھی اختیاری خوبی پر نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو۔

تشریح:۔اس عبارت سے شارح کی غرض متن کی وضاحت کرنا ہے۔ یہاں شارح حمد کی تعریف کر رہے ہیں اس تعریف سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر تعریف میں تین چیزیں بیان کرنا ضروری ہوتی ہیں۔

(۱) تعریف کا مختصر مفہوم (۲) فوائد و قیود (۳) تعریف پر ہونے والے اعتراضات و جوابات۔

یہاں اسی ترتیب کے ساتھ یہ تینوں چیزیں ذکر کی جائیں گی۔

فائدہ:۔حمد میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) حامد تعریف کرنے والا (۲) محمود جس کی تعریف کی جائے (۳) محمود علیہ جس بات پر تعریف کی جا رہی ہے (۴) محمود بہ جس کے ساتھ تعریف کی جائے۔

حمد کی تعریف:۔محمود کے کسی عمدہ فعل اختیاری پر اس کی زبان سے تعریف کرنا جیسے کہا جائے زید عالم یہاں زید کے ایک عمدہ فعل (صفت) علم کی تعریف کی گئی ہے زبان سے جو کہ زید کے اختیار میں ہے۔

فوائد قیود:۔حمد کی تعریف میں الثناء بمنزل جنس کے ہے ہر تعریف کو شامل ہے باللسان کی قید سے شکر نکل گیا کیونکہ وہ بھی ایک تعریف ہوتی ہے لیکن وہ اعضاء و جوارح کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے علی الجمیل کی قید سے افعال قبیح یعنی مذمت نکل گئی جیسے کہا جائے زید فاسق۔ اختیاری کی قید سے مدح نکل گئی کیونکہ وہ صفت غیر اختیاری پر بھی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ زید حسین یا کہا جائے کہ موتی بڑے صاف ہیں تو یہاں موتیوں کا صاف ہونا اور زید کا حسن ان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کا عطا کردہ ہے نعمۃ کان او غیر ھا یہ قید اتفاقی ہے۔

حمد کی تعریف پر اعتراض:۔یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ زبان سے تو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی زبان سے تو پاک ہیں حالانکہ اس کو بھی حمد کہا جاتا ہے؟

جواب (۱):۔یہاں جو حمد کی تعریف کی ہے وہ مطلق حمد کی تعریف نہیں بلکہ حمد مخلوق کی تعریف ہے۔ حمد خالق کی نہیں ہے

Marfat.com

اللہ تعالی نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ خالق نے کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ماقبل میں الحمد کا لفظ معرف ہے اس پر الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد حمد مخلوق ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔حمد کی تعریف میں جو لسان کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد یہ گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ لسان سے مراد قوت تکلم ہے یعنی ذکر کرنا انسان اس کو زبان سے ذکر کرتا ہے اللہ تعالی اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ:۔یہاں حمد کے ساتھ مدح اور شکر کی تعریف بھی ذکر کی جاتی ہے تا کہ حمد کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

مدح کی تعریف:۔هو الثناء باللسان على الجميل نعمة كان او غيرها (وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی خوبی پر نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو) یعنی ممدوح کے کسی فعل پر اس کی زبان سے تعریف کی جائے جیسے کہا جائے کہ موتی بڑے حسین ہیں یہاں موتیوں کی صفائی موتیوں کے اختیار میں نہیں ہے۔

شکر کی تعریف:۔ هو فعل ينبئ عن تعظيم المنعم سواء كان باللسان او بالاركان او بالجنان (شکر ایک ایسا فعل ہے جو منعم کی تعظیم کی خبر دیتا ہے برابر ہے کہ زبان کے ساتھ ہو یا اعضاء و جوارح کے ساتھ ہو یا دل کے ساتھ) جیسے زید نے مثلا عمرو پر احسان کیا اب عمرو اس کی تعریف کرے کہ زید بڑا سخی ہے۔

حمد، مدح اور شکر کی آپس میں نسبت

(۱) حمد اور مدح میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے جیسے انسان اور حیوان کے درمیان نسبت ہوتی ہے حمد اخص مطلق ہے مدح اعم مطلق ہے جہاں حمد ہوگی وہاں مدح بھی ہوگی جیسے جہاں انسان ہوتا ہے وہاں حیوان بھی ہوتا ہے جہاں مدح ہو وہاں حمد کا ہونا ضروری نہیں جیسے جہاں حیوان ہوتا ہے وہاں انسان کا ہونا ضروری نہیں مثلا زید کی تعریف کریں کہ زید عالم یہاں حمد بھی ہے اور مدح بھی مدحت اللؤلؤ على صفائها اس میں مدح ہے حمد نہیں کیونکہ موتیوں کی صفائی ان کے اختیار میں نہیں۔

(۲) حمد اور شکر میں نسبت:۔حمد کا مورد خاص ہے زبان کے ساتھ ہوتی ہے متعلق عام ہے چاہے انعام کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو شکر کا مورد عام ہے چاہے زبان سے ہو یا دل سے یا اعضاء سے متعلق خاص ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہی ہو سکتا ہے تو ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے اس میں تین مادے نکلیں گے ایک مادہ اجتماعی جس میں دونوں پائے جائیں جیسے زید نے عمرو پر کوئی انعام کیا تو عمرو نے زید کی زبان کے ساتھ تعریف کی کہ زید جواد (زید سخی ہے) یہاں شکر بھی

Marfat.com

ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہے اور حمد بھی کہ زبان کے ساتھ ہے اختیاری خوبی پر۔ دوسرا مادہ۔ زید نے عمرو پر کوئی احسان نہیں کیا لیکن عمرو زید کی تعریف کرتا ہے زبان کے ساتھ یہاں حمد ہے شکر نہیں کیونکہ انعام کے مقابلے میں نہیں ہے تیسرا مادہ۔ زید نے عمرو پر کوئی احسان کیا اور عمرو نے زید کی خدمت کی اعضاء کے ساتھ اس کی تعریف کی یہاں شکر ہوگا کیونکہ انعام کے مقابلے میں ہے لیکن حمد نہیں کیونکہ زبان کے ساتھ نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ عَلَمٌ عَلَی الْاَصَحِّ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ وَلِدَلَالَتِہٖ عَلٰی ھٰذَا الْاِسْتِجْمَاعِ صَارَ الْکَلَامُ فِیْ قُوَّۃٍ اَنْ یُّقَالَ اَلْحَمْدُ مُطْلَقًا مُنْحَصِرٌ فِیْ حَقِّ مَنْ ھُوَ مُسْتَجْمِعٌ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ مِنْ حَیْثُ ھُوَ کَذٰلِکَ فَکَانَ کَدَعْوَی الشَّیْءِ بِبَیِّنَۃٍ وَبُرْھَانٍ وَلَا یَخْفٰی لُطْفُہٗ

ترجمہ: اور اللہ اصح قول کے مطابق علم ہے ذات واجب الوجود کا جو مستجمع ہو تمام صفات کمالیہ کو۔ اور اسکے اس استجماع پر دلالت کرنے کیوجہ سے کلام اس قوت میں ہو جائیگی کہ کہا جائے گا حمد مطلقا منحصر ہے اس ذات کے حق میں جو تمام صفات کمالیہ کو مستجمع ہے اس حیثیت سے کہ وہ اس طرح ہے۔ پس ہو جائیگا مثل دعوی کرنے کسی شئ کا اس کی دلیل اور برھان کے ساتھ اور اس کی لطافت مخفی نہیں ہے۔

تشریح:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض توضیح متن ہے یعنی لفظ اللہ جو متن میں آیا ہے اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں لفظ اللہ میں مفسرین کے درمیان کئی اختلافات ہیں کہ یہ لفظ عربی ہے یا کسی اور زبان کا لفظ ہے عربی ہے تو جامد ہے یا مشتق جامد ہے تو اسم علم ہے یا صرف اسم ہے مشتق ہے تو پھر اختلاف ہے کہ یہ کس سے مشتق ہے مہموز الفاء ہے یا اجوف واوی شارح نے اس عبارت میں تمام کا رد کرتے ہوے واللہ علم علی الاصح الخ والی عبارت سے یہ بتایا کہ یہ عربی لفظ ہو کر علم ہے اور جامد ہے۔

نکتہ:۔ چونکہ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں عقول حیران و پریشان تھے اسی طرح اس ذات کے نام میں بھی عقول انسانی میں اختلاف ہو گیا کیونکہ اسم کا اثر مسمی پر اور مسمی کا اثر اسم پر ہوا کرتا ہے اس کی مثال مشکوۃ شریف کی عبداللہ بن المسیبؓ والی حدیث ہے کہ عبداللہ کے والد کا نام مسیّب تھا ان کا لقب مشہور تھا حزن (غم) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ کوئی سال بھی ایسا نہ گزرا تھا کہ ہم نے کسی غم اور پریشانی کا سامنا نہ کیا ہو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے اس لقب کو بدل دو۔

الحاصل لفظ اللہ ایسی ذات کا علم ہے جو کہ واجب الوجود (جس کا عدم محال ہو) ہے اور تمام صفات کمال کو جمع کرنے والی ہے۔

لفظ اللہ کے ہمزہ کی تحقیق:۔ اعتراض ہوتا ہے لفظ اللہ کے شروع میں ہمزہ کونسا ہے قطعی ہے یا وصلی اگر قطعی ہے تو صحیح نہیں کیونکہ فاللہ خیر حافظا میں گر جاتا ہے اگر وصلی ہے تو صحیح نہیں ورنہ تو یا اللہ میں کا ہمزہ وسط کلام میں ہونے کی بنا پر گر جانا چاہیے حالانکہ باقی ہے؟

جواب:۔ یہ ہے کہ لفظ اللہ اصل میں الٰہ تھا ہمزہ کو گرادیا تو لٰہ ہوا پھر اس ہمزہ کے عوض میں الف لام تعریف کا داخل کیا تو ال لٰـــہ ہوا پھر لام کا لام میں ادغام کیا تو اللہ بن گیا اب لفظ اللہ پر جو ہمزہ ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعریف والی اور عوض میں ہونے والی ان دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرنا ہے جب یہ لفظ اللہ منادی نہ ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوے اسکو ہمزہ وصلی بناتے ہیں اور درمیان کلام میں گرادیتے ہیں جیسے فاللہ میں گر گیا اور جب لفظ اللہ منادی واقع ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ یا اور الف لام تعریف کا اجتماع ایک اسم میں صحیح نہیں اس وقت اس کی عوض والی حیثیت کا اعتبار کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو حرف کسی حرف کے عوض میں آئے وہ جزو کلمہ ہوتا ہے اس کو گرانا صحیح نہیں لھٰذا یا اللہ میں بھی ہمزہ عوض میں ہونے کی وجہ سے جزو کلمہ ہوگا اور اس کو گرانا صحیح نہیں ہے۔

ولـدلالته علی هٰذا الاستجماع الخ:۔ اس عبارت سے شارح ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جو متن کی عبارت میں مضمر ہے۔ اس سے قبل تین مسئلوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ (۱):۔ الحمد میں الف لام کونسا ہے؟ یہ الف لام جنس کا بھی ہوسکتا ہے اور استغراق کا بھی جنس کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ کیلئے مختص ہے اور استغراق کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام افرادِ حمد اللہ تعالی کیلئے مختص ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے الف لام جنسی یا استغراقی کا مان کر یہ مطلب نکالا کہ جنسِ حمد یا تمام افرادِ حمد اللہ تعالی کے ساتھ مختص ہیں حالانکہ دنیا میں حمد تو مخلوق کی بھی ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید عالم کبیر وغیرہ؟

جواب:۔ جہاں مخلوق کی تعریف ہوتی ہے وہاں حقیقت میں خالق کی تعریف ہوتی ہے کیونکہ مخلوق میں اچھی صفات پیدا کرنے والے اللہ تعالی ہی ہوتے ہیں مثلا زید کی تعریف کی کہ وہ بڑا عالم ہے تو گویا اس آدمی نے حقیقت میں اللہ کی تعریف کی ہے کیونکہ زید کو علم عطا کرنے والے اللہ تعالی ہیں۔

مسئلہ (۲):۔ جب کسی اسمِ صفت پر حکم لگایا جاتا ہے تو اس کا مصدر ہی اس حکم کی علت ہوا کرتا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں

کہ اکرم العالم (عالم کا اکرام کرو) یہاں العالم صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ اس کا اکرام کرو اس حکم کی علت العالم کا مصدر علم ہے کہ علم کی وجہ سے عالم کا اکرام کرو۔

مسئلہ (۳):۔ایک ضابطہ ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح (کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ صریح میں صرف دعویٰ ہوتا ہے دلیل مذکور نہیں ہوتی جیسے کہا جائے کہ زید بڑا سخی ہے یہ جملہ زید کی سخاوت پر صراحۃ دلالت کرتا ہے لیکن اس میں دلیل مذکور نہیں بخلاف کنایہ کے کہ اس میں صراحۃً دعوی ہوتا ہے اور ضمناً دلیل بھی مذکور ہوتی ہے جیسے کہا جائے زید کثیر الرماد (زید کثیر خاکستر والا ہے) یعنی زید کے چولھے میں خاکستر بہت زیادہ ہے اس جملہ سے بھی زید کی سخاوت معلوم ہو رہی ہے کہ چولھے میں خاکستر اس لئے زیادہ ہے آگ زیادہ جلتی ہے آگ زیادہ اس لئے جلتی ہے کہ ہانڈی روٹی زیادہ پکتی ہے روٹی اس لئے زیادہ پکتی ہے کہ مہمان زیادہ آتے ہیں اور مہمان زیادہ اس لئے آتے ہیں کہ زید سخی ہے اس کنایہ سے جیسے زید کی سخاوت کا دعوی سمجھا گیا اسی طرح ساتھ دلیل بھی مذکور ہے کہ زید سخی اس لئے زیادہ ہے کہ اس کے چولھے میں آگ زیادہ جلتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح۔

اب شارح کا بیان کردہ نکتہ یہ ہے کہ ماتن نے متن کی عبارت الحمد للہ میں دعوی مع دلیل کے بیان کیا ہے دعوی یہ ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اللہ تعالی کے ساتھ مختص ہے اور ساتھ اس کی دلیل بھی موجود ہے مسئلہ (۲) کے تحت لفظ اللہ کو حکما صیغہ صفت کا بنائیں گے اللہ کا معنی واجب الوجود المستجمع لجمیع صفات الکمال یہ معنی صفتی ہے اس اعتبار سے لفظ اللہ حکما صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اس کے ساتھ مختص ہے چونکہ اللہ ہے ہی وہی ذات جو تمام صفات کمالیہ کو جمع کرنیوالی ہو محامد کا ثابت ہونا یہ بھی ایک صفت کمال کی ہے لھذا یہ صفت کمال بھی اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہوگی اگر یہ صفت کمال اللہ کے ساتھ مختص نہ ہو تو اللہ کی ذات مستجمع لجمیع صفات الکمال نہ رہی لھذا حمد کا ثبوت بھی جو کہ صفت کمال ہے وہ اللہ تعالی کے ساتھ مختص ہے تو یہاں الحمد للہ میں دعوی مع الدلیل سمجھا گیا اور یہ بطور کنایہ کے ذکر کیا گیا اور کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے گویا بڑے بلیغ انداز سے اللہ تعالی کی تعریف مع دلیل کے اس عبارت میں ذکر کی گئی ہے۔

اسی نکتہ کی طرف شارح یزدی نے اشارہ کیا

قَوْلُهُ الَّذِیْ هَدَانَا: اَلْهِدَایَةُ قِیْلَ هِیَ الدَّلَالَةُ الْمُوْصِلَةُ اَیْ الْاِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ وَقِیْلَ هِیَ اِرَاءَةُ الطَّرِیْقِ الْمُوْصِلِ اِلَی الْمَطْلُوْبِ۔ وَالْفَرْقُ بَیْنَ هٰذَیْنِ الْمَعْنَیَیْنِ اَنَّ الْاَوَّلَ یَسْتَلْزِمُ الْوُصُوْلَ اِلَی الْمَطْلُوْبِ بِخِلَافِ الثَّانِیْ فَاِنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰی مَا

Marfat.com

يُوْصِلُ اِلَى الْمَطْلُوْبِ لَاتَلْزَمُ اَنْ تَكُوْنَ مُوْصِلَةً اِلٰى مَا يُوْصِلُ فَكَيْفَ تُوْصِلُ اِلَى الْمَطْلُوْبِ وَالْاَوَّلُ مَنْقُوْضٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى اِذْ لَا يُتَصَوَّرُ الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْوُصُوْلِ اِلَى الْحَقِّ وَالثَّانِىْ مَنْقُوْضٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ شَانُهٗ اِرَاءَةَ الطَّرِيْقِ وَالَّذِىْ يُفْهَمُ مِنْ كَلَامِ الْمُصَنِّفِ فِىْ حَاشِيَةِ الْكَشَّافِ هُوَ اَنَّ الْهِدَايَةَ لَفْظٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْمَعْنَيَيْنِ وَحِ يَظْهَرُ اِنْدِفَاعُ كِلَا النَّقِيْضَيْنِ وَيَرْتَفِعُ الْخِلَافُ مِنَ الْبَيْنِ وَ مَحْصُوْلُ كَلَامِ الْمُصَنِّفِ فِىْ تِلْكَ الْحَاشِيَةِ اَنَّ الْهِدَايَةَ تَتَعَدّٰى اِلَى الْمَفْعُوْلِ الثَّانِىْ تَارَةً بِنَفْسِهٖ نَحْوُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ تَارَةً بِاِلٰى نَحْوُ وَاللّٰهِ يَهْدِىْ مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَتَارَةً بِاللَّامِ نَحْوُ اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ فَمَعْنَاهَا عَلَى الْاِسْتِعْمَالِ الْاَوَّلِ هُوَ الْاِيْصَالُ وَعَلَى الثَّانِيَيْنِ اِرَاءَةُ الطَّرِيْقِ

ترجمہ:۔اس مصنف کا قول ھدانا :ھدایۃ کہا گیا ہے وہ دلالت ہے پہنچانے والی یعنی مطلوب تک پہنچا دینا اور کہا گیا ہے کہ وہ راستہ دکھانا ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو ان دونوں معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول معنی منزل مقصود تک پہنچنے کو مستلزم ہے نہ کہ دوسرا معنی پس بلاشبہ منزل مقصود تک پہنچانے والے راستے کو دکھانے کیلئے لازم نہیں کہ وہ دکھانا پہنچانے والا ہو اس راستے تک جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے تو کس طرح وہ راہ دکھانا منزل مقصود تک پہنچانے والا ہوگا۔اور اول معنی منقوض ہے اللہ تعالی کے اس قول کے ساتھ واما ثمود فھدینا الخ کیونکہ منزل مقصود تک پہنچ جانے کے بعد بے راہ ہونا متصور نہیں اور دوسرا معنی منقوض ہے اس اللہ تعالے کے قول انك لاتھدی الخ کے ساتھ کیونکہ نبی ﷺ کی شان راہ دکھانا تھی۔اور کشاف کے حاشیہ میں مصنف کے کلام سے جو بات سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ھدایۃ کا لفظ ان دونوں معنوں کے درمیان مشترک ہے اور اس وقت ظاہر ہو جاتا ہے ان دونوں اعتراضوں کا دفع ہو جانا اور اختلاف کرنے والوں کے بیچ سے اختلاف اٹھ جاتا ہے۔اور اس حاشیہ میں مصنف کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ھدایۃ اپنے مفعول ثانی کی طرف کبھی بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے جیسے اھدنا الصراط المستقیم اور کبھی بواسطہ الی متعدی ہوتا ہے جیسے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم اور کبھی لام کے واسطے سے جیسے ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔پس پہلے استعمال پر ھدایۃ کا

Marfat.com

معنی ایصال الی المطلوب اور باقی دونوں استعمال پر اراء ة الطریق ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس سے شارح کی غرض توضیح متن ہے متن میں ھدانا کا لفظ آیا ہے اس کا مصدر ھدی اور ھدایة دونوں آتے ہیں اس کی شارح تشریح کرنا چاہتے ہیں الذی ھدانا سے لیکر والاول منقوض تک کی عبارت میں لفظ ھدایة کی شارح نے تعریف بیان کی ہے والاول منقوض سے والذی یفھم تک شارح کی غرض اصل تعریف پر اعتراض کرنا ہے والذی یفھم سے لیکر ومحصول کلام المصنف تک شارح کی غرض دونوں اعتراضوں کا جواب دینا ہے ومحصول سے آخر قول تک غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

ھدایة کی تعریف:۔ھدایة کے لغوی معنی ہیں راہ نمودن راستہ دکھانا۔اس کے اصطلاحی معنی میں اختلاف ہے معتزلہ اور اشاعرہ کا (اشاعرہ یہ ابوالحسن اشعری کے مقلدین کو کہا جاتا ہے اشعر ایک قبیلہ کا نام ہے امام شافعی عقائد کے باب میں ابوالحسن اشعری کے مقلد ہیں اور احناف عقائد کے باب میں ابو منصور ماتریدی کے مقلد ہیں ان کے مقلدین کو ماتریدیہ کہا جاتا ہے) اشاعرہ کے ہاں ھدایة وہ راستہ دکھانا ہے جو مطلوب تک پہنچادے جیسے کسی نے زید سے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے اس نے راہنمائی کردی اس راستے کی طرف جو مطلوب تک پہنچانے والا ہے اس کو اراءة الطریق کہتے ہیں۔معتزلہ کے ہاں ھدایة ایسی راہنمائی ہے جو مطلوب تک پہنچادے مثلا زید سے کسی نے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے تو زید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچادیا اس کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔

دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ اول معنی اراءة الطریق میں مطلوب تک پہنچنا تو درکنار طالب کا اس راستے پر چلنا بھی ضروری نہیں جس کی اس نے راہنمائی کی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بھول کر کسی اور راستے پر چل پڑے جب اس راستے پر چلنا ضروری نہیں تو مطلوب تک پہنچنا بدرجۂ اولی ضروری نہیں ہوسکتا البتہ دوسرے معنی میں مطلوب تک پہنچنا لازم ہے جب زید نے ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچادیا تو مطلوب تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں رہا۔

فائدہ:۔ان دونوں معنوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اراءة الطریق یہ اعم مطلق ہے اور ایصال الی المطلوب یہ اخص مطلق ہے جہاں ایصال الی المطلوب ہوگی وہاں اراءة الطریق بھی ہوگا اور جہاں اراءة الطریق ہو وہاں ایصال الی المطلوب کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

والاول منقوض بقولہ الخ:۔اس عبارت میں شارح کی غرض ھدایة کی اس مختلف فیہ تعریف پر اعتراض کرنا ہے اشاعرہ نے جو تعریف کی ہے وہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت سے منقوض ہے وہ آیت انك لا تھدی من احببت ولکن

Marfat.com

اللہ یھدی من یشاء ہے یہاں اشاعرہ کے ہاں معنی ہوگا کہ بے شک اے پیغمبر آپ راستہ نہیں دکھا سکتے جس کو آپ چاہیں۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جس وقت حضور ﷺ نے اپنے چچا کے ایمان نہ لانے پر دکھ محسوس کیا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو میں قیامت کے دن اس کی سفارش کرتا۔ اشاعرہ والا یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا تو کام ہی یہی تھا کہ وہ راستہ دکھاتے۔ ہاں معتزلہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ آپ جس کو چاہیں مطلوب تک نہیں پہنچا سکتے اور واما ثمود فھدیناھم فاستحبوا الخ والی آیت میں معتزلہ والا معنی صحیح نہیں بنتا کیونکہ معتزلہ کے ہاں اس کا یہ معنی ہوگا کہ قوم ثمود کو ہم نے مطلوب تک پہنچا دیا (یعنی ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا) پھر انہوں نے ھدایۃ کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا یہ معنی بھی درست نہیں کیونکہ حق تک پہنچنے کے بعد گمراہی ممکن نہیں جیسے زید جب اپنے مطلوب ملتان تک پہنچ جائے تو ملتان کا زید سے گم ہونا ممکن نہیں دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم ثمود کے بارہ میں یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ ایمان نہیں لائی یہاں اشاعرہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ قوم ثمود کو ہم نے راستہ دکھلا دیا لیکن انہوں نے اس راستے کی بجائے گمراہی کو پسند کیا۔

والذی یفھم من کلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جواب کا حاصل یہ ہے کہ ماتن علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب کشاف کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ لفظ ھدایۃ ان دونوں معنوں (اراءۃ الطریق وایصال الی المطلوب) میں مشترک ہے یہ دونوں معنی اس کے حقیقی معنی ہیں جب یہ دونوں معنوں میں مشترک ہے تو جہاں جو معنی چاہو مراد لے لو لھذا انك لا تھدی الخ میں ایصال الی المطلوب والا معنی مراد لو اور واما ثمود الخ میں اراءۃ الطریق والا معنی مراد لو یہ دونوں ھدایۃ کے حقیقی معنے ہیں اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

ومحصول کلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: ھدایۃ جب دو معانی میں مشترک ہے تو مشترک کے بارے میں تو ضابطہ ہے کہ لفظ مشترک کے معانی میں سے ایک معنی پر جب تک کوئی قرینہ نہ ہو کسی ایک معنی کو متعین نہیں کیا جا سکتا اب یہاں دو معانی میں سے کسی ایک معنی مراد لینے میں قرینہ کونسا ہوگا؟

جواب:۔ یہ ہے کہ ھدی یھدی کا باب ہمیشہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس کا پہلا مفعول ہمیشہ بغیر واسطے کے ہوتا ہے اب دو معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کرنے کا قرینہ یہاں پر یہ ہے کہ دیکھیں گے کہ ھدایۃ کا لفظ مفعول ثانی کی طرف متعدی بغیر کسی واسطے کے ہے یا کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ ہے اگر یہ کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ متعدی ہوگا مفعول ثانی کی طرف تو معنی اول یعنی اراءۃ الطریق مراد ہوگا جیسے ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم میں یھدی

Marfat.com

کا پہلا مفعول محذوف ہے وہ الناس کا لفظ ہے اور دوسرا مفعول للتی ہے جو کہ حرف جر لام کے ساتھ متعدی ہے دوسری مثال واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم یہاں یھدی کے لفظ کا پہلا مفعول من یشاء اور دوسرا مفعول الی حرف جر کے واسطے کے ساتھ صراط مستقیم ہے لھٰذا ان دونوں جگہوں میں ھدایۃ کا اراء ۃ الطریق والا معنی مراد ہوگا پہلی آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ قرآن مجید لوگوں کو راستہ دکھلاتا ہے جو کہ بہت سیدھا ہے دوسری آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں اس کو سیدھا راستہ دکھلاتے ہیں۔ اور اگر ھدایۃ کا لفظ مفعول ثانی کی طرف بغیر حرف جر کے متعدی ہو تو اس وقت معنی الدلالۃ الموصلۃ والا مراد ہوگا جیسے اھدنا الصراط المستقیم میں نا ضمیر اس کا مفعول اول اور الصراط المستقیم اس کا مفعول ثانی بغیر کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ ہے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ تو ہمیں سیدھے راستے تک پہنچادے۔ چنانچہ واما ثمود فھدیناھم الخ میں دوسرا مفعول محذوف ہے جو کہ الی الصراط المستقیم ہے اور حرف جر کے واسطے کے ساتھ ھدایۃ کا لفظ متعدی ہے لھٰذا اراء ۃ الطریق والا معنی مراد ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کہ ہم نے قوم ثمود کو سیدھا راستہ دکھلا دیا پھر انہوں نے اس کے مقابلے میں گمراہی کو اختیار کیا اور دوسری آیت انک لا تھدی من احببت الخ میں پہلا مفعول الطریق محذوف ہے اور دوسرا مفعول من احببت ہے یہ بغیر کسی حرف جر کے متعدی ہے یہاں معنی الدلالۃ الموصلۃ والا ہوگا معنی آیت کا یہ ہوگا کہ اے پیغمبر ﷺ آپ مطلوب تک نہیں پہنچا سکتے جس کو لوگوں میں سے آپ چاہیں یہ معنی بالکل درست ہے کیونکہ مطلوب تک پہنچانا اللہ تعالی کا کام ہے پیغمبر کا کام صرف راستہ دکھلانا ہے۔

اب اسی ضابطہ کو متن کی عبارت پر منطبق کریں الذی ھدانا سواء الطریق میں نا ضمیر پہلا مفعول ہے اور دوسرا مفعول سواء الطریق ہے مطلب یہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کیلئے ہیں جس نے ہمیں سیدھے راستے تک پہنچایا۔

قَوْلُهٗ سَوَاءُ الطَّرِيْقِ: اَیْ وَسْطَهُ الَّذِیْ یُفْضِیْ سَالِكَهٗ اِلَى الْمَطْلُوْبِ الْبَتَّةَ وَهٰذَا كِنَایَةٌ عَنِ الطَّرِیْقِ الْمُسْتَوِیْ اِذْ هُمَا مُتَلَازِمَانِ وَهٰذَا مُرَادُ مَنْ فَسَّرَهٗ بِالطَّرِیْقِ الْمُسْتَوِیْ وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمِ ثُمَّ الْمُرَادُ بِهٖ اِمَّا نَفْسُ الْاَمْرِ عَمُوْمًا اَوْ خُصُوْصُ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى لِحُصُوْلِ الْبَرَاعَةِ الظَّاهِرَةِ بِالْقِیَاسِ اِلٰى قِسْمَیِ الْكِتَابِ

ترجمہ:۔ یعنی اسکا درمیانہ وہ جو چلنے والے کو مطلوب تک پہنچادے یقیناً اور یہ کنایہ ہے الطریق المستوی سے اسلئے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور یہ مراد ہے اس شخص کی جس نے اس کی الطریق المستوی اور صراطِ مستقیم کے ساتھ

Marfat.com

تشریح کی ہے پھر مراد اس کے ساتھ یا تو نفس الامر عموماً ہے یا خاص ملۃ اسلامیہ ہے اور اوّل اولی ہے براعۃ استھلال حاصل ہونے کی وجہ سے کتاب کی دو قسموں کی طرف قیاس کرتے ہوئے ۔

اغراضِ شارح:۔ ای وسطه سے وهٰذا کنایة تک توضیح متن ہے وهٰذا کنایة سے هٰذامراد من فسره تک شارح کی غرض کنایہ کا معنی بیان کرنا ہے۔ هٰذا مراد سے ثم المراتک ملا جلال الدین پر اس مقام میں ہونے والے تین اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ ثم المراد سے والاول تک سواء کا مصداق بتلانا ہے والاول اولی سے آخر قول تک وجہ ترجیح بتلانی ہے۔

ای وسطه الخ:۔ اس عبارت میں شارح سواء کا معنی بیان کرتے ہیں کہ سواء کا معنی وسط اور درمیان کے ہیں یعنی درمیانی راستہ۔ درمیانہ راستہ وہ ہوتا ہے جو اپنے اوپر چلنے والے کو یقینی طور پر مطلوب تک پہنچا دے۔

وهٰذا کنایة الخ:۔ اس عبارت میں کنایہ کا معنی بیان کرتے ہیں۔ کنایہ کہتے ہیں لفظ بول کر اس کا معنی موضوع لہ مراد لیتے ہوئے ذہن کو اس کے لازم یا ملزوم کی طرف منتقل کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے زید کثیر الرماد اس کا معنی موضوع لہ تو یہی ہے کہ زید کثیر خاکستر والا ہے لیکن اس لفظ سے اس کے لازم سخاوت کا ارادہ کرنا یہ کنایہ ہے۔ اسی طرح شرح میں جو لفظ سواء کا معنی وسط طریق بیان کیا ہے تو وسط طریق کو دو چیزیں لازم ہیں ایک راستہ کا سیدھا ہونا جس کو طریق مستوی کہا جاتا ہے اور دوسرا راستے کا مظبوط ہونا جس کو الصراط المستقیم کہا جاتا ہے یہاں بھی کنایۃً وسط طریق سے الطریق المستوی مراد لیا گیا ہے اور اس کا عکس بھی کر سکتے ہیں یعنی الطریق المستوی بول کر وسط طریق مراد لیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

وهٰذا مراد من فسره الخ:۔ علامہ جلال الدین نے اپنی کتاب ملا جلال میں سواء الطریق کا معنی کیا ہے الطریق المستوی جس پر تین اعتراضات کئے گئے ہیں شارح اس عبارت میں ان کا جواب دے رہے ہیں۔ ملا جلال الدین نے سواء الطریق کا معنی الطریق المستوی کیا یعنی پہلے سواء کو بمعنی استواء کے کیا پھر استواء مصدر کو اسم فاعل مستوی کے معنی میں کیا اور سواء الطریق میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے تو انہوں نے موصوف کو مقدم اور صفت کو موخر کر کے کہا الطریق المستوی ۔ اس پر تین اعتراض کئے گئے ہیں۔

(۱) سواء کو استواء کے معنی میں کرنا لغت کے خلاف ہے لغت میں سواء کا معنی وسط ہے۔

(۲) استواء مصدر کو مستوی اسم فاعل کے معنی میں کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت مجاز مراد لینا صحیح نہیں۔

Marfat.com

(۳) صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی ہے حالانکہ بصریوں کے ہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کرنا درست نہیں۔

تو شارح اس عبارت میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ ملا جلال کی وہ غرض نہیں جو تم نے سمجھی ہے بلکہ غرض اس کی بھی کنایہ ہے جو کہ میری مراد بھی ہے۔ یعنی انہوں نے تو سواء الطریق کی تشریح کی ہے معنی بیان نہیں کیا۔ اور معترض نے یہ سمجھا ہے کہ انہوں نے مذکورہ توجیہات کر کے اس کو الطریق المستوی کے معنی میں کیا ہے اس لئے یہ اعتراضات صحیح نہیں۔

ثم المراد الخ:۔ یہاں سے سواء الطریق کا مصداق بتلا رہے ہیں اس کا مصداق دو چیزیں ہو سکتی ہیں (۱) نفس الامر عموما (۲) خصوصا ملت اسلامیہ۔

نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں جو بھی حق بات ہے وہ سواء الطریق کا مصداق ہے چاہے وہ شریعت اسلامیہ کے عقائد ہوں یا قواعد منطقیہ (مثلا اجتماع نقیضین محال ہے ارتفاع نقیضین محال ہے وغیرہ) کیونکہ وہ بھی حق ہیں۔ اور خصوصا ملت اسلامیہ سے مراد یہ ہے کہ صرف اسلامی عقائد مراد لئے جائیں اس صورت میں قواعد منطقیہ خارج ہو جائیں گے کیونکہ وہ عقائد اسلامیہ میں داخل نہیں۔

والاول اولی الخ:۔ یہاں سے سواء الطریق کے دونوں مصداقوں میں سے ایک کو ترجیح دیکر اس کی وجہ ترجیح بیان کر رہے ہیں لیکن اس سے قبل ایک لفظ کا معنی سمجھنا ضروری ہے وہ ہے صنعۃ براعۃ استھلال اس کو عام طور پر مصنفین اپنی کتابوں کے خطبوں میں ذکر کرتے ہیں براعۃ کا معنی بلندی صنعۃ کا معنی کاریگری استھلال کا معنی بچے کی پیدائش کے وقت اس کی ابتدائی آواز۔ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جس سے آئندہ آنے والے مقصودی مضامین کی طرف اشارہ ہو جائے جیسے بچہ کا رونا اس کے اس کی دنیا میں آمد کی خبر دیتا ہے اس میں خطبہ کی بڑائی اور برتری ظاہر ہوتی ہے۔

یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ علامہ تفتازانی نے تھذیب کے دو حصے لکھے تھے ایک حصہ علم کلام میں اور ایک منطق میں تو اگر سواء الطریق کا مصداق کائنات کی ہر حق بات (نفس الامر) کو بنائیں تو یہ زیادہ اولی اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں علم کلام اور منطق (شریعت و منطق) دونوں داخل ہو جائیں گے اس طرح اس میں صنعۃ براعۃ استھلال بھی ہوگی کیونکہ آگے بھی منطق اور شریعت کے مسائل بیان ہونا ہیں بخلاف اس کے کہ اگر اس کا مصداق خاص ملت اسلامیہ کو بنایا جائے تو مقصد کی طرف اشارہ نہیں ہوگا اور صنعۃ براعۃ استھلال حاصل نہ ہوگی۔

Marfat.com

متن : وَجَعَلَ لَنَا التَّوْفِيْقُ خَيْرَ رَفِيْقٍ

ترجمہ:۔اور بنایا ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی۔

قَوْلُهٗ وَجَعَلَ لَنَا: اَلظَّرْفُ اِمَّا مُتَعَلِّقٌ بِجَعَلَ وَاللَّامُ لِلْاِنْتِفَاعِ كَمَا قِيْلَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَاِمَّا بِرَفِيْقٍ وَيَكُوْنُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ عَلَى الْمُضَافِ لِكَوْنِهٖ ظَرْفًا اَلظَّرْفُ مِمَّا يُتَوَسَّعُ فِيْهِ مَالَا يُتَوَسَّعُ فِيْ غَيْرِهٖ وَالْاَوَّلُ اَقْرَبُ لَفْظًا وَالثَّانِيْ مَعْنًى

ترجمہ:۔ظرف یا جعل کے متعلق ہے اور لام انتفاع کیلئے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس اللہ تعالی کے قول جعل لکم الارض فراشا (بنایا تمہارے نفع کیلئے زمین کو بچھونا) میں اور یا رفیق کے متعلق ہے مضاف الیہ کے معمول کا مضاف پر مقدم ہونا ظرف ہونے کی وجہ سے ہوگا اور ظرف اس چیز میں سے ہے کہ اس میں وہ وسعت ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہے اور اول احتمال لفظا اور ثانی احتمال معنا اقرب ہے۔

اغراضِ شارح:۔الظرف الخ سے لیکر والاول تک شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔والاول اقرب الخ سے لنا کے متعلقات میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح بیان کرنی ہے۔

اعتراض:۔ لنا ظرف ہے۔متن میں یہ کسی کے متعلق بھی نہیں بن سکتا۔متن میں چار لفظ (۱) جعل (۲) التوفیق (۳) خیر (۴) رفیق۔ایسے ہیں جو متعلَق بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن یہ کسی کے متعلِق بھی نہیں ہوسکتا (۱) توفیق کے متعلق اس لئے نہیں ہوسکتا کہ توفیق مصدر ہے اور مصدر کمزور عامل ہے لنا عبارت میں مقدم ہے اور مصدر یہ مؤخر ہے عامل ضعیف یہ اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتا (۲) یہی خرابی خیر کے متعلق کرنے سے آتی ہے کیونکہ یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور یہ بھی کمزور عامل ہے یہ بھی اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتا (۳) لنا ظرف کو جعل کے متعلق بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ لنا میں لام تعلیلیہ ہے اور لام تعلیلیہ یہ غرض کیلئے ہوتا ہے اگر اس کو جعل کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ہماری غرض کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس صورت میں اللہ تعالی کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آئیگا حالانکہ اللہ تعالی کے افعال معلل بالغرض نہیں ہوتے کیونکہ غرض کی طرف انسان محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالی کسی کا محتاج نہیں ہاں یہ بات ضرور ہے

کہ اللہ تعالی نے جو بھی حکم نازل کیا ہے اس میں کوئی حکمت ضرور ہے حکمت اور غرض میں فرق یہ ہے کہ غرض وہ ہوتی ہے جس کی طرف احتیاجی ہو اور حکمت اس کو کہتے ہیں جو فعل کے کرنے پر ثمرہ اور نفع مرتب ہوتا ہے۔ (۴) لنا کو رفیق کے متعلق بھی نہیں کر سکتے کیونکہ رفیق یہ مضاف الیہ ہے خیر کا اور ضابطہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کے ضمن میں جو ہو (یعنی مضاف الیہ کا معمول ہو) اس کا مضاف الیہ سے مقدم کرنا درست نہیں چہ جائیکہ وہ مضاف سے بھی مقدم ہو جس طرح یہاں لنا مضاف (خیر) سے بھی مقدم ہے۔

جواب صحیح:۔شارح نے لنا کو جعل اور رفیق کے متعلق بنایا ہے باقی دو (توفیق اور خیر) کو چھوڑ دیا ہے جعل کے متعلق بنانے میں خرابی لازم آتی تھی کہ اللہ تعالی کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آئیگا اس کا جواب یہ دیا کہ یہ لام غرض کیلئے نہیں بلکہ انتفاع کیلئے ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ہمارے نفع کیلئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا۔لام انتفاع کی مثال جیسے ارشاد باری تعالی ہے جعل لکم الارض فراشا (اللہ تعالی نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو فرش بنایا)۔یا لنا یہ رفیق کے متعلق ہوگا اس وقت یہ خرابی تھی کہ مضاف الیہ کا معمول مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لنا چونکہ ظرف ہے اور ظرف میں وہ وسعت اور گنجائش ہوتی ہے جو بقیہ معمولات میں نہیں اس لئے ظرف کا عامل چاہے مقدم ہو یا مؤخر وہ ظرف میں عمل کر سکتا ہے۔

سوال:۔ظرف میں یہ توسع اور گنجائش کیوں ہے؟

جواب:۔ظروف مثل محارم کے ہیں جس طرح محرم کا تعلق اپنے محرم کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے اسی طرح ظرف کا تعلق بھی ہر فعل یا شبہ فعل کے ساتھ ہر وقت ہوتا ہے کیونکہ کوئی فعل یا شبہ فعل دنیا میں ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی زمانے میں یا کسی نہ کسی مکان میں واقع نہ ہو اس لئے ظروف میں وسعت اور گنجائش ہے۔

والاول اقرب الخ:۔یہاں سے دونوں متعلقوں (جعل و رفیق) میں سے ایک کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہیں کہ لنا ظرف کو جعل کے متعلق کرنا یہ لفظا اقرب ہے کیونکہ لفظوں میں جعل قریب ہے اور پہلے بھی ہے البتہ اس میں معنوی طور پر سقم (خرابی) ہے اور دوسرے (رفیق) کے متعلق کرنے میں معنوی طور پر تو کوئی خرابی نہیں لیکن لفظی طور پر خرابی موجود ہے کہ وہ بہت پیچھے کھڑا ہے پہلے متعلق کی معنوی خرابی کو سمجھنے سے پہلے تین مسئلوں کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ (۱):۔انسان یہ ذات ہے حیوان ناطق اس کی ذاتیات ہیں۔

مسئلہ (۲):۔منطقیوں کے ہاں ذات اور ذاتیات کے درمیان جعل کا آنا باطل ہے جیسے یوں کہا جائے جعل اللہ الانسان

Marfat.com

حیوانا ناطقا (اللہ تعالی نے انسان کو حیوان ناطق بنایا) اس کو منطقی مجعولیت ذاتی کہتے ہیں آسان لفظوں میں اس کو تخلخل جعل بین الذات والذاتیات کہتے ہیں۔

مسئلہ (۳):۔ متن کی عبارت میں جو توفیق کا لفظ ہے یہ ایک ذات ہے جس طرح انسان ایک ذات ہے خیر رفیق یہ اس کیلئے ذاتیات ہیں جیسے انسان کیلئے حیوان ناطق ذاتیات ہیں۔

ان تین مسئلوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ظرف لنا کو جعل کے متعلق کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ہمارے لئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا توفیق ذات اور خیر رفیق ذاتیات کے درمیان جعل آ گیا جو کہ باطل ہے یہ معنوی خرابی ہے۔ جعل کے ساتھ ظرف کو متعلق بنانے میں مجعولیت ذاتی کی خرابی لازم آتی ہے اس لئے جعل کے ساتھ متعلق کرنے میں معنوی خرابی اور سقم ہے اور اگر لنا کو رفیق کے متعلق کریں تو یہ خرابی لازم نہیں آئیگی کیونکہ پھر یہ عبارت ہوگی جعل التوفیق خیر رفیق لنا اس وقت مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے لئے بنایا اس صورت میں تخلخل جعل بین الذات والذاتیات لازم نہیں آتا کیونکہ خیر رفیق تو توفیق کی ذاتی تھی۔

فائدہ:۔ لنا کو رفیق کے متعلق کرنے کی ایک اور وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ ضابطہ ہے جب حمد کسی انعام واحسان کے مقابلے میں ہو تو وہ حمد اکمل طریقے سے ہوتی ہے اور بغیر کسی نعمت کے ہو تو وہ اکمل طریقے سے نہیں ہوتی اگر ہم لنا کو جعل کے متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا اس اللہ تعالی نے ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس پر تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالی نے توفیق کو مخلوق کا بہتر ساتھی بنایا ہے لیکن اس سے حامد کا اختصاص سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالی نے صرف حامد کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور کیلئے علاوہ حامد کے توفیق کو ساتھی بنایا ہو اس لئے اس کے مقابلے میں جو حمد ہوگی وہ اکمل نہیں ہوگی بخلاف اس صورت کہ کہ جب ہم لنا کو توفیق کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام محامد کا ثبوت اس اللہ تعالی کیلئے ہے جس نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے لئے (یعنی حامد یا مسلمان) کیلئے بنایا ہے اس میں اللہ تعالی کا انعام مسلمان بندے پر سمجھا جاتا ہے اب اس کے مقابلے میں جو حمد اس مسلمان حامد کی زبان سے نکلے گی وہ اکمل حمد ہوگی اس لئے رفیق کے ساتھ لنا کا تعلق زیادہ اولی اور برتر ہے۔

قَوْلُهُ اَلتَّوْفِيْقُ: هُوَ تَوْجِيْهُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَيْرِ

ترجمہ:۔ وہ اسباب کا مطلوب خیر کی جانب متوجہ ہونا ہے

Marfat.com

غرضِ شارح:۔اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے۔

توفیق کی لغوی تعریف:۔توفیق لغت میں مطلقا اسباب کو مطلوب کی طرف اکھٹا کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ وہ مطلوب خیر ہو یا شر البتہ شرعی طور پر توفیق کی تعریف یہ ہے کہ مطلوب خیر کی طرف تمام اسباب (ذرائع) کو جمع کرنا جیسے نماز ایک مطلوب خیر ہے اس کیلئے تمام اسباب مہیا ہو جاتے ہیں مثلا پانی موجود ہو پانی کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو پھر وضو کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔توفیق کی اس شرعی تعریف میں مطلوبِ خیر کی قید لگائی ہے اگر مطلوبِ شر کی طرف تمام اسباب مہیا ہو جائیں جیسے ایک آدمی چوری کا ارادہ کرتا ہو اس کیلئے تمام چوری کے اسباب مہیا ہو جائیں تو اس کو توفیق نہیں بلکہ خذلان کہیں گے۔نیز الاسبـــــاب میں الف لام استغراق کا ہے تمام اسباب کا مہیا ہونا اگر بعض اسباب مطلوب خیر کے مہیا ہو جائیں تو اس کو بھی توفیق نہیں کہیں گے۔

متن : وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَرْسَلَهٗ هُدًى هُوَ بِالْاِهْتِدَاءِ حَقِيْقٌ وَنُوْرًا بِهٖ الْاِقْتِدَاءُ يَلِيْقُ

ترجمہ:۔اور صلوۃ اور سلام ہو اس ذات پر جس نے اس کو ھدایۃ بنا کر بھیجا اس حال میں کہ وہ ھدایت حاصل کئے جانے کے لائق ہیں اور نور بنا کر بھیجا اس حال میں کہ ان کی اقتداء کئے جانے کے لائق ہیں

قَوْلُهٗ وَالصَّلٰوةُ:وَهِىَ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ اَىْ طَلَبِ الرَّحْمَةِوَاِذَا اُسْنِدَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يُجَرَّدُ عَنْ مَعْنَى الطَّلَبِ وَ يُرَادُ بِهِ الرَّحْمَةُ مَجَازًا

ترجمہ:۔اور صلوۃ دعاء کے معنی میں ہے یعنی رحمت کو طلب کرنا اور جب اس کی اللہ تعالی کی طرف نسبت کی جائے تو خالی کر لیا جاتا ہے معنی طلب سے اور مجازا اس سے رحمت کا ارادہ کیا جاتا ہے

اغراضِ شارح:۔ وھی بمعنی الدعاء سے واذا اسند الخ تک غرض توضیح متن ہے واذا اسند الخ سے شارح کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب اور اس جواب پر ہونے والے ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

وھی بمعنی الدعاء الخ:۔اس عبارت میں شارح صلوۃ کا معنی ذکر کرتے ہیں صلوۃ کا معنی ہے دعاء اور دعاء کا

Marfat.com

معنی بتایا طلب رحمۃ۔صلوۃ کادعاء والامعنی یہ حقیقی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ان صلوتك سكن لهم (آپ ﷺ کے دعاء یعنی طلبِ رحمت کرنے میں ان کیلئے تسکین کا سامان ہے)اوراس کے بقیہ معانی مجازی ہیں مثلا جب اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہوتو اس کا معنی مطلق رحمت ہے جیسے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی 'فرشتوں کی طرف اس کی نسبت ہوتو معنی استغفار ہے' وحوش وطیور کی طرف ہوتو معنی ہے تسبیح وتہلیل لیکن یہ تمام اس کے مجازی معانی ہیں۔

واذا اسند الی اللہ. الخ: یہاں سے شارح ایک اعتراض مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ابھی آپ نے صلوۃ کا معنی دعاء یعنی طلب رحمت کا کیا ہے حالانکہ آپ کا یہ معنی متن کی عبارت والصلوۃ والسلام پر سچا نہیں آسکتا کیونکہ الصلوۃ میں الف لام یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ اللہ ہے یعنی صلوۃ اللہ تو آپ کے معنی کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی طلب رحمت کرتے ہیں اس شخص سے جس کو اس نے بھیجا حالانکہ یہ معنی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالی طلب سے پاک ہیں وہ تو مطلوب ہیں؟

جواب:۔جب صلوۃ کی اسناد اللہ تعالی کی طرف کی جاتی ہے تو اس وقت اس سے طلب والا معنی ختم ہوجاتا ہے مطلق رحمت والا معنی مراد ہوتا ہے کہ اللہ تعالی رحمت نازل فرماتے ہیں یعنی صلوۃ کا معنی موضوع لہ تو طلبِ رحمت والا تھا معنی موضوع لہ سے ایک جزو حذف ہوکر رحمت کا معنی بن گیا اس قسم کے حذف کو حقیقت قاصرہ اور مجاز کہتے ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے جو طلب کا لفظ حذف کر کے صرف رحمت والا معنی کیا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ تمام محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ رحمت کہتے ہیں رقة القلب بحيث يقتضى التفضل والاحسان (دل کی رقت فضل اور احسان کی حیثیت سے)؟اور اللہ تعالی تو رقت اور طلب دونوں سے پاک ہیں تو یہ معنی تو صحیح نہ ہوا؟

جواب:۔یہاں بھی معنی موضوع لہ کے ایک جزو رقة القلب کو حذف کردیں گے اور صرف تفضل اور احسان والا معنی مراد لیں گے کہ اللہ تعالی فضل فرماتے ہیں اوپر اس شخص کے جس کو انہوں نے بھیجا۔

قَوْلُهٗ عَلٰى مَنْ اَرْسَلَهٗ:لَمْ يُصَرِّحْ بِاسْمِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَعْظِيْمًاوَاِجْلَالًاوَتَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهٗ فِيْمَا ذُكِرَمِنَ الْوَصْفِ بِمَرْتَبَةٍ لَا يَتَبَادَرُالذِّهْنُ مِنْهُ اِلَّا اِلَيْهِ وَاخْتَارَمِنْ بَيْنِ الصِّفَاتِ هٰذِهٖ لِكَوْنِهَا مُسْتَلْزِمَةً لِسَائِرِ الصِّفَاتِ الْكَمَالِيَةِ مَعَ مَا فِيْهِ مِنَ التَّصْرِيْحِ بِكَوْنِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُرْسَلًا فَاِنَّ الرِّسَالَةَ فَوْقَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّ الْمُرْسَلَ هُوَ النَّبِيُّ الَّذِىْ اُرْسِلَ

Marfat.com

اِلَیْہِ وَحْیٌ وَکِتَابٌ

ترجمہ:۔نہیں تصریح کی حضور ﷺ کے نام کی تعظیم اور اظہارِ بزرگی کی وجہ سے اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ حضور ﷺ اس وصف رسالت میں جس کو مصنف نے ذکر فرمایا ہے اس مرتبہ پر ہیں کہ ذہن نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف سبقت نہیں کرتا اور ماتن نے اس وصف رسالت کو اختیار فرمایا بوجہ مستلزم ہونے اس وصف رسالت کے تمام صفات کمالیہ کو ساتھ یہ کہ اس وصف میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کی تصریح ہے پس بلاشبہ وصف رسالت وصف نبوت کے اوپر ہے کیونکہ رسول وہ نبی ہے جس پر مستقل شریعت اور مستقل کتاب بھیجی گئی ہو۔

اغراضِ شارح:۔لم یصرح اسمہ الخ سے واختار تک ایک اعتراض کا جواب ہے واختار من بین الصفات سے فان الرسالۃ فوق الخ تک غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔مصنف نے اللہ تعالی کی حمد کو ذکر کیا تو اللہ تعالی کا نام لیا الحمد للہ کہا اور جب حضور ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجا تو حضور ﷺ کا نام نہیں لیا صرف صفت کو کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔حضور ﷺ کا نام نہ ذکر کرنے میں دو نکتے ہیں (۱) نام کی بجائے صفت ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوتا ہے جیسے کسی کو نام کی بجائے مولانا اور قاری صاحب کہا جائے تو یہ زیادہ ادب کی بات ہے تو حضور ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوے نام کی بجائے صفت کو ذکر کیا

(۲) عرف میں یہ مشہور ومعروف بات ہے کہ جب کسی ذات کی کوئی ایسی صفت ذکر کردی جائے جس سے صرف وہی ذاتِ معین ہی مراد ہوسکتی ہو اور کوئی ذات مراد نہ ہوسکتی ہو (یعنی وہ صفت اس ذات کے ساتھ خاص ہو) تو اس میں بھی اس صفت کو ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوا کرتا ہے اس لئے ماتن نے حضور ﷺ کے نام کو ذکر کرنے کی بجائے ان کی صفت رسالۃ کو ذکر فرمایا جو کہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

اعتراض:۔یہ وجہ تو اللہ تعالی کے نام ذکر کرنے میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالی کی ذات تو حضور ﷺ سے بھی زیادہ عظیم ہے ان کا نام لینا بھی تو ادب کے خلاف ہے اللہ تعالی کی بھی کئی صفات ہیں کہ ان کے ذکر کرنے سے ذہن انہیں کی طرف جاتا ہے کسی اور میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں تو مصنف کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالی کا نام بھی نہ لیتا؟

جواب:۔اس اعتراض کے تین جواب ہیں (۱) نکات بعد الوقوع ہوتے ہیں علت تامہ نہیں یعنی ایک واقعہ سامنے آیا تو اس

Marfat.com

کی کوئی علت نکال لی گئی مثلا یہاں حضور ﷺ کا نام نہیں لیا تو اس کی علت نکال لی گئی کہ ادب کیلئے ذکر نہیں کیا اور ہوسکتا ہے اللہ تعالی کا نام لینے میں کوئی اور نکتہ ہو مثلا مصنف نے اللہ تعالی نام ذکر کر کے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کیا ہو۔

جواب ﴿۲﴾:۔ مصنف نے قرآن مجید کی اتباع کی ہے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالی نے محامد کا ثبوت اپنی ذات کیلئے کیا ہے وہاں اپنا نام ذکر کیا فرمایا **الحمد لله** اور جہاں حضور ﷺ پر صلوۃ کا ذکر فرمایا وہاں حضور کا وصف نبوت ذکر فرمایا' نام نہیں جیسا کہ فرمایا **ان اللهو ملئكته يصلون على النبى** ۔تو مصنف نے بھی اللہ تعالی کے نام کو اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا نام نہیں ذکر کیا۔

جواب ﴿۳﴾:۔ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ محامد کا ثبوت اللہ تعالی کیلئے ذاتی ہے اس لئے اللہ تعالی کا نام ذکر فرمایا اور بقیہ مخلوقات کیلئے محامد کا ثبوت حتی کہ انبیا کیلئے بھی محامد کا ثبوت ذاتی نہیں بلکہ وہ وصف کی وجہ سے ہے اور وہ وصف یہاں نبوت اور رسالت ہے اس لئے اللہ تعالی کا نام اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا

واختار من بين الصفات الخ:۔ یہاں سے شارح ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ یہ بات ہم مان لیتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نام بوجہ عظمت وادب کے ذکر نہیں کیا لیکن حضور ﷺ کی اور بھی اوصاف ہیں اس وصف رسالت کے علاوہ۔ان میں سے وصف رسالت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب:۔ وصف رسالت کو اس لئے اختیار کیا چونکہ یہ ایک ایسی وصف کمال تھی جس میں تمام اوصاف آجاتے ہیں اس لئے ماتن نے ایسی جامع صفت ذکر کر دی جو تمام صفات کو محیط اور شامل ہے اور ساتھ اس بات کی بھی تصریح ہوگئی کہ آپ ﷺ رسول ہیں وصف رسالت یہ خاص ہے اور نبوت یہ عام ہے محدثین اور مفسرین کے ہاں رسالت نبوت کے اوپر ہے اس معنی میں کہ رسول اس کو کہتے ہیں جو نئی کتاب اور نئی شریعت لیکر آئے اور نبی عام ہے چاہے نئی کتاب اور شریعت ہو یا نہ ہو

قَوْلُهٗ هُدًى: اِمَّا مَفْعُوْلٌ لَهٗ لِقَوْلِهٖ اَرْسَلَهٗ وَحِيْنَئِذٍ يُرَادُ بِالْهُدٰى هِدَايَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يَكُوْنَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ اَوْ حَالٌ عَنِ الْفَاعِلِ اَوْ عَنِ الْمَفْعُوْلِ وَحِيْنَئِذٍ فَالْمَصْدَرُ بِمَعْنٰى اِسْمِ الْفَاعِلِ اَوْ يُقَالُ اُطْلِقَ عَلٰى ذِى الْحَالِ مُبَالِغَةً نَحْوُ زَيْدٌ عَدْلٌ

ترجمہ:۔ یا تو یہ مفعول لہ ہے ارسل فعل کا اور اس وقت ھدی سے ھدایت اللہ مراد ہوگی تا کہ یہ ھدایت فعل معلل بہ یعنی ارسل کے فاعل کا فعل ہو جائے یا یہ حال ہے ارسل کے فاعل یا مفعول سے اس وقت مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے یا

Marfat.com

کہا جائے گا کہ یہ مصدر ذوالحال پر مبالغۃً محمول ہوا ہے جیسے زید عدل ۔

غرضِ شارح:۔اس قولہ میں شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اس اعتراض کے سمجھنے سے پہلے دو **نحوی ضابطے** سمجھنا ضروری ہیں۔

ضابطہ(۱):۔مفعول لہ میں لام ہوتا ہے جو مفعول لہ ہونے کی ایک علامت ہوتا ہے اور اگر مفعول لہ اور فعل معلل بہ (جس کی مفعول لہ علت بیان کر رہا ہو) دونوں کا فاعل بھی ایک ہو اور دونوں کے ثابت ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو تو اس وقت لام کا حذف کرنا بھی صحیح ہوتا ہے جیسے ضربته تاديبا میں تاديبا یہ مفعول لہ ہے اور ضربته یہ فعل معلل بہ ہے دونوں کا فاعل ایک ہے ضرب کا فاعل بھی متکلم ہے اور تادیبا کا فاعل بھی متکلم ہے نیز دونوں کے تحقق کا زمانہ بھی ایک ہے جس زمانہ میں ضربِ متکلم واقع ہو رہی ہے اسی زمانے میں ادب بھی سکھایا جا رہا ہے یہ نہیں کہ ضرب پہلے ہوا اور ادب بعد میں۔لھذا یہاں لام کو حذف کرنا صحیح ہے اصل میں ضربته للتاديب تھا لام کو حذف کر دیا گیا اور جہاں دونوں کا فاعل ایک نہ ہو وہاں لام کو حذف کرنا صحیح نہیں ہے جیسے جئتك لاكرامك ایای یہاں اكرامك یہ مفعول لہ ہے جئت کا فاعل متکلم ہے اكرامك کا فاعل مخاطب ہے دونوں کا فاعل مختلف ہے لھذا یہاں لام حذف نہیں کیا گیا۔

ضابطہ(۲): جہاں کوئی اسم نکرہ منصوب ہو تو وہ اکثر اوقات یا تو مفعول لہ ہوتا ہے یا حال جیسے ضربته تاديبا میں تاديبا نکرہ منصوب مفعول لہ ہے جاء نی زید راکبا میں راکبا نکرہ منصوب حال ہے۔

ان دو ضابطوں کے بعد اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:۔ ھدی نکرہ منصوبہ ہے یا تو یہ ترکیب میں ارسلہ کیلئے مفعول لہ ہے یا حال ہے ارسلہ کی ضمیر فاعل سے یا ضمیر مفعول سے لیکن ان میں سے کوئی احتمال بھی صحیح نہیں مفعول لہ تو اس لئے بنانا صحیح نہیں کیونکہ ارسل کا فاعل اللہ ہے اور ھدی کے فاعل حضور ﷺ ہیں مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل جب مختلف ہو تو لام کو ذکر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے حالانکہ لام حذف ہے اس لئے مفعول لہ بنانا تو صحیح نہیں اور حال بنانا اس لئے صحیح نہیں کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے (یعنی اگر حال کو مبتداء اور ذوالحال کو خبر بنائیں تو بنا سکیں) ھدی یہ مصدر ہے اس کا حمل ذات ذوالحال پر صحیح نہیں مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوا کرتا لھذا آپ بتائیں کہ یہ ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے۔

جواب ﴿۱﴾:۔شارح علامہ یزدی فرماتے ہیں کہ دونوں ترکیبیں یہاں صحیح ہو سکتی ہیں ھدی کو مفعول لہ بنانا بھی صحیح ہے

Marfat.com

اس صورت میں یہ اعتراض کہ لام کیسے حذف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ھدی اور ارسل دونوں کا فاعل ایک ہے ھدی کا فاعل بھی اللہ تعالی ہیں اس وقت ھدایۃ سے ھدایۃ اللہ مراد ہوگی اس لئے لام کو حذف کرنا صحیح ہے۔

ھدی کو حال بنانا بھی صحیح ہے حمل ذات کا مصدر پر صحیح نہیں تو اس کا **پہلا جواب** یہ ہے کہ اس وقت ھدی مصدر کو اسم فاعل ھاد کے معنی میں کریں گے اب ھاد مشتق ہے اس پر ذوالحال کا حمل صحیح ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یہ ہے کہ اگر چہ نحویوں کا ضابطہ ہے کہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں لیکن کبھی کبھی مبالغہ کرنے کیلئے مصدر کا حمل ذات پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے زید عدل (زید انصاف ہے) یعنی زید اتنا منصف ہے کہ مجسمۂ انصاف بن گیا تو اسی طرح یہاں بھی ھدی مصدر کا حمل ذات پر مبالغہ کرنے کیلئے ہے اس وقت معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو اس حال میں کہ وہ حضور ﷺ ھدایت ہیں یعنی مجسمۂ ھدایت ہیں۔

قَوْلُهٗ بِالْاِهْتِدَاءِ: مَصْدَرٌ مَبْنِیٌّ لِلْمَفْعُوْلِ اَیْ بِاَنْ یُّهْتَدٰی بِهٖ وَالْجُمْلَةُ صِفَةٌ لِقَوْلِهٖ هُدًی اَوْ یَكُوْنَانِ حَالَیْنِ مُتَرَادِفَیْنِ اَوْ مُتَدَاخِلَیْنِ وَیَحْتَمِلُ الْاِسْتِیْنَافَ اَیْضًا

ترجمہ:۔ یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی نبی ﷺ حق دار ہیں کہ ان کے ذریعے سے ھدایت حاصل کی جائے اور یہ جملہ صفت ہے اس کے قول ھدی کی یا دونوں حال مترادفہ ہیں یا حال متداخلہ ہیں اور یہ جملہ مستأنفہ ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

اغراضِ شارح:۔ یہاں سے شارح اس جملہ ھو بالاھتداء حقیق کی اپنی ترکیب اس پر اعتراض و جواب اور اس جملے کا ماقبل کے ساتھ ربط و تعلق بتلا رہے ہیں۔

ترکیبِ متن:۔ (ھو) مبتداء (بالاھتداء) یہ جار مجرور مل کر حقیق کے متعلق ہے اور (حقیق) یہ خبر ہے ھو مبتداء کی مبتداء خبر جملہ اسمیہ خبر یہ ہے اس میں (ھو) کا مرجع یا تو اللہ تعالی کی ذات ہے یا حضور ﷺ اس جملہ کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالی ھدایت حاصل کئے جانے کے لائق ہیں یا وہ حضور ﷺ ھدایت حاصل کئے جانے کے لائق ہیں اس ترکیب کے لحاظ سے یہ دونوں معنے غلط ہیں اللہ تعالے ھدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ تمام مخلوق کے ھادی ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی ھدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ وہ بھی دنیا میں ھدایت دینے کیلئے آئے ہیں؟

جواب:۔ اس ترکیب کے وقت اھتداء کو مصدر مبنی للمفعول پڑھیں گے یعنی مضارع مجہول کے صیغے پر پڑھیں گے اس وقت حاصل معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالی یا حضور ﷺ مھتدی بننے کے لائق ہیں۔

Marfat.com

اعتراض:۔ اھتداء یہ لازمی باب کا مصدر ہے لازمی کا مفعول ومجہول تو نہیں ہوتا یہاں آپ نے اھتداء کو مھتدی کے معنی میں کیسے کرلیا؟

جواب:۔ لازمی کو با کے ذریعے سے متعدی کرلیا جاتا ہے اور با کے ذریعے سے فعل لازمی کا مجہول آجایا کرتا ہے یہاں بھی مھتدٰی کو با کے ذریعے سے متعدی کریں گے کہ وہ مھتدٰی بہ بننے کے لائق ہیں یعنی وہ اللہ تعالی یا حضور ﷺ اس لائق ہیں کہ ھدایت حاصل کی جائے ان کے ساتھ اب معنی بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ ترکیب تو اس عبارت کی اپنی تھی باقی یہ ماقبل میں کیا واقع ہو رہا ہے۔ اس میں چار احتمال ہیں۔

﴿۱﴾: یہ جملہ ھدی کی صفت ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا وہ حضور ﷺ یا اللہ تعالی ھدایت دینے والے ہیں وہ مھتدٰی بہ بننے کے لائق ہیں۔

﴿۲﴾: اس جملہ کو حال بنایا جائے ارسلہ کی ضمیر فاعل سے یا ضمیر مفعول سے اگر ھدی ضمیر فاعل سے حال ہو تو یہ جملہ بھی اسی سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اس اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو درانحالیکہ وہ اللہ تعالی ھدایت دینے والا ہے اور درانحالیکہ وہ اللہ تعالی مھتدٰی بہ بننے کے لائق ہے۔ اور اگر ھدی ضمیر مفعول سے حال ہوگا تو یہ جملہ بھی ضمیر مفعول سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اس اللہ تعالی نے اس حضور ﷺ کو درانحالیکہ وہ حضور ﷺ ھدایت دینے والے ہیں اور درانحالیکہ وہ حضور ﷺ مھتدٰی بہ بننے کے لائق ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوئے جس سے ھدی حال ہوگا اسی سے یہ جملہ حال ہوگا جب ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوں اس کو حال مترادفہ کہتے ہیں۔

﴿۳﴾: اس جملہ کو حال متداخلہ بنایا جائے حال متداخلہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک ذوالحال سے ایک حال ہو اور حال کی ضمیر سے پھر دوسرا حال واقع ہو۔ تو ھدی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے حال ہو اور یہ ھاد اسم فاعل کے معنی میں ہو اور اس سے یہ جملہ حال واقع ہو اب دونوں صورتوں (حال مترادفہ ومتداخلہ) میں مطلب ومعنی ایک ہی ہوگا البتہ لفظوں کی تعبیر میں تھوڑا سا فرق ہوگا۔

﴿۴﴾: یہ جملہ مستأنفہ ہو علم معانی کی اصطلاح میں جملہ مستأنفہ ایک سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے سابقہ عبارت سے ایک سوال پیدا ہوا کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو ھدایت کیلئے کیوں بھیجا تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے ھدایت کیلئے بھیجا کیونکہ آپ مھتدٰی بہ بننے کے لائق ہیں۔

Marfat.com

وَقِسْ عَلٰی هٰذَا قَوْلُهٗ: نُوْرًا مَعَ الْجُمْلَةِ التَّالِيَةِ

ترجمہ:۔ اوراسی پراسکےقول نورا به الاقتداء کوقیاس کرلو

تشریح:۔هو بالاهتداء والے جملہ پر نورا به الاقتداء کوقیاس کرلو یہی ترکیب اوراعتراضات وجوابات ونورا به الاقتداء والی عبارت پربھی ہوتے ہیں یعنی نورا یاتو حال ہوگا یامفعول لہ جیسے هدی بمعنی هادتھا نورا بمعنی منورا ہوگا جیسے هو بالاهتداءوالا جملہ کی ماقبل کے ساتھ چارترکیبیں تھیں اس کی بھی بعینہ وہی ترکیبیں ہونگی یاصفت ہوگا یاحال مترادفہ یاحال متداخلہ یاجملہ مستأنفہ ہوگا وقس علی هٰذا البتہ نورا الخ کی اپنی ترکیب کوسابقہ جملہ کی اپنی ترکیب پرقیاس نہیں کریں گےاس کی اپنی علحدہ ترکیب ہےوہ یہ ہے کہ الاقتداءمصدرمبتداء ہے بہ جارمجرور الاقتداء کے متعلق ہےاور یلیق اس کی خبر ہے۔

قَوْلُهٗ: بِهٖ مُتَعَلِّقٌ بِالْاِقْتِدَاءِ لَا بِيَلِيْقُ فَاِنَّ اِقْتِدَاءَ نَا بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا يَلِيْقُ بِنَا لَابِهٖ فَاِنَّهٗ كَمَالٌ لَنَا لَا لَهٗ وَحِ تَقْدِيْمُ الظَّرْفِ لِقَصْدِ الْحَصْرِ وَالْاِشَا رَةُ اِلٰى اَنَّ مِلَّتَهٗ نَاسِخَةٌ لِمِلَلِ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَمَّا الْاِقْتِدَاءُ بِالْاَئِمَّةِ فَيُقَالُ اَنَّهٗ اِقْتِدَاءٌ بِهٖ حَقِيْقَةً اَوْيُقَالُ الْحَصْرُ اِضَافِيٌّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

ترجمہ:۔اور بہ کاتعلق اقتداء کے ساتھ ہے یلیق کے ساتھ نہیں کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ اقتداء کرنا ہم کولائق ہے نبی ﷺ کو نہیں اوراس وقت ظرف کواقتداء پرمقدم کرنا حصر کے ارادے سے ہےاوراس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے کہ ملت محمدیہ باقی تمام ملتوں کیلئے ناسخ ہے بہرحال اماموں کا اقتداء کرنا تو کہاجائے گا یہ درحقیقت نبی ﷺ کی اقتداء کرنا ہے یا کہاجائے گا کہ حصرتمام انبیاء کی بنسبت ہے۔

اغراضِ شارح:۔ و تقديم الظرف سے اما الاقتداء تک ایک اعتراض مقدرکااور اما الاقتداء سے دوسرے اعتراض مقدرکاجواب دینامقصود ہے۔

اعتراض:۔ظاہری عبارت پرایک اعتراض ہوتا ہے جس طرح هو بالاهتداء حقیق میں بالاهتداء جارمجرورکو حقیق کے متعلق بنایاتھاایسے ہی یہاں بہ جارمجرورکو یلیق کے متعلق بنائیں تومعنی درست نہیں رہتا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ ہمارا اقتداءکرنااس حضور ﷺ کے لائق ہے یہ معنی ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کیلئے لائق نہیں کہ ہم اس کی اقتداء کریں وہ

Marfat.com

تو اعلی مقام اور بلند مرتبہ پر ہیں بلکہ ہمارے لائق ہے کہ ہم پیغمبر کی اقتداء کریں؟

جواب:۔ یہاں بہ جار مجرور اقتداء کے متعلق ہے یلیق کے نہیں اور اب معنی درست بنتا ہے کہ اس پیغمبر کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے۔

اعتراض:۔ ماقبل میں یہ ضابطہ گزرا ہے کہ مصدر یہ ضعیف عامل ہے اپنے معمول مقدم بہ میں عمل نہیں کرسکتا اور یہاں بہ اپنے معمول الاقتداء سے مقدم ہے یہ اس میں کیسے عمل کریگا؟

جواب:۔ یہ جار مجرور ظرف ہے اور ظرف مثل محارم کے ہے اس میں توسُّع اور گنجائش ہوتی ہے جو اور معمولات میں نہیں ہوتی یہ خواہ مقدم ہو یا مؤخر معمول بن سکتا ہے۔

اعتراض:۔ لیکن یہاں پر بہ کو مقدم کرنیکی وجہ کیا ہے مؤخر کردیتے تو کیا حرج ہوتا؟

جواب: ایک فائدہ کی خاطر بہ کو مقدم کیا وہ یہ کہ ضابطہ ہے التقدیم ماحقه التأخیر یفید الحصر و التخصیص جار مجرور کے مقدم کرنے میں تخصیص کا فائدہ حاصل ہوا اب مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ہی کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگیا اب اس وقت صرف حضور ﷺ ہی کا دین قابل عمل ہے باقی انبیا کے ادیان منسوخ ہو چکے ہیں وہ اب قابل عمل نہیں۔

اعتراض:۔ اگر ایسا ہے تو پھر ائمہ کرام کی اقتداء کیوں کی جاتی ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ ائمہ کرام نے حضور ﷺ کے افعال واقوال کی تشریح کی ہے اپنی طرف سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ائمہ کرام کی اقتداء کرنا اصل میں حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ حصر دو قسم پر ہے (۱) حصر حقیقی اور (۲) اضافی۔

حصر حقیقی:۔ جو تمام ماعدا کے اعتبار سے ہو۔ **حصر اضافی:**۔ جو بعض ماعدا کے اعتبار سے ہو۔

تو یہاں پر حصر اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی بنسبت باقی انبیاء علیہ السلام کے حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے ائمہ حضرات کی اقتداء کے ساتھ اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ ان کی بنسبت حصر ہوا ہی نہیں۔

Marfat.com

متن : وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ سَعِدُوْا فِیْ مَنَاھِجِ الصِّدْقِ بِالتَّصْدِیْقِ وَصَعِدُوْا فِیْ مَعَارِجِ الْحَقِّ بِالتَّحْقِیْقِ

ترجمۂ متن:۔رحمت کاملہ صلوۃ وسلام نازل کرے اللہ تعالے آپکے اصحاب پر جنھوں نے سچائی کے راستوں پر بسبب تصدیق کے کامیابی حاصل کی اوروہ چڑھے حق کی تمام سیڑھیوں پر بسبب پختہ یقین کے۔

تشریح متن:۔ماتن نے سب سے پہلے اللہ تعالے کی حمد کی اور پھر الذی ھدانا سے اللہ تعالی کی وصف بیان کی اسی طرح وعلی من ارسلہ میں حضور ﷺ کی تعریف کرنے کے بعد ایک وصف ھدایت بیان کی اوراب یہاں بھی طرز سابق کے مطابق صحابہؓ کی تعریف بیان کرکے ان کے چنداوصاف بیان کئے ہیں۔

قَوْلُہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ:اَصْلُہٗ اَھْلٌ بِدَلِیْلِ اُھَیْلٌ خُصَّ اِسْتِعْمَالُہٗ فِی الْاَشْرَافِ وَاٰلُ النَّبِیِّ عِتْرَتُہُ الْمَعْصُوْمُوْنَ

ترجمہ:۔اس کی اصل اھل ہے اھیل کی دلیل کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس کا استعمال اشراف میں اور نبی ﷺ کی آل سے مرادوہ گھر والے ہیں جو معصوم ہیں

تشریح:۔اس عبارت کی غرض توضیح متن ہے۔آل اصل میں اھل تھا اصل پر دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اھیل آتی ہے تصغیر اور جمع اسماء کو ان کے اصل کی طرف لوٹاتے ہیں جمع کی مثال جیسے ماء کی اصل ماہ ہے دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع میاہ آتی ہے جب اصل میں اھل تھا تو ھا یہ حرف حلقی ہے حروف حلقی کو ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے ھا کو ہمزہ سے بدل کر آمن والے قانون کے ذریعہ آل بنادیا۔

لیکن امام کسائی نے کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی سے سنا کہ وہ یوں کہ رہا تھا آل واویل واھل واھیل اگر اس قول اعرابی کو لیا جائے تو آل کی اصل اول ہوگی اور اھل کی اصل اھیل ہوگی آل کی اصل اھل نہیں۔

آل اور اھل کا آپس میں دو قسم کا فرق ہے(۱)اھل کی اضافت ذوالعقول اور غیر ذوی العقول دونوں کی طرف ہوتی ہے اھل البیت اھل موسی دونوں کہا جاتا ہے لیکن آل کی اضافت ہمیشہ ذوی العقول کی طرف ہوگی آل موسی

کہیں گے آل دار نہیں۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ آل کا استعمال ذی اشراف میں ہوتا ہے خواہ شرافت دینی ہو جیسے آل نبی خواہ شرافت دنیاوی ہو جیسے آل فرعون لیکن اھل کا استعمال اشراف اور غیر اشراف دونوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے اھل حجام بھی کہا جاتا ہے۔

یہاں اھل سے مراد حضور ﷺ کی اولاد ہے جو کہ بقول مصنف معصوم ہے۔ علامہ یزدی چونکہ شیعہ تھا اس لئے اس نے آل نبی کو معصوم کہا ہے وہ دلیل قرآن کریم کی آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم پیش کرتے ہیں ہم اس کا **جواب** دیتے ہیں کہ یہ آیت تو الٹا ہماری دلیل ہے کیونکہ معصوم اس کو کہتے ہیں جو ابتداء سے انتہاء تک معصوم ہو اور یہ صرف حضرات انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے یہاں اللہ تعالی نے فرمایا میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو نجاست سے پاک کروں معلوم ہوا کہ آل نبی پہلے پاک نہیں تھے معصوم نہیں تھے نیز یطھرکم سے دلیل پکڑنا اس لئے بھی صحیح نہیں کہ پھر تو تمام مؤمنین کو معصوم کہنا پڑیگا کیونکہ مؤمنین کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ ﴿المائدہ رکوع ۱﴾

قَوْلُہٗ: وَاَصْحَابِہٖ: ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اَدْرَکُوْا صُحْبَۃَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَعَ الْاِیْمَانِ

ترجمہ:۔ اصحاب وہ مؤمن ہیں جنہوں نے ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی صحبت کو حاصل کیا ہو۔

تشریح:۔ اس قولہ سے شارح کی غرض توضیح متن ہے۔ اصحاب یہ جمع ہے صَحْب یا صَحَب کی ہے صاحب کی جمع نہیں بلکہ صاحب کو مخفف کر کے صَحْب یا صَحَب سے جمع بنائی ہے بروزن فَعْل و فَعَل۔

اعتراض:۔ یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی یوں کہہ دیتے کہ اصحاب صاحب کی جمع ہے؟

جواب:۔ صاحب یہ فاعل کے وزن پر ہے اور فاعل صنفی کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی اس صاحب کو مخفف کر کے صَحِبٌ بروزن فَعِلٌ یا صَحْبٌ بروزن فَعْلٌ کے کیا اور اس کی جمع اَصْحَابٌ لائی فَعِلٌ کی جمع اَفْعَالٌ آتی ہے جیسے نَمِرٌ کی جمع اَنْمَارٌ آتی ہے فَعْلٌ کی جمع اَفْعَالٌ آتی ہے جس طرح نَھْرٌ کی جمع اَنْھَارٌ آتی ہے۔

(نوٹ): بعض حضرات کے ہاں اصحاب یہ صاحب کی جمع ہے اگرچہ یہ قول راجح نہیں ہے۔

صحابی کی تعریف:۔ جس نے حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں پایا ہو اور اسی ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

صحابہ اور اصحاب میں فرق:۔ اصحاب یہ عام ہے ہر ساتھی کو کہا جا سکتا ہے حضور ﷺ کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ

Marfat.com

سکتے ہیں اور زید ،عمرو ،بکر کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ سکتے ہیں۔بخلاف صحابہ کے کہ صرف حضور ﷺ کے ساتھیوں کو صحابہ کہا جاسکتا ہے اور کسی کے ساتھی کو صحابہ نہیں کہا جاسکتا۔

قَوْلُهٗ: فِیْ مِنْهَجِ :جَمْعُ مِنْهَجٍ وَهُوَ الطَّرِیْقُ الْوَاضِحُ۔

ترجمہ:۔مناهج یہ منهج کی جمع ہے اور وہ واضح راستہ ہے

تشریح:۔اس قولہ سے شارح کی غرض متن کے لفظ مناهج کی صیغوی اور معنوی تحقیق کرنا ہے۔صیغوی تحقیق یہ ہے کہ مناهج یہ منهج کی جمع ہے معنوی تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی واضح اور روشن راستہ ہے۔

قَوْلُهٗ: اَلصِّدْقُ :اَلْخَبْرُ وَالْاِعْتِقَادُ اِذَا طَابَقَ الْوَاقِعَ کَانَ الْوَاقِعُ اَیْضًا مُطَابِقًا لَهٗ فَاِنَّ الْمُفَاعَلَةَ مِنَ الطَّرْفَیْنِ فَهُوَ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ مُطَابِقٌ لِلْوَاقِعِ بِالْکَسْرِ یُسَمّٰی صِدقًا وَمِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ مُطَابَقٌ لَّهٗ بِالْفَتْحِ یُسَمّٰی حَقًّا وَقَدْ یُطْلَقُ الصِّدْقُ وَالْحَقُّ عَلٰی نَفْسِ الْمُطَابَقَةِ اَیْضًا

ترجمہ:۔خبر اور اعتقاد جب واقع کے مطابق ہو تو نفس الامر بھی خبر واعتقاد کے مطابق ہوگا پس بلاشبہ باب مفاعلہ طرفین سے ہوتا پس اس حیثیت سے کہ وہ مطابِق (بصیغہ اسم فاعل) للواقع ہے اس کا نام صدق رکھا جاتا اور اس حیثیت سے کہ وہ مطابَق (بصیغہ اسم مفعول) للواقع ہے اس کا نام حق رکھا جاتا ہے اور کبھی صدق اور حق کا اطلاق صرف مطابقت پر بھی ہوتا ہے

اغراض شارح:۔الخبر سے وقد یطلق تک توضیح متن ہے وقد یطلق سے ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

تشریح:۔صدق وحق اور کذب وباطل کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں صدق وحق یہ حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے ان میں اعتباری فرق ہے وہ اعتباری فرق یہ ہے کہ جو خبر ہوگی مثلا کہا جائے کہ زید قائم یہ ایک خبر ہے یہ قول لسانی اور اعتقاد جنانی (دل کا اعتقاد کہ زید کھڑا ہے) اگر واقع کے مطابق ہو یعنی حقیقت میں بھی زید کھڑا ہو تو اس کا نام صدق ہے اگر واقعہ قول لسانی واعتقاد جنانی کے مطابق ہو تو اس کو حق کہتے ہیں بعینہ یہی فرق کذب اور باطل کے درمیان ہے اگر قول لسانی واعتقاد جنانی واقع کے مخالف ہو تو اس کو کذب کہتے ہیں اور اگر واقعہ قول لسانی اور اعتقاد جنانی کے مخالف ہو تو اس کو باطل کہتے ہیں کیوں کہ یہاں مطابقت کا باب مفاعلہ ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوگا۔

Marfat.com

وقد یطلق علی نفس المطابقة:۔یہاں سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے اس اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ایک چیز اگر اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہو جائے تو اسکو دور کہتے ہیں اور یہ دور منطقیوں کے ہاں باطل ہے مثلاً انسان کو معلوم کرنا ہے یہ تعریف کے بعد معلوم ہوگا ہم نے اس کی تعریف کی ھو کاتب اور ھو کاتب کی تعریف ھو انسان ۔اب یہاں ھو انسان جو کاتب کی تعریف ہے یہ ہم کو تعریف کے بعد حاصل ہونا تھا حالانکہ پہلے حاصل ہو رہا ہے تو گویا کہ انسان معرف اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہو گیا دوسرے الفاظ میں دور کی آسان تعریف یہ کہ معرف کو معرف میں ذکر کیا جائے جیسے انسان معرف کو اس کی تعریف کاتب میں اس طرح ذکر کیا گیا کہ کاتب کی تعریف ھو انسان کے ساتھ کی۔

اعتراض:۔منطقی خبر اور قضیہ کی جو تعریف کرتے ہیں اس میں دور لازم آرہا ہے کیونکہ خبر کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ مایحتمل الصدق و الکذب اور صدق کی تعریف ابھی گزری ہے کہ خبر واقع کے مطابق ہو خبر یہ معرف ہے اس کی تعریف میں بالواسطہ صدق خبر آ گئی تو معرف معرف میں آیا اور یہ دور ہے؟

جواب:۔کبھی کبھی صدق نفس مطابقت کو بھی کہتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہو تو اس کو صدق کہتے ہیں یہاں اس کو ذکر نہیں کرتے کہ کیا وہ مطابق ہے یا نہیں تا کہ دور لازم نہ آئے۔

قَوْلُهٗ: بِالتَّصْدِيْقِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ سَعِدُوْا اَیْ بِسَبَبِ التَّصْدِيْقِ وَالْاِيْمَانُ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔یہ متعلق ہے اس کے قولہ سعدوا کے یعنی (آل واصحاب نیک بن گئے) بسبب تصدیق اور ایمان لانے اس چیز پر جو حضور ﷺ لائے۔

غرضِ شارح:۔اس عبارت سے شارح کی غرض توضیح متن ہے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بالتصدیق کس کے متعلق ہے۔

تشریح:۔بالتصدیق میں باسببیت کی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوگا وہ صحابہ بسبب تصدیق کے سچائی کے راستوں میں کامیاب ہو گئے۔

قَوْلُهٗ: وَصَعِدُوْا فِیْ مَعَارِجِ الْحَقِّ يَعْنِیْ بَلَغُوْا اَقْصٰى مَرَاتِبِ الْحَقِّ فَاِنَّ الصُّعُوْدَ عَلٰى جَمِيْعِ مَرَاتِبِهٖ يَسْتَلْزِمُ ذَالِكَ

Marfat.com

ترجمہ:۔یعنی پہنچ گئے وہ حق کے مراتب کی انتہاء کو پس بلاشبہ حق کے تمام مراتب پر چڑھنا یہ اس کو مستلزم ہے۔

اغراضِ شارح:۔ وصعدوا فی معارج سے فان الصعود تک شارح کی غرض توضیح متن ہے یعنی متن کی عبارت کا معنی بیان کررہے ہیں فان الصعود سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

تشریح:۔ متن کی عبارت کا معنی ہم نے یہ کیا تھا کہ وہ صحابہ حق کی تمام سیڑھیوں پر بسبب پختہ یقین کے چڑھ گئے شارح نے مطلب یہ بیان کیا کہ وہ حق کی سیڑھیوں میں سے آخری سیڑھی پر چڑھے۔

اعتراض:۔ متن کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حق کی تمام سیڑھیوں پر چڑھے اور آپ تو حق کی آخری سیڑھی مراد لے رہے ہیں یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ معارج یہ جمع کا صیغہ ہے اور **ضابطہ** ہے کہ جب جمع کی اضافت کسی معرف باللام کی طرف ہو تو اس وقت استغراق والا معنی پیدا ہوتا ہے یہاں بھی معارج جمع کا صیغہ ہے اس کی اضافت الحق معرف باللام کی طرف ہے اس میں معنی استغراق والا ہوگا کہ وہ حق کی تمام سیڑھیوں پر چڑھے اور تمام سیڑھیوں پر چڑھنے کو آخری سیڑھی پر چڑھنا لازم ہے۔

قَوْلُهٗ:۔ بِالتَّحْقِيْقِ ظَرْفٌ لَغْوٌ مُتَعَلِّقٌ بِصَعِدُوْا كَمَامَرَّ اَوْ مُسْتَقَرٌّ خَبَرٌ مُبْتَدَاءٌ مَحْذُوْفٌ اَیْ هٰذَالْحُكْمُ مُتَلَبِّسٌ بِالتَّحْقِيْقِ اَیْ مُتَحَقِّقٌ

ترجمہ:۔یہ ظرف لغو متعلق صعدوا کے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے یا ظرف مستقر خبر ہے مبتداء محذوف کی ای ھذالحکم متلبس یعنی ثابت شدہ ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے شارح کی غرض توضیح متن ہے بالتحقیق کی ترکیب بتانا چاہتے ہیں یہ جار مجرور صعدو کے متعلق ہے مطلب یہ ہوگا کہ وہ صحابہؓ حق کی آخری سیڑھی پر پختہ یقین کے ساتھ چڑھے ایک تو اسکی یہ ترکیب تھی دوسری ترکیب یہ ہے بالتحقیق کو خبر بنائیں مبتدا محذوف کی ھذالحکم یہ مبتدا بالتحقیق یہ جار مجرور ثابت یا متلبس کے ساتھ ملکر خبر مطلب یہ ہوا کہ وہ صحابہؓ حق کی آخری سیڑھی پر چڑھے یہ حکم پختہ اور مضبوط ہے اس وقت بالتحقیق کا مطلب متحقق ہوگا یہ حکم کیلئے ہوگا۔

Marfat.com

متن : وَبَعْدُ فَهٰذَا غَايَةُ تَهْذِيْبِ الْكَلَامِ فِيْ تَحْرِيْرِ الْمَنْطِقِ وَالْكَلَامِ وَتَقْرِيْبُ الْمَرَامِ مِنْ تَقْرِيْرِ عَقَائِدِ الْاِسْلَامِ جَعَلْتُهٗ تَبْصِرَةً لِمَنْ حَاوَلَ التَّبَصُّرَ لَدَى الْاَفْهَامِ وَتَذْكِرَةً لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَتَذَكَّرَ مِنْ ذَوِي الْاَفْهَامِ سَيَّمَا الْوَلَدُ الْاَغَرُّ الْحَنَفِيُّ الْبُحْرِيُّ بِالْاِكْرَامِ سَمِّيُّ حَبِيْبِ اللّٰهِ عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ لَازَالَ لَهٗ مِنَ التَّوْفِيْقِ قِوَامٌ وَمِنَ التَّائِيْدِ عِصَامٌ وَعَلَى اللّٰهِ التَّوَكُّلُ وَبِهِ الْاِعْتِصَامُ

ترجمہ متن:۔ بعد حمد وصلوۃ کے یہ تھذیب کلام کا انتہاء ہے فن منطق اور کلام کے اس بیان میں جو زوائد سے خالی ہے اور یہ کتاب عقائد اسلام کی تقریر کو قریب کرنے کا انتہاء ہے میں نے بنایا اس کو بینائی دینے والا اس شخص کو جو بینائی والا ہونے کا قصد کرے سمجھاتے وقت اور یاد دلانے والی اس شخص کو جو یاد والا ہونے کا ارادہ کرے سمجھداروں میں سے بالخصوص بیٹا جو زیادہ پیارا قابل اکرام ہے جو ہمنام ہے اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ ہمیشہ رہے اس کیلئے توفیق نظام کار اور تائید محافظ اور اللہ تعالی پر ہی بھروسہ ہے اور مظبوطی کے ساتھ اسی کو پکڑنا ہے۔

تشریح متن:۔ عام طور پر مصنفین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خطبہ کے بعد اور اصل مقصود سے پہلے درمیان میں کچھ عبارت ذکر کرتے ہیں اس عبارت کی چند غرضیں ہوتی ہیں اگر مصنف کتاب ماتن ہو تو عام طور پر اس عبارت میں تین چیزوں کو بیان کرتا ہے۔

(۱) علت تعیین فن یعنی ماتن نے اس فن میں یہ کتاب کیوں لکھی۔

(۲) علت تصنیف کہ میں نے اس کتاب کو کیوں تصنیف کیا۔

(۳) کیفیت مصنَّف: یہ میری کتاب کس قسم کی ہے آسان ہے مشکل ہے۔ اعتراضات جوابات کے ساتھ ہے یا بغیر اعتراضات کے۔

اور اگر وہ مصنف شارح ہو تو ان مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ ایک چوتھی چیز کو بھی ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ میں نے اس

متن کو کیوں اختیار کیا جس کو علت ھذا المتن کہتے ہیں چنانچہ بعض مصنفین ان سب چیزوں کو ذکر کرتے ہیں اور بعض چند کو ذکر کرتے ہیں اور چند کو چھوڑ دیتے ہیں۔

چنانچہ علامہ تفتازانی نے صرف دو چیزوں کو بیان کیا (۱) کیفیت مصنَّف (۲) علت تصنیف۔

وبعد فھذا سے سیما الولد تک کیفیت مصنَّف کو ذکر کیا کہ یہ میری کتاب نہایت ہی عمدہ کتاب ہے جو کہ میں نے منطق اور کلام میں لکھی ہے اس کی عمدگی یہ ہے کہ طوالت ممل اور اختصار مخل سے صاف ہے چونکہ تفتازانی نے تھذیب کے دو حصے لکھے تھے دوسرا حصہ عقائد اسلام (علم کلام) میں تھا اس لئے کہا کہ یہ اسلام کے پختہ عقیدوں کو بیان کرنے کے قریب ہے اور یہ اس شخص کیلئے ہے جو سمجھانے کا ارادہ کرے۔ نیز روشنائی یعنی بصیرت کا فائدہ دے گی اور ایسی مختصر ہے کہ جو ذہین لوگوں میں سے سمجھنے کا ارادہ کرے اور وہ اس کو یاد کرسکتا ہے۔ سیما الولد الاعز الحفی الخ سے القسم الاول تک علت تصنیف بیان کی کہ میں نے یہ کتاب اپنے بیٹے جو کہ اللہ تعالی کے محبوب حضور ﷺ کا ہم نام ہے یعنی اس کا نام محمد ہے اس کیلئے لکھی۔ پھر اس کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالی کی توفیق اسکو پختہ رکھے اللہ تعالی کی امداد کے ساتھ چنگل پکڑنے والا ہے اللہ تعالی پر ہی توکل اور اسی کے ساتھ چنگل پکڑنا ہے علامہ تفتازانی نے یہاں علت تعیین فن کو نہیں بیان کیا البتہ ضمن میں یہ بات سمجھی جاتی ہے چونکہ منطق میں اس سے پہلے ایسی کوئی مختصر کتاب نہیں لکھی گئی تھی جو تمام مسائل کو شامل ہو اس لیئے فن منطق میں لکھی یہ ضمن میں سمجھ میں آیا ہے صراحۃ نہیں۔

قَوْلُهٗ: وَبَعْدُ :هُوَ مِنَ الْغَايَاتِ وَلَهَا حَالَاتٌ ثَلٰثٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ يُّذْكَرَ مَعَهَا الْمُضَافُ اِلَيْهِ اَوْلَا وَ عَلَى الثَّانِىْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ نَسْيًا مَنْسِيًّا اَوْ مَنْوِيًّا فَعَلَى الْاَوَّلَيْنِ مُعْرَبَةٌ وَعَلَى الثَّالِثِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الضَّمِّ

ترجمہ:۔ بعد یہ غایات میں سے ہے اور ان کی تین حالتیں ہیں کیونکہ یا تو ان کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا مذکور نہ ہوگا اور ثانی صورت میں یا تو نسیا منسیا ہوگا یا منوی ہوگا پس پہلی دو صورتوں میں معرب ہوں گی اور تیسری صورت میں مبنی علی الضم ہوں گی۔

تشریح:۔ یہاں سے شارح کی غرض توضیح متن ہے وہ یہ ہے کہ بعد ظروف میں سے ہے اسکی اعرابی حالتیں تین ہیں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے (۱) اس کا مضاف الیہ مذکور ہو (۲) مضاف الیہ محذوف ہو کر نسیا منسیا ہو ان دونوں صورتوں

Marfat.com

میں یہ معرب بحسب العوامل مرفوع، منصوب ومجرور ہوگا (۳) اس کا مضاف الیہ محذوف منوی (متکلم کی نیت میں) ہو اس وقت یہ مبنی علی الضم ہوگا۔

فائدہ:۔ یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس صورت میں (۱) یہ مبنی کیوں ہے (۲) مبنی الحرکۃ کیوں ہے (۳) مبنی علی الضم کیوں ہے؟

(۱) پہلی بات یہ کہ مبنی کیوں ہے اس کا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ یہ مبنی الاصل حرف کے ساتھ مشابہ ہے (۱) یعنی جیسے حرف کا معنی دوسرے لفظ ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا اسی طرح یہ ظرف بھی مضاف الیہ کی محتاج ہوتی ہے مضاف الیہ کے بغیر نہیں آتی۔ تاہم بعض حضرات کے ہاں یہ مبنی (اسمائے موصولات اور اسمائے اشارات) کے ساتھ صلہ کی طرف اور مشار الیہ کی طرف احتیاجی میں حرف کے مشابہ ہوتا ہے یعنی جیسے اسم موصول صلہ کا اور اسم اشارہ مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح یہ ظرف بھی مضاف الیہ کی محتاج ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے یہ مبنی ہوگئی۔

(۲) دوسری بات کہ یہ مبنی علی الحرکۃ کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مبنی تو وہ ہے جو کہ مبنی علی السکون ہو جیسے من و عن یہ چونکہ اصل مبنی نہیں بلکہ مشابہ ہیں مبنی کے ساتھ اس لیئے ان کو مبنی علی الحرکۃ کیا تا کہ اصل مبنی اور مشابہ مبنی میں فرق ہو جائے۔

(۳) تیسری بات کہ مبنی علی الضم کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ معرب ہونے کی حالت میں یہ منصوب اور مجرور بحسب العوامل ہوتی ہے مضموم نہیں تو مبنی ہونے کی حالت میں انکو مبنی علی الضم کیا تا کہ معرب ومبنی میں فرق ہو جائے

قَوْلُهٗ: فَهٰذَا الْفَاءُ :اِمَّا عَلٰى تَوَهُّمِ اِمَّااَوْ عَلٰى تَقْدِيْرِهَا فِىْ نَظْمِ الْكَلَامِ وَهٰذَااِشَارَةٌ اِلَى الْمُرَتَّبِ الْحَاضِرِفِى الذِّهْنِ مِنَ الْمَعَانِىْ الْمَخْصُوْصَةِالْمُعَبَّرَةِ عَنْهَا بِالْاَلْفَاظِ الْمَخْصُوْصَةِ اَوْتِلْكَ الْاَلْفَاظُ الدَّالَّةُعَلَى الْمَعَانِىْ الْمَخْصُوْصَةِ سَوَاءٌ كَانَ وُضِعَ الدِّيْبَاجَةُ قَبْلَ التَّصْنِيْفِ اَوْبَعْدَهٗ اِذْلَاوُجُوْدَ لِلْاَلْفَاظِ الْمُرَتَّبَةِوَلَالِلْمَعَانِىْ اَيْضًا فِى الْخَارِجِ فَاِنْ كَانَتِ الْاِشَارَةُ اِلَى الْاَلْفَاظِ فَالْمُرَادُ بِالْكَلَامِ الْكَلَامُ اللَّفْظِىُّ وَاِنْ كَانَتْ اِلَى الْمَعَانِىْ فَالْمُرَادُبِهِ الْكَلَامُ النَّفْسِىُّ الَّذِىْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكَلَامِ اللَّفْظِىُّ

ترجمہ:۔ یہ فاء یا تو اما کے وہم کی وجہ سے ہے یا اما کو کلام کی عبارت میں مقدر ماننے کی وجہ سے ہے اور ھٰذا کے ذریعے سے اشارہ ہے ان مخصوص معنوں کی طرف جو ماتن کے ذہن میں مرتب ہیں جن کو مخصوص الفاظ کے ذریعے سے بیان کیا گیا ہے یا

Marfat.com

اشارہ ہے ان الفاظ کی طرف جو مخصوص معانی پر دلالت کرنے والے ہیں برابر ہے کہ دیباچہ کتاب لکھنے سے پہلے لکھا گیا ہو یا اس کے بعد اس لئے کہ الفاظ مرتبہ اور معانی کیلئے خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ پس مراد کلام کے ساتھ کلام لفظی ہے اور اگر اشارہ معانی کی طرف ہو تو تو مراد کلام سے وہ کلام نفسی ہے جس پر کلام لفظی دلالت کرنے والی ہے۔

اغراضِ شارح:۔ یزدی کے اس قول کے چار حصے ہیں ہر ایک حصے کی غرض ایک اعتراضِ مقدر کا جواب ہے چنانچہ فهذالفا سے لیکر وهذا اشارة تک پہلے اور وهذااشارة سے لیکر سواء كان وضع تک دوسرے سواء كان سے لیکر فان كانت الاشارة تک تیسرے اور پھر فان كانت الاشارة سے لیکر آخر تک چوتھے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

فهذالفاء الخ: سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: یہ فا کونسی ہے عام طور پر اس مقام میں فا جزائیہ ہوتی ہے جو کہ اما شرطیہ کہ جواب میں آتی ہے جو مهما يكن من شئی کے معنی میں ہوتی ہے یہاں اما تو نہیں پھر یہ کونسی فا ہے؟

جواب:۔ یزدی نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں اور دو جواب علامہ رضی شارح کافیہ نے دیئے ہیں پہلے یزدی کے دونوں جواب ملاحظہ فرمائیں (۱) یہاں اما متوہم ہے جسکی وجہ سے جواب میں فا جزائیہ لے آتے ہیں تو ہم کی تعریف یہ ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کیا جائے حقیقت میں وہ وہاں موجود نہ ہو بلکہ فرض کیا جائے کہ گویا یہاں موجود ہے یہاں بھی حقیقت میں تو اما موجود نہیں لیکن فرض کیا گیا ہے کہ گویا یہاں موجود ہے اس لئے جواب میں فا جزائیہ لائے عرب کے محاورات میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر لیتے ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے

بَدَا لِیْ اَنِّیْ لَسْتُ مُدْرِکًا مَامَضٰی

وَلَا سَابِقٌ شَیْئًا اِذَا كَانَ جَاءَ یَا

ترجمہ: میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اسکو کہ جو گزر چکا ہے نہیں پا سکتا اور جو آنیوالا ہے اس میں بھاگ نہیں سکتا۔

طرز استدلال:۔ نحو کا ایک ضابطہ ہے کہ نفی کی خبر پر قیاسی طور پر با داخل ہوتی ہے جیسے ما زید بقائم۔ اس شعر میں لست یہ فعل منفی ہے ضمیر متکلم اس کا فاعل ہے اور مدرك اس کی خبر ہے سابق کا عطف مدرك پر پڑ رہا ہے۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے یہاں مدرك معطوف علیہ منصوب ہے اور معطوف سابق یہ مجرور ہے تو اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر کے یہاں سابق کا عطف مدرك پر ڈالا گیا ہے وہ اس طرح

Marfat.com

کہ مدرك پر عام قاعدہ کے مطابق با داخل ہونی چاہیے تھی لیکن عبارت میں با داخل نہیں تو ہم فرض کرلیں گے کہ گویا یہاں با داخل ہے اور مدرك یہ مجرور ہے اس با کی وجہ سے اور سابق کا اس پر عطف ہے اب یہ صحیح ہوگا غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کیا جاتا ہے جبکہ متحقق الوجود دائمی طور پر پایا جاتا ہو اور پھر کسی موضع میں اچانک نہ پایا جائے تو وہاں فرض کر لیتے ہیں کہ گویا یہاں بھی موجود ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یزدی نے یہ جواب دیا کہ یہاں اما مقدر ہے مقدر اسکو کہتے ہیں جو عبارت میں محذوف ہو لیکن حقیقت میں موجود ہوتا ہے متوہم میں بالکل موجود نہیں ہوتا یہی فرق ہے متوہم اور مقدر میں (فتامل هذا دقيق) مقدر پہ احکام ملفوظ کے جاری ہوتے ہیں اسی لئے اما مقدر کے جواب میں فا لے آئے۔

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کیا اور اپنے دو جواب دیئے علامہ رضی نے کہا کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کرتے ہیں جبکہ متحقق الوجود ہمیشہ ہو یہاں اما یہ ہمیشہ متحقق الوجود نہیں کیونکہ بعض مصنفین اس کو ذکر کرتے ہیں اور بعض ترک کر کے صرف بعد پر اکتفاء کرتے ہیں لہذا یہاں غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کرنا صحیح نہیں بخلاف اس شعر کے جو ماقبل میں گزر چکا کیونکہ وہاں توبا کا داخل ہونا خبر منفی پر وہ ہمیشہ اور دائمی تھا پھر اچانک اس شعر میں نہ پایا گیا تو فرض کرلیا گیا کہ موجود ہے۔ دوسرے جواب کو اس طرح رد کیا کہ اما کو مقدر ماننا بھی درست نہیں اس لئے کہ اما مقدر وہاں ہوتا ہے جہاں اس کے جواب میں فا تفصیلیہ ہو اور جہاں فا تفصیلیہ اما کے جواب میں ہوتی ہے وہاں بعد فا کے امر یا نہی ہوتا ہے اس مقام میں فا تفصیلیہ نہیں امر اور نہی نہیں کہ یہاں ہم اما کو مقدر مانیں لہذا اما کو مقدر ماننا درست نہیں۔

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کرنے کے بعد اپنے دو جواب دیئے

جواب ﴿۱﴾:۔ یہ فا تفسیر یہ ہے اس کے مشروط کی ضرورت ہی نہیں کہ اما کو مقدر مانیں۔

جواب ﴿۲﴾: یہ بعد ظرف معنی شرط کو متضمن ہے اور یہ شرط بن رہا ہے فهذا یہ اس کی جزا ہے ظرف بھی شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا اذ لم یهتدوا به فسیقولون یہاں اذ ظرفیہ ہے یہ شرط کو متضمن ہے اور فسیقولون یہ اسکی جزا ہے۔

وهذا اشارة الى المرتب الحاضر الخ۔ اس عبارت سے دوسرے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔

اعتراض:۔ یہ ہوتا ہے کہ هذا کے ذریعے تو اشارہ محسوس و مبصر چیز کی طرف کیا جاتا ہے یہاں هذا کا مشار الیہ کتاب ہے

کتاب سے مراد یا تو وہ معانی مرتبہ ہیں جو کہ مصنف کے ذہن میں موجود تھے جن معانی مرتبہ پر الفاظ دلالت کرتے ہیں اور یا کتاب سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں جو کہ معانی مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں کتاب سے مراد الفاظ ہوں یا معانی مرتبہ ہوں یہ دونوں (الفاظ و معانی) یہ معقولی چیزیں ہیں محسوس و مبصر نہیں تو ھـذا کا مشار الیہ ان دونوں میں سے کون ہے اور جو بھی مشار الیہ ہو وہ تو غیر محسوس و غیر مبصر ہوگا لہذا پھر ھذا کا مشار الیہ بنانا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب:۔ ھـــذا کا مشار الیہ دونوں بن سکتے ہیں الفاظ مخصوصہ بھی اور معانی مخصوصہ بھی اور کبھی کبھی غیر محسوس غیر مبصر چیز وہ نہایت ہی واضح اور روشن ہوتی ہے اس کو محسوس و مبصر کے قائم مقام کر کے اس کی طرف ھـــذا کے ذریعے اشارہ کر دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ذالـکـم اللہ ربـکـم۔ یہاں بھی وہ معانی جو مصنف کے ذہن میں حاضر تھے وہ نہایت ہی واضح تھے اسلئے اس نے ان کو محسوس مبصر کے قائم مقام کر کے ھذا کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا۔

سواء کان وضع الدیباجة الخ:۔ یہاں سے تیسرے اعتراض کا دفعیہ کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ یہ ہوتا ہے کہ اس مقام میں تو بعض لوگوں نے یہ جواب دیا تھا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے یعنی کتاب لکھنے کے بعد یہ خطبہ لکھا گیا اور ھذا کا اشارہ اس وقت کتاب کی طرف تھا جو کہ موجود تھی تو آپ نے یہاں یہ جواب کیوں نہیں دیا؟

جواب:۔ یزدی کہتا ہے کہ خطبہ ابتدائیہ ہو یا خطبہ الحاقیہ ہر صورت میں کتاب کا مشار الیہ کتاب کے وہ معانی یا الفاظ ہیں جن کو محسوس و مبصر کا درجہ دے کر ھـذا کا اشارہ کیا ہے بعض حضرات نے جو یہ جواب دیا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے اور اس وقت کتاب موجود ہے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ موجود تو نقوش ہیں اور ان کا مشار الیہ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پھر تو مطلب یہ بنے گا کہ یہ نقوش جو لکھے ہوئے ہیں یہ نہایت صاف کلام ہے تو یہ مطلب نکلے گا جو نقوش مصنف نے لکھے ہیں وہ تو صاف کلام ہے اور جو پہلے لکھے گئے ہیں وہ صاف کلام نہیں حالانکہ ایسا نہیں۔

فان کانت الاشارة الخ:۔ یہاں سے چوتھے اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ عام طور پر تو کلام ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کا انسان تلفظ کرتا ہے آپ نے تو ھـذا کا مشار الیہ یا تو الفاظ کو بنایا ہے یا معانی مرتبہ کو بنایا ہے الفاظ کو مشار الیہ بنانا تو درست ہے کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ نہایت صاف الفاظ ہیں لیکن اگر ھـــذا کا مشار الیہ معانی کو بنائیں تو پھر مطلب غلط بنتا ہے کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ معانی نہایت صاف کلام ہیں۔ حالانکہ معانی تو الفاظ نہیں ہوتے؟

Marfat.com

جواب:۔کلام کی دو قسمیں ہیں ایک کلام لفظی اور ایک کلام نفسی۔کلام کا مفہوم جب الفاظ ہوں تو اس وقت کلام کی صفت لفظی لائی جاتی ہے اور کلام لفظی کہا جاتا ہے اور اگر کلام کا مفہوم معانی ہوں تو اس وقت کلام کی صفت نفسی لائی جاتی ہے اور اس کلام کو کلام نفسی کہا جاتا ہے اب یہاں بھی جس وقت ھذا کا مشار الیہ الفاظ کو بنائیں گے تو کلام سے کلام لفظی مراد ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ یہ الفاظ نہایت صاف الفاظ ہیں اور اگر ھذا کا مشار الیہ معانی کو بنائیں تو پھر کلام سے مراد کلام نفسی ہوگا پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ معانی نہایت صاف معانی ہیں۔

قَوْلُهٗ: غَايَةُ تَهْذِيْبِ الْكَلَامِ حَمْلُهٗ عَلٰى هٰذَا اِمَّا بِنَاءً عَلَى الْمُبَالَغَةِ نَحْوُ زَيْدٌ عَدْلٌ اَوْبِنَاءً عَلٰى اَنَّ التَّقْدِيْرَ هٰذَا كَلَامٌ مُّهَذَّبٌ غَايَةُ التَّهْذِيْبِ فَحُذِفَ الْخَبَرُ وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ مَقَامَهٗ وَاُعْرِبَ بِاِعْرَابِهٖ عَلٰى طَرِيْقِ مَجَازِ الْحَذْفِ

ترجمہ:۔اس کا حمل ھٰذا پر یا تو مبالغہ پر مبنی ہو کے ہے جیسے زید عدل یا اس پر مبنی ہو کے کہ تقدیر عبارت یوں تھی ھذا الکلام مھذب غایۃ التھذیب پس خبر کو حذف کیا گیا اور مفعول مطلق کو اس کے قائم مقام کیا گیا اور اعراب خبر کے ساتھ مفعول مطلق کو معرب بنایا گیا مجاز حذف کے طریقے پر۔

اغراضِ شارح:۔متن کی عبارت پر ایک اعتراض ہوتا ہے شارح نے اس قولہ میں اس کے دو جواب دیئے ہیں حملہ علی ھذا سے لیکر ان التقدیر تک پہلا جواب ہے ان التقدیر سے لیکر آخر تک دوسرا جواب دیا ہے۔

اعتراض:۔تھذیب یہ تو مصدر ہے اس کا حمل ھذا پر جو کہ ذات ہے درست نہیں؟

جواب ﴿۱﴾:۔یہاں مجاز عقلی کے طور پر تہذیب کا حمل ہذا پر کیا ہے۔

مجاز عقلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کی نسبت غیر ماہولہ کی طرف کرنا یعنی جس طرف نسبت کرنی تھی اس طرف نہ کی جائے بلکہ دوسری طرف نسبت کی جائے جیسے زید کی نسبت عادل کی طرف کرنی چاہیے تھی اور زید عادل کہنا چاہیے تھا لیکن عدل کی طرف نسبت کر کے زید عدل کہتے ہیں نسبت زید کی عدل کی طرف نسبت غیر ماہولہ ہے۔مجاز عقلی میں مقصود مبالغہ ہوتا ہے زید عدل میں بھی مقصود مبالغہ ہے کہ زید عدل کرتے کرتے عین عدل بن گیا ایسے ہی یہاں مصنف کو فھٰذا مھذب کہنا تھا لیکن مجاز عقلی کے طور پر فھذا غایۃ التھذیب کہا ہے اس میں بھی مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ صاف ہوتے ہوتے اتنے صاف ہو گئے ہیں کہ گویا عین صفائی بن گئے۔

Marfat.com

جواب ﴿۲﴾:۔ یہ کہ یہاں مصنف نے مجاز بالحذف کے طور پر تہذیب کا حمل ہذا پر کیا ہے۔

مجاز بالحذف کی تعریف یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول مطلق کو قائم مقام کر دینا فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو قائم مقام کرنے کی مثال جیسے سلمت سلاما علیك سے سلام علیك یہاں سلام مفعول مطلق کو فعل سلمت کے قائم مقام کیا ہے مصدر کو جب قائم مقام کرتے ہیں تو کبھی اس کو اپنا اعراب دیتے ہیں اور کبھی محذوف والا اعراب دیتے ہیں۔

یہاں بھی مصنف نے مجاز بالحذف سے کام لیا ہے اصل میں فھذا الکلام مھذب غایة التھذیب تھا مھذب یہ شبہ فعل حذف کیا اور غایة التھذیب مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو فھذا الکلام غایة التھذیب بن گیا پھر التھذیب پر جو الف لام تھا اس کے بارے میں اختلاف ہوا کوفیوں نے کہا یہ مضاف الیہ محذوف کے عوض میں ہے جو الکلام تھا اور بصریوں نے کہا کہ الف لام عہد خارجی کا ہے اس اختلاف سے بچنے کیلئے مصنف نے الف لام کو حذف کر کے تھذیب کے مضاف الیہ الکلام کو صراحۃ ذکر کیا پھر عبارت یوں ہوگی فھذا الکلام غایة تھذیب الکلام پھر دوسرے الکلام قرینہ سے پہلے الکلام کو حذف کیا اور فھٰذا غایة تھذیب الکلام بن گیا

قَوْلُهٗ: فِیْ تَحْرِیْرِ الْمَنْطِقِ وَالْکَلَامِ: لَمْ یَقُلْ فِیْ بَیَانِهِمَا لِمَا فِیْ لَفْظِ التَّحْرِیْرِ مِنَ الْاِشَارَةِ اِلٰی اَنَّ هٰذَا الْبَیَانَ خَالٍ عَنِ الْحَشْوِ وَالزَّوَائِدِ۔ وَالْمَنْطِقُ اٰلَةٌ قَانُوْنِیَّةٌ تَعْصِمُ مُرَاعَاتُهَا الذِّهْنَ عَنِ الْخَطَاءِ فِی الْفِکْرِ وَالْکَلَامُ هُوَ الْعِلْمُ الْبَاحِثُ عَنْ اَحْوَالِ الْمَبْدَاِ وَالْمَعَادِ عَلٰی نَهْجِ قَانُوْنِ الْاِسْلَامِ

ترجمہ:۔ قولہ فی بیانھما نہیں کہا اس لئے کہ لفظ تحریر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بیان زوائد سے خالی ہے اور منطق اس قانونی آلہ کا نام ہے جس کا لحاظ رکھنا ذہن کو خطا فی الفکر سے بچاتا ہے اور کلام وہ علم ہے جس میں اسلامی قانون کے طریقے پر مبدء اور معاد کے احوال سے بحث کی جائے۔

اغراضِ شارح:۔ لم یقل سے والمنطق تک ایک اعتراض کا جواب اور والمنطق سے آخر تک توضیح متن ہے۔

اعتراض:۔ ایسے مقام میں تو عام طور پر فی بیان المنطق والکلام کا لفظ بولا جاتا ہے علامہ تفتازانی نے فی تحریر المنطق کیوں کہا؟

Marfat.com

جواب:۔فی تحریر المنطق کالفظ بول کر ماتن نے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ بیان کالفظ یہ عام ہے مطلق بات کے بیان کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ بات بیکار ہو یا کام کی ہو لیکن تحریر اس بات کو کہا جاتا ہے جو کہ بیکار اور زائد باتوں سے خالی ہو اور مختصر مگر جامع ہو ماتن نے تحریر کالفظ بول کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میری یہ کتاب بیکار اور زائد باتوں سے صاف ہے مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

والمنطق الة قانونية الخ:۔یہاں سے آخر قول تک توضیح متن ہے اور پہلے منطق کی تعریف کرتے ہیں۔

تعریف منطق:۔ هو الة قانونية تعصم مراعتها الذهن عن الخطاء فی الفكر (منطق ایک ایسا قانونی آلہ ہے جسکی رعایت کرنا انسان کو خطاء فی الفکر سے محفوظ رکھتا ہے) ہر تعریف میں کچھ فوائدِ قیود ہوتے ہیں۔

فوائدِ قیود:۔منطق کی تعریف میں آلة کالفظ بولا یہ تمام آلات کو آلات صنعت وحرفت اور آلات علمیہ کو شامل ہے۔قانونية کی قید لگا کر آلات صنعت وحرفت مثلاً تیشہ درانتی وغیرہ کو نکال دیا کہ یہ منطق ایک قانونی آلہ ہے صنعت وحرفت کا آلہ نہیں تعصم مراعاتها الذهن یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر منطق کے قواعد کی رعایت کی جائے تو وہ انسان کو خطا سے بچاتی ہے اگر رعایت نہ کی جائے تو بے شک منطق بہت پڑھی ہو تو وہ خطا فی الفکر سے نہیں بچاتی عن الخطاء فی الفکر کی قید سے صرف ونحو ولغت کے علوم کو نکال دیا کیونکہ صرف بھی آلہ ہے لیکن یہ خطا فی الفکر سے نہیں بچاتا بلکہ خطا فی الصیغہ سے بچاتا ہے اسی طرح نحو بھی آلہ ہے لیکن وہ خطا فی الاعراب سے بچاتا ہے لغت بھی آلہ ہے لیکن وہ خطا فی التلفظ سے بچاتا ہے منطق کی تعریف کے بعد علم الکلام کی تعریف کی۔

علم الکلام کی تعریف:۔وہ ایک ایسا علم ہے جس میں مبدء یعنی اللہ تعالی کی ذات وصفات ومعاد یعنی آخرت قیامت حشر ونشر سے قانون اسلامی کتاب وسنت کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے نہ کہ قانون فلسفہ کے طور پر۔

قَوْلُهٗ: وَتَقْرِيْبِ الْمَرَامِ :بِالْجَرِّ عَطْفٌ عَلَى التَّهْذِيْبِ اَیْ هٰذَا غَايَةُ تَقْرِيْبِ الْمَقْصَدِ اِلَى الطَّبَائِعِ وَالْاَفْهَامُ وَالْحَمْلُ عَلٰى طَرِيْقِ الْمُبَالَغَةِ اَوِ التَّقْدِيْرِ هٰذَا مُقَرِّبٌ غَايَةَ التَّقْرِيْبِ

ترجمہ:۔قولہ تقریب: با کے کسرہ کے ساتھ عطف ہے تھذیب پر یعنی یہ کتاب تھذیب انتہاء ہے انسانی طبعیتوں اور سمجھوں کیطرف مقصد کو قریب کر دینے کا اور مصدر کا حمل ھٰذا پر مبالغہ کے طریقے پر ہے یا ھٰذا مقرب غاية التقريب کی تقدیر

Marfat.com

عبارت پر ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قولہ کی غرض تقریب المرام کا ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق اور اس کی اپنی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق یہ ہے کہ یہ مجرور ہے اور اس کا عطف تھذیب پر ہے مطلب یہ ہوگا یہ الفاظ یا معانی نہایت ہی قریب کرنا ہے مقصود کے۔اس پر وہی اعتراضات ہونگے جو کہ غایة تھذیب الکلام پر ہوتے تھے کہ یہ مصدر ہے اس کا حمل ھٰذا پر یا تو مجاز عقلی کے طریقے سے ہے کہ اصل میں نسبت مقرب کی طرف کرنی تھی لیکن تقریب المرام کی طرف کردی اس میں مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ قریب قریب ہوتے ہوئے عین قریب بن گئے یا یہاں بھی مجاز بالحذف کے ذریعے سے حمل ہے کہ اصل میں فھٰذا الکلام مقرب غایة التقریب تھا مقرب کو حذف کر کے غایة التقریب کو اس کا قائم مقام بنادیا پھر التقریب پر الف لام کو اختلاف مذکورہ سے بچنے کیلئے حذف کر کے مضاف الیہ کو ذکر کر دیا اور دوسرا کلام پہلے پر قرینہ تھا اس لئے پہلے کلام کو بھی حذف کر دیا تو فھٰذا غایة تقریب المرام ہوگیا۔

تقریب المرام کی اپنی ذاتی ترکیب یہ ہے کہ یہ مصدر دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے پہلا مفعول المرام مذکور ہے اور دوسرا الی الطبائع والافھام ہے جو کہ حرف جر الی کے واسطے سے مفعول ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت ہی مقصود کو قریب کرنے کیلئے ہے طبعیت اور سمجھ کی طرف۔

قَوْلُهٗ: مِنْ تَقْرِيْرِ عَقَائِدِ الْاِسْلَامِ بَيَانٌ لِلْمَرَامِ وَالْاِضَافَةُ فِيْ عَقَائِدِ الْاِسْلَامِ بَيَانِيَّةٌ اِنْ كَانَ الْاِسْلَامُ عِبَارَةٌ عَنْ نَفْسِ الْاِعْتِقَادَاتِ وَاِنْ كَانَ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الْاِقْرَارِ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقِ بِالْجِنَانِ وَالْعَمَلِ بِالْاَرْكَانِ اَوْ كَانَ عِبَارَةٌ عَنْ مُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ بِاللِّسَانِ فَالْاِضَافَةُ لَامِيَّةٌ

ترجمہ: یہ بیان ہے مرام کا اور اضافۃ عقائد اسلام میں بیانیہ ہے اگر اسلام نفس اعتقاد کا نام ہو اور اگر اسلام زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور اعضاء ظاہری کے عمل کے مجموعہ کا نام ہو یا فقط زبانی اقرار کا نام ہو تو اضافت لامیہ ہے یعنی وہ عقائد جو مذھب اسلام کیلئے ثابت ہیں۔

تشریح:۔اس عبارت میں توضیح متن ہے کہ من تقریر عقائد الاسلام میں من کونسا ہے نیز عقائد الاسلام میں عقائد کی اضافت اسلام کی طرف کونسی ہے بیانیہ یا لامیہ۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ من بیانیہ ہے۔من بیانیہ کی ترکیب یہ ہوتی ہے کہ اگر اس

Marfat.com

کا ماقبل معرف باللام ہوتو یہ حال بنتا ہے اور اگر نکرہ ہوتو اس کیلئے صفت بنتا ہے من تقریر عقائد اسلام میں من بیانیہ ہے اب ترکیبی معنی یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت قریب کرنا ہے مقصود کو دراں حالیکہ بیان کرنا ہے عقائد اسلام کو من بیانیہ کے معنی میں اردو میں لفظ یعنی کا آتا ہے اب معنی یوں ہوگا یعنی بیان کرنا ہے اسلام کے عقائد کو۔

عقائد کی اضافت اسلام کی طرف بیانیہ ہے یا غیر بیانیہ؟ نیز یہاں عقائد اسلام کی اضافت کونسی ہے۔اس سے پہلے دو فائدے سمجھنا ضروری ہیں

فائدہ (۱):۔اضافت بیانیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں مضاف الیہ بالکل مضاف کا عین ہو جیسے خاتم فضة میں خاتم اور فضة ان دونوں سے مراد انگوٹھی ہے اور غیر بیانیہ اس کو کہتے ہیں جس میں مضاف الیہ مضاف کا غیر ہوتا ہے جیسے غلام زید یہاں زید اور ہے اور غلام اور ہے۔

فائدہ (۲):۔اسلام کے سات معانی کیے گئے ہیں یہاں یزدی نے تین معانی بیان کیے ہیں

(۱) محققین حضرات فرماتے ہیں کہ اسلام صرف اعتقاد جنانی کو کہتے ہیں جس کو تصدیق بھی کہتے ہیں۔

(۲) معتزلہ اور خوارج کے ہاں اسلام اعتقاد جنانی تصدیق لسانی اور عمل ارکانی کا نام ہے

(۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ اسلام صرف تصدیق لسانی کا نام ہے۔

جب آپ نے یہ فوائد سمجھ لیے تو اب آپ اعتقاد کی اضافت اسلام کی طرف سمجھیں اگر اسلام کا معنی صرف نفس اعتقاد (یعنی تصدیق جنانی) ہوتو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف ہونے سے مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرنا ہے عقائد کو یعنی اسلام کو اور اگر اسلام کا معنی تصدیقِ لسانی اعتقادِ جنانی اور عمل ارکانی ہو یا فقط تصدیق لسانی ہوتو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف غیر بیانیہ ہوگی پھر مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرنا ہے عقائد اسلام کو یعنی اسلام تین چیزوں کا نام ہے اس کتاب میں صرف اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی تصدیق لسانی اور عمل ارکانی سے بحث نہیں ہوگی یا اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی تصدیق لسانی سے بحث نہیں ہوگی جب کہ اسلام کا معنی تصدیق لسانی ہو فقط۔

قَوْلُهٗ: جَعَلْتُهٗ تَبْصِرَةً: اَیْ مُبَصِّرًا وَیَحْتَمِلُ التَّجَوُّزَ فِی الْاِسْنَادِ

ترجمہ:۔ تبصرة مبصرا کے معنی میں ہے اور مجاز فی الاسناد کا بھی احتمال رکھتا ہے اور اسی طرح اس کا قولہ تذکرة۔

تشریح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے ایک اعتراض کا جواب بھی ہے۔لیکن اس سے پہلے دو فوائد کو جاننا چاہیے۔

فائدہ (۱):۔ جعل یہ فعل خلق کے معنی میں بھی آتا ہے اور صیر کے معنی میں بھی آتا ہے اگر جعل خلق کے معنی

Marfat.com

میں ہوتو اس وقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل الظلمت والنور ای خلق الظلمة والنور اوراگر جعل صیر کے معنی میں ہوتو اس وقت دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل لکم الارض فراشا ای صیر لکم الارض فراشا۔

فائدہ (۲): جو بھی فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس کے دوسرے مفعول کا پہلے پر حمل ہوتا ہے اب اعتراض سمجھیں

اعتراض:۔ یہ ہوتا ہے کہ جعلته تبصرة میں جعلته کا پہلا مفعول ہ ضمیر ہے اور دوسرا مفعول تبصرة ہے جو کہ مصدر ہے اب قاعدہ مذکورہ کے تحت تبصرة کا حمل ھو ضمیر پر ہونا چاہیے حالانکہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں؟

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں حمل مجاز بالطرف کے قبیل سے ہے مجاز بالطرف اس کو کہتے ہیں کہ مصدر کو اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں کر دیا جائے یہاں بھی تبصرة کو اسم فاعل مبصرا کے معنی میں کر کے حمل کیا ہے۔

جواب ﴿۲﴾: یہاں حمل مجاز عقلی کے قبیل سے ہے کہ اصل میں تو جعلته مبصرة کہنا تھا لیکن مبالغہ کے طور پر جعلته تبصرة کہہ دیا مطلب اب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دیتے دیتے عین بصیرت ہوگئی۔

جواب ﴿۳﴾:۔ یہاں حمل مجاز بالحذف کے قبیل سے ہے کہ اصل میں جعلته ذا تبصرة تھا میں نے اس کتاب کو بصیرت دینے والی بنایا پھر مضاف ذا کو حذف کر کے تبصرہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا

وَكَذَا قَوْلُهُ تَذْكِرَةٌ:

یعنی اس پر بھی وہی اعتراض و جواب ہونگے جو تبصرة پر ہوئے ہیں

قَوْلُهُ: لَدَى الْاِفْهَامِ بِالْكَسْرِ اَیْ تَفْهِيْمِ الْغَيْرِ اِيَّاهُ اَوْ تَفْهِيْمِهٖ لِلْغَيْرِ وَالْاَوَّلُ لِلْمُتَعَلِّمِ وَالثَّانِیْ لِلْمُعَلِّمِ

ترجمہ:۔ افہام ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی غیر کے اس کو سمجھنے کے وقت یا غیر کو سمجھانے کے وقت۔ اور پہلے ترجمہ میں یہ تھذیب مبصر ہے طالب علم کیلئے اور دوسرے میں استاذ کیلئے۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے افہام کے بعد بالکسر کی عبارت نکال کر اسکا اعراب بتا دیا کہ یہ باب افعال کا مصدر ہے

اعتراض:۔ جو بھی مصدر ہوتا ہے اس کیلئے ایک فاعل ہوتا ہے اور ایک مفعول افہام یہ تو باب افعال متعدی کا مصدر ہے اس کیلئے دو مفعول ہونے چاہیے یہاں تو نہ فاعل مذکور ہے اور نہ مفعول۔

Marfat.com

جواب:۔ یہاں اس کا فاعل بھی موجود ہے اور مفعول اول بھی دوسرا مفعول اس کا مقاصد الی الکتاب تھا جو کہ مشہور تھا اس لیے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا افھام کا معنی تفھیم الغیر ایاہ ہو تو الغیر اس کا فاعل اور ایاہ اس کا مفعول اول بنے گا معنی یہ ہوگا میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے غیر کے اس کو مقاصد کتاب کے اس وقت یہ بصیرت کا فائدہ متعلم کیلئے ہوگا اور اگر افھام کا معنی تفھیمہ للغیر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے اس کے غیر کے مقاصد کتاب کو اس وقت یہ بصیرت استاد، معلم کیلئے ہوگی۔

قَوْلُهٗ:۔ مِنْ ذَوِی الْاَفْهَامِ :بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ جَمْعُ فَهْمٍ وَالظَّرْفُ اِمَّا فِیْ مَوْضِعِ الْحَالِ مِنْ فَاعِلِ یَتَذَکَّرُ اَوْمُتَعَلِّقٌ بِیَتَذَکَّرُ بِتَضْمِیْنِ مَعْنَی الْاَخْذِ اَوِ التَّعَلُّمِ اَیْ یَتَذَکَّرُ اٰخِذًااَوْ مُتَعَلِّمًا مِنْ ذَوِی الْاَفْهَامِ فَهٰذَاایْضًا یَحْتَمِلُ الْوَجْهَیْنِ

ترجمہ:۔ یہ افہام ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ فہم کی جمع ہے اور یہ ظرف یا تو یتذکر کے فاعل سے حال کی جگہ میں ہے یا یتذکر کے اندر اخذ اور تعلم کے معنی کی تضمین کر کے اسی یتذکر کے متعلق ہے یعنی جو یاد والا ہونا چاہتا ہے اس حال میں وہ حاصل کرنے والا ہے سمجھدار لوگوں سے پس اس میں بھی دو احتمال ہیں۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔ افھام فتح ہمزہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ فھم کی جمع افھام افعال کے وزن پر آتی ہے قاعدہ یہ ہے کہ افعال کے وزن پر کوئی مصدر نہیں آتا اور اِفعال کے وزن پر کوئی جمع نہیں آتی من ذوی الافھام یہ جار مجرور ہے اس کی ترکیب شارح نے بتائی کہ اس کی دو قسم کی ترکیب ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ یہ جار مجرور ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر یتذکر کی ھو ضمیر فاعل سے حال ہو دوسری ترکیب یہ کہ یہ جار مجرور ملکر آخذ کے متعلق ہوگا اور وہ حال واقع ہو یتذکر کی ضمیر سے اس کو تضمین کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ:سِیَّمَا :اَلسِّیُّ بِمَعْنَی الْمِثْلِ یُقَالُ هُمَا سِیَّانِ اَیْ مِثْلَانِ وَاَصْلُ سِیَّمَا لَاسِیَّمَاحُذِفَ لَافِی اللَّفْظِ لٰکِنَّهٗ مُرَادُ مَعْنًی وَمَا زَائِدَةٌ اَوْ مَوْصُوْلَةٌ اَوْ مَوْصُوْفَةٌ وَهٰذَااَصْلُهٗ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ بِمَعْنٰی خُصُوْصًاوَ فِیْمَابَعْدَهٗ ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ

ترجمہ:۔ سی مثل کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے ھما سیان یعنی وہ دونوں برابر ہیں اور سیما اصل میں لا سیما تھا لا کو لفظوں میں حذف کیا گیا لیکن وہ معنی میں مراد ہے اور ما زائدہ ہے یا موصولہ ہے یا موصوفہ ہے اور سی کا مثل کے معنی میں ہونا

Marfat.com

اس کا اصلی معنی ہے پھر خصوصا کے معنی میں مستعمل ہوا اور اس کے بعد میں تین صورتیں ہیں۔

تشریح:۔ یہ اصل میں سی اور ما ہے اس کے ساتھ ہمیشہ **لا لنفی الجنس** ہوگا اگر مذکور نہ ہو تو وہ مقدر ہوگا بغیر لائے نفی جنس کے یہ استعمال نہیں ہوتا سی بمعنی مثل کے ہے یہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اس کی خبر ہمیشہ ما کے بعد آخر میں محذوف ہوتی ہے۔ اسکی ما کے بارے میں تین وجوہ ہیں۔

(۱) ما زائدہ ہے اگر ما زائدہ ہوگا تو اس وقت یہ سی کا لفظ بعد والے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور وہ اسم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا جیسے **لا سیما الولد الاعز الخ** میں الولد کو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور پڑھیں گے ای **لامثل شئ هو الولد الاعز الخ**۔

(۲) ما موصولہ ہوگا الذی کے معنی میں یا ما موصوفہ ہوگا شئ کے معنی میں اس وقت اس کے بعد اسم مرفوع ہو تو وہ مبتداء محذوف کی خبر ہوگا جیسے **لاسیما الولد الاعز الخ ای لا مثل الذی هو الولد الخ**۔

(۳) یہ لا سیما پورا کا پورا حرف استثناء کے حکم میں ہو اور اس کے بعد اسم منصوب ہوگا جو کہ مستثنی ہوگا اور اس وقت سیما کا معنی خصوصا کا ہوگا جیسے **لا سیما الولد الاعز** کہ خصوصا میرا پیارا بیٹا خصوصا والا معنی اس کا مجازی معنی ہے اور دوسرے تین معنی اصلی اور حقیقی ہیں۔

قَوْلُهٗ:۔ اَلْحَفِیُّ :اَلشَّفِیْقُ

ترجمہ: الحفی کا معنی مہربان ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قولہ اور اس کے بعد آنیوالے تمام اقوال کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ حفی کا معنی بتلایا ہے اگر اس کی نسبت بیٹے کی طرف ہو تو معنی ہے شفیق ہونا باپ پر۔ جب اس کی نسبت باپ کی طرف ہو تو حفی کا معنی چنا ہوا ہوگا۔

قَوْلُهٗ: اَلْحَرِیُّ :اَللَّائِقُ

ترجمہ:۔ الحری کا معنی لائق ہے۔

قَوْلُهٗ:۔ قِوَامٌ اَیْ مَا یَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُهٗ ۔

ترجمہ:۔ یعنی وہ چیز جس چیز کے ساتھ اس کا امر قائم ہو هو له القیام۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ:۔ اَلتَّاْیِیْدُ :اَیْ اَلتَّقْوِیَّةُ مِنَ الْاَیْدِ بِمَعْنَی الْقُوَّةِ

ترجمہ:۔یعنی تقویت یہ ایدسے مشتق ہے جس کا معنی قوت اور طاقت کے ہیں۔

قَوْلُهٗ:۔ عِصَامُ :اَیْ مَا یُعْصَمُ بِهٖ اَمْرُهٗ مِنَ الزَّلَلِ

ترجمہ:۔ عصام یعنی وہ چیز جس کے ساتھ پھسلنے سے بچا جائے (یعنی میرا یہ بیٹا پھسلنے سے بچایا ہوا ہے)

قَوْلُهٗ: وَعَلَی اللّٰهِ :قُدِّمَ الظَّرْفُ هٰهُنَا لِقَصْدِ الْحَصْرِ وَفِیْ قَوْلِهٖ بِهٖ لِرِعَایَةِ السَّجْعِ اَیْضًا

ترجمہ:۔یہاں ظرف کو مقدم کیا حصر کے ارادے سے اور اس کے قول بہ میں سجع بندی کی رعایت بھی ہے۔

تشریح:۔اس میں علی اللہ یہ ظرف خبر مقدم ہے اور التوکل مبتداء مؤخر ہے بہ میں یہ ظرف مقدم اور الاعتصام یہ مبتداء مؤخر ہے خبر کو مقدم حصر کیلئے کیا ہے اور الاعتصام کو رعایت سجع بندی کیلئے مؤخر کیا ہے۔

قَوْلُهٗ:۔ اَلتَّوَکُّلُ: هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْحَقِّ وَالْاِنْقِطَاعِ عَنِ الْخَلْقِ

ترجمہ:۔التوکل کا معنی اللہ تعالی پر بھروسہ کرنا ہے اور مخلوق سے ناامید ہو جانا ہے۔

قَوْلُهٗ:۔ وَالْاِعْتِصَامُ وَهُوَ التَّشَبُّثُ وَالتَّمَسُّكُ ۔

ترجمہ:۔ الاعتصام کا معنی مظبوط پکڑنا چنگل مارنا۔

Marfat.com

اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِیْ الْمَنْطِقِ

متن : مقدمة: اَلْعِلْمُ اِنْ كَانَ اِذْعَانًا لِلنِّسْبَةِ فَتَصْدِيْقٌ وَاِلَّا فَتَصَوُّرٌ يَقْتَسِمَانِ بِالضَّرُوْرَةِ وَالْنَّظَرُ وَالْاِكْتِسَابُ بِالنَّظَرِ وَهُوَ مُلَاحَظَةُ الْمَعْقُوْلِ لِتَحْصِيْلِ الْمَجْهُوْلِ وَقَدْ يَقَعُ فِيْهِ الْخَطَاءُ فَاحْتِيْجَ اِلٰى قَانُوْنٍ يَعْصِمُ عَنْهُ فِى الْفِكْرِ وَهُوَ الْمَنْطِقُ وَمَوْضُوْعُهُ الْمَعْلُوْمُ التَّصَوُّرِىُّ وَالتَّصْدِيْقِىُّ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يُوْصِلُ اِلٰى مَطْلُوْبٍ تَصَوُّرِىٍّ فَيُسَمّٰى مُعَرِّفًا وَتَصْدِيْقِىٍّ فَيُسَمّٰى حُجَّةً

ترجمہ متن:۔پہلی قسم منطق میں ہے۔مقدمہ:علم اگر نسبت خبریہ کا اعتقاد ہے تو تصدیق ہے ورنہ تصور ہے اور تصور اور تصدیق میں سے ہر ایک بداہۃً ضروری اور کسبی ہونے کی قسمت کو اختیار کرتا ہے اور وہ نظر نفس کا متوجہ ہونا ہے مجہول کو حاصل کرنے کیلئے اور کبھی اس نظر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے پس ایسے قانون کی حاجت ہوئی جو اس غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطق ہے اور اسکا موضوع معلوم تصور اور معلوم تصدیق ہے اس حیثیت سے کہ وہ پہنچائے مطلوب تصور کی طرف اور اس کا نام رکھا جاتا ہے معرّف اور مجہول تصدیق کی طرف پس نام رکھا جاتا ہے حجۃ۔

مختصر تشریح متن:۔اب خطبہ کے ختم کرنے کے بعد اصل مقصد کو شروع کر رہے ہیں علامہ تفتازانی نے القسم الاول فی المنطق کا ایک عنوان بنا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میری یہ کتاب جو تہذیب کا ایک جزء ہے یہ فن منطق میں ہے (تہذیب کا دوسرا جزء جو علم کلام کے بارے میں لکھا ہے وہ نایاب ہے) دوسرا عنوان مقدمہ کا باندھا ہے کیونکہ ہر فن کو شروع کرنے سے پہلے اس فن کی تعریف، غرض، موضوع کا معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے اور مقدمہ کے اندر ان ہی تین چیزوں کا بیان ہوتا ہے اس لئے ماتن نے یہ عنوان باندھا۔

Marfat.com

مقدمہ کی چند تحقیقات ہیں جن کا تفصیلی ذکر یہاں شرح میں آئے گا البتہ مقدمہ کی اشتمالی تحقیق (اغراضِ ماتن) کو یہاں سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ مقدمہ کن چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے سو وہ انہی تین چیزوں (تعریف، موضوع، غرض) پر مشتمل ہوتا ہے۔ عام طور پر منطقی حضرات سب سے پہلے احتیاج الی المنطق کو ذکر کرتے ہیں اس احتیاج الی المنطق کے ضمن میں علم کی تعریف اور غرض معلوم ہو جاتی ہے اور آخر میں پھر موضوع علم کو ذکر کر کے مقدمہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ احتیاج الی المنطق کا سمجھنا علم کی دو قسموں کی تقسیموں پر موقوف ہوتا ہے تقسیم اول تصور و تصدیق اور تقسیم ثانی بدیہی اور نظری اس لیے یہاں سب سے پہلے موقوف علیہ علم کی دو قسموں کو بیان کر رہے ہیں پھر احتیاج الی المنطق کو جس کے ضمن میں تعریف اور غرض بھی معلوم ہو جاتی ہے اور آخر میں موضوع علم کو بیان کر کے مقدمہ کو ختم کیا ہے۔ علامہ تفتازانی نے علم کی تعریف نہیں کی کیونکہ ان کے نزدیک علم بدیہی ہے اس کیلئے تعریف کی ضرورت نہیں علامہ تفتازانی نے العلم سے لیکر ویقسمان تک علم کی تقسیم اول کو بیان کیا ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں تصور اور تصدیق۔

علم کے سولہ اقسام کی تفصیل بمع تعریف مرقات کی کاپی (یا مرقات کی بندہ کی شرح تحفۃ المنظور) میں ملاحظہ فرمائیں یہاں صرف اتنی بات بتائی جائے گی کہ تصور کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں اور تصدیق کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں جن کی تفصیل ابھی آگے شرح میں آ رہی ہے۔

تصدیق:۔ وہ علم ہے کہ جس میں حکم ہو۔

حکم کی تعریف:۔ نسبت خبری کے کسی جانب (وجودی یا عدمی) کا گمان غالب ہو۔ عبارت میں اذعان کا معنی گمان غالب ہے یہ نسبت، نسبت خبری سے سمجھی جاتی ہے النسبة میں الف لام عہد کا ہے اس سے نسبت معہود نسبت خبری مراد ہے تو اب تصدیق کی تعریف گویا کہ یوں ہوگی کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو۔ اور یہ بات سابقہ کتب (ایساغوجی مرقات وغیرہ) میں تفصیل سے گزری ہے کہ علم کی سولہ قسمیں ہیں (۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام (۷) مرکب انشائی (۸) تخییل (۹) وہم (۱۰) شک (۱۱) ظن (۱۲) جہل مرکب (۱۳) تقلید (۱۴) عین الیقین (۱۵) حق الیقین (۱۶) علم الیقین۔ تو علم کی سولہ اقسام میں سے چھ قسمیں ظن، جہل مرکب، تقلید، عین الیقین، حق الیقین، علم الیقین۔ یہ تصدیق کی تعریف میں داخل ہوئیں کیونکہ ان میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب ہوتا ہے ظن میں بھی ایک جانب راجح ہوتی ہے اسی طرح جہل مرکب تقلید عین الیقین حق الیقین اور علم الیقین میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب تو ضرور حاصل ہوتا ہے اس لیے علم کی ان چھ قسموں کو تصدیق کہا جائے گا۔

Marfat.com

تصور کی تعریف:۔اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہ ہوتو وہ تصور ہوگا۔

فوائد وقیود:۔تصدیق کی تعریف میں یہ عبارت مصنف نے کہی اذعانا للنسبة نسبت کی قید لگا کر مفردات کو نکال دیا کیونکہ ان میں سرے سے نسبت ہی نہیں ہوتی اس میں علم کی چار قسمیں احساس، تخیل، توہم اور تعقل خارج ہو جائیں گے کیونکہ یہ مفرد ہیں ان میں نسبت ہی نہیں اسی نسبت کی قید سے مرکبات ناقصہ بھی خارج ہو جائیں گے کیونکہ نسبت سے مراد نسبت تامہ ہے۔نسبت خبری کی قید سے مرکب انشائی بھی نکل جائے گا کیونکہ ان میں نسبت تو ہے لیکن خبری نہیں نسبت خبری کا گمان غالب ہو اس قید سے تخییل وہم اور شک بھی نکل جائیں گے کیونکہ ان میں یا تو سرے سے حکم ہی نہیں جس طرح تخییل میں یا حکم تو ہے لیکن گمان غالب نہیں جیسے شک اور وہم تو علم کی پہلی نو قسمیں احساس، تخیل، توہم، تعقل، مرکب ناقص، مرکب تام، انشائی، تخییل، اور وہم یہ تصور کہلائیں گے اور باقی چھ اقسام یہ تصدیق میں داخل ہونگے کیونکہ ان میں نسبت خبری کا گمان غالب ہے۔

ویقسمان بالضرورة الخ:۔علم کی تقسیم اولی سے فارغ ہو کر اب اس عبارت میں علم کی دوسری تقسیم بدیہی اور نظری کو بیان کرتے ہیں ترجمہ یہ ہے کہ دونوں (تصور وتصدیق) یہ تقسیم ہوتے ہیں واضح طور پر ضروری (بدیہی) کی طرف اور اکتساب (نظری) کی طرف۔ اکتساب بالنظر کا مطلب یہ ہے وہ غور فکر سے حاصل ہو۔

اس عبارت میں تصور تصدیق کی دو قسمیں بیان کیں کہ تصور ایک بدیہی ہے دوسرا نظری، تصدیق بھی ایک بدیہی ہے اور دوسری نظری۔

فائدہ:۔ماتن نے عبارت بالضرورة الضرورة کا لفظ کہا دوسرا ضرورة اصل میں الی الضرورة تھا الی کو حذف کر کے الضرورة کو منصوب پڑھا ہے اس کو منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔

وھو ملاحظة المعقول الخ:۔اس عبارت میں اس نظر وفکر کی تعریف کی ہے۔نظر کی تعریف یہ ہے کہ معلوم تصور یا معلوم تصدیق کو اس طریقے سے ترتیب دینا کہ اس سے مجہول تصور اور مجہول تصدیق حاصل ہو جائے۔

وقد یقع الخ:۔وقد یقع سے وھو المنطق تک احتیاج الی المنطق کو بیان کیا جو کہ اصل غرض تھی کہ معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی کو ترتیب دینے میں کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔انسانی عقل اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اگر انسانی عقل کافی ہوتی تو عقلاء کے درمیان میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ بعض نے ترتیب دے کر عالم کو حادث بتایا اور بعض نے معلومات کو ترتیب دے کر عالم کو قدیم ثابت کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عقل انسانی اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اب ایک ایسے

Marfat.com

قانون کی ضرورت ہوئی جو اس خطاء سے بچائے وہ قانون صرف منطق ہے اس احتیاج الی المنطق کے اندر ضمن میں غرض منطق اور تعریف منطق معلوم ہوگئی غرض تو اس سے معلوم ہوئی کہ یہ خطاء فی الفکر سے بچاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ منطق کی غرض ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچانا ہے اس عبارت میں تعریف بھی ضمنا معلوم ہوئی جیسا کہ شرح میں تفصیل سے آئیگا۔

و موضوعه الخ:۔و موضوعه سے آخر فصل تک منطق کا موضوع بیان کیا اور اس مقدمہ کا خاتمہ بالخیر کیا منطق کا موضوع وہ معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں جو کہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہنچاتے ہیں ان معلومات تصوری کو معرَف اور معلومات تصدیقی کو حجۃ کہتے ہیں تو منطق کا موضوع معرَف اور حجۃ ہوئے یہاں تک مقدمہ کی مختصر تشریح مکمل ہوئی۔

قَوْلُهُ اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ: لَمَّا عُلِمَ ضِمْنًا فِیْ قَوْلِهٖ فِیْ تَحْرِیْرِ الْمَنْطِقِ وَالْكَلَامِ اَنَّ كِتَابَهٗ عَلٰی قِسْمَیْنِ لَمْ یُحْتَجَّ اِلَی التَّصْرِیْحِ بِهٰذَا فَصَحَّ تَعْرِیْفُ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ بِلَامِ الْعَهْدِ لِكَوْنِهٖ مَعْهُوْدًا ضِمْنًا وَهٰذَا بِخِلَافِ الْمُقَدَّمَةِ فَاِنَّهَا لَمْ یُعْلَمْ وُجُوْدُهَا سَابِقًا فَلَمْ تَكُنْ مَعْهُوْدَةً فَلِذَا نَكَّرَهَا وَقَالَ مُقَدِّمَةٌ

ترجمہ:۔جب ماتن کے قولہ فی تحریر المنطق والکلام کے ضمن میں معلوم ہوگیا کہ ماتن کی کتاب دو قسم پر ہے لھٰذا کتاب کی دو قسم پر ہونے کی تصریح کی ضرورت نہیں ہوئی بنا بریں الف لام عہد خارجی کے ساتھ القسم کو معرفہ لانا صحیح ہوا کیونکہ یہ قسم ضمنا معلوم ہوا ہے اور یہ لفظ قسم لفظ مقدمہ کے برخلاف ہے کیونکہ مقدمہ کا وجود اس سے پہلے معلوم نہیں اسی لئے مقدمہ کو نکرہ لایا ہے اور کہا ہے مقدمۃ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ القسم الاول یہ ایک عنوان ہے اور مقدمہ بھی ایک عنوان ہے ماتن القسم الاول والے عنوان کو معرفہ الف لام کے ساتھ لائے اور مقدمہ کو نکرہ لائے حالانکہ یہ دونوں عنوان تھے یا تو دونوں کو معرفہ لاتے یا دونوں کو نکرہ۔ القسم الاول کو معرفہ الف لام عہد خارجی کے ساتھ کیوں لایا؟

فائدہ:۔اس مقام میں الف لام کی چاروں قسموں میں سے الف لام عہد خارجی کا ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ مبتداء ہے اور الف لام عہد خارجی کا بھی تعریف کا فائدہ دیتا ہے نیز یہ ضابطہ ہے کہ جب تک عہد خارجی کا الف لام بنانا درست ہو دوسرے تین

Marfat.com

قسموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جواب:۔القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لاکر اس کو معرفہ کیا کیونکہ الف لام عہد خارجی میں معہود کا پہلے مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے چاہے صراحۃً مذکور ہو یا ضمناً۔ چونکہ ماقبل میں ماتن کی عبارت فی تحریر المنطق والکلام کے ضمن میں یہ بات گذر چکی ہے کہ ماتن کی کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ منطق میں اور دوسرا کلام میں۔اسلئے القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لانا مناسب تھا کیونکہ معہود ماقبل میں فی تحریر المنطق والکلام میں گذر چکا تھا کہ قسم اول منطق کے بارے میں ہے اور مقدمہ کا ذکر چونکہ ماقبل میں بالکل نہیں گذرا تھا اس لیے اس پر الف لام نہیں لائے۔

جواب (۲): یہ بھی ہوسکتا ہے کہ القسم الاول چونکہ مبتداء تھا اس کو معرفہ بنانے کیلئے الف لام کی ضرورت تھی اس لیے الف لام کے ساتھ اس کو معرفہ کیا مقدمہ یہ خبر تھا اس کو معرفہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے اسکو یہاں معرف باللام ذکر نہیں کیا۔

قَوْلُهٗ فِی الْمَنْطِقِ: فَاِنْ قِیْلَ لَیْسَ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ اِلَّا الْمَسَائِلَ الْمَنْطِقِیَّةَ فَمَا تَوْجِیْهُ الظَّرْفِیَّةِ؟ قُلْتُ یَجُوْزُ اَنْ یُرَادَ بِالْقِسْمِ الْاَوَّلِ الْاَلْفَاظُ وَالْعِبَارَاتُ وَبِالْمَنْطِقِ الْمَعَانِیُ فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی اَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ فِیْ بَیَانِ هٰذِهِ الْمَعَانِیْ وَیَحْتَمِلُ وُجُوْهًا اُخَرَ وَالتَّفْصِیْلُ اَنَّ الْقِسْمَ الْاَوَّلَ عِبَارَةٌ عَنْ اَحَدِ الْمَعَانِی السَّبْعَةِ اِمَّا لِاَلْفَاظُ اَوِ الْمَعَانِیُ اَوِ النُّقُوْشُ اَوِ الْمُرَکَّبُ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَوِ الثَّلٰثَةِ وَالْمَنْطِقُ عِبَارَةٌ عَنْ اَحَدِ مَعَانِ خَمْسَةٍ اِمَّا الْمَلَکَةُ اَوِ الْعِلْمُ بِجَمِیْعِ الْمَسَائِلِ اَوِ بِالْقَدْرِ الْمُعْتَدِّ بِهِ الَّذِیْ یَحْصُلُ بِهِ الْعِصْمَةُ اَوْ نَفْسُ الْمَسَائِلِ جَمِیْعًا اَوْ نَفْسُ الْقَدْرِ الْمُعْتَدِّ بِهٖ فَیَحْصُلُ مِنْ مُلَاحَظَةِ الْخَمْسَةِ مَعَ السَّبْعَةِ خَمْسَةٌ وَثَلَاثُوْنَ اِحْتِمَالًا یُقَدَّرُ فِیْ بَعْضِهَا الْبَیَانُ وَفِیْ بَعْضِهَا التَّحْصِیْلُ وَفِیْ بَعْضِهَا الْحُصُوْلُ حَیْثُمَا وَجَدَهُ الْعَقْلُ السَّلِیْمُ مُنَاسِبًا

ترجمہ:۔پس اگر کہا جائے کہ قسم اول سے مراد مسائل منطقیہ کے علاوہ کچھ نہیں تو ظرفیۃ (الشی لنفسہ) کی توجیہ کیا ہوگی تو میں کہوں گا کہ جائز ہے کہ قسم اول سے الفاظ اور عبارات مراد لئے جائیں اور منطق سے معانی کہ یہ الفاظ معانی کے بیان میں ہیں

اور دوسری صورتوں کا بھی احتمال ہے تفصیل یہ ہے کہ کہ بلاشبہ قسم اول سات معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی الفاظ یا معانی یا نقوش یا مرکب دو سے یا تین سے اور منطق پانچ معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی ملکہ یا تمام مسائل کا علم یا قدر معتد بہ مسائل کا علم جن سے خطاء فی الفکر سے حفاظت ہو جائے یا محض تمام مسائل یا محض قدر معتد بہ مسائل پس پانچ کو سات کے ساتھ ضرب دینے سے پنتیس احتمالات حاصل ہونگے مقدر ہوگا ان میں سے بعض میں بیان اور بعض میں تحصیل اور بعض میں حصول جہاں اس کو عقل سلیم مناسب سمجھے

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ ماتن کی عبارت پر ہوتا ہے۔

اس اعتراض و جواب کے سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ سمجھ لینا ضروی ہے۔

ضابطہ:۔فی کا کلمہ یہ ظرفیت کیلئے آتا ہے جس کلمہ پر یہ فی داخل ہوتا ہے وہ ظرف بنتا ہے اور اس فی کا ماقبل مظروف بنتا ہے ظرف کی معنی لغت میں برتن کے آتے ہیں اور مظروف اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اس برتن میں ہوتی ہے جیسے مثال کے طور پر کہا جائے الماء فی الکوز (پانی لوٹے میں ہے) یہاں الکوز جو فی کا مدخول ہے یہ ظرف (برتن) ہے اور الماء جو کہ فیہ کا ماقبل ہے یہ مظروف ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ظرف اور چیز ہوتی ہے اور مظروف اور چیز ہوتی ہے ایک چیز ظرف بھی بنے اور مظروف بھی یہ درست نہیں الماء فی الماء اور الکوز فی الکوز کہنا درست نہیں ہوگا بلکہ ظرف اور مظروف کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہوں جیسے الماء فی الکوز میں ظرف اور چیز ہے اور مظروف ماء اور چیز ہے اور اگر ایک ہی چیز ظرف بھی بنے اور مظروف بھی تو اس کو عربی میں ظرفیۃ الشی لنفسہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے شی اپنے آپ کیلئے ظرف بنی ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔اب اعتراض کا سمجھنا آسان ہوگیا۔

اعتراض:۔ماتن نے متن میں عبارت القسم الاول فی المنطق ذکر کیا ہے یہاں بھی فی المنطق میں فی ظرفیت کیلئے ہے القسم الاول سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اور المنطق سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اب مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسائل منطق مسائل منطق میں ہیں اور یہ ظرفیۃ الشی لنفسہ ہے جو کہ باطل ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔اس کے دو جواب ہیں ایک مختصر اور دوسرا تفصیلی۔مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ القسم الاول سے مراد الفاظ ہیں اور المنطق سے مراد معانی ہیں تو گویا کہ ظرف اور مظروف غیر غیر ہیں ترجمہ کو صحیح بنانے کیلئے بیان کا لفظ مقدر نکالیں گے اور اب گویا کہ القسم الاول فی المنطق کا مطلب اور معنی ھذہ الالفاظ فی بیان ھذہ المعانی ہوگا کہ یہ الفاظ ہیں جو کہ معانی کے بیان کرنے میں ہیں۔

تفصیلی جواب ﴿۲﴾:۔اس اعتراض کے تفصیلی جوابات پینتیس (۳۵) ہیں جن کی تفصیل ابھی آرہی ہے ان جوابات کے سے قبل دو باتیں ضروری سمجھنی ہیں ﴿۱﴾ جو بھی کتاب ہوتی ہے اس کے سات معنی ہو سکتے ہیں (۱) کتاب فقط نقوش کا نام ہو (۲) کتاب فقط الفاظ کا نام ہو (۳) کتاب فقط معانی کا نام ہو (۴) کتاب نقوش اور الفاظ کا نام ہو (۵) کتاب نقوش اور معانی کا نام ہو (۶) کتاب الفاظ اور معانی کا نام ہو (۷) کتاب نقوش الفاظ اور معانی کے مجموعے کا نام ہو۔

﴿۲﴾ جو بھی علم ہوگا اس کے پانچ معنی ہو سکتے ہیں (۱) ملکہ (وہ ایک ایسی استعداد کا نام ہے جو کہ انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ہر مسئلہ کو سوچ و بچار کے بعد معلوم کر سکتا ہے)۔(۲) علم اس فن کا، یا علم کے تمام مسائل کا (۳) علم اس علم، یا فن کے اتنے مسائل کا جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے (۴) نفس علم کے تمام مسائل (۵) نفس علم اتنے مسائل کا جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے۔

جوابات کو منطبق کرنے کا طریقہ:۔اب یہاں ان احتمالات کو القسم الاول پر منطبق کرنا ہے وہ اس طرح سے کہ القسم الاول سے مراد خود کتاب ہے اور کتاب میں سات احتمالات ہیں جیسا کہ ابھی گزرا کہ القسم الاول سے مراد فقط نقوش ہوں یا فقط الفاظ ہوں یا فقط معانی ہوں الخ۔اور المنطق علم ہے اس میں بھی وہ پانچ احتمال ہو سکتے ہیں کہ المنطق سے مراد ملکہ ہو یا علم تمام مسائل کا ہو یا علم بعض مسائل کا الخ۔ان سات احتمالات کو جو کہ القسم الاول سے نکلتے ہیں پانچ احتمالات سے جو کہ المنطق سے نکلتے ہیں ان کو ضرب دینے سے کل پینتیس احتمالات حاصل ہوں گے جن میں سے ہر ایک احتمال ایک مستقل جواب ہے۔

فائدہ:۔معنی کو صحیح کرنے کیلئے جب المنطق سے مراد ملکہ ہو تو حصول کا لفظ محذوف نکالا جائیگا۔اگر المنطق سے مراد علم بجمیع المسائل یا علم ببعض المسائل ہو تو اس وقت تحصیل کا لفظ محذوف نکالیں گے۔اور اگر المنطق سے مراد نفس تمام مسائل علم یا بعض مسائل علم ہو تو بیان کا لفظ محذوف نکالیں گے۔

اب تمام احتمالات بالتفصیل ذکر کئے جاتے ہیں اور ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے جیسا کہ گزرا ہے۔

پہلی صورت جبکہ المنطق سے مراد ملکہ ہو اور القسم الاول میں سات احتمالات اس طرح بنیں گے۔

﴿۱﴾ القسم الاول سے مراد نقوش اور منطق سے مراد ملکہ۔اب عبارت یوں ہوگی النقوش فی حصول الملکة۔

﴿۲﴾ القسم الاول سے مراد الفاظ ہوں یعنی الالفاظ فی حصول الملکة ﴿۳﴾ المعانی فی حصول الملکة

﴿۴﴾ النقوش والالفاظ فی حصول الملکة ﴿۵﴾ النقوش والمعانی فی حصول الملکة ﴿۶﴾ الالفاظ

Marfat.com

والمعانی فی حصول الملکة ﴿۷﴾النقوش والالفاظ والمعانی فی حصول الملکة

دوسری صورت کہ المنطق سے مراد علم بجمیع المسائل ہواور القسم الاول سے مرادسات احتمالات مذکورہ میں سے کوئی ہو۔

﴿۸﴾المنطق سے مرادعلم بجمیع المسائل اور القسم الاول سے مرادنقوش ہوں یعنی النقوش فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۹﴾الالفاظ فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۰﴾ المعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۱﴾النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۲﴾النقوش والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۳﴾ الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۴﴾النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل

تیسری صورت کہ المنطق سے مراد علم ببعض المسائل ہواور القسم الاول میں سات احتمالات ہوں

﴿۱۵﴾ المنطق سے مرادعلم ببعض المسائل اور القسم الاول سے مرادنقوش ہوں عبارت یوں ہوگی النقوش فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۶﴾الالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۷﴾ المعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۸﴾ النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۹﴾ النقوش والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۲۰﴾الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۲۱﴾النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل

چوتھی صورت کہ المنطق سے مرادصرف نفس جمیع مسائل ہواور القسم الاول میں سات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۲﴾ النقوش فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۳﴾ الالفاظ فی بیان نفس جمیع مسائل ﴿۲۴﴾ المعانی فی بیان نفس جمیع مسائل ﴿۲۵﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس جمیع مسائل ﴿۲۶﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس جمیع مسائل ﴿۲۷﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس جمیع مسائل ﴿۲۸﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس جمیع مسائل

پانچویں صورت کہ المنطق سے مرادنفس بعض مسائل اور القسم الاول سے مرادسات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۹﴾ النقوش فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۰﴾الالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۱﴾ المعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۲﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۳﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۴﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۵﴾

Marfat.com

النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس جمیع المسائل

یہ پینتیس احتمالات ہیں ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے ان میں سے ہر ایک میں ظرف اور مظروف غیر غیر ہیں ان احتمالات میں سے ہر ایک میں ظرف اور چیز ہے اور مظروف اور ہے ظرفیة الشئی لنفسه یہاں نہیں۔

خلاصہ احتمالات

منطق میں احتمالات	ملکہ	العلم بجمیع المسائل	العلم بالقدر المعتد بہ	نفس جمیع مسائل	نفس القدر المعتد بہ
	تحصیل	تحصیل یا حصول	تحصیل یا حصول	بیان	بیان
القسم الاول میں احتمالات سبعہ	صرف الفاظ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	صرف معانی	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	صرف نقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ ومعانی	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	معانی ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ ومعانی ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

قَوْلُهٗ مُقَدِّمَةٌ: اَیْ هٰذِهٖ مُقَدِّمَةٌ بُیِّنَ فِیْهَا اُمُوْرٌ ثَلٰثَةٌ رَسْمُ الْمَنْطِقِ وَبَیَانُ الْحَاجَةِ اِلَیْهِ وَ مَوْضُوْعُهٗ وَهِیَ مَا خُوْذَةٌ مِنْ مُقَدَّمَةُ الْجَیْشِ وَالْمُرَادُ مِنْهَا هٰهُنَا اِنْ کَانَ الْکِتَابُ عِبَارَةً عَنِ الْاَلْفَاظِ وَالْعِبَارَاتِ طَائِفَةٌ مِنَ الْکَلَامِ قُدِّمَتْ اَمَامَ الْمَقْصُوْدِ لِاِرْتِبَاطِ الْمَقْصُوْدِ بِهَا وَنَفْعِهَا فِیْهَا وَاِنْ کَانَ الْعِبَارَةُ عَنِ الْمَعَانِیْ فَالْمُرَادُ مِنَ الْمُقَدَّمَةِ طَائِفَةٌ مِنَ الْمَعَانِیْ یُوْجِبُ الْاِطِّلَاعَ عَلَیْهَا بَصِیْرَةٌ فِی الشُّرُوْعِ وَتَجْوِیْزُ الْاِحْتِمَالَاتِ الْاُخَرِ فِی الْکِتَابِ یَسْتَدْعِیْ جَوَازَهَا فِی الْمُقَدَّمَةِ الَّتِیْ هِیَ جُزْؤُهٗ لٰکِنَّ الْقَوْمَ لَمْ یَزِیْدُوْا عَلَی الْاَلْفَاظِ وَالْمَعَانِیْ فِیْ هٰذَا الْبَابِ

ترجمہ:۔یعنی ھٰذہ مقدمة اس میں تین امور بیان کئے جائیں گے منطق کی تعریف اور اس کی طرف حاجة کا بیان اور اس کا

موضوع اور یہ مقدمة الجیش سے ماخوذ ہے اور یہاں اس سے مراد اگر کتاب الفاظ اور عبارات کا نام ہو تو یہ ہے کہ وہ ایک ٹکڑا ہے کلام کا جو مقصود سے پہلے ہوتا ہے مقصود کے ساتھ اس کا تعلق جوڑنے کیلئے اس کے اس مقصود میں نفع دینے کیلئے اور اگر کتاب معانی کا نام ہو تو مقدمۃ سے مراد معانی کا وہ ٹکڑا ہے جس پر مطلع ہونا بصیرۃ کے ساتھ علم میں شروع ہونے کیلئے ضروری ہے اور کتاب میں دیگر احتمالات کو جائز رکھنا مقدمۃ میں بھی اس کے جواز کو چاہتا ہے لیکن قوم نے اس باب میں الفاظ اور معانی پر (دیگر احتمالات کا) کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے مقدمہ کے بارے میں چند تحقیقات ہیں جن کا ذکر مرقات میں بھی گزرا ہے (۱) تحقیق ترکیبی (۲) تحقیق صیغوی (۳) تحقیق ماخذی (۴) تحقیق اشتمالی (۵) تحقیق معنوی

علامہ یزدی نے اپنے اس قول میں صیغوی تحقیق کو بیان نہیں کیا باقی چار تحقیقوں کو بیان کیا ہے وھذہ مقدمة سے ترکیبی تحقیق کو وھی ماخوذة من مقدمة الجیش سے ماخذی تحقیق کو، یبین فیھا امور ثلاثة کی عبارت سے تحقیق اشتمالی کو، والمراد منھا ھھنا ان کان الکتاب سے معنوی تحقیق کو بیان کیا ہے۔

﴿۱﴾ ترکیبی تحقیق:۔مقدمہ کی ترکیبی تحقیق یہ ہے کہ لفظِ مقدمہ کو مرفوع بھی پڑھا جا سکتا ہے اور منصوب و مجرور بھی۔ مرفوع پڑھنے کی صورت میں دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں (۱) مقدمہ کو خبر بنایا جائے مبتدا محذوف کیلئے ای ھذہ مقدمة (۲) مقدمہ کو مبتدا بنایا جائے اور ھذہ کو اس کی خبر مانا جائے ای مقدمة ھذہ۔ (۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں ایک ترکیب ہو سکتی ہے کہ اس کو فعل محذوف کیلئے مفعول بہ بنایا جائے وہ فعل محذوف دو قسم کے نکالے جا سکتے ہیں یعنی خذ المقدمه او بحث المقدمه۔

(۴) مجرور ہونے کی حالت میں مضاف الیہ بنایا جائے گا بحث کا ای ھذا بحث المقدمة۔

(۵) اس پر کوئی اعراب نہ پڑھا جائے جیسے اسمائے اعداد اثنان ثلاثه وغیرہ کو بغیر اعراب کے پڑھا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی بغیر کسی اعراب کے پڑھا جائے۔ یہاں کل پانچ ترکیبیں ہوئیں ان پانچ میں سے صرف پہلی ترکیب (ہذا کو مبتداء اور مقدمہ کو اس کی خبر بنایا جائے) یہ راجح ہے اور باقی ترکیبیں مرجوح ہیں۔

باقی ترکیبوں کے مرجوح ہونے کی علت ترتیب وار اس طرح سمجھیں۔

(۲) مرفوع پڑھنے کی حالت میں مقدمہ کو مبتداء بنانا اس لئے مرجوح ہے کیونکہ نکارت مبتداء (مبتداء کا نکرہ ہونا) کی خرابی لازم آئیگی۔

Marfat.com

(۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں مقدمہ کو مفعول بہ بنانا بھی درست نہیں کیونکہ اس صورت میں فعل وفاعل یعنی جملہ محذوف ماننا پڑتا ہے اور کثرت حذف یہ قبیح ہے۔

(۴) مجرور پڑھ کر اس کو مضاف الیہ بنانے کی صورت میں بھی کثرت حذف لازم آتی ہے کہ مبتدا اور مضاف دو چیزوں کو محذوف ماننا پڑتا ہے یعنی ھذا بحث کو مقدر ماننا پڑتا ہے۔

(۵) مقدمہ کو بغیر اعراب کے اسمائے اعداد کی طرح پڑھنا بھی مرجوح ہے کیونکہ کلام عرب میں کسی کلمہ کو بغیر اعراب کے نہیں پڑھا جاتا ہے اصل کلام عرب میں یہ ہے کہ اس کلمہ پر اعراب پڑھا جائے۔

﴿۲﴾ **صیغوی تحقیق**:۔ دوسری تحقیق مقدمہ میں صیغوی ہے کہ مقدمہ یہ صیغہ کونسا ہے اسم فاعل کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا صیغہ ہے راجح قول یہی ہے کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس وقت اس کے معنے ہونگے آگے کرنے والا۔ اس صورت میں **اعتراض** ہوتا ہے کہ مقدمہ تو خود آگے ہونے والا ہے آگے کرنے والا تو نہیں اس کے دو جواب ہیں۔

جواب (۱):۔ اس صورت میں مقدِّمہ کو متقدمۃ کے معنی میں کرلیں گے یعنی باب تفعیل کے اسم فاعل کو باب تفعل کے اسم فاعل کے معنی میں کریں گے تو اب متقدِّمہ ہوجائے گا اور اب اس کا معنی درست ہے کہ آگے ہونے والا۔

یہاں **اشکال** ہوتا ہے کہ آپ کے اختیار میں ہے کہ جہاں چاہو تو باب تفعیل کو باب تفعل کے معنی میں کردو تو اس کا **جواب** یہ کہ قرآن مجید میں بھی باب تفعیل کو باب تفعل میں استعمال کیا گیا ہے جیسے وتبتل الیه تبتیلا یہاں تبتل یہ باب تفعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر تبَتُّلا آنا چاہیے تھا لیکن اس کا مصدر باب تفعیل کے وزن پر تبتیلا آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باب تفعل، تفعیل کی طرف اور باب تفعیل تفعل کی طرف عدول کرتا رہتا ہے۔

جواب (۲):۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقدمہ کو اسم فاعل کے وزن پر ہی پڑھا جائے پھر مطلب یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا یہ معنی بھی صحیح ہے کیونکہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ مقدمہ عالم کو جاہل سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمہ کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ اس شخص سے جو مباحث مقدمہ کا علم نہیں رکھتا علم میں زیادہ قوی ہوگا۔

دوسری صورت اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو اسم مفعول کے وزن پر مقدَّمَة پڑھا جائے اس وقت معنی تو درست بنتا ہے کہ آگے کیا ہوا لیکن علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ خلف عن قول السلف ہے یعنی سلف میں سے کسی نے بھی اس کا قول نہیں کیا کہ یہ مقدَّمة ہے اس لئے یہ صحیح نہیں۔

﴿۳﴾ **تحقیقِ ماخذی**:۔ تیسری تحقیق لفظِ مقدمہ میں ماخذی ہے ماخذی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظِ مقدمہ کس سے نکلا

Marfat.com

ہے سو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ مقدمۃ الجیش سے نکلا ہے مقدمۃ الجیش بڑی فوج کے ایک چھوٹے سے دستہ کو کہا جاتا ہے جو کہ فوج سے پہلے آگے بھیج دیا جاتا ہے تا کہ وہ آگے جا کر کیمپ لگائے اور فوج کیلئے بندوبست کرے تا کہ بعد میں آنے والی بڑی فوج کو کوئی دقت ومشقت نہ آٹھانی پڑے اس فوج کے چھوٹے دستے کو مقدمۃ الجیش کہتے ہیں یہ مقدمہ کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے اس کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے وہ چھوٹا دستہ آگے جا کر بڑی فوج کیلئے انتظامات کرتا ہے تا کہ بڑی فوج کو بعد میں تکلیف نہ ہو ایسے ہی مقدمہ میں کچھ تھوڑے سے ایسے مسائل بیان کیے جاتے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے آنے والے بڑے اور مقصودی مضامین کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے آنے والے مسائل کے سمجھنے میں دقت نہیں آٹھانی پڑتی۔

﴿۴﴾ **اشتمالی تحقیق**:۔ اشتمالی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ مقدمہ کن مضامین پر مشتمل ہوگا جس کو اغراضِ شارح بھی کہا جاتا ہے یعنی اس مقدمہ میں کن چیزوں کو بیان کیا جائے گا فیھا امور ثلاثۃ کی عبارت میں اس تحقیق کو یزدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ مقدمہ تین چیزوں پر مشتمل ہے۔(۱) مقدمہ میں علم منطق کی تعریف بیان کی جائے گی۔(۲) منطق کی احتیاجی بیان کی جائیگی جس کے ضمن میں غرض منطق بھی واضح ہو جائے گی۔(۳) منطق کا موضوع بیان کیا جائے گا۔

﴿۵﴾ **معنوی تحقیق**:۔ یعنی لفظِ مقدمہ کا معنی کیا ہے اس کو یزدی صاحب نے والمراد منھا الخ میں بیان کیا۔

معنوی تحقیق کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ مقدمہ دو قسم پر ہے۔ایک مقدمۃ الکتاب دوسرا مقدمۃ العلم ۔منطق کی کتابوں میں اور عام کتابوں میں جو مقدمہ بیان کیا جاتا ہے وہ مقدمۃ العلم ہوتا ہے البتہ مختصر المعانی کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ مقدمۃ الکتاب ہے کتاب کے اندر چونکہ پینتیس احتمالات تھے لھذا اگر کتاب سے مراد الفاظ اور نقوش ہو تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ کلام کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو اصل مقصود سے پہلے بیان کیا جاتا ہے اسلئے کہ مقصود کا اس سے تعلق ہوتا ہے یا یہ ٹکڑا الفاظ کا مقصود کے سمجھنے میں نفع مند ہوتا ہے اور اگر کتاب سے مراد معانی ہوں تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا مقدمہ معانی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں کہ جن پر علم میں علی وجہ البصیرت شروع ہونا موقوف ہو یعنی علم میں علی وجہ البصیرت شروع ہونے کیلئے ان معانی کا جاننا ضروری ہو اس مقام میں جیسے کتاب کے اندر سات احتمالات نکلتے تھے ایسے ہی لفظ مقدمہ کے معنی میں بھی وہ احتمالات بدستور نکل سکتے ہیں لیکن منطقیوں نے صرف یہاں دو احتمالات ہی کو بیان کیا ہے زیادہ کو بیان نہیں کیا یعنی صرف الفاظ اور معانی والے دو احتمالات کو منطقیوں نے ذکر کیا ہے باقی پانچ احتمالات کو ذکر نہیں کیا۔

فائدہ:۔ **مقدمۃ العلم ومقدمۃ الکتاب میں نسبت** عموم وخصوص مطلق کی ہے مقدمۃ الکتاب یہ اعم مطلق ہے اور

Marfat.com

مقدمۃ العلم یہ اخص مطلق ہے جہاں مقدمۃ العلم ہوگا وہاں مقدمۃ الکتاب ضروری ہوگا کیونکہ مقدمۃ العلم تو معانی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کہ مقصود کے شروع کرنے میں مفید ہوتا ہے جہاں معانی ہونگے وہاں الفاظ ضروری ہونگے اسلئے یہاں مقدمۃ الکتاب ضروری ہوگا لیکن جہاں مقدمۃ الکتاب ہو وہاں ضروری نہیں کہ مقدمۃ العلم ہو کیونکہ مقدمۃ الکتاب تو الفاظ کے ایک ٹکڑے کا نام ہے جو کہ مقصود سے پہلے بیان ہوتا ہے جہاں الفاظ ہوں وہاں معانی کا ہونا ضروری نہیں اسلئے یہاں مقدمۃ العلم کا ہونا بھی ضروری نہیں۔

قَوْلُهُ اَلْعِلْمُ: هُوَ الصُّوْرَةُ الْحَاصِلَةُ مِنَ الشَّیْءِ عِنْدَ الْعَقْلِ وَالْمُصَنِّفُ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِتَعْرِيْفِهٖ اِمَّا لِلْاِكْتِفَاءِ بِالتَّصَوُّرِ بِوَجْهٍ مَّا فِیْ مَقَامِ التَّقْسِيْمِ وَاِمَّا لِاَنَّ تَعْرِيْفَ الْعِلْمِ مَشْهُوْرٌ مُسْتَفِيْضٌ وَاِمَّا لِاَنَّ الْعِلْمَ بَدِيْهِیُّ التَّصَوُّرِ عَلٰی مَا قِيْلَ

ترجمہ:۔علم وہ صورۃ ہے جو حاصل ہونے والی ہوشی سے عقل کے ہاں۔اور مصنف نے اس کی تعریف کو ذکر نہیں کیا یا تو علم کے تصور بوجہ ما کی وجہ سے یا اسلئے کہ علم کی تعریف مشہور و معروف ہے یا اسلئے کہ علم بدیہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو چیزیں ہیں (۱) مصنف نے علم کی تعریف نہیں کی۔ یزدی صاحب اس کی تعریف بیان کررہے ہیں (۲) ماتن پر ہونے والے اعتراض کہ علم کی تعریف کئے بغیر اس کی تقسیم شروع کردی جوابات دینا۔اس اعتراض کے یزدی نے تین جوابات دیئے ہیں۔

علم کی تعریف:۔الصورۃ الحاصلۃ من الشئ عند العقل (کسی شئی صورت کا عقل کے ہاں حاصل ہوجانا)

اعتراض:۔ماتن علامہ تفتازانی پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے علم کی تعریف کئے بغیر اسکی تقسیم شروع کردی ہے حالانکہ تقسیم سے پہلے تو معرِّف کی تعریف کی جاتی ہے اس اعتراض کے یزدی نے تین جواب دئے ہیں۔

جواب (۱):۔ماتن نے علم کی تعریف اسلئے نہیں کی کیونکہ مقامِ تقسیم میں تصور بوجہ ما کافی ہوتا ہے تقسیم کیلئے تصور بوجہ ما کا مطلب ہے مختصر سا تصور علم کا۔تصور بوجہ ما وہ دانستن (جاننا) ہے یعنی اتنا معلوم کرلیا کہ علم کا معنی جاننا ہے یہ علم کی تقسیم کیلئے کافی ہے اور اتنا تو معلوم تھا اس لئے تعریف نہیں کی۔

جواب (۲):۔علم کی تعریف مشہور و معروف تھی کہ علم اس صورت کو کہتے ہیں جو کسی شی کی عقل کے نزدیک حاصل ہوتی ہے اسی شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے علم کی تعریف نہیں کی۔

Marfat.com

جواب (۳):۔علم بدیہی تھا جیسا کہ امام رازی کا مذہب بھی یہی ہے اور تعریف تو نظری چیز کی کی جاتی ہے علم چونکہ بدیہی التصور تھا اس لئے علم کی تعریف نہیں کی۔

فائدہ:۔علم کی تعریف کیا ہے؟ منطقیوں کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔علم کی پانچ تعریفیں کی گئی ہیں لیکن شارح نے علم کی تعریف کرتے ہوئے الصورۃ الحاصلۃ الخ والی تعریف کو اختیار کیا اس کی وجہ اور وہ پانچ تعریفیں مکمل سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید ﴿۱﴾:۔اللہ تعالی نے انسان کو جو دماغ دیا ہے یہ ایک آئینہ ہے جیسے شیشے کا آئینہ ہوتا ہے جیسے شیشے کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی رکھا جائے تو اس شئی کی صورت شیشے میں نقش ہوتی ہے ایسے ہی دماغ کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی کیا جائے تو اس شی کی صورت بھی دماغ میں نقش ہو جاتی ہے دماغ کے آئینہ اور شیشے کے آئینے میں اتنا فرق ہے کہ شیشے کے آئینے میں صرف محسوس ومبصر چیزوں کی شکلیں آتی ہیں مثلا درختوں پہاڑوں اور انسانوں وغیرہ کی شکلیں اس میں آتی ہیں معقولی چیز کی شکلیں مثلا محبت، بغض، حسد، عداوت، کی شکلیں اس آئینہ میں نہیں آتیں۔لیکن دماغ کا آئینہ یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ اس میں محسوسات کی شکلیں بھی آتی ہیں اور معقولات کی شکلیں بھی آتی ہیں۔

تمہید ﴿۲﴾:۔جب بھی انسان کسی شئی کا علم حاصل کرے گا تو اس کیلئے اس معلوم شئی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہوگا ورنہ تو علم حاصل نہیں ہوگا دلیل اس بات کی کہ معلوم شئی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے وہ یہ کہ اگر معلوم شئی کا موجود ہونا ضروری نہ ہوتا تو پھر ہر شخص یہ دعوی کر سکتا تھا کہ مجھے کائنات کی تمام چیزوں کا علم ہے لیکن کائنات کی تمام چیزوں کو کسی نے نہیں دیکھا اس لئے کوئی یہ دعوی بھی نہیں کر سکتا اور اگر بالفرض کوئی یہ دعوی کرے بھی کہ مجھے فلاں شئی کا علم ہے اور اس نے اس شئی کو دیکھا بھی نہ ہو تو اس کو اپنے اس دعوے میں جھوٹا سمجھا جائے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ معلوم شئی کا عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے چاہے معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو یا معلوم کی صورت اگر معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو تو اس کو علم حضوری کہتے ہیں جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں۔انسان کی قوت عاقلہ یہ عالم ہے اور وجودِ انسانی معلوم ہے جو کہ اس قوت عاقلہ کے سامنے موجود ہے۔اور اگر وہ معلوم شئی کی ذات تو عالم کے پاس موجود نہ ہو لیکن عالم کے ذہن میں اس کی صورت موجود ہو تو اس کو علم حصولی کہیں گے جیسے زید نے عمر کو ایک مرتبہ دیکھا پھر زید کے سامنے کبھی کسی نے عمر کا نام لیا تو تھوڑی غور کے بعد زید کو عمر کا علم آ گیا اگر چہ یہاں عمر کی ذات تو زید کے پاس موجود نہیں لیکن عمر کی صورت زید کے ذہن میں ہے ان دونون علموں میں سے ہر ایک کی عالم کے اعتبار سے پھر دو دو قسمیں ہیں عالم اگر قدیم

ہے تو اس کا علم بھی قدیم ہوگا اور اگر عالم حادث ہے تو پھر اس کا علم بھی حادث ہوگا اس اعتبار سے علم کی چار قسمیں بن جائیں گی (۱) علم حضوری قدیم (۲) علم حضوری حادث (۳) علم حصولی قدیم (۴) علم حصولی حادث۔

(۱) علم حضوری قدیم کی مثال:۔ جیسے اللہ تعالے کا علم اپنی ذات کے بارے میں اور تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حضوری قدیم ہے حضوری تو اس لئے کہ تمام کائنات اللہ تعالی کے سامنے موجود ہے اور قدیم اس لئے کہ عالم یعنی اللہ تعالی کی ذات قدیم ہے قدیم اس کو کہتے ہیں جس کی نہ ابتداء ہو اور نہ انتہا ہو۔

(۲) علم حضوری حادث کی مثال:۔ جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں علم حضوری حادث ہے حضوری تو اس لئے کہ انسان کی ذات تو قوت عاقلہ (عالم) کے سامنے موجود ہے اور حادث اس لئے کہ یہاں عالم حادث ہے۔

(۳) علم حصولی قدیم کی مثال:۔ جیسے عقول عشرہ جو کہ مناطقہ کے نزدیک قدیم ہیں اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ قدیم نہیں مناطقہ کے مذہب کے اعتبار سے عقول عشرہ جن کو دس فرشتے بھی کہا جا سکتا ہے ان کا علم تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حصولی قدیم ہے حصولی تو اسلئے ہے کہ وہ صورت کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں اور قدیم اس لئے کہ عقول عشرہ جو کہ عالم ہیں اور مناطقہ کے ہاں یہ قدیم ہیں

(۴) علم حصولی حادث کی مثال:۔ جیسے زید کا علم عمر کے بارے میں جیسا کہ ماقبل میں گزرا یہ علم حصولی حادث ہے حصولی تو اسلئے کہ معلوم کی صورت موجود ہے اور حادث اسلئے کہ عالم یعنی انسان کے قوت عاقلہ یہ حادث ہے۔

تمہید ﴿۳﴾:۔ جہاں بھی انسان کسی چیز کا علم حاصل کرے گا تو وہاں پانچ چیزیں ضرور ہوں گی

(۱) وہ معلوم چیز عقل کے سامنے موجود ہوگی خواہ ذات کے اعتبار سے یا صورت کے اعتبار سے اس کو منطقی الحاضر عند المدرك کہتے ہیں۔

(۲) اس معلوم شئی کی صورت کا ذہن میں منقش ہو جانا اس کو منطقی الصورة الحاصلة من الشئی عند العقل سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۳) اس معلوم شئی کی صورت کا ذہن میں حاصل ہونا یہ معنی مصدری اسکو منطقی حصول صورة الشئی فی العقل سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴) نفس یعنی عقل کا اس معلوم شئی کی صورت کو قبول کر لینا قبول النفس لتلك الصورة۔

(۵) عالم اور معلوم کے درمیان تعلق کا ہونا اس کو منطقی الاضافة بين العالم والمعلوم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب مناطقہ کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔ وہ اختلاف صرف تعیین کے بارے میں ہے ان پانچ چیزوں کے ہونے کا ہر منطقی قائل ہے لیکن علم ان پانچ چیزوں میں سے کس کا نام ہے اسمیں پھر اختلاف ہے بعض نے الصورۃ الحاصلۃ الخ کو علم کہا بعض نے حصول صورۃ الشئی الخ وغیرہ کو علم کہا۔

اعتراض:۔ یہاں شارح یزدی پر اعتراض ہوتا ہے کہ علم کی جو پانچ تعریفیں کی جاتی ہیں ان میں سے الصورۃ الحاصلۃ من الشئی عند العقل کو کیوں اختیار کیا؟ عام طور پر تو مناطقہ اپنی کتابوں میں حصول صورۃ الشئی فی العقل والی تعریف کو ذکر کرتے ہیں یزدی نے اس تعریف کو کیوں ترجیح دی؟

جواب:۔ یزدی نے الصورۃ الحاصلۃ من الشئی عند العقل والی تعریف کو ترجیح چند وجوہات کی بنا پر دی ہے

پہلی وجہ:۔ ماتن نے جو علم کی تقسیم آگے بدیہی اور نظری کی طرف کی ہے اس میں علم نظری کے حصول کیلئے غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے اور نظر وفکر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ چند امور معلومہ کو ترتیب دینا ایسے طریقے سے کہ ان کے ذریعے مجہول چیز حاصل ہو جائے امور معلومہ کے ترتیب دینے کو کسب کہتے ہیں اور مجہول کا اس کے ذریعے سے حاصل کرنا اسکو اکتساب کہتے ہیں یہ کسب واکتساب الصورۃ الحاصلۃ والی تعریف میں تو ہوسکتا ہے لیکن باقی چاروں میں یہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کہ ان میں معنی مصدری ہے اور معنی مصدری نہ کاسب ہوتا ہے اور نہ مکتسب ہوتا ہے اس لئے یزدی نے اس تعریف کو ترجیح دی ہے۔

دوسری وجہ:۔ حصول صورۃ الشئی فی العقل میں تو فی ظرفیت کیلئے ہے اس کا مطلب یہ کہ کسی شئ کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا اسکو علم کہتے ہیں اگر وہ عقل میں صورت حاصل نہ ہو تو اسکو علم نہیں کہتے اس تعریف کے مطابق کلیات کا علم تو علم کی تعریف میں تو داخل ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم عقل میں حاصل ہوتا ہے لیکن جزئیات کا علم اس تعریف سے خارج ہوتا ہے کیونکہ وہ عقل میں نہیں بلکہ قوت وہمیہ میں حاصل ہوتا ہے جو کہ عقل کے قریب ہے اسلئے الصورۃ الحاصلۃ والے معنی کو ترجیح دی تا کہ علم کی تعریف کلیات وجزئیات دونوں کے علم کو شامل ہو جائے اب چونکہ اس تعریف میں فی ظرفیت والی نہیں اب معنی یہ ہوگا کہ عقل کے نزدیک کسی شئے کی صورت کا حاصل ہونا چاہے وہ عقل میں حاصل ہو یا عقل کے نزدیک قوت وہمیہ میں ہر دو صورتوں میں عقل کے نزدیک تو ہے۔

تیسری وجہ:۔ کہ حصول صورۃ الشئی میں صورت کی اضافت شئ کی طرف ہے اس اضافت کا تقاضہ یہ ہے کہ شئ کی صورت صادق اگر ذہن میں جائے یعنی علم صادق ہو تو اس کو علم کہا جائے اور اگر اس شئ کی صورت ذہن میں نہ لے جائی جائے بلکہ صورت کسی اور شئ کی ذہن میں لے جائی جائے یعنی علم کاذب ہو تو اس کو علم نہ کہا جائے یزدی نے الصورۃ الحاصلہ

Marfat.com

والے معنی کو ذکر کر کے علم صادق اور کاذب دونوں کو علم کی تعریف میں داخل کر دیا اس میں چونکہ اضافت صورت کی شئی کی طرف نہیں اس لئے اب معنی یہ ہوگا کسی شئی کی صورت کا ذہن میں حاصل ہو جانا چاہے وہ صورت صادق ہو یا کاذب۔

چوتھی وجہ:۔ حصول صورۃ الشئی فی العقل کے ساتھ جن لوگوں نے علم کی تعریف کی ہے انہوں نے بھی حصول کو حاصلہ کے معنی میں کیا اور پھر الصورۃ موصوف کو پہلے کر کے الحاصلہ صفت کو بعد میں لایا اور الصورۃ الحاصلہ الخ معنی کیا ہے یزدی کہتا ہے کہ مین نے یہ تکلف نہیں کیا بلکہ ابتداء ہی الصورۃ الحاصلہ کہ دیا اس میں کونسی خرابی ہے۔

پانچویں وجہ:۔ اس کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ علم کی جو ہم نے تقسیم تصور و تصدیق یا بدیہی و نظری کی طرف کر رہے ہیں یہ تقسیم علم حصولی حادث کی ہے علم حضوری کی یہ تقسیم نہیں نیز علم حصولی قدیم کی بھی یہ تقسیم نہیں کیونکہ علم کی یہ تقسیم علم حصولی حادث کے اعتبار سے تھی اسلئے یزدی صاحب نے الصورۃ الحاصلۃ من الشئی عند العقل والی تعریف کی ہے تا کہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ یہ علم حصولی کی تقسیم ہے۔ وہ اشارہ اس تعریف سے اس طرح ہوا کہ جب انہوں نے الصورۃ کا لفظ اس تعریف میں بولا تو علم حضوری نکل گیا کیونکہ وہاں صورت نہیں ہوتی بلکہ ذات ہوتی ہے جب الحاصلہ کا لفظ بولا تو اس سے علم حصولی قدیم نکل گیا کیونکہ الحاصلہ کا معنی تو یہ ہے کہ پہلے نہ ہو اور اب حاصل ہو اور قدیم تو اس کو کہتے ہیں جو ازل سے ابد تک ہو۔

متن : العلم ان کان اذعانا للنسبۃ الخ

متن کی اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اس جگہ مصنف نے علم کی دو قسموں میں سے ہر ایک کی تعریف کی ہے جس کی تفصیل ہم متن کی مختصر تشریح میں ذکر کر چکے ہیں۔

قَوْلُهٗ اِنْ كَانَ اِذْعَانًا لِلنِّسْبَةِ: اَیْ اِعْتِقَادًا بِاللِّنِسْبَةِ الْخَبْرِيَّةِ الثُّبُوْتِيَّةِ كَالْاِذْعَانِ بِاَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اَوِ السَّلْبِيَّةِ كَالْاِعْتِقَادِ بِاَنَّهٗ لَيْسَ بِقَائِمٍ فَقَدِ اخْتَارَ مَذْهَبَ الْحُكَمَاءِ حَيْثُ جَعَلَ التَّصْدِيْقَ نَفْسَ الْاَذْعَانِ وَالْحُكْمَ دُوْنَ الْمَجْمُوْعِ الْمُرَكَّبِ مِنْهُ وَمِنْ تَصَوُّرِ الطَّرَفَيْنِ كَمَا زَعَمَهُ الْاِمَامُ الرَّازِیُ وَاخْتَارَ مَذْهَبَ الْقُدَمَاءِ حَيْثُ جَعَلَ مُتَعَلَّقَ الْاِذْعَانِ وَالْحُكْمِ الَّذِیْ هُوَ جُزْءٌ اَخِيْرٌ لِلْقَضِيَةِ هُوَ النِّسْبَةُ الْخَبْرِيَّةُ الثُّبُوْتِيَّةُ اَوِ السَّلْبِيَّةُ لَا

وُقُوْعُ النِّسْبَةِ الثُّبُوْتِيَّةِ التَّقْيِيْدِيَّةِ اَوْ لَا وُقُوْعُهَا وَسَيُشِيْرُ اِلٰى تَثْلِيْثِ اَجْزَاءِ الْقَضِيَّةِ فِىْ مَبَاحِثِ الْقَضَايَا ۔

ترجمہ:۔یعنی نسبت خبریہ ثبوتیہ یاسلبیہ کے اعتقادکو(تصدیق کہاجاتاہے)مثلا زید کے قائم ہونے کااعتقادیازید کے قائم نہ ہونے کااعتقاد۔پس مصنف نے حکماء کے مذہب کواختیارفرمایاہےاس طرح کہ نفس اعتقاداورحکم کوتصدیق قراردیاہےنہ کہ تصورطرفین اورحکم کے مجموعہ مرکبہ کو۔جیسا کہ گمان کیاہےاس کوامام رازی نے۔اور ماتن نے متقدمین کامذہب اختیارکیاہے کیونکہ اذعان وحکم کامتعلق قضیہ کی اس جزءاخیرکوقراردیاہے جونسبت خبریہ ثبوتیہ یاسلبیہ ہے۔نسبت ثبوتیہ تقیدیہ کے وقوع یالا وقوع کواذعان وحکم کامتعلق نہیں قراردیا کیونکہ مباحث قضایامیں مصنف عنقریب اشارہ فرمائیں گےقضیہ کےاجزاءتین ہونے کی طرف قضایاکی بحث میں۔

اغراضِ شارح:۔ای اعتقادا باللنسبة الخ سے واختار تک صرف توضیح متن ہےاور واختار سےلیکر و سیشیر تک غرض شارح دومختلف فیہ مسئلوں کوبیان کرناہےاور ماتن کے مذہب کومتعین کرناہےاورو سیشیر سےلیکر آخرتک غرض شارح ایک اعتراض کاجواب دیناہے۔

ان کان اذعانا للنسبة: ۔یہاں اذعان کامعنی اعتقادکاہےیقین کانہیں کیونکہ اگر یقین والامعنی ہوتو پھرتصدیق کے نیچےعلم کےتین اقسام عین الیقین، حق الیقین، علم الیقین تو داخل ہوں گے۔باقی تین قسم(جہل مرکب،تقلید، ظن غالب)داخل نہیں ہوں گے کیونکہ ان میں نسبت کاگمان غالب تو ہوتاہےلیکن یقین نہیں ہوتااس لئے اس نے اعتقاد کامعنی کیاہے کہ نسبت خبری کاگمان غالب ہوتو وہ تصدیق ہےان چھ قسموں میں گمان غالب سب میں ہوتاہےلہذااب تصدیق کے نیچےعلم کی چھ قسمیں(۱)جہل مرکب(۲)تقلید(۳)ظن(۴)علم الیقین(۵)عین الیقین(۶)حق الیقین یہ داخل ہوں گے۔

قد اختار مذهب الحكماء الخ:۔یہاں سےلیکرآخرقول تک یزدی کی غرض دومختلف فیہ مسائل بیان کرناہے اوران میں ماتن یعنی تفتازانی کے مذہب کومتعین کرنامقصودہے۔

پہلامسئلہ مختلف فیہ: وہ یہ ہے کہ آیا تصدیق بسیط ہے یا کہ مرکب حکماء کے ہاں تصدیق بسیط ہےاورامام رازیؒ کے ہاں تصدیق مرکب ہے۔امام رازی اورحکماء کے مذہب میں تین قسم کافرق ہے۔

پہلافرق:۔حکماء کے ہاں تصورات ثلاثہ(موضوع کاتصور،محمول کاتصور،نسبت تامہ کاتصور)یہ تینوں تصورات تصدیق کیلئے

Marfat.com

شرط ہیں اور امام رازی کے نزدیک تصدیق کا شطر (جزوء) ہیں۔

دوسرا فرق:۔ حکماء کے ہاں حکم عین تصدیق ہے اور امام رازی کے نزدیک حکم جزو تصدیق ہے۔

تیسرا فرق:۔ حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق مرکب ہے۔

یہاں یزدی نے یہ بات واضح کر دی کہ علامہ تفتازانی کا مذہب حکماء والا ہے یعنی تفتازانی کے ہاں تصدیق بسیط ہے وہ اس طرح معلوم ہوا کہ تفتازانی نے علم کی تعریف میں کہا کہ اگر نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے یہاں فتصدیق میں یہ تصدیق خبر ہے مبتداء ھی محذوف ہے مطلب یہ ہوگا کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ نسبت تصدیق ہے نہ کہ مجموعہ تصوراتِ ثلاثہ اور حکم۔

دوسرا مسئلہ مختلف فیہ:۔ آیا قضیہ کے اجزاء تین ہیں یا چار؟ اس میں متقدمین مناطقہ اور متاخرین مناطقہ کا آپس میں اختلاف ہے

متقدمین کا مذہب:۔ اجزاء قضیہ کے تین ہیں اس کی مختصر سی وجہ اور پس منظر یہ ہے کہ قدماء کہتے ہیں کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں ان دونوں کا متعلَق کسی ایک چیز کو نکالو تا کہ کسی وقت یہ دونوں جمع بھی ہو سکیں ورنہ اگر آپ متعلق ایک نہیں نکالیں گے تو پھر ان میں منافرتِ بعیدہ پیدا ہو جائے گی کبھی بھی پھر جمع نہیں ہو سکیں گے ان دونوں کا متعلق ایک ہی نسبت کو نکالو یعنی ایک ہی نسبت کا اگر صرف تصور ہو تو وہ تصور ہے اور اگر گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے جیسے یقظہ اور نوم یہ دونوں ایک ہی آدمی کو عارض ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے۔ ایسے ہی یہاں تصور اور تصدیق ایک ہی نسبت کو یکے بعد دیگرے عارض ہونگے۔

متاخرین کا مذہب:۔ (۱) موضوع (۲) محمول (۳) نسبت تقیید یہ (۴) وقوع نسبت لاوقوع نسبت۔ اجزاء قضیہ کے چار ہیں انہوں نے اس کی وجہ اور پس منظر یہ پیش کیا ہے کہ تصور اور تصدیق یہ ایک شی ہے لھذا انکا متعلق جدا جدا نکالو ورنہ اگر ایک ہی متعلق نکالو گے تو پھر یہ ایک ہی شی بن جائیگا اس لئے متاخرین نے تصور اور تصدیق کا متعلق دو نسبتیں نکالیں ایک نسبت تقیدی اور دوسری نسبت وقوعی یا لاوقوعی نسبت تقیدی کا متعلق تصور کو بنایا اور دوسری کا متعلق تصدیق بنایا تو اب زید قائم میں متقدمین کے ہاں قیام زید یہ ایک ہی نسبت ہے اس کے ساتھ تصور اور تصدیق متعلق ہونگے لیکن متاخرین کے نزدیک یہاں دو نسبتیں ہیں ایک تقیدی قیام زید اور دوسری وقوعی لاوقوعی وہ قیام زید ہست یا نیست ہے۔

یہاں یزدی نے متعین کر دیا کہ علامہ تفتازانی کے ہاں متقدمین کا مذھب پسندیدہ ہے یعنی ان کے ہاں بھی قضیہ کے اجزاء تین ہیں وہ اس طرح معلوم ہوا کہ اس نے کہا ان کان اذعانا للنسبة اور یہ نہیں کہا اذعانا للنسبة

Marfat.com

الوقوعية اولا وقوعية

وسيشير الخ:۔ سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں وقوعی لا وقوعی مراد نہیں ہوسکتا ہوسکتا ہے کہ وہ محذوف ہو؟

جواب:۔ ہمارے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ یہاں وقوع لا وقوع مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ آگے چل کر مصنف نے قضایا کی بحث میں قضیہ کے اجزاء کو تین بیان کیا ہے۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّا فَتَصَوُّرٌ: سَوَاءٌ كَانَ اِدْرَاكًا لِاَمْرٍ وَاحِدٍ كَتَصَوُّرِ زَيْدٍ اَوْ لِاُمُوْرٍ مُتَعَدِّدَةٍ بِدُوْنِ النِّسْبَةِ كَتَصَوُّرِ زَيْدٍ وَعَمْرٍو اَوْ مَعَ نِسْبَةٍ غَيْرِ تَامَّةٍ كَتَصَوُّرِ غُلَامِ زَيْدٍ اَوْ تَامَّةٍ اِنْشَائِيَّةٍ كَتَصَوُّرِ اِضْرِبْ اَوْ خَبَرِيَّةٍ مُدْرِكَةٍ بِاِدْرَاكٍ غَيْرِ اِذْعَانِيٍّ كَمَا فِى الصُّوْرَةِ التَّخْيِيْلِ وَالشَّكِّ وَالْوَهْمِ

ترجمہ:۔ (اور اگر علم نسبۃ خبریہ کا اعتقاد نہ ہو تو وہ تصور ہے) برابر ہے کہ ایک چیز کا تصور ہو جیسے زید کا تصور یا متعدد چیزوں کا تصور ہے بغیر نسبت کے جیسے زید اور عمر کا تصور یا ایسی نسبت غیر تامہ کا تصور ہو جس پر سکوت صحیح نہیں ہے جیسے غلام زید ترکیب اضافی کا تصور یا نسبت تامہ انشائیہ کا تصور ہو جیسے اضرب صیغہ امر کا تصور ہے یا اس نسبت خبریہ کا تصور جو نسبت خبریہ غیر اذعانی تصور سے مدرک ہو جیسے تخیل شک وہم کی صورتوں میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تصور کے نیچے علم کے جتنے قسم داخل ہوتے ہیں ان کو بتانا ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہیں تو وہ تصور ہے اس میں تین فائدے ہیں کہ اگر سرے سے نسبت نہ ہو تو وہ بھی تصور ہوگا اس میں علم کی پانچ قسمیں احساس، تخیل، تعقل، توہم اور مرکب ناقص داخل ہو گئے مرکب تام خبری کی قید سے مرکب تام انشائی نکل گیا کہ مرکب تام انشائی اضرب لاتضرب یہ تصور کے نیچے داخل ہیں گمان غالب نہ ہو اس میں تخیل، وہم اور شک داخل ہو گئے گویا کہ تصور میں علم کے نو اقسام داخل ہوئے (۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام انشائی (۷) وہم (۸) شک (۹) تخیل

Marfat.com

متن : ویقتسمان بالضرورة الی الضرورة

ترجمہ متن:۔اور دونوں بدیہی طور پر تقسیم ہوتے ہیں بدیہی اور نظری کی طرف۔

تشریح متن: اس عبارت کا مختصر مطلب یہ کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں عام مناطقہ نے اس عبارت کی تشریح یوں کی ہے کہ یقتسمان کو یتقسمان کے معنی میں کیا اور الضرورة سے پہلے الی جارہ کو محذوف مان کر الضرورۃ کو منصوب بالنزع الخافض پڑھا۔ان مناطقہ کی اس توجیہ کی مطابق تقدیر عبارت یوں ہوگی وینقسمان باالضرورة الی الضرورة والاکتساب باالنظر اب بھی مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور اکتسابی کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔

قَوْلُهٗ وَيَقْتَسِمَانِ: اَلْاِقْتِسَامُ بِمَعْنٰى اَخْذِ الْقِسْمَةِ عَلٰى مَا فِى الْاَسَاسِ اَىْ يَقْتَسِمُ التَّصَوُّرُ وَالتَّصْدِيْقُ كُلًّا مِنْ وَصْفَيِ الضَّرُوْرَةِ اَىِ الْحُصُوْلِ بِلَا نَظْرٍ وَالْاِكْتِسَابِ اَىِ الْحُصُوْلِ بِالنَّظْرِ فَيَاْخُذُ التَّصَوُّرُ قِسْمًا مِنَ الضَّرُوْرَةِ فَيَصِيْرُ ضَرُوْرِيًّا وَقِسْمًا مِنَ الْاِكْتِسَابِ فَيَصِيْرُ كَسْبِيًّا وَكَذَا الْحَالُ فِى التَّصْدِيْقِ فَالْمَذْكُوْرُ فِىْ هٰذِهِ الْعِبَارَةِ صَرِيْحًا هُوَ اِنْقِسَامُ الضَّرُوْرَةِ وَالْاِكْتِسَابِ بِالنَّظْرِ وَيُعْلَمُ اِنْقِسَامُ كُلٍّ مِنَ التَّصَوُّرِ وَالتَّصْدِيْقِ اِلَى الضَّرُوْرِيِّ وَالْكَسْبِيِّ ضِمْنًا وَكِنَايَةً وَهِىَ اَبْلَغُ وَاَحْسَنُ مِنَ الصَّرِيْحِ۔

ترجمہ:۔فن لغت کی کتاب اساس میں اقتسام کے معنی اخذ القسمة لکھا ہوا ہے یعنی تصور وتصدیق حصہ حاصل کرتے ہیں وصف ضرورت اور وصف اکتساب دونوں ہر ایک کا اور ضرورت کا معنی ترتیب معلومات کے ذریعہ حاصل ہونا ہیں پس تصور ضرورۃ کا حصہ حاصل کر کے ضروری بن جاتا ہے اور اکتساب کا حصہ حاصل کر کے کسبی بن جاتا ہے اور ایسا ہی حال تصدیق میں ہے پس ماتن کی اس عبارت میں ضرورت اور اکتساب کا منقسم ہونا صراحۃ مذکور ہے اور تصور وتصدیق سے ہر ایک کا منقسم ہو جانا ضروری اور کسبی کی طرف ضمنا اور کنایۃ معلوم ہوگا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض یہ ہے کہ بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی جو توجیہات کر کے اپنا مقصود ثابت کیا ہے اس

Marfat.com

کے بغیر بھی مقصود ثابت ہوسکتا ہے۔

تشریح:۔ بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی توجیہات کر کے ایک مطلب نکالا ہے اس کے بغیر بھی اس مذکورہ عبارت سے یہ مطلب نکل سکتا ہے وہ اس طرح کہ یقتسمان یہ اقتسام سے نکلا ہے اقتسام کا معنی حصہ لے لینا حصہ لے لینے کی پہلے ایک خارجی مثال یوں سمجھ لیں پر اصل مقصد کو منطبق کرنا آسان ہو جائے گا مثال ایک تھالی میں سونا بھی رکھا ہوا ہے اور چاندی بھی زید نے آ کر کچھ سونے سے لیا اور چاندی میں سی کچھ لیا اور بعد میں بکر آیا اس نے بھی کچھ سونے سے لیا اور کچھ چاندی سے اب ان دونوں زید اور بکر میں سے ہر ایک ایک اپنے اس لئے ہوے حصے کا مالک ہے زید کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سونے کا بھی مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے بکر کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ سونے کا بھی مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے ہی یہاں بھی یزدی کہتا ہے کہ علم دو قسم پر ہے ضروری اور کسبی تصور نے آ کر کچھ ضروری سے حصہ لیا تو تصور نظری بن گیا اور کسبی سے کچھ حصہ لیا تو کسبی بن گیا ایسے ہی تصدیق نے آ کر ضروری سے حصہ لیا تو تصدیق ضروری بن گئی اور کسبی سے کچھ حصہ لیا تو تصدیق کسبی بن گئی تو گویا کہ ضرورت تصور کے ساتھ بھی مل گئی اور تصدیق کے ساتھ بھی مل گئی یہاں صراحۃ تو ضرورت تقسیم ہوئی وہ تصور کے ساتھ بھی ملی اور تصدیق کے ساتھ بھی ملی لیکن ضمنا اور کنایۃ یہاں تصور و تصدیق کی تقسیم ضروری اور کسبی کی طرف ہوئی تو گویا دوسرے مناطقہ کی اس توجیہ اور یزدی صاحب کی اس توجیہ میں صرف اتنا فرق ہوا کہ ان کی توجیہ میں صراحۃ تصور و تصدیق کی تقسیم ضروری اور کسبی کی طرف ہوئی اور یزدی صاحب کی توجیہ کے مطابق ضرورۃ کی تقسیم صراحۃ ہوئی تصور و تصدیق کی تقسیم ضمنا ہوئی۔

اعتراض:۔ یہاں صراحۃ تصور و تصدیق کی تقسیم کیوں نہیں کی؟

جواب:۔ کنایہ صریح سے زیادہ ابلغ ہوتا ہے کیونکہ اسمیں غور و خوض کے بعد معنی اصلی اور معنی مقصودی معلوم ہوتا ہے اور جس چیز میں مشقت اٹھانا پڑتی ہے وہ افضل اور بہتر ہوتی ہے لہذا کنایہ بھی صریح سے واضح اور ابلغ ہوگا۔

قَوْلُهٗ بِالضَّرُوْرَةِ: اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ بَدِيْهِيَّةٌ لَا تَحْتَاجُ اِلٰى تَجَشُّمِ الْاِسْتِدْلَالِ كَمَا ارْتَكَبَهُ الْقَوْمُ وَذَالِكَ لِاَنَّا اِذَا رَجَعْنَا اِلٰى وِجْدَانِنَا وَجَدْنَا مِنَ التَّصَوُّرَاتِ مَا هُوَ حَاصِلٌ لَنَا بِلَا نَظْرٍ كَتَصَوُّرِ الْحَرَارَةِ وَالْبُرُوْدَةِ وَمِنْهَا مَا هُوَ حَاصِلٌ لَنَا بِالنَّظْرِ وَالْفِكْرِ كَتَصَوُّرِ الْمِلْكِ وَالْجِنِّ وَكَذَا مِنَ التَّصْدِيْقَاتِ مَا يَحْصِلُ بِلَا نَظْرٍ كَالتَّصْدِيْقِ بِاَنَّ الشَّمْسَ مُشْرِقَةٌ وَ النَّارَ مُحْرِقَةٌ هُوَمِنْهَا مَا يَحْصُلُ بِالنَّظْرِ كَالتَّصْدِيْقِ بِاَنَّ الْعَالَمَ

Marfat.com

حَادِثٌ وَ الصَّانِعَ مَوْجُوْدٌ۔

ترجمہ:۔ یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تقسیم بدیہی ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ قوم نے اس کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات اس لئے ہے کہ جب ہم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم بعض تصورات کو پاتے ہیں جو ہمیں بغیر نظر وفکر کے حاصل ہوتے ہیں جیسے گرم اور سرد ہونے کا تصور اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نظر وفکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں جیسے فرشتے اور جن کا تصور اور اسی طرح تصدیقات میں سے بعض وہ ہیں جو بغیر نظر کے حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ آگ جلانے والی ہے اور ان میں بعض وہ ہیں جو نظر وفکر کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ عالم حادث ہے اور اس جہان کا بنانے والا موجود ہے۔

غرضِ شارح:۔ مناطقہ نے تصور وتصدیق کی تقسیم جو نظری اور ضروری کی طرف کی ہے اس کی انہوں نے دلیل دی ہے یزدی کی غرض اس قول سے یہ بتلانا ہے کہ یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح:۔ متن میں جو بالضرورۃ کا لفظ کھڑا ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں بالضرورۃ کا معنی بداھۃ یعنی واضح بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں اور بالضرورۃ کا مطلب واجب بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ تصور اور تصدیق وجوبی طور پر ضروری اور نظری کیطرف تقسیم ہوتے ہیں

یزدی صاحب فرماتے ہیں کہ تصور اور تصدیق کی نظری اور ضروری کی طرف تقسیم کی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی یہ تقسیم واضح اور روشن ہے اس لئے کہ جب ہم اپنی طبعیت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ بعض تصورات بدیھی ہیں یعنی ان میں غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے حرارت اور برودت کا تصور اور بعض تصورات ایسے ہیں کہ وہاں غور وفکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جن فرشتے کا تصور کیونکہ اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے کہ ھو جسم نوری الخ یہی حال تصدیقات کا ہے بعض میں غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے النار محرقة الشمس مشرقة اور بعض میں غور وفکر کی ضرورت ہوتی۔ ہے جیسے العالم حادث۔ تو چونکہ یہ بات طبعی طور پر معلوم ہوتی ہے لھذا اس کیلئے دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مناطقہ نے اس کی دلیل بھی دی ہے۔

دلیل: اگر تمام تصورات وتصدیقات بدیھی ہوتے تو پھر ہم سے کوئی بھی چیز مجہول نہ ہوتی حالانکہ بعض چیزیں مجہول بھی ہیں اور اگر تمام تصدیقات وتصورات نظری ہوتے تو پھر ہمیں کوئی چیز معلوم نہ ہوتی کیونکہ جس نظری کو ہم حاصل کرنا چاہیں گے اس

Marfat.com

کیلئے غور وفکر کرنی کی ضرورت پڑے گی اور یہ غور وفکر بھی تو نظری ہے کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں تو اس کیلئے ایک اور چیز کی ضرورت ہوگی اور وہ بھی نظری ہوگی کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں اس طرح یہ سلسلہ لاالی نھایہ چلا جائیگا اس کو تسلسل کہتے ہیں اور یہ باطل ہے۔ اور اگر یہ سلسلہ کسی مقام سے واپس لوٹے تو یہ دور ہے اور وہ بھی باطل ہے جیسا کہ دور اور تسلسل کی تعریف آپ اپنے مقام پر پڑھیں گے۔

اعتراض: جب مناطقہ نے تصور اور تصدیق کی تقسیم بدیہی اور نظری کی طرف کی دلیل دی ہے تو علامہ تفتازانی نے کیوں نہیں دی؟

جواب: ۔اس دلیل پر چونکہ اعتراضات ہوتے ہیں اسلئے انہوں نے اس کی دلیل نہیں دی وہ اعتراضات بڑی کتابوں میں سلم اور ملا جلال میں آئیں گے یہاں انکو ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

قَوْلُهٗ وَهُوَ مُلَاحَظَةُ الْمَعْقُوْلِ: اَیِ النَّظْرُ تَوَجُّهُ النَّفْسِ نَحْوَ الْاَمْرِ الْمَعْلُوْمِ لِتَحْصِیْلِ اَمْرٍ غَیْرٍ مَعْلُوْمٍ وَفِی الْعُدُوْلِ عَنْ لَفْظِ الْمَعْلُوْمِ اِلَی الْمَعْقُوْلِ فَوَائِدُ مِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنْ اِسْتِعْمَالِ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِی التَّعْرِیْفِ وَمِنْهَا التَّنْبِیْهُ عَلٰی اَنَّ الْفِكْرَ اِنَّمَا یَجْرِیْ فِی الْمَعْقُوْلَاتِ اَیِ الْاُمُوْرِ الْكُلِّیَّةِ الْحَاصِلَةِ فِی الْعَقْلِ دُوْنَ الْاُمُوْرِ الْجُزْئِیَّةِ فَاِنَّ الْجُزْئِیَّ لَا یَكُوْنُ كَاسِبًا وَلَا مُكْتَسِبًا وَمِنْهَا رِعَایَةُ السَّجْعِ

ترجمہ:۔ یعنی النظر امر معلوم کی طرف نفس کا متوجہ ہونا ہے امر غیر معلوم کو حاصل کرنے کیلئے اور لفظ معلوم سے معقول کی طرف عدول کرنے میں فوائد ہیں ان میں سے ایک بچنا ہے تعریف میں مشترک لفظ کو استعمال کرنے سے اور ان میں سے ایک تنبیہ اس بات پر کہ بلاشبہ فکر سوائے اس کے نہیں کہ جاری ہوتی ہے معقولات میں یعنی امور کلیہ میں جو حاصل ہونے والے ہیں عقل میں نہ کہ جزئیہ میں پس بلاشبہ جزئی نہ کاسب ہوتی ہے نہ مکتسب اور ان میں سے ایک سجع بندی کی رعایت ہے

اغراضِ شارح: ۔اس قولہ کی تین غرضیں ہیں (۱) ھو ضمیر کا مرجع بتلانا ہے (۲) معقول کا معنی بتانا (۳) معلوم کے لفظ کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے کا فائدہ بتلانا ہے۔

پہلی غرض: ۔ ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ یزدی نے النظر کی عبارت نکال کر بتلادیا کہ اس کا مرجع نظر ہے۔

دوسری غرض: ۔معقول کا معنی بتلایا کہ بمعنی معلوم ہے ھو ملاحظة المعقول سے نظر وفکر کی تعریف ہو رہی ہے نظر کا معنی ہوتا ہے نفس کو متوجہ کرنا امور معلومہ کی طرف تاکہ اس سے امر مجہول حاصل ہو جائے۔

Marfat.com

تیسری غرض:۔سوال ہوتا تھا کہ معقول کا معنی معلوم ہے تو معلوم کے لفظ کو کیوں نہ ذکر کر دیا؟ تو بتا دیا کہ معلوم کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے میں چند فوائد ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔لفظ معلوم یہ علم سے نکلا ہے اور علم یہ چھ معانی کے درمیان مشترک ہے اور لفظ معقول کا صرف ایک معنی معلوم ہے چونکہ یہاں نظر وفکر کی تعریف ہو رہی ہے اور تعریف میں لفظ مشترک کا استعمال صحیح نہیں ہوتا اس لئے معقول کا لفظ ذکر کیا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔علم کا لفظ علم کلیات وجزئیات دونوں پر بولا جاتا ہے تعقل، تو ہم کو بھی علم کہتے ہیں اگر یہاں علم کا لفظ ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ نظر وفکر نفس کے امور معلومہ کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ امور معلومہ کلیہ ہوں یا جزئیہ۔اور جب معقول کا لفظ استعمال کیا تو مطلب یہ ہوا کہ نظر وفکر نفس کے امور کلیہ کی کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں۔معلوم کے لفظ میں نظر وفکر امور کلیہ وجزئیہ دونوں میں ہوتی حالانکہ نظر وفکر تو صرف امور کلیہ میں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر وفکر اس لئے ہوتی ہے تا کہ اس کے ذریعے سے امور معلومہ سے امر مجہول کو حاصل کیا جائے اور حاصل ہونے والی چیز کلی ہوتی ہے جزئی نہیں ہوتی کیونکہ جزئی نہ کاسب (دوسرے کو حاصل کرنے کا ذریعہ) بنتی ہے اور نہ مکتسب (خود حاصل ہونا) یعنی ایک جزئی کے ذریعے سے دوسری جزئی کو حاصل نہیں کیا جا سکتا مثلا زید کے علم سے بکر کا علم نہیں آ سکتا اسے ہی جزئی کے جاننے سے خود جزئی کا علم بھی نہیں آتا۔

اعتراض:۔آپ نے کہا کہ جزئی کے جاننے سے جزئی کا اپنا علم بھی نہیں آتا حالانکہ ہم زید جزئی کو جانتے ہیں تو اس زید کی اپنی ذات مشخص کا علم تو آ ہی جاتا ہے؟

جواب:۔جزئی کے علم سے ہمیں جو جزئی کا جو علم آتا ہے وہ حقیقت میں کلی کے ذریعے سے آتا ہے کیونکہ ہمیں زید کے جاننے سے زید کا علم اس وجہ سے نہیں آیا کہ زید کی شکل ہمارے سامنے تھی کیونکہ شکل تو اس کی ابتداء (بچپن) میں اور تھی درمیان (جوانی) میں اور ہے بڑھاپے میں اور ہوگی بلکہ ہمیں جو زید کے جاننے سے اس کی ذات کا علم حاصل ہوا وہ ماہیت انسانی ہونے کی وجہ سے ہے اور ماہیت انسانی کلی ہے لھذا جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جزئی نہ کاسب ہے نہ مکتسب تو نظر وفکر بھی جزئی میں نہیں چلے گی اس لئے ماتن نے معقول کا لفظ بولا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ نظر وفکر صرف کلی میں چلتی ہے جزئی میں نہیں۔

فائدہ ﴿۳﴾:۔سجع بندی کی رعایت کی وجہ سے معقول کا لفظ بولا ہے چونکہ بعد میں مجہول کا لفظ آ رہا ہے اس کے آخر میں لام آ رہا تھا اس لئے یہاں معقول کا لفظ بولا کہ اس کے آخر میں بھی لام ہے اگر معلوم کا لفظ بولتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ اس کے آخر میں میم ہے لام نہیں۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ فِيْهِ الْخَطَاءُ: بِدَلِيْلِ اَنَّ الْفِكْرَ قَدْ يَنْتَهِىْ اِلٰى نَتِيْجَةٍ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ ثُمَّ وَقَدْ يَنْتَهِىْ اِلٰى نَقِيْضِهَا كَقِدَمِ الْعَالَمِ فَاَحَدُ الْفِكْرَيْنِ خَطَأٌ حِيْنَئِذٍ لَا مَحَالَةَ وَاِلَّا لَزِمَ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَاعِدَةٍ كُلِّيَّةٍ لَوْرُوْعِيَتْ لَمْ يَقَعِ الْخَطَأُ فِى الْفِكْرِ وَهِىَ الْمَنْطِقُ فَقَدْ ثَبَتَ اَحْتِيَاجُ النَّاسِ اِلَى الْمَنْطِقِ فِى الْعِصْمَةِ عَنِ الْخَطَأِ فِى الْفِكْرِ بِثَلَاثِ مُقَدَّمَاتٍ۔ اَلْاُوْلٰى اَنَّ الْعِلْمَ اِمَّا تَصَوُّرٌ اَوْ تَصْدِيْقٌ ۔وَالثَّانِيَةُ اَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا اِمَّا اَنْ يَحْصُلَ بِلَا نَظْرٍ اَوْ يَحْصُلَ بِالنَّظْرِ ۔وَالثَّالِثَةُ اَنَّ النَّظْرَ قَدْ يَقَعُ فِيْهِ الْخَطَأُ ۔فَهٰذِهِ الْمُقَدَّمَاتُ الثَّلٰثُ تُفِيْدُ اَحْتِيَاجَ النَّاسِ فِى التَّحَرُّزِ عَنِ الْخَطَأِ فِى الْفِكْرِ اِلٰى قَانُوْنٍ وَذَالِكَ هُوَ الْمَنْطِقُ وَعُلِمَ مِنْ هٰذَا تَعْرِيْفُ الْمَنْطِقِ اَيْضًا بِاَنَّهٗ قَانُوْنٌ يَعْصِمُ مُرَاعَاتُهَا الذِّهْنَ عَنِ الْخَطَأِ فِى الْفِكْرِ فَهٰهُنَا عُلِمَ اَمْرَانِ مِنَ الْاُمُوْرِ الثَّلٰثِ الَّتِىْ وُضِعَتِ الْمُقَدَّمَةُ لِبَيَانِهَا بَقِىَ الْكَلَامُ فِى الْاَمْرِ الثَّالِثِ وَهُوَ تَحْقِيْقُ اَنَّ مَوْضُوْعَ الْمَنْطِقِ مَاذَا فَاَشَارَ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَمَوْضُوْعُهُ الْمَعْلُوْمُ

ترجمہ:۔اور کبھی نظر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ فکر کبھی ایک نتیجہ مثلاً حدوث عالم کی طرف پہنچاتی ہے پھر دوسری فکر اس کی نقیض کی طرف جیسے قدم عالَم پس دو فکروں میں سے ایک اس وقت یقیناً غلط ہے ورنہ تو اجتماع نقیضین لازم آئیگا پس ایک قاعدہ کلیہ ضروری ہے کہ اگر اس کی رعایت رکھی جائے تو فکر میں خطاء واقع نہ ہو اور وہ منطق ہے پس منطق کی طرف لوگوں کی احتیاجی خطاء فی الفکر سے بچنے میں تین مقدمات سے ثابت ہوئی پہلا یہ کہ علم کی یا تصور ہے یا تصدیق دوسرا یہ کہ بلاشبہ ہر ایک یا تو حاصل ہوگا بغیر نظر کے یا حاصل ہوگا نظر کے ساتھ اور تیسرا یہ کہ بلاشبہ نظر میں کبھی غلطی واقع ہو جاتی ہے پس یہ تین مقدمات فائدہ دیتے ہیں لوگوں کی احتیاجی کا خطاء فی الفکر سے بچنے کیلئے ایک قانون کی طرف احتیاجی کا اور وہ قانون منطق ہے اور اس سے علم منطق کی تعریف بھی جانی گئی کہ وہ ایک قانون ہے بچاتا ہے اس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطاء فی الفکر سے۔پس یہاں تین میں سے دو امور جانے گئے جن کے بیان کیلئے مقدمہ کو وضع کیا گیا ہے باقی تیسری چیز میں کلام رہ گئی اور وہ اس بات کی تحقیق ہے کہ منطق کا موضوع کیا ہے پس اس کی طرف اپنے اس قول وموضوعہ المعلوم سے مصنف نے اشارہ کیا۔

غرضِ شارح:۔اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے جس میں احتیاج الی المنطق بھی بیان کررہے ہیں۔

احتیاج الی المنطق:۔ یہ بات ابھی گزری ہے کہ نظری چیز کو حاصل کرنے کیلئے غور وفکر کرنی پڑتی ہے اور نظر وفکر چند چیزوں کو ترتیب دینے کا نام ہے تاکہ مجہول چیز کو حاصل کا جاسکے اور امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں ہے اس غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت پڑتی ہے جس کے قوانین کی رعایت انسان کو اس غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطق ہے۔ یہاں ہم نے دو دعوے کئے (۱) امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے (۲) اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں ہے اب ہر دعوی کی دلیل جائیگی۔

پہلے دعوی کی دلیل:۔ اگر امور معلومہ کو ترتیب دینے میں غلطی واقع نہ ہوتی تو عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا حالانکہ عقلاء کے درمیان اختلاف موجود ہے مثلا بعض نے چند امور معلومہ کو ترتیب دینے کے بعد (العالم مستغن عن المؤثر وکل ماھو مستغن عن المؤثر فھو قدیم) نتیجہ نکالا العالم قدیم جبکہ بعض دوسرے حضرات نے چند امور معلومہ کو ترتیب دینے کے بعد (العالم متغیر وکل ماھو متغیر فھو حادث) نتیجہ نکالا کہ العالم حادث اب ان دونوں میں سے ایک ترتیب یقیناً غلط ہے دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں کیونکہ اجتماع نقیضین محال ہے اور دونوں درست بھی نہیں ہوسکتیں کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے۔

دوسرے دعوی کی دلیل:۔ اگر انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی ہوتی تو ان بڑے بڑے عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات ثابت ہوئی کہ نظر وفکر کی غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے اور اس قانون کا نام منطق ہے اسی سے یہ بات بھی ہمیں معلوم ہوگئی کہ علم منطق کی غرض وغایت نظر وفکر کی غلطی سے بچنا ہے یعنی صیانة الذھن عن الخطاء فی الفکر

فائدہ:۔ منطقی حضرات جب علم منطق کی تعریف کرتے ہیں تو ورسموہ کا لفظ بولتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حد ہوتی ہے دوسری رسم جب کسی شئ کی تعریف میں اس کی ذاتیات کو ذکر کیا جائے تو اس کو حد کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ حد ہے اور رسم وہ ہوتی ہے کہ تعریف میں شئ کی عرضیات کو ذکر کیا جائے۔ یہاں ہم نے منطق کی غرض صیانة الذھن عن الخطاء فی الفکر بیان کی ہے اور اسی غرض کے ساتھ تعریف بھی کی ہے ھو آلة قانونیة تعصم مراعاتھا الذھن عن الخطاء فی الفکر ۔علم منطق کی ذاتیات تو علم منطق کے مسائل ہیں غرض تو علم منطق

کی عرضیات میں سے ہے تو گویا ہم نے منطق کی تعریف عرضیات کے ساتھ کی ہے لھٰذا اس پر رسم کا لفظ بولا ہے حد کا نہیں۔

قَوْلُهٗ قَانُوْنٌ: اَلْقَانُوْنُ لَفْظٌ يُوْنَانِيٌّ مَوْضُوْعٌ فِي الْاَصْلِ لِمِسْطَرِ الْكُتَّابِ وَفِي الْاِصْطِلَاحِ قَضِيَةٌ كُلِّيَّةٌ يُتَعَرَّفُ مِنْهَا اَحْكَامُ جُزْئِيَاتِ مَوْضُوْعِهَا كَقَوْلِ النُّحَاةِ كُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٌ فَاِنَّهٗ حُكْمٌ كُلِّيٌّ يُعْلَمُ مِنْهُ اَحْوَالُ جُزْئِيَّاتِ الْفَاعِلِ

ترجمہ:۔ قانون یونانی لفظ ہے جو موضوع ہے کتاب کے مسطر کیلئے اصل میں۔ اصطلاح میں اس قضیہ کلیہ کو قانون کہا جاتا ہے جس کے ذریعے سے اس قضیہ کے موضوع کے جزئیات کے احکام معلوم پہچانے جائیں جیسے نحویوں کا قول ہے کل فاعل مرفوع (ہر فاعل مرفوع ہے) پس بلاشبہ یہ ایک حکم کلی ہے اس سے فاعل کی جزئیات کے احکامات پہچانے جاتے ہیں۔

اغراضِ شارح:۔ اس قولہ کی تین غرضیں ہیں (۱) یہ بتلایا ہے قانون کس لغت کا لفظ ہے (۲) موضوع فی الاصل الخ سے قانون کا اصلی معنی بیان کیا ہے (۳) اس قانون کا فی الحال معنی اور موجودہ معنی بیان کیا ہے۔

پہلی غرض:۔ قانون یا تو یونانی زبان کا لفظ ہے یا سریانی زبان کا۔ عربی لفظ نہیں ہے کیونکہ عربی لغت میں فاعول کے وزن پر کوئی اسم نہیں آتا اور یہ قانون فاعول کے وزن پر ہے۔

دوسری غرض:۔ اصل میں قانون منشیوں کے اس گتہ کو کہا جاتا تھا جس پر وہ پرکار وغیرہ کے ساتھ برابر سوراخ کرتے تھے اور ان سوراخوں میں دھاگہ سی لیتے تھے پھر سفید کاغذ کو اس دھاگہ پر رکھ کر زور سے ہاتھ پھیرتے تھے تو کاغذ پر اس دھاگہ کے نشانات پڑ جاتے تھے اس طرح کاغذ پر بالکل سیدھی لکیریں پڑ جاتی تھیں۔

تیسری غرض:۔ اس قانون کا فی الحال کیا معنی ہے تو اس کو قضية كلية الخ سے بیان کیا اس وقت قانون ایک قضیہ کلیہ کو کہتے ہیں جس کے موضوع کے جزئیات کے احکام پہچانے جاتے ہیں جیسے نحاۃ کے ہاں ایک قضیہ کلیہ ہے کل فاعل مرفوع اس قضیہ کلیہ کے موضوع (فاعل) کے جزئیات یعنی ضرب زید میں زید قام عمر میں عمر، خرج بکر میں بکر اس قضیہ کلیہ کے موضوع (ف، ا، ل) کے جزئیات ہیں ان کا حکم معلوم کرنا ہے کہ آیا ان کو مرفوع پڑھیں یا منصوب یا مجرور۔

القانون لفظ الخ:۔ قانون کی تعریف یزدی نے اس طرح کی ہے کہ هو قضية كلية کہ قانون ایک قضیہ کلیہ ہوگا قضیہ کلیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک قضیہ کلیہ مسورہ ہوگا اگر قضیہ کلیہ مسورہ نہ ہو تو اس کو قانون نہیں کہیں گے احترازی مثالیں اگر وہ قضیہ کلیہ نہ بلکہ جزئیہ ہو جیسے زید مرفوع اس کو قانون نہیں کہیں گے اگر قضیہ ہو لیکن کلیہ نہ ہو بلکہ وہ طبعیہ ہو جیسے

Marfat.com

الانسان نوع تو اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے کیونکہ یہاں تو طبعیت پر حکم ہے اور قانون تو وہ ہوتا ہے جہاں جزئیات کے احکام معلوم ہوں طبعیت کے جزئیات نہیں ہوتے بلکہ افراد ہوتے ہیں اور اگر وہ قضیہ کلیہ مسورہ نہیں بلکہ وہ قضیہ مہملہ ہے جیسے الانسان کاتب اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے۔

اعتراض:۔ آپ نے تعریف میں یہ کہا ہے کہ قضیہ کلیہ کے موضوع کے جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کے جزئیات کے احکام کیوں نہیں معلوم کئے جاتے موضوع کے جزئیات کے احکام کیوں معلوم کئے جاتے ہیں؟

جواب:۔ موضوع سے مراد ہمیشہ ذات ہوتی ہے اور محمول سے مراد ہمیشہ وصف ہوتی ہے اور یہ محمول ایک حکم ہوتا ہے جو کہ موضوع پر لگ رہا ہوتا ہے موضوع سے مراد چونکہ ذات ہوتی ہے اس ذات کے جزئیات کے احکام معلوم کرنے پڑتے ہیں محمول کا فرد ایک وصف اور حکم ہوتا ہے اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے قانون میں موضوع کے جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کے نہیں۔

موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ:۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم نے مثلاً کسی جزئی کو دیکھا مثلاً ضرب زید میں زید کو دیکھا کہ یہ فاعل ہے اس کا حکم معلوم کرنا ہے کہ یہ مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور یہ کیسے معلوم ہوگا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جزئی کو لیکر صغری بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبری بنائیں گے صغری بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس جزئی کا جس کا حکم معلوم کرنا ہے اس کو صغری کا موضوع بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کا جو موضوع ہے اس کا صغری کا محمول بنائیں گے مثلاً ضرب زید میں زید جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے تو اس زید کو صغری کا موضوع بنائیں گے قضیہ کلیہ کل فاعل مرفوع ہے اس موضوع فاعل ہے اس کو صغری کا محمول بنائیں گے اور زید فاعل کہیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبری بنائیں گے اب شکل اول تیار ہوگی وہ یہ ہوگی کہ زید فاعل وکل فاعل مرفوع نتیجہ نکلے گا زید مرفوع یہ اس جزئی کا حکم نکل آیا کہ زید کو مرفوع پڑھو۔

قَوْلُهٗ وَمَوْضُوْعُهٗ: مَوْضُوْعُ الْعِلْمِ مَا يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ عَوَارِضِهِ الذَّاتِيَّةِ وَالْعَرَضُ الذَّاتِيُّ مَا يَعْرِضُ لِلشَّيْءِ اِمَّا اَوَّلًا وَبِالذَّاتِ كَالتَّعَجُّبِ اللَّاحِقِ لِلْاِنْسَانِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ اِنْسَانٌ وَاِمَّا بِوَاسِطَةِ اَمْرٍ مُسَاوٍ لِذَالِكَ الشَّيْءِ كَالضِّحْكِ الَّذِيْ يَعْرِضُ حَقِيْقَةً لِلْمُتَعَجِّبِ ثُمَّ يُنْسَبُ عُرُوْضُهٗ اِلَى الْاِنْسَانِ بِالْعَرَضِ وَالْمَجَازِ فَافْهَمْ

ترجمہ: علم کا موضوع وہ چیز ہے کہ اس میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور عرض ذاتی وہ ہے کہ جو شئ کو عارض ہو یا تو اولا و بالذات جیسے تعجب لاحق ہونے والا ہے انسان کو اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اور یا کسی امر مساوی کے واسطے سے

Marfat.com

اس شی کا جیسے ضحک جو عارض ہوتا ہے حقیقۃ تعجب کرنے والے کو تو اس کا عروض منسوب کیا جاتا ہے انسان کی طرف بالعرض اور مجازا پس سمجھ لے۔

غرضِ شارح:۔اس قولہ کی غرض مطلق موضوع کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:۔مقدمہ جن تین چیزوں کیلئے وضع کیا گیا تھا ان میں سے دو (تعریف، غرض وغایت) کا بیان تو ماقبل میں ہو چکا ہے اب یہاں سے تیسری چیز موضوع کو بیان کرنا چاہتے ہیں مطلق موضوع یہ عام ہے اور منطق کا موضوع یہ خاص ہے یہاں اصل میں تو علم منطق کے موضوع کو بیان کرنا تھا لیکن خاص چونکہ عام کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا اسلئے پہلے عام یعنی مطلق موضوع کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد خاص یعنی منطق کے موضوع کو بیان کریں گے

مطلق موضوع کی تعریف:۔علم میں جس شی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اس شی کو اس علم کا موضوع کہا جاتا ہے جیسے علم طب میں انسان کے بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ کیسے بیمار ہوتا ہے اور کیسے تندرست ہوتا ہے اس لئے علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔

اب یہاں یہ سمجھنا ہے کہ عوارض ذاتیہ کون کونسے ہیں اور پھر ان کو مطلق موضوع کی تعریف پر منطبق کرنا ہے۔

فائدہ:۔جب ایک شی دوسری شی کو چمٹی ہوئی ہوتی ہے تو جو شی چمٹنے والی ہوتی ہے اس کو عارض اور جس کو چمٹی ہوئی ہو اس کو معروض اور اگر کسی واسطے کے ساتھ چمٹی ہوئی ہو تو اس کو واسطہ کہتے ہیں۔

عوارض ذاتیہ:۔جب ایک شی دوسری شی کو عارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی واسطے کے ذریعے سے عارض ہوگی یا بغیر واسطے کے۔اگر بغیر واسطے کے ہے تو یہ ایک صورت ہے جیسے تعجب انسان کو عارض ہے بغیر کسی واسطے کے۔اور اگر واسطے کے ساتھ عارض ہو تو پھر وہ واسطہ اس معروض (ذی الواسطہ) کی جزو ہوگا یا اس سے خارج ہوگا اگر وہ واسطہ اس معروض کی جزو ہو تو یہ دوسری صورت ہے جیسے حرکت انسان کو عارض ہے لیکن حیوانیت کے واسطے کے ساتھ یعنی انسان چونکہ حیوان ہے اسلئے متحرک ہے اور حیوان (واسطہ) انسان (معروض کا جزو ہے۔اور اگر وہ واسطہ معروض کا جزو نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو تو خارج ہو کر وہ واسطہ معروض کے مبائن ہوگا جیسے حرارت پانی کو عارض ہے آگ کے واسطے سے اور آگ پانی کا امر مبائن ہے یا متساوی ہوگا جیسے ضحک انسان کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے (کیونکہ پہلے انسان کو تعجب ہوتا ہے پھر وہ ہنستا ہے) اور تعجب انسان کا امر مبائن ہے یا اعم ہوگا یا اخص ہوگا اس طرح کل چھ صورتیں بن گئیں۔

ہر ایک کی مثال نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

خلاصہ عوارض ذاتیہ وغریبہ

نمبر شمار	عارض	معروض	واسطہ
۱	تعجب	انسان	بغیر کسی واسطے کے
۲	حرکت	انسان	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور واسطہ معروض کی جزو ہے
۳	ضحک	انسان	کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے
۴	حرکت	ناطق	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور حیوان ناطق سے اخص ہے
۵	ناطق	حیوان	کو عارض ہے بواسطہ انسان کے اور انسان حیوان سے اخص ہے
۶	حرارت	پانی	کو عارض ہے بواسطہ آگ کے جو پانی کا مبائن ہے

ان چھ صورتوں میں سے پہلی تین قسمیں عوارض ذاتیہ اور بقیہ تین صورتیں عوارض غریبہ کہلاتے ہیں

علم کے اندر جن عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے وہ اس علم کا موضوع کہلاتے ہیں اور عوارض غریبہ کو اس علم کا موضوع نہیں کہا جاتا ہے۔ علم منطق میں معرف اور حجۃ کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوگی۔

قَوْلُهُ الْمَعْلُوْمُ التَّصَوُّرِیُّ: اِعْلَمْ اَنَّ مَوْضُوْعَ الْمَنْطِقِ هُوَ الْمُعَرِّفُ وَالْحُجَّةُ اَمَّا الْمُعَرِّفُ فَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَعْلُوْمِ التَّصَوُّرِیِّ لٰكِنَّ لَامُطْلَقًا بَلْ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ یُوْصِلُ اِلٰی مَجْهُوْلٍ تَصَوُّرِیٍّ كَالْحَیَوَانِ النَّاطِقِ الْمُوْصِلِ اِلٰی تَصَوُّرِ الْاِنْسَانِ وَاَمَّا الْمَعْلُوْمُ التَّصَوُّرِیُّ الَّذِیْ لَایُوْصِلُ اِلٰی مَجْهُوْلٍ تَصَوُّرِیٍّ فَلَا یُسَمّٰی مُعَرِّفًا وَالْمَنْطِقِیُّ لَایَبْحَثُ عَنْهُ كَالْاُمُوْرِ الْجُزْئِیَّةِ الْمَعْلُوْمَةِ نَحْوُمِنْ زَیْدٍ وَعَمْرٍو وَاَمَّا الْحُجَّةُ فَهِیَ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَعْلُوْمِ التَّصْدِیْقِیِّ لٰكِنَّ لَا مُطْلَقًا اَیْضًا بَلْ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ یُوْصِلُ اِلٰی مَطْلُوْبٍ تَصْدِیْقِیٍّ كَقَوْلِنَا الْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَكُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ الْمُوْصِلُ اِلَی التَّصْدِیْقِ بِقَوْلِنَا الْعَالَمُ حَادِثٌ وَاَمَّا لَایُوْصِلُ كَقَوْلِنَا النَّارُ حَارَّةٌ مَثَلًا فَلَیْسَ بِحُجَّةٍ وَالْمَنْطِقِیُّ لَا یَنْظُرُ فِیْهِ بَلْ یَبْحَثُ عَنِ الْمُعَرِّفِ وَالْحُجَّةُ مِنْ حَیْثُ اَنَّهُمَا كَیْفَ یَنْبَغِیْ اَنْ یُتَرَتَّبَا حَتّٰی یُوْصِلَا اِلَی الْمَجْهُوْلِ

Marfat.com

ترجمہ:۔ جان لیجئے کہ بلاشبہ منطق کا موضوع وہ معرف اور حجۃ ہے بہر حال معرف پس وہ عبارت ہے معلوم تصوری سے لیکن مطلقا نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصور تک پہنچائے جیسے حیوان ناطق وہ پہنچانے والا ہے انسان کی طرف اور وہ معلوم تصور جو مجہول تصور تک نہیں پہنچاتا اس کا نام معرّف نہیں رکھا جاتا اور منطقی اس سے حث نہیں کرتا جیسے امور جزئیہ معلومہ اور بہر حال حجۃ پس وہ عبارت ہے معلوم تصدیق سے لیکن مطلقا نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تصدیق تک پہنچائے جیسے ہمارا قول العالم متغیر و کل متغیر حادث یہ پہنچانے والا ہے ہمارے اس قول العالم حادث کی تصدیق کی طرف اور وہ تصدیق جو (مجہول تصدیق تک) نہ پہنچائے جیسے ہمارا قول النار حارۃ مثال کے طور پر تو وہ حجۃ نہیں ہے اور منطقی اس میں نظر نہیں کرتا بلکہ منطقی معرف اور حجۃ سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ کیسے ان کو ترتیب دی جائے کہ وہ مجہول تک پہنچادیں۔ پس معلوم تصوری کا نام رکھا جاتا ہے معرّف اور معلوم تصدیقی کا (نام رکھا جاتا ہے) حجۃ۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض علم منطق کا موضوع بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ علم منطق کا موضوع معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں اس حیثیت سے کہ یہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے ہوں جیسے کہ الحیوان الناطق یہ معلوم تصوری ہے یہ مجہول تصوری الانسان تک پہنچاتا ہے العالم متغیر و کل متغیر حادث یہ معلوم تصدیقی ہے یہ مجہول تصدیقی العالم حادث تک پہنچانے والا ہے ۔منطق کا موضوع مطلق معلوم تصوری اور مطلق معلوم تصدیقی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض معلوم تصوری اور بعض معلوم تصدیقی ایسے بھی ہوں گے جو کہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ہونگے جیسے زید یہ معلوم تصوری ہے لیکن یہ کسی مجہول تصوری کی طرف پہنچانے والا نہیں ہے کیونکہ تصور جزئی ہے اور جزئی کسی دوسرے تصور کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنتی ایسا ہی النار حارۃ، الثلج باردۃ یہ معلوم تصدیقی ہے لیکن یہ کسی مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ایسے معلوم تصدیقی اور ایسے معلوم تصوری جو موصل الی المجہول تصوری (مجہول تصور تک پہنچانے والے) اور موصل الی المجہول تصدیقی (مجہول تصدیق کی طرف پہنچانے والے) نہ ہوں وہ منطق کا موضوع نہیں۔

قَوْلُهٗ مُعَرِّفًا: لِاَنَّهٗ يُعَرِّفُ وَيُبَيِّنُ الْمَجْهُوْلَ التَّصَوُّرِيَّ

ترجمہ:۔ اسلئے کہ یہ پہچان کراتا اور بیان کرتا ہے مجہول تصور کو

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض منطق کے موضوع اول معرف کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

معرف کا لغوی معنی ہے جنوانے والا اور معرف کو بھی معرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول شی کو جنواتا ہے

معرف کا دوسرا نام قول شارح بھی ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قول شارح کا معنی یہ ہے کہ ایسی مرکب کلام جو کہ بیان کرنے والی ہے قول شارح کو بھی قول شارح اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک مجہول چیز کو بیان کر دیتا ہے۔

قَوْلُهُ حُجَّةٌ لِاَنَّهَا تَصِيْرُ سَبَبًا لِلْغَلَبَةِ عَلَى الْخَصَمِ وَالْحُجَّةُ فِى اللُّغَةِ الْغَلَبَةُ فَهٰذَا مِنْ قَبِيْلِ تَسْمِيَةِ السَّبَبِ بِاِسْمِ الْمُسَبَّبِ

ترجمہ:۔اس لئے کہ وہ مخالف پر غلبہ کا سبب ہے اور حجۃ غلبہ ہے پس یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب کے (مسبب کے نام پر سبب کا نام رکھنا) کے قبیلے میں سے ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض منطق کے دوسرے موضوع حجۃ کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

حجۃ کے لغوی معنی غلبہ کے آتے ہیں حجۃ کو حجۃ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان اپنے خصم (فریق مخالف) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اصل میں حجۃ تو سلب غلبہ کو کہتے ہیں اس کا سبب وہ صغری کبری کی جو شکل ہوتی ہے وہ ہوتا ہے لیکن اب جو نام مسبب کا تھا وہی سبب کا رکھ دیا گیا اسکو تسمية السبب باسم المسبب کہتے ہیں یہ مجاز مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے

متن: فَصْلٌ دَلَالَةُ اللَّفْظِ عَلٰى تَمَامِ مَا وُضِعَ لَهٗ مُطَابَقَةٌ وَعَلٰى جُزْئِهٖ تَضَمُّنٌ وَعَلَى الْخَارِجِ اِلْتِزَامٌ وَلَا بُدَّ فِيْهِ مِنَ اللُّزُوْمِ عَقْلًا اَوْ عُرْفًا وَتَلْزَمُهُمَا الْمُطَابَقَةُ وَلَوْ تَقْدِيْرًا وَلَا عَكْسَ

ترجمہ:۔فصل لفظ کی دلالت تمام اس چیز پر کہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس چیز کیلئے، مطابقی ہے اور اس کی جزو پر تضمنی ہے اور خارج پر التزامی ہے اور ضروری ہے اس میں لزومِ عقلی یا عرفی اور لازم ہے ان دونوں کو مطابقی اگرچہ تقدیر ا ہو اور اس کا عکس نہیں ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ دلالة اللفظ سے الموضوع ان قصد تک متن کا عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے فصل میں مقدمہ کا بیان تھا اس میں منطق کی تعریف غرض وغایت اور موضوع بیان ہوا اب اصل مقصود کو اس فصل سے شروع کر رہے ہیں یہاں منطقیوں کا اصل مقصود تو معرف (قول شارح) اور حجۃ (تصدیق) سے بحث کرنا ہے ان دونوں میں سے

Marfat.com

پھر پہلے قول شارح کو ذکر کرتے ہیں اور پھر تصدیق کو وجہ اس کی یہ ہے کہ تصدیق کیلئے علی اختلاف مذاھب، تصورات ثلثہ یا شرط ہیں یا شطر (جزو) بہر حال خواہ شرط ہوں یا شطر یہ دونوں چیزیں مشروط اور کل سے مقدم ہوتی ہیں اس لئے پہلے تصورات کو بیان کرتے ہیں۔

تصورات میں پھر اصل تصور اور قول شارح ہوتا ہے وہ ایک معنوی چیز ہے اس کا سمجھنا کلیات خمس کے سمجھنے پر موقوف ہوتا ہے اور کلیات خمس کا سمجھنا الفاظ کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اور الفاظ کی بحث کا سمجھنا دلالت کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے دلالت کی بحث کو مناطقہ ذکر کرتے ہیں پھر الفاظ کو پھر کلیات خمس کو اور پھر قول شارح کو ذکر کرتے ہیں

اس فصل میں والموضوع کی عبارت تک مصنف نے دلالت کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور ان کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے دلالت کی تین قسمیں اس طرح بیان کریں گے کہ اگر لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے تو دلالت مطابقی ہے اور اگر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے تو دلالت تضمنی ہے اور اگر ایک معنی خارجی پر دلالت کرے جو کہ معنی موضوع لہ کو ذہن میں لازم ہو تو اس کو دلالت التزامی کہتے ہیں چاہے وہ لزوم عقلی ہو یا عرضی تینوں دلالتوں کا آپس میں تعلق یہاں تو صرف ماتن نے تضمنی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ اور مطابقی کا ان دونوں کے ساتھ تعلق بیان کیا ہے تضمنی اور مطابقی اک آپس کا تعلق بیان نہیں کیا دلالت تضمنی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ ان دونوں کا مطابقی لازم ہے جہاں یہ دونوں ہونگی وہاں دلالت مطابقی ضرور ہوگی لیکن جہاں دلالت مطابقی ہو وہاں ان دونوں کا ہونا ضروری نہیں دلالت تضمنی اور مطابقی کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ کبھی وہ دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور کبھی جدا ہو جاتی ہیں تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

قَوْلُهٗ دَلَالَةُ اللَّفْظِ: قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ نَظَرَ الْمَنْطِقِیْ بِالذَّاتِ اِنَّمَا هُوَ فِی الْمُعَرِّفِ وَالْحُجَّةِ وَهُمَا مِنْ قَبِیْلِ الْمَعَانِیْ لَا الْاَلْفَاظِ اِلَّا اَنَّهٗ كَمَا یَتَعَارَفُ ذِكْرُ الْحَدِّ وَالْغَایَةِ وَالْمَوْضُوْعِ فِیْ صَدْرِ الْكُتُبِ الْمَنْطِقِ لِیُفِیْدَ بَصِیْرَةً فِی الشُّرُوْعِ كَذَالِكَ یَتَعَارَفُ اِیْرَادُ مُبَاحِثِ الْاَلْفَاظِ بَعْدَ الْمُقَدَّمَةِ لِیُعِیْنَ عَلَى الْاِفَادَةِ وَالْاِسْتِفَادَةِ وَذَالِكَ بِاَنْ یُّبَیِّنَ مَعَانِیَ الْاَلْفَاظِ الْمُصْطَلَحَةِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِیْ مَحَاوَرَاتِ اَهْلِ هٰذَا الْعِلْمِ مِنَ الْمُفْرَدِ وَالْمُرَكَّبِ وَالْكُلِّیِّ وَالْجُزْئِیِّ وَالْمُتَوَاطِیْ وَالْمُشَكِّكِ وَغَیْرِهَا فَالْبَحْثُ عَنِ الْاَلْفَاظِ مِنْ حَیْثُ الْاِفَادَةِ وَالْاِسْتِفَادَةِ وَهُمَا اِنَّمَا یَكُوْنَانِ بِالدَّلَالَةِ فَلِذَا بَدَءَ بِذِكْرِ الدَّلَالَةِ وَهِیَ كَوْنُ

Marfat.com

الشَّیْءِ بِحَیْثُ یَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ الْعِلْمُ بِشَیْءٍ اٰخَرَ وَالْاَوَّلُ هُوَالدَّالُ وَالثَّانِیْ هُوَ الْمَدْلُوْلُ وَالدَّالُ اِنْ کَانَ لَفْظًا فَالدَّلَالَةُ لَفْظِیَّةٌ وَاِلَّا فَغَیْرُ لَفْظِیَّةٍ وَکُلٌّ مِنْهُمَا اِنْ کَانَ بِسَبَبِ وَضْعِ الْوَاضِعِ وَتَعْیِیْنِهِ الْاَوَّلَ بِاِزَاءِ الثَّانِیْ فَوَضْعِیَّةٌ کَدَلَالَةِ لَفْظِ زَیْدٍ عَلٰی ذَاتِهٖ وَدَلَالَةُ الدَّوَالِّ الْاَرْبَعِ عَلٰی مَدْلُوْلَاتِهَا وَاِنْ کَانَ بِسَبَبِ اِقْتِضَاءِ الطَّبْعِ حُدُوْثُ الدَّالِ عِنْدَ عُرُوْضِ الْمَدْلُوْلِ فَطَبْعِیَّةٌ کَدَلَالَةِ اُحْ اُحْ عَلٰی وَجْعِ الصَّدْرِ وَدَلَالَةِ سُرْعَةِ النَّبْضِ عَلَی الْحُمّٰی وَاِنْ کَانَ بِسَبَبِ اَمْرٍ غَیْرِ الْوَضْعِ وَالطَّبْعِ فَدَلَالَةٌ عَقْلِیَّةٌ کَدَلَالَةِ لَفْظِ دَیْزِ الْمَسْمُوْعِ مِنْ وَرَاءِ الْجِدَارِ عَلٰی وُجُوْدِ اللَّافِظِ وَکَدَلَالَةِ الدُّخَانِ عَلَی النَّارِ فَاَقْسَامُ الدَّلَالَةِ سِتَّةٌ وَالْمَقْصُوْدُ بِالْبَحْثِ هٰهُنَا هِیَ الدَّلَالَةُ اللَّفْظِیَّةُ الْوَضْعِیَّةُ اِذْعَلَیْهَا مَدَارُ الْاِفَادَةِ وَالْاِسْتِفَادَةِ وَهِیَ تَنْقَسِمُ اِلٰی مُطَابَقَةٍ وَتَضَمُّنٍ وَاِلْتِزَامٍ لِاَنَّ دَلَالَةَ اللَّفْظِ بِسَبَبِ وَضْعِ الْوَاضِعِ اِمَّا عَلٰی تَمَامِ الْمَوْضُوْعِ لَهٗ اَوْ عَلٰی جُزْئِهٖ اَوْ عَلٰی اَمْرٍ خَارِجٍ

ترجمہ:۔ تحقیق تو جان چکا ہے کہ بلاشبہ منطقی کی نظر بالذات صرف معرف اور حجۃ میں ہوتی ہے اور وہ دونوں معانی کے قبیلے میں سے ہیں نہ کہ الفاظ مگر جیسا کہ تو شروع میں پہچان چکا ہے کہ کہ منطق کی کتابوں کے شروع میں تعریف اور غایۃ اور موضوع کو ذکر کرنا اس لئے ہوتا ہے تا کہ شروع کرنے میں بصیرۃ کا فائدہ دے اسی طرح مقدمہ کے بعد الفاظ کی بحث کو لانا بھی متعارف تا کہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا) میں معاون ہو اور یہ بات اس طرح ہے کہ بیان کیا جاتا ہے اس علم والوں کی اصطلاح میں استعمال ہونے والے الفاظ کو مفرد مرکب کلی جزئی متواطی مشکک وغیرہ پس بحث الفاظ سے افادہ اور استفادہ کی حیثیت سے ہے اور وہ دونوں سوائے اس کے نہیں کہ دلالت کے ساتھ ہوتے ہیں پس اس لئے ابتداء دلالت کا ذکر کیا اور وہ دلالۃ وہ ہونا ہے کسی شی کا اس طرح کہ لازم آئے اس کے علم سے ایک اور شی کا علم اور اول وہ دال ہے اور دوسرا وہ مدلول ہے اور دال اگر لفظ ہو پس دلالۃ لفظیہ ہے ورنہ غیر لفظیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے اگر ہے واضع کی وضع کے سبب اور اس کے اول کو ثانی کیلئے متعین کرنے کے سبب سے پس وضعیہ ہے جیسے دلالۃ لفظ زید کی اس کی ذات پر اور دوال اربع کی دلالۃ ان کے مدلولات پر اور اگر ہو طبعیت کے اقتضاء کے سبب سے دال حادث ہونے کو مدلول کے عارض ہونے کے وقت پس طبعیہ ہے جیسے دلالۃ کرنا اح اح کا سینے کے درد پر اور نبض کی تیزی کا دلالۃ کرنا بخار پر اور اگر ہے امر غیر

Marfat.com

وضع اور غیر طبع کے سبب سے پس دلالۃ عقلیہ ہے جیسے دلالۃ کرنا لفظ دیز کا جو سنا گیا ہو دیوار کے پیچھے سے لافظ کے وجود پر اور جیسے دھویں کی دلالۃ کرنا آگ پر پس دلالۃ کی اقسام چھ ہیں اور مقصود یہاں بحث کے ساتھ وہ دلالۃ لفظیہ ہے اس لئے کہ اسی پر افادہ اور استفادہ کا دارومدار ہے اور وہ تقسیم ہوتی ہے مطابقی تضمنی اور التزامی کی طرف اس لئے کہ لفظ کی دلالۃ باعتبار واضع کیے وضع کے یا پورے معنی موضوع لہ پر ہوگی یا اس کے جزو پر یا امر خارج پر

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض اور اسکا جواب دینا ہے قد علمت سے اعتراض اور فلذا بدء الدلالۃ تک جواب ہے کون الشئ سے آخر قول تک دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرنا ہے۔

اعتراض:۔مناطقہ کی غرض تو قول شارح اور حجۃ سے بحث کرنا ہے اور وہ تو معانی کے قبیلے میں سے ہے لھذا ان کو یہاں بیان کرنا چاہیے مصنف نے دلالت کی بحث کو کیوں شروع کر دیا اس سے تو اشتغال بمالا یعنی (فضول کام میں مشغول ہونا) لازم آتا ہے اور وہ تو درست نہیں؟

جواب:۔یہ ایک رواج بن چکا ہے کہ مقدمہ کے ختم کرنے کے بعد الفاظ کی بحث کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ لینا) الفاظ پر موقوف ہے چونکہ الفاظ سے افادہ سے استفادہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت نہ کر رہا ہو اس لئے پہلے دلالت کی بحث کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ موقوف علیہ کے درجہ میں ہے اس سے اشتغال بمالا یعنی لازم نہیں آتا۔ منطقی ہر قسم کے الفاظ سے بحث نہیں کیا کرتے بلکہ منطقی صرف ان الفاظ سے بحث کرتے ہیں جو کہ علم منطق میں افادہ اور استفادہ میں مفید ہوں اور وہ الفاظ مناطقہ کے اپنے اصطلاحی الفاظ ہیں جو کہ مناطقہ کے تحاورات میں استعمال ہوتے ہیں وہ مفرد مرکب کلی جزئی متواطی مشکک وغیرہ کے الفاظ ہیں ان کا معنی بیان کرتے ہیں تا کہ یہ الفاظ افادہ اور استفادہ کیلئے معین ثابت ہوں۔

کون الشئ الخ: یہاں سے آخر قول تک دلالت کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرتے ہیں

دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ دلالت کا لغوی معنی راستہ دکھانا ہے مناطقہ کی اصطلاح (بولی) میں دلالت کہتے ہیں کسی شئ کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے ایک دوسری شئ کا علم آجائے جیسے دھویں کو دیکھ کر اس کے علم سے آگ کا علم حاصل ہوتا ہے شئ اولی جس کے دیکھنے سے علم آتا ہے اس کو دال دوسری چیز جس کا علم آتا ہے اس کو مدلول کہتے ہیں اور ان کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو دلالت کہتے ہیں مناطقہ نے جستجو اور تلاش کی ہے کہ ایک شئ کے جاننے سے دوسری شئ کا علم کس

طرح آتا ہے انہوں نے تتبع اور تلاش کے بعد یہ معلوم کیا کہ ایک شئ کے علم سے جو خود بخود دوسری شئ کا علم آتا ہے یہ کسی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے اور تعلق مناطقہ نے تین نکالے ہیں (۱) وضع کا تعلق: کہ بنانے والے نے دال کو مدلول ہی کیلئے بنایا ہو (۲) طبع کا تعلق: کہ مدلول دال کی طبعیت کو جا کر لگ جائے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو (۳) تاثیر کا تعلق: یعنی دال اثر ہو اور مدلول مؤثر ہو یا مدلول اثر ہو اور دال مؤثر یا دال اور مدلول دونوں ایک تیسری شئ کا اثر ہوں مثالیں آگے آئیں گی۔

دلالت کی اقسام:۔ دلالت کی دو قسمیں ہیں لفظیہ غیر لفظیہ دلالت لفظیہ اس دلالت کو کہتے ہیں کہ جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر اور غیر لفظیہ اس کو کہتے ہیں جس میں دال لفظ نہ ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ کی اقسام:۔ دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دلالت لفظیہ وضعیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو اور اس کے بنانے والے نے مدلول کیلئے بنایا ہو یعنی تعلق وضع کا ہو اس کو دلالت لفظیہ وضعیہ کہتے ہیں جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو ذات زید کیلئے بنایا ہے۔

(۲) دلالت لفظیہ طبعیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو اور تعلق دال مدلول کے درمیان طبع کا ہو کہ مدلول دال کی طبعیت کو لگے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو جیسے لفظ اح اح کی دلالت سینہ کے درد پر یہاں مدلول سینہ کا درد دال انسان کی طبعیت کو جا کر لگا تو اس سے بلا اختیار دال صادر ہوا۔

(۳) دلالت لفظیہ عقلیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے لفظ دیز جو کہ دیوار کے پیچھے سے سنا جائے اس کی دلالت بولنے والے کی ذات پر یہاں دال یعنی لفظ دیز یہ مدلول لافظ (بولنے والا) کا اثر ہے اس میں دیوار کے پیچھے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ کیونکہ اگر کوئی آدمی سامنے یہ کلام لفظ دیز والا کرے تو اس کو دلالت لفظیہ عقلیہ نہیں کہیں گے۔

دلالت غیر لفظیہ کی اقسام:۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) غیر لفظیہ وضعیہ (۲) غیر لفظیہ طبعیہ (۳) غیر لفظیہ عقلیہ

(۱) غیر لفظیہ وضعیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق وضع کا ہو جیسے دو دال اربع (خطوط، نصب، اشارات عقود) کی دلالت اپنے معانی و مدلولات پر یہ غیر لفظیہ ہے کیونکہ یہ چیزیں الفاظ نہیں اور وضعیہ بھی ہیں کیونکہ بنانے والے نے ان کو مخصوص معانی کیلئے بنایا ہے۔

(۲) غیر لفظیہ طبعیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق طبع کا ہو جیسے سرعۃ نبض کی دالالت بخار پر یہاں بخار جا کر دال یعنی انسان کی طبعیت کو لگا اور اس سے بلا اختیار دال یعنی سرعۃ نبض صادر ہوا۔

Marfat.com

(۳) دلالت غیر لفظیہ عقلیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر یہاں دھواں یہ اثر ہے اور مدلول یعنی آگ وہ مؤثر ہے اس کی دوسری مثال جہاں دال مؤثر ہو اور مدلول اثر ہو جیسے آگ کو دیکھ کر دھویں کا یقین کرنا یہاں آگ دال ہے جو کہ مؤثر ہے اور مدلول دھواں ہے جو کہ اثر ہے تیسری مثال جہاں دال اور مدلول دونوں کسی تیسری شئ کا اثر ہوں جیسے دھویں کی دلالت حرارت یعنی گرمی پر یہاں دھویں دال اور حرارت مدلول ہے یہ دونوں ایک تیسری چیز آگ کا اثر ہیں اور آگ مؤثر ہے۔

یہاں تک دلالت کی اقسام ختم ہوئیں منطقی چونکہ معانی سے بحث کرتے ہیں اور معانی کا سمجھنا اور سمجھانا یہ الفاظ سے احسن طریقے سے ہوتا ہے اس لئے منطقی صرف دلالت لفظیہ سے ہی بحث کرتے ہیں اور پھر دلالت لفظیہ میں سے بھی صرف وضعیہ سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ کیلئے یہی مفید ہے۔

اس کے اقسام بیان کرتے ہیں دلالت لفظیہ وضعیہ کے تین قسمیں ہیں (۱) دلالت مطابقی (۲) دلالت تضمنی (۳) دلالت التزامی

﴿۱﴾ **دلالت مطابقی:۔** وہ ہے جس میں دال اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت اپنے پورے معنی موضوع لہ حیوان ناطق پر ہے

﴿۲﴾ **دلالت تضمنی:** جس میں دال اپنے معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے یہ دلالت، دلالت مطابقی کے ضمن میں ہی ہو جاتی ہے کیونکہ جب لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دال کرتا ہے تو ہر ہر جزو پر بھی تو دال ہوتا ہے جیسے انسان کی دلالۃ صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر فقط

﴿۳﴾ **دلالت التزامی:۔** لفظ ایک معنی خارجی پر دلالت کرے کہ وہ معنی خارجی جو موضوع لہ کو لازم ہو ذہن میں جیسے انسان کی دلالت صنعت کتابۃ پر جو کہ معنی موضوع لہ حیوان ناطق کو ذہن میں لازم ہے۔

مناطقہ اور اھل عربیۃ کا اختلاف:۔ آیا دلالت تضمنی کیلئے قصد اور ارادے کی ضرورت ہے یا نہیں اھل عربیت کا مذہب یہ ہے کہ جب لفظ بول کر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کا ارادہ متکلم کرے گا تو دلالت تضمنی ہوگی ورنہ نہیں۔ مناطقہ کا مذھب یہ ہے کہ ارادہ کی ضرورت نہیں کہ جب لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے گا تو بلا قصد اور ارادہ موضوع لہ کی جزو پر بھی دلالیت ہو جائیگی ارادہ کی ضرورت نہیں مناطقہ کا مذھب راجح ہے کیونکہ دلالت لفظیہ کا ان تین قسموں میں بند ہونا یہ حصر عقلی ہے اگر اھل عربیۃ کی بات مان لی جائے تو پھر ایک اور قسم بھی نکل آئیگا کہ جس میں ارادہ نہ ہو اس کو کہاں داخل کیا جائیگا اھل

عربیۃ کے مذہب کے مطابق حصر عقلی ٹوٹتا ہے اس لئے یہ درست نہیں ہے۔ تفصیل مرقات کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

قَوْلُهٗ وَلَا بُدَّ فِيْهِ: اَیْ فِی دَلَالَةِ الْاِلْتِزَامِ

ترجمہ:۔یعنی دلالت التزامی میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض فیہ میں ضمیر کا مرجع بتانا ہے

تشریح:۔یزدی صاحب نے بتایا کہ اس کا مرجع التزام نہیں جو کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ اس وقت تو یہ معنی ہوگا کہ ضروری ہے اس التزام میں لزوم کا ہونا یہ معنی تو بالکل غلط ہے اس لئے یزدی صاحب نے ای الدلالة کا لفظ نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس ضمیر کا مرجع دلالت التزام ہے کہ ضروری ہے اس دلالت التزام میں لزوم کا ہونا۔

سوال:۔یزدی صاحب نے جو ضمیر کا مرجع دلالت التزام نکالا ہے اس پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔جیسے دلالة اللفظ علی تمام ما وضع له مطابقة میں مطابقة سے پہلے دلالت کا لفظ مقدر ہے ای دلالة المطابقه اور تضمن سے پہلے بھی دلالة کا لفظ مقدر ہے اسی طرح یہاں بھی التزام سے پہلے دلالة کا لفظ مقدر ہوگا اور دلالت التزام ہوگا۔

قَوْلُهٗ مِنَ اللُّزُوْمِ: اَیْ كَوْنِ الْاَمْرِ الْخَارِجِ بِحَيْثُ يَسْتَحِيْلُ تَصَوُّرُ الْمَوْضُوْعِ لَهٗ بِدُوْنِهٖ سَوَاءٌ كَانَ هٰذَا اللُّزُوْمُ الذِّهْنِيُّ عَقْلًا كَالْبَصَرِ بِا النِّسْبَةِ اِلَى الْاَعْمٰى اَوْ عُرْفًا كَالْجُوْدِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْحَاتِمِ

ترجمہ:۔یعنی ہونا امر خارج کا اس طرح کہ محال ہو موضوع لہ کا تصور اس کے بغیر برابر ہے کہ یہ لزوم ذہنی عقلی ہو جیسے بصر ساتھ نسبت کرنے اعمی کی طرف یا عرفی ہو جیسے سخاوت ساتھ نسبت کرنے حاتم طائی کی طرف۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے دلالت التزامی میں جو لزوم ہوتا ہے وہ لزوم ذہنی ہوتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے لزوم کی اقسام سمجھنا ضروری ہے۔لازِم اور ملزوم کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو لزوم کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی

لزوم ماہیت:۔لازم ملزوم کو ذہن اور خارج دونوں جگہ چمٹا ہوا ہو یعنی ملزوم کو ذہن میں سوچیں یا ملزوم خارج میں موجود ہو تو یہ لازم ہمیشہ اس کو لازم ہو جیسے چار کے عدد کیلئے جفت ہونا لازم ہے خواہ چار کا عدد میں سوچا جائے یا خارج میں چار کا عدد

Marfat.com

پایا جائے تو اس کو جفت ہونا لازم ہے۔

لزوم خارجی:۔ وہ ہے کہ لازم ملزوم کو صرف خارج میں لازم ہو لازم ملزوم کو ذہن میں لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے اور پہاڑ کو بڑا ہونا لازم ہے دریا کو غرق کرنا لازم ہے ذہن میں آگ کو جلانا پہاڑ کیلئے بڑا ہونا اور دریا کیلئے غرق کرنا لازم نہیں ورنہ تو ذہن کا خرق حرق اور غرق ہونا لازم آتا ہے۔

لزوم ذہنی:۔ وہ ہے کہ لازم ملزوم کو صرف ذہن میں لازم ہو خارجی جہاں میں اگر ملزوم موجود ہو تو لازم ملزوم کو لازم نہ ہو جیسے انسان کیلئے قابلیت علم اور صنعۃ کتابت لازم ہے لیکن اس وقت جب انسان کو ذہن میں سوچا جائے خارجی جہاں میں انسان کے ساتھ قابلیت علم چمٹی ہوئی نہیں ہے ورنہ تو لگی ہوئی نظر آتی دلالت التزامی میں یہی لزوم ذہنی معتبر ہے

لزوم کی دو قسمیں ہیں (۱) لزوم ذہنی عقلی (۲) لزوم ذہنی عرفی۔

لزوم ذہنی عقلی:۔ وہ ہے جو اپنے ملزوم کو عقلا لازم ہو اور لازم کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا عقلا محال ہو یعنی عقلا اس لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن نہ ہو جیسے اعمی کا معنی ہے عدم البصر ہے اس کو بصر لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے جس کا اپنے ملزوم عدم البصر سے جدا ہونا عقلا محال ہے جب بھی اعمی کا معنی سوچیں گے تو مصر کا تصور بھی اس کو لازم ہے۔

اعتراض:۔ اپنے یہ کہا ہے کہ اعمی کے معنی کو بصر لازم ہے یہ صحیح نہیں بلکہ یہ بصر تو اس کے معنی کی جزو ہے لھذا یہاں تو دلالت التزامی نہیں بلکہ دلالت تضمنی ہے؟

جواب:۔ یہاں عدم کی اضافت بصر کی طرف یہ اضافت بیانیہ ہے یہاں بصر کا لفظ محض عدم کی وضاحت کیلئے ہے یہ جزو نہیں عدم کا معنی یہ ہے کہ عدم بصر کا ہونا۔

اعتراض:۔ عدم کا معنی یہ کیسے صحیح ہے عدم کے معنی میں تو نفی ہے؟

جواب:۔ بصر کے عدم کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان میں سے یہ ہو کہ وہ بصیر ہو اگر اس کی شان میں بصیر ہونا نہ ہو اور وہاں آنکھیں نہ ہوں تو اس کو اعمی نہیں کہیں گے جیسا کہ درخت پہاڑ وغیرہ کو اعمی نہیں کہا جاتا۔

لزوم ذہنی عرفی:۔ وہ ہے کہ وہ ملزوم کو عرفا لازم ہو عقلا اس کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو جیسے جود (سخاوت) یہ حاتم کو لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے کہ اس کا اپنے ملزوم یعنی حاتم سے جدا ہونا ممکن ہے یہ ممکن ہے کہ ذات حاکم موجود ہو لیکن سخاوت نہ کرے اگرچہ عرفا سخاوت حاتم کو ہمیشہ لازم ہے۔

قَوْلُهٗ وَتَلْزَمُهُمَا الْمُطَابَقَةُ وَلَوْ تَقْدِيْرًا اِذْلَا شَكَّ اَنَّ الدَّلَالَةَ الْوَضْعِيَّةَ عَلٰى جُزْءِ الْمُسَمّٰى وَ لَازِمِهٖ فَرْعُ الدَّلَالَةِ عَلٰى الْمُسَمّٰى سَوَاءٌ كَانَتِ الدَّلَالَةُ عَلَى الْمُسَمّٰى مُحَقَّقَةً بِاَنْ يُطْلَقَ اللَّفْظُ وَ يُرَادُبِهِ الْمُسَمّٰى وَيُفْهَمُ مِنْهُ الْجُزْءُ اَوِ اللَّازِمُ بِالتَّبْعِ اَوْمُقَدَّرَةً كَمَا اِذَا اشْتَهَرَ اللَّفْظُ فِى الْجُزْءِ اَوِ اللَّازِمِ فَاالدَّلَالَةُ عَلَى الْمَوْضُوْعِ لَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَتَحَقَّقْ هُنَاكَ بِالْفِعْلِ اِلَّا اَنَّهَا وَاقِعَةٌ تَقْدِيْرًا بِمَعْنٰى اَنَّ لِهٰذَا اللَّفْظِ مَعْنًى لَوْ قُصِدَ مِنَ اللَّفْظِ لَكَانَ دَلَالَتُهٗ عَلَيْهِ مُطَابَقَةً وَاِلٰى هٰذَا اَشَارَ بِقَوْلِهٖ وَلَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ:۔اس لئے کہ نہیں ہے کوئی شک کہ بلاشبہ دلالۃ وضعیہ مسمی کے جزو پر اور اسکے لازم پر فرع ہے مسمی پر دلالت کی برابر ہے ہے کہ ہو وہ دلالت مسمی پر محققہ یا مقدرہ جیسا کہ جب مشہور ہو جائے لفظ جزو میں یا لازم میں پس دلالت موضوع لہ پر اگرچہ نہیں متحقق وہاں پر مگر بلاشبہ وہ تقدیراً واقع ہے اس معنی میں کہ بے شک اس لفظ کیلئے ایک معنی ہے کہ اگر ارادہ کیا جائے لفظ سے البتہ ہوگی اس پر دلالت مطابقی اور اسی کی طرف اشارہ کیا مصنف نے اپنے قول ولو تقدیرا سے ۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض دلالت تضمنی اور التزامی کا دلالت مطابقی کے ساتھ تعلق بتلانا ہے اور سواء کانت تلک الدلالۃ سے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

تشریح:۔اس تعلق کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جہاں تابع ہوتا ہے وہاں متبوع کا ہونا ضروری ہے جیسے عطف بالحرف عطف بیان تاکید وغیرہ یہ توابع ہیں ان سے پہلے معطوف علیہ مؤکد مبدل منہ کا ہونا ضروری ہے لیکن جہاں ذات متبوع ہو وہاں تابع کا ہونا ضروری نہیں دلالت مطابقی متبوع ہے جہاں یہ ہوگی وہاں تضمنی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ دونوں تو توابع ہیں لیکن جہاں دلالت تضمنی اور التزامی ہوگی وہاں مطابقی ضرور ہوگی کیونکہ یہ دونوں توابع ہیں اور مطابقی وہ متبوع ہے اور تابع بغیر متبوع کے نہیں پایا جاتا۔

سواء کانت الدلالۃ الخ:۔یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اور ولو تقدیرا کا معنی بتانا ہے۔

اعتراض:۔آپ نے یہ دعوی کیا ہے کہ تضمنی اور التزامی بغیر مطابقی کے نہیں پائی جاتی یہ دعوی ٹوٹ رہا ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے ایک ایسا لفظ ہو جس کی دلالت جزو معنی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالۃ نہ ہو اور ایسے ہی یہ بھی ہوسکتا ہے لفظ کہ دلالت معنی التزامی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالت متروک ہو تو جہاں لفظ کو بولا جائیگا تو وہاں دلالت تضمنی اور التزامی

Marfat.com

تو ہوگی لیکن مطابقی نہ ہوگی لھٰذا آپ کا دعوی ٹوٹ گیا؟

جواب:۔ یہ بات تو ہم مانتے ہیں کہ ایسے لفظ میں بالفعل اگر چہ دلالت مطابقی نہیں ہوگی لیکن اس لفظ کیلئے معنی تو ایسا ہے کہ اگر اس لفظ کو بول کر وہ معنی مراد لیا جائے تو اس لفظ کی دلالت اس معنی پر دلالت مطابقی ہوگی۔

گویا کہ ولو تقدیر اکا معنی یہی ہے کہ لفظ کی دلالت معنی مطابقی پر بالفعل ہو یا بالقوۃ۔

قَوْلُهٗ وَلَا عَكْسَ: اِذْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ لِلَفْظِ مَعْنٰى بَسِيْطٌ لَاجُزْءَ لَهٗ وَلَالَازِمَ لَهٗ فَتَحَقَّقَتْ حِيْنَئِذِ الْمُطَابَقَةُ بِدُوْنِ التَّضَمُّنِ وَالْاِلْتِزَامِ وَلَوْ كَانَ لَهٗ مَعْنٰى مُرَكَّبٌ لَا لَازِمَ لَهٗ فَتَحَقَّقَ التَّضَمُّنُ بِدُوْنِ الْاِلْتِزَامِ وَلَوْ كَانَ لَهٗ مَعْنٰى بَسِيْطٌ لَهٗ لَازِمٌ تَحَقَّقَ الْاِلْتِزَامُ بِدُوْنِ التَّضَمُّنِ فَالْاِسْتِلْزَامُ غَيْرُ وَاقِعٍ فِىْ شَىْءٍ مِنَ الطَّرْفَيْنِ

ترجمہ:۔ اس لئے کہ جائز ہے یہ کہ لفظ کا معنی بسیط ہو اس کا جزو نہ ہو اور نہ اس کا لازم ہو پس اس وقت مطابقی متحقق ہوگی بغیر تضمنی اور التزامی کے اور اگر اس کیلئے معنی مرکب ہے اس کا لازم نہیں ہے پس تضمنی بغیر التزامی کے متحقق ہوگی اور اگر اس کیلئے معنی بسیط ہے اس کو کوئی لازم ہے تو التزامی متحقق ہوگی بغیر تضمنی کے پس استلزام طرفین میں سے کسی شئ میں واقع نہیں ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض دلالت مطابقی کا تضمنی اور التزامی کے ساتھ تعلق بتلانا ہے نیز اس قول میں تضمنی اور التزامی کا آپس میں تعلق جو ماتن نے نہیں بیان کیا اس کو بھی یزدی صاحب نے بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ دلالت مطابقی یہ چونکہ متبوع ہے جہاں یہ ہو وہاں تضمنی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں مثلا جہاں لفظ کا معنی بسیط ہو تو وہاں مطابقی تو ہوگی لیکن تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت ذات باری تعالی پر مطابقی ہے لیکن یہاں تضمنی اور التزامی نہیں تضمنی تو اسلئے نہیں کیونکہ ذات باری تعالی کی کوئی جزو نہیں اور التزامی اس لئے نہیں کہ اس کو کوئی لازم نہیں۔

اعتراض:۔ غفور رحیم قدیر علیم ہونا تو اللہ تعالی کو لازم ہے؟

جواب:۔ لازم ہمیشہ خارج ہوا کرتا ہے ملزوم کی ذات سے۔ یہ صفات اللہ تعالی کی عین ذات ہیں خارج نہیں اس لئے اس کو لازم نہیں کہا جائیگا۔

ولو کان لھم مرکب الخ:۔ یہاں سے علامہ یزدی صاحب نے دلالت تضمنی اور التزامی کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے ان کا آپس میں تعلق عموم خصوص من وجہ کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں تین مادے ہونگے ایک مادہ اجتماعی اور دو

Marfat.com

افتراقی (۱) جہاں لفظ کا معنی مرکب بھی ہو اور اسکا لازم بھی ہو تو وہاں پر یہ دونوں ہونگے جیسے لفظ انسان میں (۲) لفظ کا معنی مرکب ہو لیکن اس کا کوئی لازم نہ ہو تو یہاں تضمنی ہوگی التزامی نہیں ہوگی (۳) لفظ کا معنی بسیط ہو اور اس کا کوئی لازم بھی ہو تو یہاں التزامی ہوگی تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت رزاق خالق پر یہ صفات اللہ تعالی کی ذات کو لازم ہیں۔

متن : وَالْمَوْضُوْعُ اِنْ قُصِدَ بِجُزْئِهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ فَمُرَكَّبٌ اِمَّا تَامٌ خَبَرٌ اَوْ اِنْشَاءٌ وَاِمَّا نَاقِصٌ تَقْيِيْدِيٌّ اَوْ غَيْرُهُ وَاِلَّا فَمُفْرَدٌ

ترجمہ:۔ اور موضوع اگر ارادہ کیا جائے اس کی جزو کے ساتھ دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر پس وہ مرکب ہے یا تام خبر یہ ہے یا انشائیہ ہے اور یا ناقص تقیدی ہے یا غیر تقیدی ورنہ پس وہ مفرد ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ دلالت کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب الفاظ کی بحث کو شروع کرتے ہیں الفاظ دو قسم ہیں موضوع مہمل موضوع الفاظ تو ان کو کہتے ہیں جن کا کوئی نہ کوئی معنی ہو اور مہمل ان الفاظ کو کہتے ہیں جو کہ بے معنی ہوں منطقی الفاظ موضوع سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ اس کے ذریعے ہوتا ہے لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادۃ کیا گیا ہو تو وہ مرکب ہے مرکب پھر دو قسم پر ہے مرکب تام یا ناقص تام میں دو قسم ہیں خبری یا انشائی ناقص کی دو قسمیں ہیں تقیدی اور غیر تقیدی (۲) اور اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادۃ نہ کیا گیا ہو تو وہ لفظ مفرد ہے۔

قَوْلُهٗ وَالْمَوْضُوْعُ: اَیِ اللَّفْظُ الْمَوْضُوْعُ اِنْ اُرِيْدَ دَلَالَةُ جُزْءٍ مِنْهُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ فَهُوَ الْمُرَكَّبُ وَاِلَّا فَهُوَ الْمُفْرَدُ فَهُوَ الْمُرَكَّبُ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِاُمُوْرٍ اَرْبَعَةٍ الْاَوَّلُ اَنْ يَكُوْنَ لِلَّفْظِ جُزْءٌ وَالثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ لِمَعْنَاهُ جُزْءٌ وَالثَّالِثُ اَنْ يَدُلَّ جُزْءُ اللَّفْظِ عَلٰى جُزْءِ الْمَعْنٰى وَالرَّابِعُ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ الدَّلَالَةُ مُرَادَةً فَبِانْتِفَاءِ كُلٍّ مِنَ الْقُيُوْدِ الْاَرْبَعَةِ يَتَحَقَّقُ الْمُفْرَدُ فَلِلْمُرَكَّبِ قِسْمٌ وَاحِدٌ وَلِلْمُفْرَدِ اَقْسَامٌ اَرْبَعَةٌ الْاَوَّلُ مَا لَا جُزْءَ لِلَفْظٍ نَحْوُ هَمْزَةُ الْاِسْتِفْهَامِ وَالثَّانِيْ مَا لَا جُزْءَ لِمَعْنَاهُ نَحْوُ لَفْظ اللّٰه وَالثَّالِثُ مَا لَا دَلَالَةَ لِجُزْءِ لَفْظِهٖ

Marfat.com

عَلٰی جُزْءِ مَعْنَاهُ كَزَيْدٍ وَعَبْدِاللهِ عَلَمًا وَالرَّابِعُ مَا يَدُلُّ جُزْءُ لَفْظٍ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ لٰكِنَّ الدَّلَالَةَ غَيْرُ مَقْصُوْدَةٍ كَالْحَيْوَانِ النَّاطِقِ عَلَمًا لِشَخْصِ الْاِنْسَانِيِّ

ترجمہ:۔یعنی لفظ موضوع اگر ارادہ کیا جائے اس کی جزو سے اس کے معنی کی جزو پر پس وہ مرکب ہے ورنہ پس وہ مفرد ہے پس مرکب سوائے اس کے نہیں کہ متحقق ہوتا ہے چار امور سے (۱) اول یہ کہ ہو لفظ کا جزو (۲) دوسرا یہ کہ ہو اس کے معنی کا جزو (۳) تیسرا یہ کہ دلالۃ کرے اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر (۴) چوتھا یہ کہ ہو یہ دلالۃ مراد پس چاروں قیود میں سے کسی کے انتفاء کے ساتھ متحقق ہو جائیگا مفرد۔ پس مرکب کیلئے ایک قسم ہے اور مفرد کیلئے چار اقسام ہیں اول وہ کہ اس کے لفظ کی جزو نہ ہو جیسے ھمزۂ استفہام کا دوسرا یہ کہ اس کے معنی کا جزو نہ ہو جیسے لفظ اللہ اور تیسرا یہ کہ اس کے لفظ کی جزو کی معنی کے جزو پر دلالۃ نہ ہو جیسے زید اور عبداللہ علم ہونے کی صورت میں اور چوتھا وہ ہے کہ دلالۃ کرے اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر لیکن دلالۃ مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق کسی شخص انسانی کا علم ہونے کی صورت میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض لفظ موضوع کی قسمیں بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ کیا گیا ہو تو اس کو مرکب کہتے ہیں مرکب کے ثابت ہونے کیلئے چار شرطیں ہیں (۱) لفظ کی جزو ہو (۲) معنی کی جزو ہو (۳) لفظ سے جزو معنی کی جزو پر دلالت کرے (۴) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ ہو اگر یہ چاروں شرطیں پائی جائیں تو مرکب ثابت ہوگا اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو مرکب ثابت نہیں ہوگا بلکہ وہ مفرد ہوگا اگر یہ چاروں شرطیں مفقود ہوں تو پھر وہ مفرد ہوگا پہلی صورت یہ کہ لفظ کی جزو ہی نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام کا دوسری صورت کہ لفظ کی جزو تو ہو لیکن معنی کی جزو نہ ہو جیسے لفظ اللہ اس کے لفظ کی جزو ہے لیکن معنی کی جزو نہیں تیسری صورت کہ لفظ کی جزو بھی ہو معنی کی جزو بھی ہو لیکن دلالت نہ ہو جیسے عبداللہ یہ علم ہے ایک انسان کا نام ہے جو کہ اجزاء والا ہے کیونکہ وہ بھی حیوان ناطق ہے عبد، حیوان اور اللہ سے ناطق پر دلالت نہیں ہو رہی چوتھی صورت کہ حیوان ناطق یہ کسی کا نام رکھ لیا جائے تو یہاں لفظ کی جزو۔ معنی کی بھی جزو ہے لیکن دلالت کا ارادہ نہیں ہے یہ چاروں صورتیں مفرد کی ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے کہا ہے کہ جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اس کی دو قسمیں مفرد و مرکب ہے دوال اربعہ کو بھی تو آپ نے مخصوص معانی کیلئے وضع کیا ہے حالانکہ وہ تو مفرد و مرکب نہیں ہوتے۔

جواب:۔ الموضوع سے مراد لفظِ موضوع ہے الموضوع پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔لفظ موضوع کی دو قسمیں

Marfat.com

ہیں مفرد و مرکب دوال اربعہ چونکہ لفظ نہیں اس لئے ان کی دو قسمیں نہیں۔

اعتراض:۔ مرکب یہ تو مفردات سے ملکر بنتا ہے مفرد کی تعریف پہلے ہونی چاہیے تھی عام طور پر بھی مفرد کی تعریف پہلے ہوتی ہے لیکن یہاں یزدی صاحب نے مرکب کی تعریف پہلے کیوں کی؟

جواب:۔ یہ تو صحیح ہے کہ مفرد پہلے ہونا چاہیے لیکن چونکہ مرکب کی تعریف وجودی تھی اور مفرد کی تعریف عدمی تھی وجود عدم سے اشرف ہوتا ہے اسی لئے وجود کی شرافت کا لحاظ کرتے ہوئے مرکب کی تعریف پہلے کی اور مفرد کی تعریف بعد میں کی۔

قَوْلُهٗ اِمَّا تَامٌّ: اَیْ یَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْهِ کَزَیْدٍ قَائِمٌ ۔

ترجمہ:۔ یعنی صحیح ہو سکوت اس پر۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب کی دو قسمیں بیان کرنا ہے۔

مرکب کی دو قسموں میں سے پہلی قسم مرکب تام کو اس قول میں بیان کیا مرکب تام وہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت یعنی چپ ہونا صحیح ہو یا مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

قَوْلُهٗ خَبَرٌ: اِنِ احْتَمَلَ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ اَیْ یَکُوْنُ مِنْ شَانِهٖ اَنْ یَّتَّصِفَ بِهِمَا بِاَنْ یُقَالَ لَهٗ صَادِقٌ اَوْ کَاذِبٌ

ترجمہ:۔ خبر ہے اگر احتمال رکھے صدق اور کذب کا اگر ہو اس کی شان میں سے یہ کہ متصف ہو ان دونوں کے ساتھ بایں طور کہ کہا جائے اس کو صادق یا کاذب ۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب تام کی دو قسموں میں سے مرکب تام خبری کو بیان کرنا ہے

مرکب تام خبری وہ ہے کہ جو صدق و کذب کا احتمال رکھے۔

سوال:۔ لا الـــــہ الا اللہ یہ کلام خبری ہے لیکن کذب کا اسمیں احتمال ہی نہیں بلکہ صدق ہی صدق کا احتمال ہے اسی طرح السماء تحتنا یہ کلام خبری ہے لیکن اس میں صدق کا احتمال ہی نہیں الارض تحتنا یہ بھی کلام خبری ہے لیکن اس میں کذب کا احتمال ہی نہیں لہذا آپکی تعریف جامع نہیں؟

جواب:۔ کلام خبری کی شان یہ ہے کہ وہ صدق و کذب کے ساتھ موصوف ہو سکے یہ جملے من حیث الجملہ صدق و کذب کا احتمال رکھتے ہیں ہمیں جو لا الـہ الا اللہ میں کذب کا احتمال نظر نہیں آتا وہ دلائل خارجیہ کے اعتبار سے ہے ورنہ اگر یہ کذب کا احتمال

Marfat.com

نہ رکھتا تو ہمیں پھر کفار کو اللہ تعالی کے وجود پر دلائل دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

قَوْلُهٗ اَوْ اِنْشَاءٌ: اِنْ لَمْ يَحْتَمِلْهُمَا

ترجمہ:۔اگر نہ احتمال رکھے ان دونوں کا

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب تام کی دوسری قسم مرکب تام انشائی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب تام انشائی جس میں صدق وکذب کا احتمال نہ ہو کلام خبری میں صدق وکذب کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ کلام خبری میں خارجی جہاں سے بات نقل کی جاتی ہے اور کلام انشائی میں خارجی جہاں سے بات نقل نہیں کی جاتی بلکہ ایک چیز کی طلب ہوتی ہے اسی لئے اس میں صدق وکذب کا احتمال نہیں ہوتا۔

قَوْلُهٗ اِمَّا نَاقِصٌ: اِنْ لَمْ يَصِحَّ السُّكُوْتُ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔اگر نہ صحیح ہو سکوت اس پر

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب کی دوسری قسم مرکب ناقص کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب ناقص وہ ہے جس پر متکلم کا سکوت صحیح نہ ہو یا مخاطب کو اس سے فائدہ تامہ حاصل نہ ہو۔

قَوْلُهٗ تَقْيِيْدِيٌّ: اِنْ كَانَ الْجُزْءُ الثَّانِيْ قَيْدًا لِلْاَوَّلِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَرَجُلٌ فَاضِلٌ وَقَائِمٌ فِي الدَّارِ

ترجمہ:۔اگر ہو جز وثانی قید اول کیلئے جیسے غلام زید اور رجل فاضل اور قائم فی الدار۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب ناقص کی اقسام اور ان میں سے مرکب تقییدی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں تقییدی اور غیر تقییدی مرکب ناقص تقییدی جس میں جز وثانی جز واول کیلئے قید ہو جیسے غلام زید یہ مضاف مضاف الیہ ہے یہاں زید غلام کیلئے قید ہے رجل عالم یہاں عالم رجل کیلئے قید ہے یہ موصوف صفت کی مثال ہے قائم فی الدار یہاں حال فی الدار یہ قائم کیلئے قید ہے قیام وہ دراں حالیکہ گھر میں ہے یہ حال ذوالحال کی مثال ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْ غَيْرُهٗ: اِنْ لَمْ يَكُنِ الثَّانِيْ قَيْدًا لِلْاَوَّلِ نَحْوُ فِي الدَّارِ وَخَمْسَةَ عَشَرَ

ترجمہ:۔اگر نہ ہو ثانی قید اول کیلئے جیسے فی الدار اور خمسۃ عشر

Marfat.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب ناقص کی دوسری قسم مرکب غیر تقییدی کی تعریف بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب غیر تقییدی وہ ہے جہاں جزوثانی جزواول کیلئے قید نہ ہو جیسے فی الدار خمسة عشر یہاں فی الدار اور عشرہ کا لفظ جزواول فی خمسة کیلئے قید نہیں۔

اعتراض:۔آپ نے یہ کہا ہے کہ یہاں جزوثانی فی الدار یہ جزو اول فی کیلئے قید نہیں ایسے ہی عشرہ کا لفظ جزو اول خمسة کیلئے قید نہیں حالانکہ یہاں بھی تو جزو ثانی قید ہے فی کا معنی مطابقی ظرفیت تھا لیکن الدار نے اس کو ظرفیت دار کے ساتھ مقید کرلیا عشرہ کے لفظ میں خمسہ کو مقید کردیا خمسہ سے مراد وہ خمسہ نہیں جو اربعہ کے بعد ہے بلکہ خمسہ سے مراد وہ خمسہ ہے جو کہ عشرہ کے بعد ہے یہاں بھی تو جزوثانی نے جزواول کی تقیید کردی ہے آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ جزوثانی یہاں جزواول کیلئے قید نہیں؟

جواب:۔یہاں ظرفیت سے مراد مطلق ظرفیت مراد نہیں کیونکہ مطلق ظرفیت تو اسم ہے ظرفیت سے مراد ظرفیت جزئی ہے جو کہ خاص ہے الدار نے اس کی آکر تعیین کی ہے وہ ظرفیت خاص دار والی ہے خمسة عشرہ میں بھی جزوثانی قید نہیں یہاں خمسہ کا لفظ علیحدہ ہے اور عشرہ علیحدہ ہے۔

اعتراض:۔مصنف نے مرکب تقییدی کی دو مثالیں کیوں دیں وضاحت کیلئے تو ایک مثال کافی تھی؟

جواب ﴿۱﴾:۔دو مثالیں اس لئے دیں کیونکہ پہلی مثال ایسی ہے کہ جہاں جزوثانی یعنی الدار جزواول کی تعیین کیلئے ہے اور دوسری مثال میں جزوثانی تعیین کیلئے نہیں۔

جواب ﴿۲﴾:۔پہلی مثال میں فی عامل ہے جزوثانی میں اور دوسری مثال خمسة عشرہ میں جزواول عامل نہیں۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّا فَمُفْرَدٌ: وَاِنْ لَمْ يُقْصَدْ بِجُزْءٍ مِنْهُ الدَّلَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ

ترجمہ:۔اور اگر ارادہ نہ کیا جائے اس کی جزو سے دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف یہ بتانا ہے کہ یہاں الا استثنائیہ نہیں بلکہ الا مرکبہ ہے

تشریح:۔مفرد کی تعریف یہ ہوئی کہ اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ ہو تو وہ مفرد ہے مفرد کے مستحق ہونے کی چار صورتیں ہیں جن کی تفصیل مرکب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

متن : وَهُوَاِنِ اسْتَقَلَّ فَمَعَ الدَّلَالَةِ بِهَيْئَتِهٖ عَلٰى اَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ كَلِمَةٌ وَبِدُوْنِهَا اِسْمٌ وَاِلَّا فَاَدَاةٌ

ترجمہ:۔اور وہ اگر مستقل ہو پس اپنی ھیئت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی ایک پر دلالت کرنے کے ساتھ کلمہ ہے اور اس کے بغیر اسم ہے ورنہ اداۃ ہے۔

مختصر تشریح متن:۔اس عبارت سے مصنفؒ مفرد کی تقسیم کررہے ہیں کہ مفرد لفظ جو اپنے معنی پر دلالت کرے گا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا غیر مستقل ہوگا اگر معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو کر اپنی ھیت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کریگا یا نہیں اگر اپنی ہیت کیساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرتو وہ کلمہ ہے اور اگر دلالت اپنی ہیت کے ساتھ نہ کرے تو وہ اسم ہے اور اگر وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ اداۃ ہے۔

قَوْلُهٗ اِنِ اسْتَقَلَّ: اَیْ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ بِاَنْ لَا یُحْتَاجَ فِیْهَا اِلٰی ضَمِّ ضَمِیْمَةٍ

ترجمہ:۔یعنی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں بایں طور کہ نہ محتاج ہو کسی ضم ضمیمہ کے ملانے کی طرف۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف ان استقل کا معنی بتانا ہے۔

تشریح:۔اس کا معنی کے سمجھنے سے پہلے ان استقل کے صلوں کا سمجھنا ضروری ہے ان استقل کے دو صلہ ہیں فی الدار اور علی معناہ اب مطلب یہ ہوگا کہ وہ مفرد اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو اب ان استقل کا معنی یہ ہوگا کہ وہ مفرد لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو مستقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضم ضمیمہ کی طرف محتاج نہ ہو یہی مطلب ہے علی معنی فی نفسہ کا جو کہ نحو کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

قَوْلُهٗ بِاَنْ یَّكُوْنَ بِحَیْثُ كُلَّمَا تَحَقَّقَتْ هَیْئَةُ التَّرْكِیْبِیَّةِ فِیْ مَادَّةِ مَوْضُوْعَةٍ مُتَصَرِّفَةٍ فِیْهَا فُهِمَ وَاحِدٌ مِنَ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ كَهَیْئَةِ نَصَرَ وَهِیَ الْمُشْتَمِلَةُ مِنْ ثَلَاثَةِ حُرُوْفٍ مَفْتُوْحَةٍ مُتَوَالِیَةٍ كُلَّمَا تَحَقَّقَتْ فُهِمَ الزَّمَانُ الْمَاضِیْ بِشَرْطِ اَنْ یَّكُوْنَ تَحَقُّقُهَا فِیْ ضِمْنِ مَادَّةٍ مَوْضُوْعَةٍ مُتَصَرِّفَةٍ فِیْهَا فَلَا یَرِدُ النَّقْضُ بِنَحْوِ جَسَقٌ وَحَجَرٌ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ بایں طور کہ ہواس حیثیت سے کہ جب کبھی ھیئۃ ترکیبیہ متحقق ہو کسی موضوعہ مادے میں جس میں تصرف کیا جاتا ہو تو سمجھا جائے تین زمانوں میں سے کوئی ایک جیسے نصر کی ھیئۃ اور وہ مرکب تین لگاتار متحرک حروف سے جب کبھی یہ متحقق ہوگی تو زمانہ ماضی سمجھا جائے گا اس شرط کے ساتھ کہ ہواس کا تحقق مادہ موضوعہ متصرفہ کے ضمن میں پس نہیں وارد ہوگا جسق اور حجر کی مثل میں۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے اس قول میں علامہ تفتازانی نے کلمہ کی تعریف پر جو اعتراضات وارد ہوتے تھے ان کا جواب دیا دو اعتراض جن کا ذکر مرقات میں گزر چکا تھا ان کو اس میں ذکر نہیں کیا دو اعتراضات کو ذکر کیا ہے انکے جوابات دیئے ہیں پہلے دو اعتراض جو مرقات میں گزرے تھے وہ یہ ہیں۔

اعتراض (۱):۔ آپ نے کہا کہ کلمہ (فعل) وہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اس میں تین زمانوں (ماضی حال استقبال) میں کوئی نہ کوئی زمانہ سمجھا جائے تو یہ تعریف آپ کی مانع نہیں تو اس کے اس تعریف کے مطابق الآن غدا امس جو کہ زمانہ پر دال ہے اور معنی بھی ان کا مستقل ہے ان کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ ان کو کلمہ نہیں کہتے۔

جواب:۔ یہ ہے کہ ہم نے تعریف میں قید لگائی ہے وہ کلمہ جو اپنی شکل وصورت سے زمانے پر دلالت کرے الان زمانے حال پر امس زمانہ ماضی اور غدا آنے والے کل پر یعنی استقبال پر دلالت کرتے ہیں لیکن اپنے ماضی کیساتھ نہ کہ ھیئت کے ساتھ۔

اعتراض (۲):۔ قائم الان او امس او غدا یہ بھی تو زمانہ حال یا استقبال پر دال ہے اور اس کا معنی بھی مستقبل ہے لہذا اس کو بھی کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ نہیں کہتے؟

جواب:۔ ہم نے کلمہ کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ اپنی شکل وصورت کیساتھ زمانے پر دلالت کرے اگرچہ زمانہ حال پر دلالت کرتا ہے لیکن اپنی شکل وصورت کے ساتھ نہیں بلکہ خارجی قرائن (الان کے متصل ہونے کے ساتھ) کے ساتھ دلالت کرتا ہے اب آگے وہ دو اعتراض بمع جوابات نقل کئے جاتے ہیں جو کہ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

اعتراض (۳):۔ آپ نے کلمہ کی تعریف یاں کی ہے کہ وہ اپنی ھیئت ترکیبہ کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے جیسے نصر یہ اپنی ھیئت ترکیبی یعنی ترتیب حروف اور پے در پے تین حرفوں کے متحرک ہونے کے زمانے ماضی پر دلالت کر رہا ہے لہذا جہاں ھیئت نصر والی ثابت ہوگی وہاں زمانہ ماضی پر دلالت ہوگی اور وہ فعل ہوگا حالانکہ جسق یہ ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے بالکل نَصَرَ کی طرح ہے لیکن زمانہ پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب:۔ ہم نے کلمہ فعل کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ مادہ موضوعہ (لفظ موضوع) میں اپنی ہیئت ترکیبی کے ساتھ زمانہ پر

Marfat.com

دلالت کرے جسق یہ مادہ موضوع نہیں ہے بلکہ یہ تو مہمل لفظ ہے اس لئے یہ ہماری تعریف سے خارج ہے۔

اعتراض (۴):۔ حجر یہ مادہ موضوع ہے اور اپنی ہیئت ترکیبی میں بعینہ نصر کی طرح ہے لہذا اس کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ (فعل) نہیں کہتے؟

جواب:۔ ہماری کلمہ کی تعریف میں ایک قید محذوف ہے وہ یہ ہے کہ وہ مادہ موضوع متصرف اپنی ہیئت ترکیبہ کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانہ پر دلالت کرے متصرف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گردان ماضی مضارع کی طرح ہوتی ہو حجر اگرچہ مادہ موضوع ہے لیکن متصرف نہیں کیونکہ اس کی گردان ماضی مضارع میں مفرد تثنیہ کی طرح نہیں ہوتی۔

قَوْلُهٗ كَلِمَةٌ: فِیْ عُرْفِ الْمَنْطِقِیِّیْنَ وَفِیْ عُرْفِ النُّحَاةِ فِعْلٌ

ترجمہ:۔ منطقیوں کی عرف میں اور نحویوں کے عرف میں وہ فعل ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض منطقیوں کے کلمہ اور نحویوں کے فعل کے درمیان نسبت بتانی ہے۔

تشریح: منطقی جس کو کلمہ کہتے ہیں نحوی اس کو فعل کہتے ہیں منطقیوں کا کلمہ خاص اور نحویوں کا فعل عام ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے اور جہاں اعم ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں لہذا اب کلمہ اور فعل میں اعم اخص مطلق کی نسبت ہوگی جہاں کلمہ منطقیوں کا ہوگا وہ نحویوں کا فعل ہوگا جہاں نحویوں کا فعل ہوگا وہاں منطقیوں کے کلمہ کا ہونا ضروری نہیں۔ **مادہ اجتماعی** یضرب اور تضرب واحدہ مونثہ یہ کلمہ بھی ہے اور فعل بھی منطقیوں کا کلمہ نہ ہو لیکن نحویوں کا فعل ہو جیسے تضرب اضرب یہ نحویوں کے ہاں فعل ہیں کیونکہ یہ اس کی تعریف ان پر صحی آ رہی ہے لیکن منطقیوں کے نزدیک پر کلمہ نہیں وجہ فرق یہاں یہ ہے کہ نحوی صورت کا لحاظ کرتے ہیں اور منطقی بادشاہ ہیں اور وہ سیرت (معنی کا لحاظ کرتے ہیں) اور تضرب اضرب وغیرہ کی صورت فعل کی سی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں لیکن معنی ان کا مرکب تام ہے کیوں اضرب میں ہمزہ یہ متکلم پر اور ض ر ب یہ حدث پر دال ہین لفظ کی جزو معنی پر دلالت کر رہی ہے اسی لئے یہ تو مرکب تام ہے اور کلمہ تو مفرد کی اقسام میں سے ہے باقی تفصیل مرقات کی کاپی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّا اَیْ وَاِنْ لَمْ یَسْتَقِلَّ فِی الدَّلَالَةِ فَاَدَاةٌ فِیْ عُرْفِ الْمَنْطِقِیِّیْنَ وَحَرْفٌ عِنْدَ النُّحَاةِ

ترجمہ:۔ یعنی اگر مستقل ہو دلالت میں پس وہ اداۃ ہے منطقیوں کے عرف میں اور حرف ہے نحویوں کے عرف میں۔

Marfat.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض الا کا معنی بتانا اور منطقیوں کے اداۃ اور نحویوں کے حرف میں فرق بتانا ہے۔

تشریح:۔والافاداۃ میں الا یہ استثنائیہ نہیں بلکہ الا شرطیہ ہے اور افادہ اس کی جزاء ہے اصل عبارت ان لم یستقل فی دلالۃ کہ اگر وہ مفرد لفظ اپنے معنے پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو بلکہ کسی ضم ضمیمہ کی طرف محتاج ہو اس کو منطقی اداۃ اور نحوی حرف کہتے ہیں یہی مطلب ہے کہ علی مفرد فی غیرہ کا جو کہ نحوی کتابوں میں تعریف ہوتی ہے یہاں منطقیون کا اداۃ یہ اعم ہے اور نحویوں کا حرف اخص ہے اس لئے عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے جو نحویوں کا حرف ہوگا وی منطقیوں کا اداۃ ضرور ہوگا جیسے من الی وغیرہ لیکن جو منطقیوں کا اداۃ ہوگا اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ نحویوں کا حرف ہو جیسے زید کاتبا کاتبا میں کان یہ اداۃ ہے لیکن نحویوں کا حرف نہیں یہاں بھی وجہ فرق وہی ہے کہ منطقی معنی کا لحاظ کرتے ہیں اور نحوی صورت کانا کی صورت چونکہ فعل کی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں حرف نہیں کہتے معنی میں چونکہ یہ ربط کیلئے ہے اور اس وقت یہ تام ہے اور اداۃ بھی ربط کا فائدۃ دیتا ہے اسی لئے منطقی اس کو اداۃ کہتے ہیں۔

متن : وَاَیْضًا اِنِ اتَّحَدَ مَعْنَاہُ فَمَعَ تَشَخُّصِہٖ وَضْعًا عَلَمٌ وَبِدُوْنِہٖ مُتَوَاطِیٌ اِنْ تَسَاوَتْ اَفْرَادُہٗ وَمُشَکِّکٌ اِنْ تَفَاوَتَتْ بِاَوَّلِیَّۃٍ اَوْ اَوْلَوِیَّۃٍ وَاِنْ کَثُرَ فَاِنْ وُضِعَ لِکُلٍّ اِبْتِدَاءً فَمُشْتَرَکٌ وَاِلَّا فَاِنِ اشْتُھِرَ فِی الثَّانِیْ فَمَنْقُوْلٌ یُنْسَبُ اِلَی النَّاقِلِ وَاِلَّا فَحَقِیْقَۃٌ وَمَجَازٌ

ترجمہ:۔اور نیز اگر متحد ہو اس کا معنی پس اپنے تشخص کے ساتھ وضعا علم ہے اور اس کے بغیر متواطی ہے اگر برابر ہوں اس کے افراد اور مشکک ہے اگر متفاوت ہوں افراد اولی یا اولیت کے لحاظ سے اور اگر کثیر ہو اس کا معنی پس اگر وضع کیا گیا ہو ہر ایک کیلئے ابتداءً پس وہ مشترک ہے ورنہ پس اگر مشہور ہے ثانی میں پس منقول ہے منسوب کیا جاتا ہے ناقل کی طرف ورنہ پس حقیقت اور مجاز ہے

مختصر تشریح متن:۔یہاں مفرد کی ایک دوسری تقسیم علامہ تفتازانی بیان کر رہے ہیں اس مفرد کی دوسری تقسیم میں عقلی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں (۱) لفظ بھی مفرد ہو اور اس کا معنی بھی مفرد ہو اس کو عربی میں توحد اللفظ مع توحد المعنی کہتے

ہیں (۲) الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں اس کو عربی میں تکثر اللفظ مع تکثر المعنی کہتے ہیں (۳) لفظ ایک ہو اس کے معنی کثیر ہوں اس کو عربی میں توحد اللفظ مع تکثر المعنی کہتے ہیں (۴) لفظ کثیر ہوں لیکن معنی ان کا ایک ہو اس کو عربی میں تکثر اللفظ مع توحد المعنی کہتے ہیں منطق کی کتابوں میں صرف دوسری صورت سے بحث نہیں ہوتی جب الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں کیونکہ یہ تو کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے لغت کی تابوں کی اس کی تفصیل ہوتی ہے منطقی صرف باقی تین قسموں سے بحث کرتے ہیں علامہ تفتازانی نے ان اتحد معناہ سے لیکر ان کثر تک توحد اللفظ مع توحد المعنی کو بیان کیا ہے اور وان کثر سے لیکر آخر قول تک توحد اللفظ مع تکثر المعنی کو بیان کیا ہے اور ضمنا یہاں تکثر اللفظ مع توحد المعنی کا ذکر بھی آئیگا ہر ایک کی چند قسمیں ہیں ترتیب سے ہر ایک کی قسمیں بیان ہوں گی۔

(۱) توحد اللفظ مع توحد المعنی:۔ جب لفظ بھی ایک ہو اور اس کا معنی بھی ایک ہو تو پھر وہ معنی یا تو کلی ہوگا یا جزئی اگر وہ معنی جزئی ہے یعنی لفظ کو واضع نے وضع ہی ایک خاص معنی کیلئے وضع کیا ہو تو اس کو تفتازانی نے کہا ہے کہ یہ علَم ہے اور مرقات والے نے اس کا نام جزئی حقیقی رکھا ہے دوسرا قسم اس کا یہ ہے کہ اس لفظِ مفرد کا معنی کلی ہوگا کلی ہو کر پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ کلی کا صدق تمام افراد پر برابر سرابر آئیگا بغیر کسی فرق کے (اولیت، اولویت، اشدیت، ازدیت) کے یا اس فرق کے ساتھ آئیگا اگر برابر سرابر آئیگا تو اس کو کلی متواطی کہتے ہیں اگر اولیت اولویت کے فرق کے ساتھ آئیگا تو اس کو کلی مشکك کہتے ہیں۔

(۲) توحد اللفظ مع تکثر المعنی:۔ اگر لفظ ایک ہو اور اس کے معانی کثیر ہوں اب جب لفظ کے معنی کثیر ہوں گے تو کم از کم دو معنی تو ضرور ہوں گے پھر اگر اس لفظ کو ہر ہر معنی کیلئے علیحدہ علیحدہ بنایا گیا ہو تو اس کو مشترک کہیں گے جیسے عین اس کا معنی آنکھ چشمہ گھٹنا وغیرہ ہیں اور ہر ایک کیلئے وضع بھی الگ ہے اور اگر لفظ مشترک کی وضع ہر ہر لفظ کیلئے علیحدہ نہ کی گئی ہو بلکہ وضع تو ایک معنی کیلئے ہو لیکن پھر دوسرے معانی میں لفظ استعمال ہونے لگے اگر یہ دوسرے معنی میں لفظ اتنا مشہور ہو جائے کہ اس کا اصلی معنی موضوع لہ متروک ہو جائے تو اس کو منقول کہتے ہیں پھر منقول کی ناقل کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں اگر ناقل شرعیت ہو اس کو منقول شرعی کہتے ہیں اور اگر ناقل کوئی خاص قوم ہو تو اس کو منقول اصطلاحی کہتے ہیں اگر ناقل عرف عام ہو تو اس کو منقول عرفی کہتے ہیں اور اگر اس لفظ کا استعمال دوسرے معنی میں زیادہ مشہور نہ ہو بلکہ لفظ معنی موضوع لہ میں بھی استعمال ہوتا ہو اور معنی مستعمل فیہ میں بھی تو پھر اس سے معنی موضوع لہ مراد لیا جائے تو اس کو حقیقت کہیں گے اور اگر لفظ

Marfat.com

بول کر اس سے معنی مستعمل فیہ مراد لیا جائے تو اس کو مجاز کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ یہ لفظ معنی مستعمل فیہ میں کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہو رہا ہے یا بغیر مناسبت کے اگر معنی موضوع لہ سے مناسبت کے بغیر مستعمل ہو تو اس کو مرتجل کہیں گے اور اگر کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہو رہا ہو تو پھر دیکھیں گے کہ مناسبت تشبیہ کی ہے یا غیر تشبیہ کی اگر تشبیہ کی نہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہیں گے۔ اس کی پھر تیئس قسمیں ہیں حال محل، لازم ملزوم، سبب مسبب وغیرہ۔

اور اگر مناسبت تشبیہ کی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے گا یا نہیں اور اگر حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے تو اسکو تشبیہ کہیں گے اور حرف تشبیہ کا مذکور نہ ہو اس کو استعارہ کہتے ہیں استعارہ کی چار قسمیں ہیں (۱) مشبہ بہ کو ذکر کریں اور ارادہ مشبہ کا کیا جائے تو اسکو استعارہ مصرحہ کہتے ہیں جیسے رأیت اسدا یرمی یہاں مشبہ بہ اسد کو ذکر کر کے ارادہ مشبہ رجل شجاع کا کیا گیا ہے اور اس پر قرینہ موجود ہے جو کہ یرمی ہے وہ یہ بتلاتا ہے کہ یہاں مراد رجل شجاع ہے کیوں تیر پھینکنا آدمی کا کام ہے اسد کا کام نہیں (۲) مشبہ کو ذکر کیا جائے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن دل میں تشبیہ کسی اور چیز کے ساتھ ہو اس کو استعارہ مکنیہ یا استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں (۳) اور مشبہ کو ذکر کر کے لوازمات مشبہ بہ میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اس کو استعارہ تخییلیہ کہتے ہیں استعارہ تخییلیہ یہ قرینہ بنانا ہے (۴) استعارہ مکنیہ کیلئے استعارہ مکنیہ استعارہ تخییلیہ کے بغیر نہیں پایا جاتا (۴) اگر مشبہ کو ذکر کر کے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن مشبہ بہ کے مناسبات میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اسکو استعارہ ترشیحیہ کہتے ہیں۔ ان تینوں کی مثال یہ شعر ہے

اذانشبت المنیة اظفارها

الفیت کل تمیمة لا ینفع

ترجمہ شعر:۔ جب موت نے اپنے ناخن چبھو دیئے ☆ تو اس وقت میں نے ہر تعویذ کو پایا اور وہ نفع نہیں دیتا تھا

یہاں تینوں قسم کے استعارہ موجود ہیں المنیة کا معنی ہے موت یہاں موت مشبہ کا ذکر ہے ارادہ بھی موت کا ہے اور دل میں تشبیہ موت کو درندے (شیر) کے ساتھ دے رہا ہے یہ استعارہ بالکنایہ کی مثال ہے اور موت مشبہ کیلئے لوازمات مشبہ بہ ثابت کئے ہیں جو کہ اظفارها ہیں یہ استعارہ تخییلیہ ہے انشبت کا معنی ہے چبھونا ہے یہ موت کیلئے ثابت کیا ہے جو کہ مناسبات مشبہ بہ میں سے ہے یہ استعارہ ترشیحیہ کی مثال ہے۔

فائدہ:۔ لفظ مشترک لفظ ایک ہو اور اس کے معنی کثیر ہوں مجاز مرسل کے چوبیس قسم چار قسم استعارہ کی تین قسم منقول مرتجل تشبیہ حقیقت مجاز یہ کل پینتیس قسمیں بنتی ہیں لفظ مشترک کے ان تمام اقسام کی مثالیں مرقات میں دیکھ لیں

☆☆☆

قَوْلُهٗ اَیْضًا: مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ لِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ اَیْ آضَ اَیْضًااَیْ رَجَعَ رُجُوْعًا وَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ اَیْضًا لِمُطْلَقِ الْمُفْرَدِ لَا لِلِاسْمِ وَحْدَهٗ وَفِیْهِ بَحْثٌ لِاَنَّهٗ یَقْتَضِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْحَرْفُ وَالْفِعْلُ اِذَا کَانَ مُتَّحِدَی الْمَعْنٰی دَاخِلَیْنِ فِی الْعِلْمِ وَالْمُتَوَاطِیِّ وَالْمُشَکَّکِ مَعَ اَنَّهُمْ لَا یُسَمُّوْنَهَا بِهٰذِهِ الْاَسَامِیْ بَلْ قَدْ حُقِّقَ فِیْ مَوْضِعِهٖ اَنَّ مَعْنَاهُمَا لَا یَتَّصِفُ بِالْکُلِّیَّةِ وَالْجُزْئِیَّةِ تَاَمَّلْ فِیْهِ

ترجمہ:۔اس کا قول ایضا یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف آض کا یعنی لوٹا لوٹنا اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف کہ یہ تقسیم بھی مطلق مفرد کی ہے نہ کہ اکیلے اسم کی اور اس میں بحث ہے پس یہ بلاشبہ تقاضہ کرتا ہے اس بات کا کہ حرف اور فعل جب متحد المعنی ہوں ہوں تو داخل ہیں علم متواطی اور مشکک میں باوجود اس کے کہ نہیں نام رکھا جاتا ان دونوں کا ان ناموں کے ساتھ بلکہ اپنے مقام پر یہ بات متحقق ہے کہ ان دونوں کا معنی کلیۃ و جزئیۃ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا پس اس میں غور وفکر کر لے۔

اغراضِ شارح:۔اس پورے قول کے تین حصے ہیں (۱) ایضا سے لیکر فیہ کی بحث تک قول کی غرض صرف ایضا کی ترکیب بتانا ہے (۲) فیہ کی بحث سے تامل تک غرض اعتراض کرنا ہے (۳) لا نا تامل سے اس اعتراض کے جواب دیا ہے۔

غرض اول ترکیب:۔ایضا مثلا البتۃ اس قسم کے الفاظ یہ ہمیشہ مفعول مطلق واقع ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کی جنس میں سے فعل محذوف نکالا جاتا ہے ایضا سے پہلے آض فعل محذوف ہے اور عبارت آض ایضا ہوگی جس کا معنی رجع رجوعا ہے یہاں مطلب یہ ہوگا کہ ماتن پھر مفرد کی دوبارہ تقسیم کر رہا ہے۔

غرض ثانی وفیہ بحث:۔اس میں ایک اعتراض ہے۔

اعتراض:۔آپنے ماقبل میں مفرد کی تین قسمیں بیان کی ہیں (کلمہ، اسم، ادات) اور ایضا کی عبارت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آگے آنیوالی تقسیم بھی مفرد کی ہے یعنی متواطی، مشکک، مشترک، منقول اور علم ہونا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب یہ اقسام مفرد کے ہیں اور مفرد فعل بھی ہوتا تھا اور حرف بھی تو یہ اقسام فعل و حرف کی بھی ہیں حالانکہ متواطی اور مشکک وغیرہ یہ فعل نہیں ہوتے کیونکہ یہ نام تو ان الفاظ کے رکھے جاتے ہیں جن کا معنی کلیۃ اور جزئیت کے ساتھ موصوف ہو سکے کلیت اور جزئیت کے ساتھ تو صرف معنی مستقل ہی موصوف ہو سکتا ہے حرف کا معنی مستقل نہیں ہوتا اسی طرح فعل کا بھی معنی مطابقی وہ غیر مستقل ہے کیوں وہ مرکب ہے حدث، نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل سے یہاں حدث تو مستقل ہے باقی نسبۃ الی

Marfat.com

الزمان اورنسبت الی الفاعل یہ غیر مستقل نہیں اور جو چیز مستقل اور غیر مستقل سے مرکب ہوتی ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے لہذا فعل کا معنی بھی غیر مستقل ہے جب حرف اور فعل کا معنی غیر مستقل ہے تو یہ کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا جب کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا تو یہ متواطی اور مشکک الخ نہیں ہوسکتا جب متواطی، علم، مشکک نہیں ہوسکتا تو پھر اس کو مفرد کی اقسام بنانا کیسے درست ہے بینوا وتوجروا۔

غرض ثالث تامل فیہ:۔ سے اس اعتراض کے جواب دیا اس اعتراض کے علامہ یزدی نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب (۱):۔ مناطقہ کے اس بارے میں دو مذہب ہیں بعض مناطقہ کے نزدیک صرف اسم ہی متواطی، مشکک، مشترک ہوسکتا ہے اور دوسرے بعض مناطقہ کے ہاں حرف اور فعل بھی متواطی مشکک الخ ہوسکتا ہے یہاں تفتازانی نے بھی ان مناطقہ کا مذہب لیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعل اور حرف بھی متواطی و مشکک ہوسکتا ہے لہذا اب اشکال نہیں ہوسکتا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ دوسرے جواب کے سمجھنے سے پہلے مناطقہ کا ایک ضابطہ سمجھنا ضروری ہے۔

ضابطہ:۔ ایک ہوتی ہے مطلق الشئ اضافت مطلق کی شئ کی طرف یعنی مطلق شئ اور ایک ہوتی ہے الشئی المطلق موصوف صفت ایسی شئ جو مقید ہو ساتھ وصف اطلاق کے ساتھ مطلق شئ میں چونکہ قید تو کوئی بھی نہیں اسی لئے اس میں عموم زیادہ ہے اور الشئی المطلق میں اطلاق کی کم از کم قید تو موجود ہے اس لئے اس میں اس درجے کا عموم نہیں بلکہ یہاں مقید ہے مطلق شئ میں کوئی قید نہیں اس میں عموم ہے لہذا اسمیں تخصیص کی جاسکتی ہے لیکن الشئی المطلق میں چونکہ قید اطلاق موجود ہے اس لئے اس میں تخصیص نہیں ہوسکتی کیونکہ اطلاق اور تخصیص آپس میں ضدیں ہیں۔

ضابطہ کا انطباق:۔ جب آپ نے یہ ضابطہ سمجھ لیا تو اب جواب نمبر۲ سمجھیں۔ کہ ایک فعل مطلق المفرد اور ایک ہے المفرد المطلق مطلق المفرد یہ مطلق الشئی کی طرح ہے اور المفرد المطلق یہ الشئی المطلق کی طرح ہے لہذا یہاں بھی المفرد المطلق میں تو تخصیص صحیح نہیں اور مطلق المفرد میں تخصیص درست ہوگی یہاں متن میں تفتازانی نے جو تقسیم کی ہے وہ مطلق المفرد کی ہے اس میں تخصیص کر کے اسم کی تقسیم متواطی مشکک الخ کی طرف کی ہے المفرد المطلق کی تقسیم نہیں کی تا کہ اشکال وارد نہ ہوسکے۔

قَوْلُهٗ اِنِ اتَّحَدَ مَعْنَاهُ: اَیْ وَحُدَ مَعْنَاهُ۔

ترجمہ:۔ یعنی ایک ہو اس کا معنی۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ عبارت متن پر وارد ہوتا ہے۔

Marfat.com

اعتراض:۔ اتحاد یہ باب افتعال کا مصدر ہے اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ دو متغایر چیزوں کو یکجا کر دینا یعنی ملا دینا اور وحدت یہ باب مجرد کا مصدر ہے اتحاد کا معنی وحدت کے ساتھ کرنا یہ مجازی معنی ہے یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ نے متن میں یہ کہا ہے کہ اگر اس مفرد کا معنی متحد ہو تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مفرد کا معنی ایسا ہوگا جس کی دو جزئیں متغایر ہوں گی پھر ان دونوں کو ملا کر ایک معنی بنا دیا گیا ہوگا حالانکہ ایسا تو نہیں ہوتا کہ ایک لفظ کے دونوں جزئیں معنی متغایر ہوں۔

جواب:۔ یہاں اتحاد بول کر مجازاً وحدت مراد لی گئی ہے اب مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اگر مفرد کا معنی واحد ہو یعنی ایک ہو تو وہ علم ہے از روئے وضع کے۔

قَوْلُهٗ فَمَعَ تَشَخُّصِهٖ اَیْ جُزْئِیَّتِهٖ

ترجمہ:۔ یعنی اس کا جزئی ہونا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔

اعتراض:۔ تشخص کے معنی ہئیت وصورت کے آتے ہیں اس اعتبار سے اب متن کی عبارت کا مطلب بھی یہ ہوا کہ مفرد اپنی صورت وشکل کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے یہ معنی درست نہیں کیونکہ مفرد تو کلی ہے کلی کی تو شکل ہی نہیں ہوتی۔

جواب:۔ تشخص یہ ملزوم ہے اور جزئی ہونا اس کو لازم ہے جہاں تشخص ہوگا وہاں جزئی اور جہاں جزئی ہوگی وہاں تشخص ہوگا جیسے زید کی ذات جہاں ہوگی وہ ذات زید (جزئی) ہوگی یہاں بھی ملزوم تشخص بول کر لازم (جزئی) مراد لیا گیا ہے اب مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ وہ مفرد اپنے جزئی ہونے کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے۔

قَوْلُهٗ وَضْعًا: اَیْ بِحَسْبِ الْوَضْعِ دُوْنَ الْاِسْتِعْمَالِ لِاَنَّ مَا یَکُوْنُ مَدْلُوْلُهٗ کُلِّیًا فِی الْاَصْلِ وَ مُشَخِّصًا فِی الْاِسْتِعْمَالِ کَاَسْمَاءِ الْاِشَارَةِ عَلٰی رَاْیِ الْمُصَنِّفِ لَا یُسَمّٰی عَلَمًا وَهٰهُنَا کَلَامٌ آخَرُ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمَعْنٰی فِیْ هٰذَا التَّقْسِیْمِ اِمَّا الْمَوْضُوْعُ لَهٗ تَحْقِیْقًا اَوْ مَا اسْتُعْمِلَ فِیْهِ اللَّفْظُ سَوَاءٌ کَانَ وَضْعُ اللَّفْظِ لِاِزَائِهٖ لَهٗ تَحْقِیْقًا اَوْ تَاْوِیْلًا فَعَلَی الْاَوَّلِ لَا یَصِحُّ عَدُّ الْحَقِیْقَةِ وَالْمَجَازِ مِنْ اَقْسَامِ مُتَکَثِّرِ الْمَعْنٰی وَعَلَی الثَّانِیْ یَدْخُلُ نَحْوُ اَسْمَاءِ الْاِشَارَةِ عَلٰی مَذْهَبِ الْمُصَنِّفِ فِیْ مُتَکَثِّرِ الْمَعْنٰی وَیَخْرُجُ عَنِ اَفْرَادِ مُتَحَدِّ الْمَعْنٰی فَلَا حَاجَةَ فِیْ اِخْرَاجِهَا اِلَی التَّقْیِیْدِ بِقَوْلِهٖ وَضْعًا

Marfat.com

ترجمہ:۔یعنی وضع کے لحاظ سے نہ کہ استعمال کے لحاظ سے کیونکہ وہ لفظ مفرد جس کا مدلول اصل میں کلی ہوا اور استعمال جزئی ہو جیسے مصنف کے خیال پر اسماء اشارہ ہیں اس کا نام علم نہیں رکھا جاتا اور یہاں گفتگو ہے وہ یہ کہ اس تقسیم میں معنی سے مراد حقیقۃ موضوع لہ ہے یا وہ معنی ہیں جس میں لفظ مفرد مستعمل ہو برابر ہے کہ اس کیلئے لفظ مفرد حقیقۃ موضوع ہو یا تاویلا۔پہلی تقدیر پر متکثر المعنی کی اقسام میں سے حقیقت اور مجاز کو شمار کرنا صحیح نہ ہوگا اور ثانی تقدیر پر مصنف کے مذہب کے مطابق اسماء اشارہ کے مانند اسماء متکثر المعنی میں داخل ہو جائیں گے اور متحد المعنی سے خارج ہو جائیں گے پس اس سے اسماء اشارہ وغیرہ کو نکالنے کیلئے لفظ مفرد متحد المعنی کو وضعا کی قید کے ساتھ مقید بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اغراضِ شارح: اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ مصنف کے نزدیک اسماء اشارات وضع عام موضوع لہ عام میں سے ہیں اگرچہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے۔وھھنا کلام الخ سے ماتن پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

فائدہ:۔(۱) ایک واضع لفظ ہوتا ہے یعنی لفظ کا بنانے والا اور (۲) ایک موضوع ہوتا ہے یعنی جس چیز کو بنایا (۳) تیسری چیز وضع ہوتی ہے کہ بنانے والا لفظ کو بناتے وقت کس چیز کا لحاظ کر کے بناتا ہے (۴) موضوع لہ یعنی جس کیلئے لفظ کو بنایا گیا ان چاروں چیزوں میں سے دو تو متعین ہیں ایک واضع اور دوسری موضوع واضع تو تمام الفاظ کا حقیقت میں اللہ تعالی ہے مجاز ایوں نسبت کی جاتی ہے نحویوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا صرفیوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا موضوع بھی متعین ہے اور وہ لفظ ہے البتہ وضع اور موضوع لہ یہ بدلتے رہتے ہیں جب بھی کوئی بنانے والا کسی لفظ کو کسی معنی کیلئے بناتا ہے تو وہ کسی نہ کسی چیز کا لحاظ کرتا ہے لحاظ وہ یا کلی چیز کا کرتا ہے یا جزئی کا اسی طرح معنی جس کو موضوع لہ کہتے ہیں وہ بھی یا تو کلی ہوتا ہے یا جزئی ہوتا ہے وضع کے اعتبار سے یہاں چار قسمیں بنتی ہیں اگر واضع بناتے وقت کسی امر کلی کا لحاظ کرے تو اس کو وضع عام کہتے ہیں اور اگر کسی جزئی چیز کا لحاظ کرے تو اس کو وضع خاص کہتے ہیں اسی طرح اگر لفظ کسی جزئی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ خاص کہتے ہیں اور اگر کسی کلی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ عام کہتے ہیں وضع کے اعتبار سے شئی کی جلی طور پر یہاں چار صورتیں بنتی ہیں (۱) وضع خاص موضوع لہ خاص (۲) وضع عام موضوع لہ عام (۳) وضع خاص موضوع لہ عام (۴) وضع عام موضوع لہ خاص۔ان چار قسموں میں سے پہلی دو اور چوتھی کلام عرب میں مستعمل ہیں البتہ تیسرا قسم وضع خاص موضوع لہ عام یہ کلام عرب میں مستعمل نہیں کیونکہ جب وضع خاص ہے تو اس وقت وضع میں امر جزئی کا لحاظ کیا جائے گا جزئی کسی کلی کے حصول کا ذریعہ نہیں بنتی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ الجزئی لا یکون کاسبا ولا مکتسبا باقی تین قسموں کی تفصیل سمجھیں۔

Marfat.com

وضع خاص موضوع لہ خاص:۔وضع بھی خاص ہواور موضوع لہ بھی خاص ہو جیسے لفظ زید اس کو واضع نے ایک معنی جزئی ذات تشخص کیلئے وضع کیا ہے اس کا موضوع لہ خاص ہے وہ ذات معین ہے یہاں وضع بھی خاص ہے کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو بناتے وقت جزئی چیز (اس کی صورت وشکل) کا لحاظ کیا وضع عام موضوع لہ عام جیسے لفظ انسان کی وضع ایک مفہوم کلی (حیوان ناطق) کیلئے لفظ انسان کو واضع نے وضع کرتے وقت ایک عام معنی حیوان ناطق کا لحاظ کیا اور اس کی وضع بھی ایک معنی تمام ناطق کیلئے ہے۔

وضع خاص موضوع لہ عام:۔اس کی کوئی بھی مثال کلام عرب میں موجود نہیں ہے کیونکہ لفظ جب کسی امر جزئی کا لحاظ کرتے ہوئے وضع کیا گیا ہوگا تو اس وقت وہ جزئی آلہ بنے گی حالانکہ جزئی کے بارے میں یہ ضابطہ ماقبل میں گزر چکا ہے الجزئی لایکون کاسبا ولا مکتسبا جزئی نہ خود حاصل ہوتی ہے اور دوسری کسی چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ بنتی ہے۔

وضع عام موضوع لہ خاص:۔اسماء اشارات اور ضمائر ان کو واضع نے وضع کرتے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا ہے اسماء اشارات میں سے ھذا کو واحد مذکر محسوس ومبصر کیلئے وضع کیا اسی طرح ضمائر میں سے مثلاھو کہ واضع نے اس کو وضع کرتے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا کہ ھو ہر واحد مذکر غائب کیلئے استعمال ہوگا ہاں ان دونوں کا موضوع لہ بعض حضرات کے نزدیک خاص ہے کیونکہ ان کا استعمال تو جزئیات میں ہوتا ہے ان کا موضوع لہ وہ مخصوص جزئی ہے جس میں اسماء اشارات اور ضمائر کو استعمال کیا جاتا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ان کا موضوع لہ بھی عام ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسماء اشارات بعض حضرات کے نزدیک وضع عام اور موضوع لہ خاص کے قبیل میں سے ہے اور بعض کے نزدیک وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سے ہیں۔

ومنھم المصنف:۔اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصنف کے نزدیک اسماء اشارات وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سی ہیں اگر چہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے اسی لئے مصنف نے وضعا کی قید لگادی تا کہ اسماء اشارات علم کی تعریف سے خارج ہو جائیں ان کا معنی اگر چہ ایک یعنی جزئی ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے نہیں بلکہ استعمال کے اعتبار سے ہے۔

وھھنا کلام الخ:۔اس عبارت سے شارح ماتن پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔یہ ہوتا ہے کہ ان اتحد معناہ میں معنی سے مراد یا تو معنی موضوع لہ ہے اور یا معنی مستعمل فیہ ہے اگر معنی موضوع لہ مراد ہے تو پھر حقیقت اور مجاز کو تکثر المعنی میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ حقیقت اور مجاز کا معنی تو ایک ہی ہوتا ہے اور مجاز کا

Marfat.com

تو معنی موضوع لہ ہوتا ہی نہیں اور اگر معنی مستعمل فیہ ہے تو پھر وضعا کی قید لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسماء اشارات کا معنی مستعمل فیہ تو ایک ہوتا ہے زیادہ نہیں ہوتا شارح نے اس اعتراض کا جواب کوئی ذکر نہیں کیا۔

جواب:۔ یہاں مصنفؒ نے **صنعت استخدام** سے کام لیا ہے **صنعت استخدام** اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ذکر کیا جائے پھر اس کے بعد ایک ضمیر آجائے جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو مگر اس لفظ سے جو معنی مراد ہو اس کا غیر اس ضمیر سے مراد لیا جائے مثلا **التحذیر هو معمول بالتقدیر التق التحذیر** کا لفظ بول کر اس سے ایک معنی (ڈرانا) مراد لیا گیا ہے اور پھر جب اس لفظ کی طرف **هو** ضمیر کو راجع کیا تو اس وقت اس سے دوسرا معنی مراد لیا یعنی محذر یا محذر منہ بالکل اس طرح **ان اتحد معناه** میں معنی سے مراد معنی موضوع لہ ہے لہذا اشماء اشارات کو علم کی قید سے خارج کرنے کیلئے وضع کی قید لگانا ضروری تھی پھر جب اس کی ضمیر جو **وان کثر** میں مذکور ہے ہمارے سامنے ہے جب یہ اس کی طرف راجع کی تو اس سے مراد معنی مستعمل فیہ لے لیا حقیقت اور مجاز کے معنی مستعمل فیہ چونکہ زیادہ ہیں لہذا اب انہیں **تکثر المعنی** کے اقسام میں شمار کرنا درست ہے اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

قَوْلُهُ اِنْ تَسَاوَتْ: بِاَنْ يَكُوْنَ صِدْقُ هٰذَا الْمَعْنٰى الْكُلِّيِّ عَلٰى تِلْكَ الْاَفْرَادِ عَلَى السَّوِيَّةِ

ترجمہ:۔ یعنی معنی کلی کا صدق اس کے تمام افراد پر برابر ہو۔

غرضِ شارح:۔ انسان اپنے افراد پر **علی السویه** صادق آرہا ہے اسی طرح اپنے افراد پر خارج میں اور بعینہ ذہن میں جو افراد ہیں ان پر برابر صادق آرہا ہے یہ نہیں کہ کوئی فرد انسانی ایسا ہو جس پر انسان بالاولیت سچا آرہا ہو۔

قَوْلُهُ اِنْ تَفَاوَتَتْ: اَیْ يَكُوْنُ صِدْقُ هٰذَا الْمَعْنٰى عَلٰى بَعْضِ اَفْرَادِهٖ مُقَدَّمًا عَلٰى صِدْقِهٖ عَلٰى بَعْضٍ آخَرَ بِالْعِلِّيَّةِ اَوْيَكُوْنُ صِدْقُهٗ عَلٰى بَعْضٍ اَوْلٰى وَاَنْسَبُ مِنْ صِدْقِهٖ عَلٰى بَعْضٍ آخَرَ وَغَرْضُهٗ مِنْ قَوْلِهٖ اِنْ تَفَاوَتَتْ بِاَوَّلِيَّةٍ اَوْ اَوْلَوِيَّةٍ التَّمْثِيْلُ فَاِنَّ التَّشْكِيْكَ لَا يَنْحَصِرُ فِيْهِمَا بَلْ قَدْ يَكُوْنُ بِالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ اَوْ بِالشِّدَّةِ وَالضُّعْفِ

ترجمہ:۔ یعنی اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر مقدم ہو علت ہونے کے لحاظ سے دوسرے افراد پر یا اس مفہوم کا صدق بعض پر اولی اور انسب ہو دوسرے بعض پر اس کے صادق آنے سے اور ماتن کی غرض اپنے قول ان تفاوت بالاولیت اور والاولویۃ کے ساتھ تمثیل ہے کیونکہ تشکیک صرف ان دونوں میں منحصر نہیں بلکہ یہ تشکیک کبھی زیادت اور نقصان کے ساتھ ہوتی ہے کبھی شدت اور ضعف کے ساتھ ہوتی ہے۔

Marfat.com

اغراض شارح: ای یکون صدق هذا الخ سے توضیح متن اور وغرضه بقوله سے آخر تک ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

تشریح:۔اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر مقدم ہو دوسرے افراد پر اسکی مثال وجود ہے جو کہ ذات واجب الوجود پر پہلے سچا آرہا ہے کیونکہ وہ علت ہے اور ممکن پر بعد میں کیونکہ وہ معمول ہے یہ صدق وجود باعلیت ہے دوسرا یہ کہ اس مفہوم کا صدق بعض پر اولی اور انسب ہو دوسرے بعض پر اسکی مثال بھی وجود ہے جس کا صدق واجب پر اولی اور انسب ہے کیونکہ وجود یہ واجب لذاتہ ہے اور وجود الممکن بغیرہ ہے یعنی واجب کی وجہ سے۔

وغرضه بقوله :۔اس عبارت سے مصنف کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔آپ نے کہا ہے کہ لفظ کا معنی ایک ہو بلا تشخص نیز اس کے افراد متفاوت ہوں اولیت یا اولویت کی وجہ سے تو اسے مشکک کہتے ہیں گویا کہ تشکیک اولیت اور اولویت مین منحصر ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ تشکیک تو شدت وضعف اور زیادۃ ونقصان میں تفاوت کی بنا میں بھی پائی جاتی ہے۔

جواب:۔اگر اولویت اور اولیت کا ذکر علی وجه الانحصار ہوتا تو تب یہ اعتراض وارد ہوتا مصنف نے ان کا ذکر علی وجه التمثیل کیا ہے جو کہ انحصار کا مقتضی نہیں۔

قَوْلُهٗ وَاِنْ كَثُرَ: اَیِ اللَّفْظُ اِنْ كَثُرَ مَعْنَاهُ الْمُسْتَعْمَلُ هُوَ فِيْهِ فَلَا يَخْلُوْا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مَوْضُوْعًا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْمَعَانِیْ اِبْتِدَاءً بِوَضْعٍ عَلٰحِدَةٍ اَوْ لَايَكُوْنَ كَذَالِكَ وَالْاَوَّلُ يُسَمّٰى مُشْتَرَكًا كَالْعَيْنِ لِلْبَاصِرَةِ وَالذَّهَبِ وَالذَّاتِ وَالرُّكْبَةِ وَعَلَى الثَّانِیْ فَلَا مَحَالَةَ اَنْ يَكُوْنَ اللَّفْظُ مَوْضُوْعًا لِوَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْمَعَانِیْ اِذِاالْمُفْرَدُ قِسْمٌ مِنَ اللَّفْظِ الْمَوْضُوْعِ ثُمَّ اَنَّهٗ اِنِ اسْتُعْمِلَ فِیْ مَعْنًى آخَرَ فَاِنِ اشْتَهَرَ فِی الثَّانِیْ وَتُرِكَ اسْتِعْمَالُهٗ فِی الْمَعْنَى الْاَوَّلِ بِحَيْثُ يَتَبَادَرُ مِنْهُ الثَّانِیْ اِذَااُطْلِقَ مُجَرَّدًا عَنِ الْقَرَائِنِ فَهٰذَا يُسَمّٰى مَنْقُوْلًا وَاِنْ لَمْ يَشْتَهِرْ فِی الثَّانِیْ وَلَمْ يُهْجَرْ فِی الْاَوَّلِ بَلْ يُسْتَعْمَلُ تَارَةً فِی الْاَوَّلِ وَاُخْرٰى فِی الثَّانِیْ فَاِنِ اسْتُعْمِلَ فِیْ الْاَوَّلِ اَیِ الْمَعْنَى الْمَوْضُوْعِ لَهٗ يُسَمّٰى اللَّفْظُ حَقِيْقَةً وَاِنِ اسْتُعْمِلَ فِی الَّذِیْ هُوَ غَيْرُ الْمَوْضُوْعِ لَهٗ يُسَمّٰى مَجَازًا ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْمَنْقُوْلَ لَابُدَّلَهٗ

Marfat.com

مِنْ نَاقِلٍ مِنَ الْمَعْنَى الْاَوَّلِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ اِلَى الْمَعْنٰى مَعْنَى الثَّانِىْ الْمَنْقُوْلِ اِلَيْهِ فَهٰذَا النَّاقِلُ اِمَّا اَهْلُ الشَّرِيْعَةِ اَوْ اَهْلُ الْعُرْفِ الْعَامِ اَوْ اَهْلُ عُرْفٍ وَ اصْطِلَاحٍ خَاصٍّ كَالنَّحْوِىْ مَثَلًا فَعَلَى الْاَوَّلِ يُسَمّٰى مَنْقُوْلًا شَرْعِيًّا وَعَلَى الثَّانِىْ عُرْفِيًّا وَعَلَى الثَّالِثِ اِصْطِلَاحِيًّا وَاِلٰى هٰذَا بِقَوْلِهٖ يُنْسَبُ اِلَى النَّاقِلِ

ترجمہ ومختصر تشریح:۔یعنی لفظ مفرد جس معنی میں مستعمل ہوا وہ اگر کثیر ہوں تو (ان دوصورتوں سے) خالی نہیں یا تو وہ لفظ مفرد ان معنوں سے ہر ایک کیلئے مستقل وضع کے ساتھ ابتداء موضوع ہوگا یا موضوع نہ ہوگا اول قسم کے لفظ مفرد کا نام مشترک رکھا جاتا ہے اور ثانی صورت پر یقیناً وہ لفظ موضوع یوگا ان معنوں سے ایک کیلئے کیونکہ لفظ مفرد لفظ موضوع کی قسم ہے پھر وہ لفظ مفرد دوسرے معنی میں مستعمل ہوا ہے پھر اگر وہ دوسرے معنی میں مشہور ہو جائے اور پہلے معنی میں اس کا استعمال متروک ہو جائے بایں طور کہ اسی لفظ مفرد سے ثانی معنی متبادر ہوں جب اس کو قرائن سے خالی کر کے استعمال کیا جائے تو اسی لفظ مفرد کا نام منقول رکھا جاتا ہے اور اگر لفظ مفرد معنی ثانی میں مشہر نہ ہو اور معنی اول متروک نہ ہو بلکہ اسی لفظ مفرد کو کبھی معنی اول اور کبھی معنی ثانی میں استعمال کیا جاتا ہو سوا اگر استعمال کیا جاوے اسی لفظ مفرد کو معنی اول یعنی موضوع لہ میں تو اسی لفظ کا نام حقیقت رکھا جاتا ہے اور اگر استعمال کیا جائے اس معنی ثانی میں جو غیر موضوع لہ ہے تو اسی لفظ کا نام مجاز رکھا جاتا ہے پھر جان لو کہ منقول کیلئے ایسے فاعل کی ضرورت ہے جو اسکو اس کے معنی منقول عنہ سے معنی منقول الیہ کیطرف نقل کرے یہ ناقل یا اہل شرع ہوگا یا اہل عرف عام یا اہل عرف خاص جیسے نحوی وغیرہ پس پہلی صورت میں اسی لفظ مفرد کا نام منقول شرعی رکھا جاتا ہے اور دوسری صورت میں اسی لفظ مفرد کا نام منقول عرفی رکھا جاتا ہے اور تیسری صورت میں اسی لفظ مفرد کا نام منقول رکھا جاتا ہے اور اسی طرف شارح نے ینسب الی الناقل کہ کے اشارہ فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ اللفظ کو ذکر کر کے شارح نے اس جانب اشارہ کر دیا کہ یہ تقسیم جو کہ ان اتحد معنی سے کی جارہی ہے مفرد کی ہے نہ کہ اسم کی (والتفصیل فی ماسبق تفصیل گزر چکی ہے) معنی المستعمل فیه سے اسم اشارہ کو خارج کرنے کیلئے وضع کی قید پر جو اعتراض ہوا تھا اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا۔

اما ان یکون موضوعا:۔اس عبارت میں مشترک کی تعریف کی ہے۔اس تعریف کے فوائد قیود یہ ہیں۔

فوائد وقیود تعریف:۔موضوع کی قید سے مہمل کو خارج کر دیا لکل واحد من تلک المعانی کی قید سے حقیقت ومجاز کو خارج کر دیا کیونکہ حقیقت کو صرف ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور مجاز کسی معنی کیلئے موضوع نہیں ابتداء کی قید سے

منقول نکل گیا کیونکہ اسے ہر ایک معنی (منقول عنہ اور منقول الیہ) کیلئے وضع کیا جاتا ہے مگر ابتداء نہیں کیونکہ ابتداء میں لفظ منقول کی وضع صرف منقول عنہ کیلئے ہوتی ہے پھر مناسبت کی وجہ سے اسے منقول الیہ کیلئے بھی وضع کر دیا جاتا ہے۔ بوضع علیحدہ ۔کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن کی وضع عام اور موضوع لہ خاص ہے مثلا اسماء اشارات او لایکون کذالك اصل میں یوں ہے وان لم یکن موضوعا لکل واحد من تلک المعانی ابتداء بوضع علیحدۃ۔

وعلی الثانی اذاالمفرد:۔ سے شارح ایک وہم کا ازالہ کر رہے ہیں۔

وہم:۔ دلیل حصر اس طرح بیان کی جارہی ہے کہ اگر لفظ کو بہت سے معانی کیلئے وضع کیا گیا ہوگا یا ایک کیلئے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ کسی بھی معنی کیلئے وضع نہ کیا گیا ہو۔

ازالہ:۔ یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ یہ مفرد کی تقسیم ہے اور مفرد اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی ایسا مفرد بھی ہو جو کسی معنی کیلئے نہ وضع کیا گیا ہو۔

ثم انه ان استعمل سے آخرِ قول تک عبارت کا مطلب نہایت واضح ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

المتن: فَصْلٌ:۔ اَلْمَفْهُوْمُ اِنِ امْتَنَعَ فَرْضُ صِدْقِهٖ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ فَجُزْئِيٌّ وَاِلَّا فَكُلِّيٌّ اِمْتَنَعَتْ اَفْرَادُهٗ اَوْ اَمْكَنَتْ وَلَمْ تُوْجَدْ اَوْ وُجِدَ الْوَاحِدُ فَقَطْ مَعَ اِمْكَانِ الْغَيْرِ اَوِ امْتِنَاعِهٖ اَوِ الْكَثِيْرِ مَعَ التَّنَاهِيْ اَوْ عَدَمِهٖ

ترجمہ:۔ مفہوم اگر ممتنع ہو فرض کرنا اس کے صدق کا کثیرین پر پس وہ جزئی ہے ورنہ وہ کلی ہے اگر ممتنع ہوں اس کے افراد یا ممکن ہوں اور نہ پائے جائیں یا پایا جائے ایک فقط ساتھ غیر کے امکان کے یا غیر کے امتناع کے یا کثیریں پر تناہی کے ساتھ یا غیر متناہی۔

مختصر تشریح متن:۔ اس فصل میں بھی لفظ مفرد کی تقسیم ہے ماقبل والی لفظ کی تقسیم مفرد و مرکب کی طرف اولا بالذات تھی یہ تقسیم لفظ کی ثانیا بالعرض ہے لفظ کی پہلی تقسیم مفرد و مرکب یہ اولا و بالذات ہے اولا و بالذات کا مطلب یہ ہے کہ مفرد و مرکب لفظ کی صفت اولا بنتی ہے اور بالذات بنتی ہے لفظ کی یہ تقسیم (کلی و جزئی) لفظ کی صفت ثانیا و بالعرض بنتی ہے ثانیا

Marfat.com

وبالعرض کا مطلب یہ ہے کہ کلی اور جزئی ہونا یہ معنی کی صفت اولا وبالذات ہے اور لفظ کی صفت ثانیا بالعرض ہے کیونکہ یہ کلی اور جزئی اولا وبالذات صفت معنی کی بنتا ہے اسی لئے پہلے اسی کی تعریف کرتے ہیں معنی کا دوسرا نام مفہوم ہے۔

مفہوم کا معنی:۔ جو لفظ سے سمجھا گیا ہو اور جو چیز لفظ سی سمجھی جاتی ہے وہ معنی ہوتا ہے۔

مفہوم کی اقسام:۔ مفہوم کی دو قسمیں ہیں کلی و جزئی (۱) کلی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیریں پر فرض کرنا جائز ہو جیسے انسان جزئی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا جائز نہ ہو جیسے زید کہ اس کا صدق اس ذات مشخص وصورت متعین پر ہوتا ہے کثیرین پر نہیں ہوتا منطقی حضرات جزئی سے بحث ہی نہیں کرتے کلی کی باعتبار افراد کے چھ قسمیں ہیں چونکہ کلی تو ایک معنی ہے اس کے معنی کے آگے افراد ہوں گے۔

وجہ حصر:۔ کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہوگا یا ممتنع اگر ممتنع ہو تو اس کو کلی کی پہلی قسم **ممتنع الافراد** کہتے ہیں جیسے شریک باری تعالی اور اگر کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے افراد خارج میں پائے جائیں گے یا نہیں اگر نہ پائے جائیں تو یہ کلی کا دوسرا قسم ہے جیسے عنقاء یہ ایک کلی ہے لیکن اس کا خارج میں کوئی فرد نہیں پایا گیا کلی اس طرح ہے کہ اس کا معنی کلی ہے وہ یہ کہ ایک پرندہ جو کہ دو پروں والا ہو اور ایک پر مغرب میں اور ایک مشرق میں (عنقاء کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ پرندہ تھا اس کی خوراک پرندے اور انسان تھے ایک دفعہ اس نے ایک بچہ کھالیا لوگوں نے تنگ آ کر اس وقت کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان یا اس وقت کے ولی کامل مستجاب الدعوات جن کا نام خالد بن سنان تھا ان سے درخواست کی کہ آپ اس کیلئے بد دعا کریں کہ اللہ تعالی اس کی نسل ہی ختم کر دے چنانچہ اس پیغمبر یا اس وقت کے ولی کامل کی دعا سے اس کی نسل ہی دنیا سے ختم ہوگئی اب وہ دنیا میں نہیں پایا جاتا) لیکن اس کا پایا جانا ممکن ہے اگر اس کا پایا جانا ممتنع ہوتا تو پھر یہ دنیا میں پایا بھی نہ جاتا حالانکہ پایا گیا ہے یہ دوسری قسم کی کلی ہے لیکن اگر اس کے افراد خارج میں پائے جائیں گے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا ایک فرد خارج میں ہوگا یا کثیر اگر خارج میں ایک فرد ہے تو پھر اس کی دو حالتیں ہونگی اس ایک فرد کے پائے جانے کے ساتھ دوسرے کا امکان ہوگا یا نہیں اگر غیر کا امکان ہو تو یہ تیسری قسم کی کلی ہے جیسے واجب الوجود یہ ایک کلی ہے اس کا صرف ایک ہی فرد (اللہ) خارج میں پایا گیا ہے اور غیر کا امکان بھی یہاں نہیں اور اگر اس ایک کے ساتھ غیر کا بھی امکان ہو جیسے شمس یہ ایک ہے کیونکہ اس کا معنی ہے کہ ایک ایسا جسم جو تمام کائنات کو روشن کرے اس کا صرف ایک ہی فرد شمس پایا گیا ہے غیر کا بھی امکان ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اور بھی شمس پیدا کرے تو اس میں کوئی خرابی تو نہیں یہ چوتھی قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد خارج میں زیادہ پائے جائیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس

Marfat.com

کلی کے افراد متناہی ہوں گے یا غیر متناہی متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ یہ ایک کلی ہے اس کا معنی ہے ایسے ستارے جو کہ چلنے والے ہوں اس کے افراد صرف سات ہیں عطارد مشتری زحل مریخ شمس قمر زھرہ یہ پانچویں قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد کثیرہ غیر متناہیہ ہوں جیسے انسان اس کا معنی حیوان ناطق ہے اس کے افراد غیر متناہیہ ہیں یہ چھٹی قسم کی کلی ہے۔

قَوْلُهُ الْمَفْهُوْمُ: اَیْ مَا حَصَلَ فِیْ الْعَقْلِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا یُسْتَفَادُ مِنَ اللَّفْظِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهُ فُهِمَ مِنْهُ یُسَمّٰی مَفْهُوْمًا بِاِعْتِبَارِ انه قُصِدَ مِنْهُ یُسَمّٰی مَعْنٰی وَمَقْصُوْدًا بِاِعْتِبَارِ اَنَّ اللَّفْظَ دَالٌّ عَلَیْهِ یُسَمّٰی مَدْلُوْلًا

ترجمہ:۔ مفہوم سے مراد وہ معنی ہیں جو عقل میں حاصل ہو اور جان لو کہ جو چیز لفظ سے مستفاد ہوتی ہے اس کو اس اعتبار سے کہ وہ لفظ سے سمجھا گیا مفہوم کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ سے اسکا قصد کیا گیا ہے اور اسکا نام معنی اور مقصود رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دال ہے اس کا نام مدلول رکھا جاتا ہے۔

اغراض شارح:۔ اس قول کے دو حصے ہیں واعلم ان ما یستفاد تک کی عبارت کی غرض دو اعتراضات کا جواب دینا ہے جو کہ کلی جزئی کی تعریف پر ہوتے ہیں اور واعلم سے آخر تک ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ المفہوم کا معنی آپ نے یہ کیا ہے کہ وہ معنی جو لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ یا تو کلی ہوگا یا جزئی ہوگا اس معنی سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو معنی لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ کلی جزئی ہوگا اور جو معنی ابتداء ہی ذہن میں آئے لفظ سے نہ سمجھا جائے وہ کلی جزئی نہ ہوگا حالانکہ تمام معانی یا کلی ہیں یا جزئی اس اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک فائدہ سمجھ لیں۔

فائدہ:۔ آیا کوئی معنی بغیر لفظ کے سمجھا بھی جاتا ہے کہ نہیں سو اس کے بارے میں یہ سمجھ لیں کہ متکلم جب کوئی لفظ بولتا ہے تو معنی پہلے اس کے ذہن میں ہوتا ہے بعد میں وہ لفظ سے اس کو تعبیر کرتا ہے البتہ مخاطب معنی بغیر لفظ کے نہیں سمجھ سکتا مخاطب کے سامنے جب لفظ بولا جاتا ہے تو وہ اس کا معنی سمجھتا ہے خلاصہ اس فائدہ کا یہ نکلا کہ متکلم کو معنی سمجھنے میں لفظ کی ضرورت نہیں ہوتی مخاطب کو معنی کے سمجھنے کیلئے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔

جواب:۔ مفہوم کا معنی یہ ہے کہ جو معنی عقل میں حاصل ہو (ما حصل فی العقل) خواہ وہ لفظ سے ہو یا غیر لفظ سے لہذا اب اس مفہوم میں دونوں قسم کے معنی (جو لفظ سے سمجھے گئے ہوں یا بغیر لفظ کے سمجھے گئے ہوں) داخل ہو جائیں گے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔ المفہوم کا معنی تو یہ ہے کہ جو کہ عقل میں معنی حاصل ہو وہ کلی اور جزئی ہوگا بعض معانی تو ایسے بھی تو ہیں

Marfat.com

جو ہماری عقل میں حاصل نہیں لہذا آپ کی تعریف کے مطابق وہ معانی کلی اور جزئی نہیں ہونگے حالانکہ تمام معانی خواہ وہ ہماری عقل میں حاصل ہوں یا نہ ہوں سب کلی ہیں یا جزئی۔

جواب:۔مفہوم کی اس تعریف میں ایک چھٹی سی قید لگانے سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے وہ قید یہ ہے من شانه ان یحصل فی العقل کہ اس معنی کی شان میں سے یہ ہے کہ وہ عقل میں حاصل ہو سکے اگر چہ وہ بالفعل حاصل نہ بھی ہو۔

واعلم ان ما یستفاد من اللفظ الخ:۔یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا ہے۔

فائدہ:۔لفظ سے جو چیز سمجھی جاتی ہے اس کے چند نام ہیں اس کو معنی بھی کہتے ہیں مقصود بھی کہتے ہیں مطلوب بھی کہتے ہیں مفہوم بھی کہتے ہیں یہ نام اس کے اعتبار سے سے ہیں حقیقت سب کی ایک ہی ہے اس اعتبار سے کہ اس معنی کا لفظ سے ارادہ کیا گیا ہے اس کو معنی کہتے ہیں اور معنی کا مطلب بھی ارادہ کیا ہوا ہے اور اس معنی کا معنی لفظ سے ارادہ کیا جاتا ہے اور اس اتبار سے کہ لفظ سے اس معنی کا ارادہ کہا جاتا ہے اس لئے اس کو معنی مقصود بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے ہے کہ یہ لفظ اس معنی پر دال ہو اس کو مطلوب بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ معنی لفظ سے سمجھا جاتا ہے اس کو مفہوم بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس معنی کیلئے بنایا گیا ہو اس کو موضوع لہ بھی کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ فَرْضُ صِدْقِهٖ: اَلْفَرْضُ هٰهُنَا بِمَعْنٰى تَجْوِيْزِ الْعَقْلِ لَا التَّقْدِيْرِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَحِيْلُ تَقْدِيْرُ صِدْقِ الْجُزْئِيِّ عَلٰى كَثِيْرَيْنِ ۔

ترجمہ:۔قولہ فرض صدقة : یہاں لفظ فرض عقل جائز رکھنے کے معنی میں ہے مان لینے کے معنی میں نہیں کیونکہ چند افراد کے جزئی کے صادق آنے کو مان لینا محال نہیں ہے (کیونکہ محال کو مان لینا محال نہیں)

غرض شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا ہے۔

اعتراض:۔مفہوم اگر اس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا ممتنع ہو وہ جزئی ہے فرض کا معنی ہوتا ہے مان لینا یعنی ایک چیز نفس الامر میں نہ ہو لیکن اس کو مان لینا یہ فرض کہلاتا ہے فرض محال یہ محال میں محال نہیں لہذا اگر جزئی کو فرض کیا جائے کہ یہ کثیر پر سچی آسکتی ہے تو یہ فرض کر لینا صحیح ہوگا اس طریقہ سے کہ کوئی جزئی جزئی نہیں رہیگی بلکہ کلی بن جائے گی۔

جواب:۔فرض کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے تقدیر یعنی مان لینا یا اندازہ کر لینا دوسرا معنی ہے کہ عقل کا جائز قرار دینا یہاں تجویز العقل دوسرا معنی مراد ہے اب جزئی کی تعریف اس طرح ہوگی کہ جزئی وہ مفہوم ہے کہ عقل اس کے کثیرین پر سچا آنے کو جائز نہ سمجھے۔

قَوْلُهٗ اِمْتَنَعَتْ اَفْرَادُهٗ: كَشَرِيْكِ الْبَارِیْ تَعَالٰی

ترجمہ:۔وہ کلی جس کے جمیع افراد ممتنع ہوں اس کی مثال شریک باری تعالی ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض صرف کلی ممتنع الافراد کی مثال دینی ہے وہ شریک الباری ہے اسکی تفسیر متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْ اَمْكَنَتْ اَیْ لَمْ يَمْتَنِعْ اَفْرَادُهٗ فَيَشْمَلُ الْوَاجِبَ وَالْمُمْكِنَ الْخَاصَّ كِلَيْهِمَا

ترجمہ:۔یا ممکن ہو یعنی نہ ممتنع ہوں اس کے افراد پس یہ واجب اور ممکن خاص دونوں کو شامل ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾: آپ نے کہا کہ امکنت افراد ا امکان دو طرح کا ہوتا ہے امکان خاص اور امکان عام آپ کے ہاں کون سا امکان مراد ہے اگر امکان عام مراد ہے تو وہ بھی غلط ہے کیونکہ پھر امکنت کا امتنعت کے ساتھ تقابل صحیح نہیں ہوگا حالانکہ دونوں متقابل ہیں اگر امکان خاص مراد لیتے ہو تو پھر واجب الوجود کا اس کے نیچے داخل کرنا صحیح نہیں ہوگا حالانکہ تم نے واجب الوجود کو ممکن کے نیچے داخل کیا ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔امکنت کا عطف امتنعت پر ہے اور ھی ضمیر مستتر یہ افراد کی طرف راجع ہے کہ اس کے تمام افراد ممکن ہوں حالانکہ اس کا صرف ایک ہی فرد واجب الوجود ہے بہت سے افراد نہیں ہیں۔

جواب ﴿۱﴾:۔امکان سے مراد امکان عام ہے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے سالبہ مراد نہیں ممکنہ عام سالبہ کا تقابل امتنعت کے ساتھ صحیح نہیں تھا ممکنہ عام موجبہ کا تقابل تو صحیح ہے کیونکہ ممکنہ عامہ موجبہ کا مطلب یہ ہے کہ وجود ممکن ہو اور عدم ضروری نہ ہو اور امتنع کا مطلب یہ ہے کہ عدم ضروری ہے ان دونوں میں تقابل ہے۔

جواب ﴿۱﴾:۔یہ امکنت امتنعت کا متقابل ہے امتنعت افرادہ ہیں افراد یہ جمع ہے اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہے یہ استغراق کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کے تمام افراد ممتنع ہوں اب امکنت افرادہ میں اس کی نفی کریں گے کہ اس کے تمام افراد ممتنع نہ ہوں امتنعت افرادہ میں ایجاب کلی تھا امکنت افرادہ میں رفع ایجاب کلی کر لیں اگر اس کے تمام افراد ممتنع نہ ہوں یا سلب جزئی کریں گے کے بعد افراد ممتنع ہوں اور بعض ممتنع نہ ہوں جیسے واجب الوجود یہ ممتنع نہیں اور شریک الباری تعالی یہ ممتنع ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَلَمْ تُوْجَدْ كَالْعُنْقَاءِ

ترجمہ:۔اس کا قول لم توجد جیسے عنقاء پرندہ

غرض شارح:۔اسکی غرض کلی کی دوسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد ممکن تو ہیں لیکن خارج میں پائے نہیں جاتے جیسے عنقاء تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قَوْلُهٗ۔ مَعَ اِمْكَانِ الْغَيْرِ كَالشَّمْسِ ۔

ترجمہ:۔ساتھ غیر کے امکان کے جیسے آفتاب ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض کلی کی چوتھی قسم مثال دینی ہے کہ جس کے افراد خارج میں پائے جائیں اور ایک ہی فرد ہے لیکن غیر کا امکان ہے جیسے شمس۔

قَوْلُهٗ اَوِ امْتِنَاعُهٗ كَمَفْهُوْمِ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ

ترجمہ:۔یا ممتنع ہو جیسے واجب الوجود

غرض شارح:۔اس قول کی غرض کلی کی تیسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد میں سے ایک فرد خارج میں پایا گیا ہے لیکن غیر کا امکان بھی نہیں جیسے واجب الوجود کا ایک فرد اللہ تعالی کی ذات ہی پائی گئی ہے۔

قَوْلُهٗ مَعَ التَّنَاهِيْ كَالْكَوَاكِبِ السَّبْعِ السَّيَّارَةِ

ترجمہ:۔ساتھ تناہی کے جیسے سات گھومنے والے سیارے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض کلی کی پانچویں قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد متناہی خارج میں پائے گئے ہیں جیسے کواکب سیارہ اس کے سات افراد پائے گئے ہیں اس کی مزید تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْ عَدَمُهٗ كَمَعْلُوْمَاتِ الْبَارِيْ عَزَّ اسْمُهٗ وَ كَالنُّفُوْسِ النَّاطِقَةِ عَلٰى مَذْهَبِ الْحُكَمَاءِ ۔

ترجمہ:۔یا عدم تناہی ہو جیسے باری تعالی کی معلومات ہیں اور حکماء کے مذہب پر نفوس ناطقہ ہیں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض کلی کی چھٹی قسم کی مثال دینی ہے کہ جس کے افراد کثیرہ غیر متناہیہ خارج میں پائے جاتے ہیں جیسے معلومات باری تعالی یہ غیر متناہی ہے ایسے ہی حکماء کے مذہب کے مطابق انسانی ارواح بھی غیر متناہی ہے کیونکہ وہ انسان کو قدیم مانتے ہیں اور قیامت کے قائل نہیں ہیں۔

Marfat.com

المتن: فَصْلٌ: اَلْكُلِّيَّانِ اِنْ تَفَارَقَا كُلِّيًا فَمُتَبَايِنَانِ وَاِلَّا فَاِنْ تَصَادَقَا كُلِّيًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَمُتَسَاوِيَانِ وَنَقِيْضَاهُمَا كَذٰلِكَ اَوْ مِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ فَاَعَمُّ وَاَخَصُّ مُطْلَقًا وَنَقِيْضَاهُمَا بِالْعَكْسِ وَاِلَّا فَمِنْ وَجْهٍ وَبَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا تَبَايُنٌ جُزْئِيٌّ كَالْمُتَبَايِنَيْنِ

ترجمہ:۔ دوکلیاں اگر جدا جدا ہوں پس متبائنان ہیں ورنہ پس اگر سچی آئیں جانبین سے پس متساویان ہیں اور ان دونوں کی نقیض بھی اسی طرح ہے اور ایک جانب سے عموم خصوص مطلق ہے اور ان دونوں کی نقیض ان دونوں کے عکس کے ساتھ ہے ورنہ عموم خصوص من وجہ ہیں اور ان دونوں کی نقیضوں کے درمیان تباین جزئی ہے متبائنین کی طرح۔

مختصر تشریح متن:۔ یہاں سے دوکلیوں کے درمیان نسبت کو بیان فرمارہے ہیں۔ دوکلیوں کے درمیان چار نسبتیں ہیں چار نسبتوں کے عینین میں نسبت اور ان کی نقیضوں میں نسبت کو بیان کیا ہے۔ ان کی وجہ حصر اور تقطیع عبارت یہ ہے کہ دوکلیوں میں تصادق ہوگا یا نہیں اگر تصادق کلی نہیں ہوگا تو پھر تفارق کلی ہوگا اگر تفارق کلی ہو تو ان کو متبائنان کہیں گے (اسکو نسبتِ عین کو ان تفارقا کلیا ن متباینان میں بیان کیا) اور اگر تفارق کلی نہین بلکہ تصادق کلی ہے اور وہ بھی جانبین سے ہے تو ان دو کلیوں کو متساویان کہیں گے (اس نسبت کو والا کی عبارت سے لے کر فمتساویان تک بیان کیا ہے) اور درمیان میں ونقیضاھما بالعکس میں کلیان متساویان کی نقیض کو بھی بیان کر دیا کہ ان کی نقیضیں بھی متساوی ہوں گی ومن جانب واحد فاعم واخص مطلقا اس عبارت میں نسبت عموم وخصوص مطلق کو بیان کیا ہے اور ساتھ ونقیضاھما بالعکس میں عموم وخصوص مطلق کی نقیضوں کی نسبت کو بھی بیان کر دیا کہ ان کی نقیضوں میں بھی عموم وخصوص مطلق ہوگا لیکن عینین میں جو عام تھا وہ اخص اور جو اخص تھا وہ نقیضین میں اعم ہوگا اگر تصادق کلی نہیں نہ ایک جانب سے نہ دونوں جانبوں سے تو اس کو عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں اس نسبت عینین کو والا فمن وجہ کی عبارت میں بیان کیا اور ساتھ ہی عموم وخصوص من وجہ کی نقیضوں کی نسبت کو بیان کی کہ ان کی نقیضین میں تباین جزئی ہوگا اس کو وبین نقیضیھما تباین الجزئی کی عبارت میں بیان کیا یہاں تک چار کلیوں کے عینین میں نسبت بیان ہوئی اور ان میں سے تین کی نقیضین میں بھی بیان ہوگئی صرف تباین کلی کی نقیض کو نہیں بیان کیا تھا اس کو آخر میں آ کر کالمتباینین میں تشبیہ کے طریقے سے

Marfat.com

بیان کر دیا کہ تباین کلی کی نقیضین میں بھی مثل عموم وخصوص من وجہ کے تباین جزئی کی نسبت ہوگی

قَوْلُهُ الْكُلِّيَّانِ اَیْ كُلُّ كُلِّيَيْنِ لَابُدَّ مِنْ اَنْ يَّتَحَقَّقَ بَيْنَهُمَا اِحْدَى النِّسَبِ الْاَرْبَعِ التَّبَايُنُ وَالْكُلِّيُّ وَالتَّسَاوِيّ وَالْعُمُوْمُ الْمُطْلَقُ وَالْعُمُوْمُ مِنْ وَجْهٍ وَذَالِكَ لِاَنَّهُمَا اِمَّااَنْ لَّا يَصْدُقَ شَيْءٌ مِنْهُمَا عَلٰى شَيْءٍ مِنْ اَفْرَادِ لْاٰخَرَ اَوْ يَصْدُقَ فَعَلَى الْاَوَّلِ فَهُمَا مُتَبَايِنَانِ كَالْاِنْسَانِ وَالْحَجَرِ وَعَلَى الثَّانِيْ فَاِمَّا اَنْ لَّا يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا صِدْقُ كُلِّيٍّ مِنْ جَانِبٍ اَصْلاً اَوْ يَكُوْنَ فَعَلَى الْاَوَّلِ فَهُمَا اَعَمُّ وَاَخَصُّ مِنْ وَجْهٍ كَالْحَيَوَانِ وَالْاَبْيَضِ وَعَلَى الثَّانِيْ فَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ صِدْقُ كُلِّيٍّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ اَوْ مِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ فَعَلَى الْاَوَّلِ فَهُمَا مُتَسَاوِيَانِ۔ كَالْاِنْسَانِ وَالنَّاطِقِ وَعَلَى الثَّانِيْ فَهُمَا اَعَمُّ وَاَخَصُّ مُطْلَقًا كَالْحَيَوَانِ وَالْاِنْسَانِ فَمَرْجِعُ التَّسَاوِيْ اِلٰى مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَكُلُّ نَاطِقٍ اِنْسَانٌ وَمَرْجِعُ التَّبَايُنِ اِلٰى سَالِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ نَحْوُ لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَلَاشَيْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ وَمَرْجِعُ الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ مُطْلَقًا اِلٰى مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ مَوْضُوْعُهَا الْاَخَصُّ وَمَحْمُوْلُهَا الْاَعَمُّ وَسَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍمَوْضُوْعُهَا الْاَعَمُّ وَمَحْمُوْلُهَا لْاَخَصُّ نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَمَرْجِعُ الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ مِنْ وَجْهٍ اِلٰى مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ وَسَالِبَتَيْنِ جُزْئِيَّتَيْنِ نَحْوُ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اَبْيَضُ وَبَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاَبْيَضٍ وَبَعْضُ الْاَبْيَضِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ

ترجمہ:۔یعنی ہر دو کلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کوئی نسبت متحقق ہونا ضروری ہے (۱) تباین کلی (۲) تساوی (۳) عموم مطلق (۴) عموم من وجہ اور یہ اس کیلئے دو کلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آئے گی پس اول (صادق نہ آنے کی تقدیر پر) وہ دونوں متباین ہیں جیسے حجر وانسان متباینان ہیں اور ثانی (صادق آنے کی تقدیر پر) یا تو دونوں کے مابین کسی جانب سے صدقِ کلی (کلی طور پر سچا آنا) نہیں پایا جائے گا یا کسی ایک جانب سے صدقِ کلی پایا جائے گا پس پہلی صورت میں وہ دونوں اعم واخص من وجہ ہیں جیسے حیوان اور ابیض کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ثانی تقدیر پر پس یا تو

Marfat.com

جانبین سے صدق پایا جائے گا یا ایک جانب سے پس شکل اول پر دونوں کلی متساویان ہیں۔ جیسے انسان وناطق اور ثانی تقدیر پر وہ دونوں اعم مطلق اور اخص مطلق ہیں جیسے حیوان وانسان پس نسبت تساوی کا محل رجوع دو موجبہ کلیہ کی طرف ہے جیسے ہر انسان ناطق ہے ایک موجبہ کلیہ ہے اور ہر ناطق انسان ہے ایک موجبہ کلیہ ہے اور نسبت تباین کا محل رجوع دو سالبہ کلیہ کی طرف ہے جیسے انسان کا کوئی فرد پتھر نہیں ایک سالبہ کلیہ ہے اور پتھر کا کوئی فرد انسان نہیں دوسرا سالبہ کلیہ ہے اور نسبت عموم وخصوص مطلق کا رجوع ایک ایسے موجبہ کلیہ کی طرف ہی جس کا موضوع خاص ہو اور محمول عام ہو اور ایک ایسے سالبہ جزئیہ کیطرف ہے جس کا موضوع عام ہو اور محمول خاص ہو جیسے ہر انسان حیوان ہے ایسا موجبہ کلیہ ہے کہ جس کا موضوع خاص اور محمول عام ہے اور بعض حیوان انسان نہین ایسا سالبہ جزئیہ ہے جس کا مواضوع عام اور محمول خاص ہے اور نسبت عموم وخصوص من وجہ کا محل رجوع ایک موجبہ جزئیہ اور دو سالبہ جزئیہ کیطرف ہے جیسے بَعْضُ الْحَیْوَانِ ابْیَضُ ہے (موجبہ جزئیہ) ہے اور بَعْضُ الْحَیْوَانِ لَیْسَ بِابْیَضَ (پہلا سالبہ جزئیہ ہے۔) ہے اور بَعْضُ الْاَبْیَضِ لَیْسَ بِحَیْوَانٍ (دوسرا سالبہ جزئیہ) ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔دو کلیوں کے آپس میں تعلق کو بیان کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔صرف دو کلیوں کے درمیان تعلق کو کیوں بیان کیا ہے دو جزئیوں کا اور ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان تعلق کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:۔دو کلیوں کے درمیان تعلق چار قسم کا ہوتا ہے (۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من وجہ۔

فائدہ:۔یہ چار قسم کے تعلق دو کلیوں ہی میں پائے جاتے ہیں دو جزئیوں میں نہیں پائے جاتے دو جزئیوں میں تباین کا تعلق ہوگا اور کوئی تعلق نہیں ہوسکتا جیسے زید اور عمر یہ دونوں میں تباین کا تعلق ہے زید عمر پر سچا نہیں آتا عمر زید پر سچا نہیں آتا ایک کلی اور ایک جزئی میں بھی یہ چاروں تعلق نہیں پایا جاتے ایک کلی اور ایک جزئی جو ہوں گی وہاں جزئی یا تو اس کلی کی ہوگی یا کسی دوسری کلی کی اگر جزئی بھی اسی کلی ہو تو وہاں جزئی اخص مطلق اور کلی اعم مطلق ہوگی اور انسان یہ کلی ہے زید یہ اسی انسان کی جزئی ہے ان میں تعلق عموم وخصوص مطلق کا ہے زید اخص ہے جہاں زید ہوگا وہاں انسان بھی ہوگا لیکن جہاں انسان ہو وہاں زید کا ہونا ضروری نہیں اور اگر وہ اسی کلی کی نہ ہو بلکہ کسی دوسری کلی کی ہو تو وہاں تباین کا تعلق ہوگا کلی اور جزئی میں جیسے انسان

ایک کلی ہے زید کا گدھا یہ ایک جزئی ہے لیکن انسان کی جزئی نہیں ان میں تباین کا تعلق ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں گدھا سچا نہیں آتا اور جہاں گدھا سچا آتا ہے وہاں انسان سچا نہیں آتا چونکہ یہ چاروں قسم کے تعلق صرف دو کلیوں ہی میں متحقق ہو سکتے تھے اس لئے دو کلیوں ہی کے تعلق کو بیان کیا ہے دو کلیوں کے درمیان چاروں قسم کے تعلق ہو سکتے ہیں اس سے زائد اور کم نہیں ہو سکتے۔

دلیل حصر:۔ دو کلیوں کے درمیان تصادق کلی ہوگا یا نہیں (تصادق کلی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آئیگی یا نہیں) اگر تصادق کلی نہیں تو وہ متبائنان ہوں گی اور اگر تصادق ہے تو پھر دیکھیں گے کہ تصادق کلی ایک جانب سے ہے یا دونوں جانبوں سے اگر دونوں جانبوں سے ہے تو تصادق کلی ہے (یعنی دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے تمام افراد پر سچی آتی ہے) تو اس کو تساوی کہیں گے اور اگر ایک جانب سے تصادق کلی ہو (ایک کلی تو دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آتی ہو لیکن دوسری پہلی کلی کے تمام افراد پر سچی نہ آتی ہو) تو اس کو عموم وخصوص مطلق کہیں گے۔ اور اگر تصادقِ کلی کسی جانب سے بھی نہ ہو تو اس کو عموم خصوص من وجہ کہیں گے۔

امثلہ: تباین کی مثال جیسے انسان اور حجر۔ انسان حجر پر سچا نہیں آتا اور حجر انسان کے کسی فرد پر سچا نہیں آتا۔ عموم وخصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابیض حیوان ابیض کے بعض افراد پر سچا آتا ہے اور ابیض حیوان کے بعض افراد پر سچا آتا ہے۔ تساوی کی مثال جیسے انسان اور ناطق انسان ناطق کے تمام افراد پر اور ناطق انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے۔ عموم وخصوص مطلق کی مثال جیسے انسان اور حیوان۔ حیوان انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے لیکن انسان حیوان کے تمام افراد پر سچا نہیں آتا۔

الحاصل: ان چار قسموں کے تعلقات کا حاصل یہ ہے کہ تباین والے تعلق میں دو قضیے سالبہ کلیہ تیار ہوں گے جیسے (۱) لا شئی من الحجر بانسان (۲) ولا شئی من الانسان بحجر۔ تساوی میں دو قضیے موجبہ کلیہ تیار ہونگے جیسے (۱) کل انسان ناطق (۲) وکل ناطق انسان۔ عموم وخصوص مطلق میں آٹھ قضیہ موجبہ کلیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اعم اور محمول اخص ہوگا جیسے کل انسان حیوان اور ایک سالبہ جزئیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اعم اور محمول اخص ہوگا جیسے بعض الحیوان لیس بانسان۔ عموم وخصوص من وجہ میں تین قضیے تیار ہوں گے ایک موجبہ جزئیہ اور دو سالبہ جزئیہ۔ (۱) موجبہ جزئیہ بعض الابیض حیوان او بعض الحیوان ابیض جیسے بطخ (۲) سالبہ جزئیہ بعض الابیض لیس بحیوان جیسے ہاتھی دانت (۳) دوسرا سالبہ جزئیہ بعض الحیوان لیس بابیض جیسے کالی بھینس۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَنَقِيْضَاهُمَا كَذَالِكَ: يَعْنِىْ اَنَّ نَقِيْضَىِ الْمُتَسَاوِيَيْنِ اَيْضًا مُتَسَاوِيَانِ اَىْ كُلَّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اَحَدُ النَّقِيْضَيْنِ صَدَقَ عَلَيْهِ النَّقِيْضُ الْاٰخَرُ اِذْ لَوْ صَدَقَ اَحَدُ هُمَا بِدُوْنِ الْاٰخَرِ لَصَدَقَ مَا عَيْنُ الْاٰخَرِ ضَرُوْرَةَ اسْتِحَالَةِ ارْتِفَاعِ النَّقِيْضَيْنِ فَيَصْدُقُ عَيْنُ الْاٰخَرِ بِدُوْنِ عَيْنِ الْاَوَّلِ ضَرُوْرَةَ اسْتِحَالَةِ اجْتِمَاعِ النَّقِيْضَيْنِ وَهٰذَا يَرْفَعُ التَّسَاوِىَّ بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ مَثَلًا لَوْ صَدَقَ اللَّااِنْسَانُ عَلٰى شَىْءٍ وَلَمْ يَصْدُقْ عَلَيْهِ اللَّا نَاطِقُ فَيَصْدُقُ عَلَيْهِ النَّاطِقُ هٰهُنَا بِدُوْنِ الْاِنْسَانِ هٰذَا خَلْفٌ

ترجمہ:۔یعنی دوکلی متساویان کی نقیضوں کے مابین بھی نسبت تساوی کی ہوگی یعنی جس فرد پر احدالنقیضین صادق آوے اس پر دوسری نقیض بھی صادق آئے گی کیونکہ ایک کی نقیض اگر دوسرے کی نقیض کے بغیر صادق آوے تو دوسرے کے عین کے ساتھ آئیگی کیونکہ بضرورت ارتفاع نقیضین محال ہے پس عین اول کے بغیر دوسرے کا عین صادق آئیگا بوجہ ممنوع ہونے اجتماع نقیضین کے اور یہ صدق اٹھاوے گا عینین کے مابین سے تساوی کو مثلا انسان کی نقیض لا انسان اگر کسی شئی ہر صادق آوے اور اس پر لا ناطق سادق نہ آوے تو اس پر ناطق صادق آئیگا پس ناطق بدون انسان پایا گیا حالانکہ انسان وناطق کے مابین نسبت تساوی مان لی گئی تھی اب لازم آتا ہے کہ نسبت تساوی نہ رہے یہ خلاف مفروض ہے اور خلاف مفروض باطل ہے لہذا متساویان کی نقیضین میں نسبت تساوی نہ ہونی بھی باطل ہوگا۔

غرضِ شارح:۔اس قول میں عینین کے درمیان تعلق کو بیان کرنے کے بعد دوکلیوں کی نقیضوں کے درمیان تعلق بیان کرتے ہیں

فائدہ:۔اولا جن دوکلیوں کو ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں کو عینین کہتے ہیں جیسے انسان اور ناطق یا لاانسان اور لاناطق اور ثانیا جن دوکلیوں کو ذکر کیا جائے گا ان کو نقیضین کہتے ہیں جیسے الانسان بلاناطق یا انسان وناطق۔

نقیض کی تعریف:۔ہر شئے کا اٹھا دینا مثلا انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہے یعنی لاانسان اور لا انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہوگا وہ اس طرح کہ اس کو اٹھا دیں گے تو انسان یہ لاانسان کی نقیض بن جائے گا

تشریح:۔دوکلیوں کے عینین چار قسم کی نسبتیں تھیں تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ۔ان کی نقیضین میں بھی اکثر میں یہی نسبت ہوگی اس قول میں جن دوکلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت تھی اور ان کی نقیضین کی نسبت کو بیان کیا ہے۔

جن دوکلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت ہوگی ان کے نقیضین میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی جیسے انسان

اور ناطق یہ دوکلیاں ہیں ان کے عینین میں تساوی کی نسبت ہے جہاں انسان ہے وہاں ناطق ہے جہاں ناطق ہے وہاں انسان ہے اسی طرح ان دونوں کی نقیضین لاانسان اور لا ناطق میں بھی تساوی کی نسبت ہے جہاں لاانسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق سچا آئیگا مثلاً قلم پر لا انسان سچا آتا ہے تو لاناطق بھی سچا آتا ہے یہ ہمارا دعوی ہے جہاں لاانسان سچا آئیگا وہاں لاناطق سچا آئیگا یہ مان لو ورنہ لاناطق سچا نہیں آئیگا تو پھر اس کی نقیض ناطق سچی آئیگی اس لئے کہ ارتفاع نقیضین بھی محال ہے نہ کہ لاناطق اور نہ ناطق جب لاانسان کے ساتھ ناطق سچا آئیگا اب ناطق لاانسان کے ساتھ سچا آ گیا ہے جہاں لاانسان کی جگہ انسان نہیں مان سکتے کیونکہ پہلے یہ فرض کیا جاچکا ہے کہ جہاں لاانسان صادق آتا ہے کیونکہ اجتماع نقیضین بھی محال ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ لاانسان اور انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں اب یہاں ناطق لاانسان کے ساتھ سچا آئیگا حالانکہ ناطق تو انسان کے ساتھ سچا آتا ہے عینین میں نسبت تساوی کی تھی وہ ختم ہوگئی اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ جہاں لاانسان سچا آئیگا وہاں لاناطق تو سچا آئیگا ناطق سچا نہیں آسکتا۔

قَوْلُهٗ وَنَقِيْضَاهُمَا بِالْعَكْسِ: اَیْ نَقِيْضُ الْاَعَمِّ وَالْاَخَصِّ مُطْلَقًا اَعَمُّ وَاَخَصُّ مُطْلَقًا لٰكِنَّ بِعَكْسِ الْعَيْنَيْنِ فَنَقِيْضُ الْاَعَمِّ اَخَصُّ وَنَقِيْضُ الْاَخَصِّ اَعَمُّ يَعْنِیْ كُلَّمَا صَدَقَ عَلَيْهِ نَقِيْضُ الْاَعَمِّ صَدَقَ عَلَيْهِ نَقِيْضُ الْاَخَصِّ وَلَيْسَ كُلَّمَا صَدَقَ عَلَيْهِ نَقِيْضُ الْاَخَصِّ صَدَقَ عَلَيْهِ نَقِيْضُ الْاَعَمِّ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهٗ لَوْ صَدَقَ نَقِيْضُ الْاَعَمِّ عَلٰى شَیْءٍ بِدُوْنِ النَّقِيْضِ الْاَخَصِّ لَصَدَقَ مَعَ عَيْنِ الْاَخَصِّ فَيَصْدُقُ عَيْنُ الْاَخَصِّ بِدُوْنِ عَيْنِ الْاَعَمِّ هٰذَا خُلْفٌ مَثَلًا لَوْ صَدَقَ اللَّا حَيَوَانُ عَلٰى شَیْءٍ بِدُوْنِ اللَّا اِنْسَانُ لَصَدَقَ عَلَيْهِ الْاِنْسَانُ عَيْنُهٗ وَيَمْتَنِعُ هُنَاكَ صِدْقُ الْحَيَوَانِ لِاسْتِحَالَةِ اِجْتِمَاعِ النَّقِيْضَيْنِ فَيَصْدُقُ الْاِنْسَانُ بِدُوْنِ الْحَيَوَانِ وَاَمَّا الثَّانِیْ فَلِاَنَّهٗ بَعْدَ مَا ثَبَتَ اَنَّ كُلَّ نَقِيْضِ الْاَعَمِّ نَقِيْضُ الْاَخَصِّ لَوْ كَانَ كُلُّ نَقِيْضِ الْاَخَصِّ نَقِيْضَ الْاَعَمِّ فَكَانَ نَقِيْضَانِ مُتَسَاوِيَيْنِ فَيَكُوْنُ نَقِيْضَاهُمَا وَهُمَا الْعَيْنَانِ مُتَسَاوِيَيْنِ لِمَا مَرَّ وَقَدْ كَانَ الْعَيْنَانِ اَعَمَّ وَاَخَصَّ مُطْلَقًا هٰذَا خُلْفٌ

ترجمہ:۔ یعنی اعم اور اخص مطلق کی نقیض بھی اعم اور اخص ہوتی ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ پس اعم کی نقیض اخص اور اخص

Marfat.com

کی نقیض اعم ہوگی یعنی ہر وہ فرد جس پر اعم کی نقیض صادق آوے گی اس پر اخص کی نقیض صادق آئے گی اور ہر وہ فرد جس پر اخص کی نقیض صادق آئے ضروری نہیں کہ اس پر اعم کی نقیض صادق آئے۔ اول دعوی کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی فرد پر اعم کی نقیض صادق آوے اخص کی نقیض کے بغیر تو وہ اعم کی نقیض اخص کے عین کے ساتھ آئے گی پس اخص کا عین صادق آئیگا اعم کے عین کے بغیر، پس اخص کے عین کے ساتھ اعم کی نقیض صادق آئیگی پس اخص کے عین صادق آئیگا اعم کے عین کے بغیر یہ خلاف مفروض ہے مثلا کسی شئی پر لاحیوان صادق آوے بغیر لاانسان کے تو اس پر عین انسان صادق آئے گا تو اس شی پر حیوان کا صادق آنا ممتنع ہے بوجہ اجتماع نقیضین محال ہونے کے پس بغیر حیوان انسان صادق آنا لازم آئیگا۔

اور دوسرے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد اعم کی ہر نقیض اخص کی نقیض ہے۔ اگر اخص کی ہر نقیض اعم کی بھی نقیض ہو تو نقیضین متساویین ہوجائیں گے سوان نقیضین کی نقیضین کے عینین بھی متساویین ہوجائیں گے اسی دلیل کی وجہ سے جو گزر چکی حالانکہ عینین اعم اور اخص مطلق تھے یہ خلاف مفروض ہے (لہذا ثابت ہوا کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہونا ضروری ہے)۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض جن دو کلیوں کی عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں نسبت کو بیان کرنا ہے

تشریح:۔ جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں بھی نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہوگی البتہ فرق اتنا ہوگا کہ عینین میں جو اخص مطلق تھا نقیضین میں وہ اعم مطلق ہوجائے گا جو عینین میں اعم مطلق تھا وہ نقیض میں اخص مطلق ہوجائے گا جیسے انسان اور حیوان یہ دو کلیاں عینین ہیں جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں حیوان سچا آتا ہے وہاں انسان کا سچا آنا ضروری نہیں یہاں عینین میں انسان اخص مطلق ہے اور حیوان اعم مطلق ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے لیکن جہاں اعم ہوتا ہے وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم کا ہونا اس لئے ضروری ہوتا ہے کیونکہ اخص جزو اعم ہوتا ہے، اور کل بغیر جزو کے نہیں پایا جاسکتا جزو بغیر کل کے تو ہوسکتا ہے اس لئے اعم بھی بغیر اخص کے پایا جاتا ہے ان دونوں کی نقیض لاانسان اور لاحیوان ہے ان میں بھی نسبت اعم اور اخص مطلق کی ہے عینین میں جہاں انسان سچا آتا تھا وہاں حیوان سچا آتا تھا یہاں اس کا عکس ہوگا کیونکہ یہاں لاحیوان اخص لا انسان اعم ہے جہاں لاحیوان سچا آئیگا وہاں لاانسان سچا آئیگا جیسے قلم میں لاحیوان سچا آتا ہے اور لاانسان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں لاانسان اچا آئے وہاں لاحیوان کا سچا آنا ضروری نہیں جیسے گدھا اس پر لاانسان سچا آتا ہے لیکن لاحیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

Marfat.com

دلیل:۔ماقبل میں ہم نے ابھی یہ دعوی کیا ہے کہ جہاں لاحیوان نقیض اعم سچی آئیگی وہاں لاانسان نقیضِ اخص سچی آئیگی اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے اس دعوے کو مان لو جہاں نقیض اعم لاحیوان سچی آئیگی وہاں نقیض اخص لاانسان سچی آئیگی اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ لاحیوان نقیض اعم کے ساتھ انسان عین اخص سچا آئیگا اب یہاں انسان یہ عین اخص سچا آیا بغیر عین اعم کے یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نہ لاانسان سچا آتا ہے اور نہ انسان سچا آتا ہے کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے مثال کے طور پر قلم پر لاحیوان سچا آتا ہے یہاں مان لو لاانسان بھی سچا آتا ہے اگر یہ نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ انسان سچا آتا ہے اب انسان یہ عین اخص بغیر عین اعم کے سچا آ گیا یہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم کہیں کہ انسان حیوان کے ساتھ سچا آرہا ہے کیونکہ پہلے ہم نے فرض کرلیا ہے کہ اس شئی قلم پر لاحیوان سچا آرہا ہے اب اگر یوں کہیں کہ حیوان بھی سچا آرہا ہے تو پھر اجتماع نقیضین لازم آئیگا اور یہ بھی محال ہے ان یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر آپ ہمارے اس دعوے کو نہیں مانتے تو لاحیوان کے ساتھ انسان سچا آ گیا حالانکہ انسان تو حیوان کے ساتھ سچا آتا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ لاحیوان کے ساتھ لاانسان سچا آئیگا۔

دوسرا دعوی یہ تھا کہ جہاں نقیض اخص لاانسان میں آئیگا وہاں ضروری نہیں کہ نقیض اعم لاحیوان بھی سچا آئے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ جہاں نقیض اعم لاحیواں سچا آئیگا وہاں نقیض اخص لاانسان ضرور سچا آئیگا اب اگر یوں کہا جائے کہ جہاں لاانسان سچا آئیگا وہاں لاحیوان نقیض اعم بھی سچی آئے کیونکہ اگر ہم دوسری طرف سے یہ قاعدہ کلیہ مان لیں جہاں نقیض اخص سچی آئیگی وہاں نقیض اعم بھی سچی آئیگی اور یہاں نقیضین میں نسبت تساوی کی ہوجائے گی نقیضین میں نسبت تساوی کی یہ تقاضہ کرتی ہے اس بات کے عینین میں بھی تساوی ہو حالانکہ عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے خارجی جہاں میں یہ ضروری نہیں کہ جہاں لاانسان سچا آئے وہاں لاحیوان سچا آئے جیسے گائے پر لاانسان سچا آتا ہے لیکن یہاں لاحیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّا فَمِنْ وَجْهٍ: اَیْ وَاِنْ لَّمْ یَتَصَادَقَا کُلِّیًّا مِنَ الْجَانِبَیْنِ وَلَا مِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ فَمِنْ وَجْهٍ۔

ترجمہ:۔یعنی اگر دو کلیاں کلی طور پر نہ صادق آئیں جانبین سے اور نہ ایک جانب سے تو وہ من وجہ ہے

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف نسبت عموم وخصوص من وجہ کی تعریف کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تصادق کلی جانبین میں ہے ہو یا ایک جانب سے نہ ہو اس کو نسبت عموم وخصوص من وجہ کی کہتے ہیں۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ تَبَايُنٌ جُزْئِيٌّ: اَلتَّبَايُنُ الْجُزْئِيُّ هُوَ صِدْقُ كُلٍّ مِنَ الْكُلِّيَيْنِ بِدُوْنِ الْاٰخَرِ فِي الْجُمْلَةِ فَاِنْ صَدَقَا اَيْضاً مَعًا كَانَ بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ مِنْ وَجْهٍ وَاِنْ لَّمْ يَتَصَادَقَا مَعًا اَصْلًا كَانَ بَيْنَهُمَا تَبَايُنٌ كُلِّيٌّ فَالتَّبَايُنُ الْجُزْئِيُّ يَتَحَقَّقُ فِيْ ضِمْنِ الْعُمُوْمِ مِنْ وَجْهٍ وَفِيْ ضِمْنِ التَّبَايُنِ الْكُلِّيِّ اَيْضًا ثُمَّ اَنَّ الْاَمْرَيْنِ اللَّذَيْنِ بَيْنَهَا عُمُوْمٌ مِنْ وَجْهٍ قَدْ يَكُوْنُ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا اَيْضًا الْعُمُوْمُ مِنْ وَجْهٍ كَالْحَيْوَانِ وَالْاَبْيَضِ فَاِنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا وَهُمَا اللَّاحَيْوَانُ وَاللَّااَبْيَضُ اَيْضًا عُمُوْمٌ مِنْ وَجْهٍ وَقَدْ يَكُوْنُ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا تَبَايُنٌ كُلِّيٌّ كَالْحَيْوَانِ وَاللَّا اِنْسَانِ فَاِنَّ بَيْنَهُمَا عُمُوْمًا مِنْ وَجْهٍ وَبَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا وَهُمَا اللَّا حَيْوَانُ وَالْاِنْسَانُ مُبَايَنَةً كُلِّيَّةً فَلِهٰذَا قَالُوْا اِنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيِ الْاَعَمِّ وَالْاَخَصِّ مِنْ وَجْهٍ تَبَايُنًا جُزْئِيًا لَاالْعُمُوْمُ مِنْ وَجْهٍ فَقَطْ وَلَا التَّبَايُنُ الْكُلِّيُّ فَقَطْ

ترجمہ:۔ تباین جزئی دو کلیوں سے ہر ایک کا دوسرے کلمہ بغیر فی الجملہ صادق آنا تباین جزئی ہے سو اگر یہ دونوں کلی ایک ساتھ صادق آویں تو دونوں کے مابین عموم وخصوص من وجہ ہوگی اور اگر ایک ساتھ بالکل صادق نہ آئے تو دونوں کے مابین تباین کلی ہوگا پس تباین جزئی کبھی عموم من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے کبھی تباین کلی کے ضمن میں بھی متحقق ہوتا ہے پھر وہ دو کلی جن کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہے ان دونوں کی نقیضین کے مابین بھی کبھی عموم من وجہ کی نسبت ہوتی ہے جیسے حیوان اور ابیض میں عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیض لا حیوان لا ابیض کے مابین بھی عموم من وجہ کی نسبت ہے اور کبھی ان کی نقیضوں کے مابین تباین کلی ہوتا ہے جیسے حیوان ولاانسان کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیضین لا حیوان اور انسان کے مابین تباین کلی ہے بنابریں انہوں نے کہا ہے کہ اعم اور اخص من وجہ دونوں کی نقیضوں کے مابین تباین جزئی ہے، نہ فقط عموم من وجہ کی نسبت ہے نہ فقط تباین کلی نسبت ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تباین جزئی کی تعریف کرنا اور عموم خصوص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تباین جزئی کی تعریف:۔ ہر کلی دوسری کلی کے بغیر سچی آسکے یہ تعریف اس کی دونوں قسموں (تباین کلی اور عموم خصوص من وجہ) میں پائی جاتی ہے تباین کلی میں ہر کلی دوسری کے بغیر سچی آتی ہے اسی طرح عموم خصوص من وجہ میں بھی ہر کلی دوسری کے بغیر

Marfat.com

سچی آتی ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔قاعدہ یہ ہے کہ مقسم اپنی قسموں کے علاوہ کہیں بھی علیحدہ طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ اپنی قسموں کے ضمن میں ہی مقسم پایا جاتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر مقسم اپنی قسم کے علاوہ بھی پایا جائے پھر اس کی تقسیم کو بند کرنا بھی صحیح نہیں نیز یہ بھی یاد رہے کہ مقسم کی تعریف اپنی ہوتی ہے اور قسموں کی تعریف اپنی ہوتی ہے جیسے اسم یہ مقسم ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں معرب مبنی ان کی تعریف یہ ہے کہ معرب وہ اسم ہے جو مرکب ہو عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہ ہو۔مبنی کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم ہے جو مرکب نہ ہو یا مرکب ہو لیکن مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو۔مقسم کی تعریف ہمیشہ اپنے قسموں میں ہوتی ہے قسم میں مقسم کی تعریف کا آنا ضروری ہے جیسا کہ ابھی معرب اور مبنی کی تعریف میں گزرا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔تباین کلی اور عموم خصوص من وجہ یہ دونوں تباین، جزئی کے دو قسم ہیں تباین جزئی یہ مقسم ہے اور مقسم اپنے اقسام کے ضمن میں پایا جاتا ہے الگ سے کوئی قسم نہیں ہوتا لھذا یہ نہیں کہا جائیگا کہ تباین جزئی یہ ایک اور قسم نکل آیا جو چار نسبتوں کے علاوہ ہے۔یعنی تباین جزئی کی دو قسمیں ہیں (۱) تباین کلی (۲) عموم خصوص من وجہ۔

ثم ان الامرین الخ:۔اس میں صرف مثالیں دینا چاہتے ہیں کہ جن دو کلیوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ان کی نقیضوں میں تباین جزئی ہوگا یعنی کبھی تباین کلی اور کبھی عموم خصوص من وجہ ہوگا نقیضوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابیض ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے اس کی نقیضوں لا حیوان اور لا ابیض کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے مادہ اجتماعی جیسے سیاہ پتھر یہ لا حیوان بھی ہے لا ابیض بھی ہے مادہ افتراقی نمبر ایک کہ لا حیوان سچا آئی لا ابیض سچا نہ آئے جیسے کالی بھینس یہ لا ابیض ہے لا حیوان نہیں بلکہ حیوان ہے تیسری مثال کہ لا حیوان سچا آئے لیکن لا ابیض سچا نہ آئے جیسے سفید پتھر یہ لا حیوان تو ہے لا ابیض نہیں بلکہ ابیض ہے۔

دوسری قسم کی مثال کہ عینین میں تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے لیکن نقیضوں میں نسبت تباین کلی کی ہے جو کہ تباین جزئی کا ایک قسم ہے جیسے حیوان اور لا انسان ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے کیونکہ مادہ اجتماعی گھوڑا یہ حیوان بھی ہے لا انسان بھی مادہ افتراقی نمبر ایک کہ جیسے زید یہ حیوان ہے لا انسان نہیں بلکہ انسان ہے مادہ افتراقی نمبر دو جیسے پتھر یہ لا انسان تو ہے حیوان نہیں۔ان دو کلیوں کی نقیضون کے درمیان (لاحیوان اور انسان) نسبت تباین کلی کی ہے کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ جو چیز بھی لا حیوان ہے وہ انسان نہیں ہو سکتی اور جو انسان ہے وہ لا حیوان نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ كَالْمُتَبَائِنَيْنِ: اَیْ كَمَا اَنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيِ الْاَعَمِّ وَالْاَخَصِّ مِنْ وَجْهٍ مُبَايِنَةً جُزْئِيَّةً كَذَالِكَ بَيْنَ نَقِيْضَيِ الْمُتَبَايِنَيْنِ تَبَايُنٌ جُزْئِيٌّ فَاِنَّهٗ لَمَّا صَدَقَ كُلٌّ مِنَ الْعَيْنَيْنِ مَعَ نَقِيْضِ الْاٰخَرِ صَدَقَ كُلٌّ مِنَ النَّقِيْضَيْنِ مَعَ عَيْنِ الْاٰخَرِ فَصَدَقَ كُلٌّ مِنَ النَّقِيْضَيْنِ بِدُوْنِ الْاٰخَرِ فِى الْجُمْلَةِ وَهُوَ التَّبَايُنُ الْجُزْئِيُّ ثُمَّ اِنَّهٗ قَدْ يَتَحَقَّقُ فِىْ ضِمْنِ التَّبَايُنِ الْكُلِّيِّ كَالْمَوْجُوْدِ وَالْمَعْدُوْمِ فَاِنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا وَهُمَا اللَّا مَوْجُوْدُ وَاللَّامَعْدُوْمُ اَيْضًا تَبَايُنًا كُلِّيًّا وَقَدْ يَتَحَقَّقُ فِىْ ضِمْنِ الْعُمُوْمِ مِنْ وَجْهٍ كَالْاِنْسَانِ وَالْحَجَرِ فَاِنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَا وَهُمَااللَّااِنْسَانُ وَاللَّا حَجَرُ عُمُوْمًا مِنْ وَجْهٍ فَلِذَا قَالُوْااِنَّ بَيْنَ نَقِيْضَيْهِمَامُبَايَنَةً جُزْئِيَّةً حَتّٰى يَصِحَّ فِى الْكُلِّ هٰذَا اِعْلَمْ اَيْضًا اَنَّ الْمُصَنِّفَ اَخَّرَ ذِكْرَ نَقِيْضَيِ الْمُتَبَايِنَيْنِ لِوَجْهَيْنِ الْاَوَّلُ قَصْدُ الْاِخْتِصَارِ بِقِيَاسِهٖ عَلٰى نَقِيْضِ الْاَعَمِّ وَالْاَخَصِّ مِنْ وَجْهٍ وَالثَّانِىْ اَنَّ تَصَوُّرَ التَّبَايُنِ الْجُزْئِيِّ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُجَرَّدٌ عَنْ خُصُوْصِ فَرْدَيْهِ مَوْقُوْفٌ عَلٰى تَصَوُّرِ فَرْدَيْهِ الَّذِيْنَ هُمَاالْعُمُوْمُ مِنْ وَجْهٍ وَالتَّبَايُنُ الْكُلِّيِّ فَقَبْلُ ذِكْرِ فَرْدَيْهِ كِلَيْهِمَا لَا يَتَاَتّٰى ذِكْرُهٗ

ترجمہ:۔یعنی اعم اور اخص من وجہ کی نقیض کے مابین جیسے تباین جزئی ہے اسی طرح متبائنان کی نقیضین کے مابین بھی تباین جزئی ہے کیونکہ جب عینین سے ہر ایک دوسرے کی نقیض کے ساتھ صادق آئی تو نقیضین سے ہر ایک دوسرے کے عین کے ساتھ صادق آئی پس نقیضین سے ہر ایک دوسرے کی نقیض کے بغیر فی الجملہ صادق آئی اور یہی تباین جزئی ہے پھر یہی تباین جزئی کبھی تباین کلی کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے موجود و معدوم کے مابین تباین کلی ہے اور ان کی نقیضین لا موجود اور لا معدوم کے مابین بھی تباین کلی ہے اور یہی تباین جزئی کبھی عموم وخصوص من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے انسان وحجر کے مابین تباین کلی ہے پس ان دونوں کی نقیضین لا انسان لاحجر کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے بنا بریں علماء نے کہا کہ متبائنان کی نقیضین کے مابین تباین جزئی ہے تا کہ تمام مادوں میں صحیح ہو (اس کو تم ضبط کرلو) نیز جان لو کہ متبائنان کی نقیضین کے ذکر کو مصنف نے دو وجہ سے مؤخر فرمایا ہے ایک تو اختصار کے قصد سے کہ متبائنان کی نقیض کو اعم اور اخص من وجہ کی نقیض پر قیاس کرلیا جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تباین جزئی کا تصور اس حیثیت سے کہ یہ اس کے دونوں فرد سے مجرد

Marfat.com

ہے اس کے دونوں فرد کے تصور پر موقوف ہے اور وہ دونوں فرد عموم وخصوص من وجہ اور تباین کلی ہیں پس ان دونوں فردوں کو ذکر کرنے سے پہلے تباین جزئی کا ذکر نہیں ہوسکتا۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی ہے ان کی نقیضوں میں نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی ہو ان کی نقیضوں کے درمیان بھی نسبت تباین جزئی کی ہوگی یعنی کبھی تو نقیضوں میں تباین کلی ہوگا اور کبھی نقیضوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔

فانه لما صدق الخ:۔ یہاں سے اس دعوی کی دلیل دی ہے۔

دلیل:۔ مثلاً انسان یہ ایک کلی ہے یہ زید پر سچا آتا ہے اس کی نقیض لا انسان ہے اور حجر ایک دوسری کلی ہے اس کی نقیض لا حجر ہے جہاں زید پر انسان سچا آتا ہے وہاں لاحجر بھی سچا آتا ہے لا حجر پر کلی اپنی نقیض لاانسان کے بغیر سچی آرہی ہے یعنی انسان کے ساتھ سچی آرہی ہے ایک کلی کی نقیض دوسری کلی کی نقیض کے بغیر سچی آگئی ایسے ہی دوسری طرف سے پتھر پر حجر سچا آتا ہے لا انسان کے ساتھ اب پتھر پر لاانسان سچا آرہا ہے بغیر لاحجر کے بلکہ حجر کے ساتھ لاانسان سچا آرہا ہے یہاں بھی لاانسان یہ ایک کلی کی نقیض ہے جو کہ دوسری کلی کی نقیض کے بغیر اس کے عین کے ساتھ سچی آگئی یہاں بھی ایک کلی کی نقیض دوسری کلی کی نقیض کے بغیر سچی آگئی اس کو تباین کہتے ہیں یہ دلیل ہوگئی جب تباین کلی کی نقیض میں تباین جزئی ہے کبھی تو تباین کلی کی نقیضوں میں بھی تباین کلی ہوگا جیسے موجود اور معدوم یہ دو عینان ہیں ان میں نسبت تباین کلی کی ہے ان کی نقیضوں لاموجود اور لامعدوم میں بھی نسبت کلی کی ہے جہاں لاموجود ہوگا وہاں لامعدوم نہیں ہوگا اور جہاں لامعدوم ہوگا وہاں لاموجود نہیں ہوگا بلکہ موجود ہوگا عینین میں تباین کلی ہو اور نقیض میں عموم وخصوص من وجہ ہو جیسے انسان اور لاحجر میں تباین کلی ہے یہ کبھی جمع نہیں ہوتے ان کی نقیضین لاانسان اور لاحجر میں عموم وخصوص من وجہ ہے ان میں تین مثالیں نکلیں گی (۱) اجتماعی مثال درخت پر لاانسان اور لاحجر دونوں سچی آتی ہیں (۲) دوسری افتراقی مثال جہاں لاانسان ہو لیکن لاحجر نہ ہو جیسے پتھر پر لاانسان سچا آتا ہے لیکن لاحجر سچا نہیں آتا بلکہ حجر سچا آتا ہے (۳) تیسری مثال افتراقی جیسے زید پر لاحجر سچا آتا ہے لیکن لاانسان سچا نہیں آتا بلکہ انسان سچا آتا ہے چونکہ جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی تھی ان کی نقیضوں مین کبھی تباین کلی ہوتا ہے اور کبھی عموم وخصوص من وجہ اس لئے اس نے کہا کہ اس کی نقیضین میں تباین جزئی ہوگا نا فقط تباین کلی اور نا فقط عموم وخصوص من وجہ۔

واعلم ایضا ان المصنف اخر الخ:۔ یہاں سے متن پر ہونے والے دو اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں۔

Marfat.com

اعتراض ﴿۱﴾:۔تفتازانی نے باقی تین کلیوں کے جہاں عینین کو بیان کیا وہاں ساتھ ہی ان کی نقیض کو بھی بیان کر دیا لیکن تباین کلی کی جہاں عینین کو بیان کیا ہے وہاں اس کی نقیضین کو ساتھ ہی کیوں بیان نہیں کیا۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔باقی تین کلیوں کے عینین کی نقیضوں کو مستقل طور پر عبارت لاکر بیان کی ونقیضاھما کذالک او بالعکس لیکن تباین کلی کی نقیض کو کالمتباینین تشبیہ کے ساتھ کیوں بیان کیا اس کو مستقلا وبین نقیضیھما تباین جزئی کی طرح کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب ﴿۱﴾:۔اس کی نقیض کو بیان کرنے کیلئے مستقلا عبارت اسلئے نہیں لائے کیونکہ اختصار مطلوب تھا اگر مستقلا عبارت ذکر کرتا تو طوالت لازم آتی تھی اسلئے بین نقیضیھا تباین جزئی کی مستقلا عبارت نہیں لائے اگر ساتھ ہی وہاں نقیض کو بھی تفصیلا بیان کر دیتا تو طوالت لازم آتی تھی اس لئے آخر میں کالمتباینان میں تشبیہ کے ضمن میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ دونوں اعتراضوں کا ایک جواب ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔تباین کلی کی نقیضین میں نسبت چونکہ تباین جزئی کی تھی اور تباین جزئی کا معنی اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا تھا جب تک کہ اس کے دو فرد (دو قسم) تباین کلی اور عموم وخصوص من وجہ کا بیان نہ ہو اگر وہاں تباین کلی کے عین کی نسبت کے ساتھ ہی اس کی نقیض کو بھی بیان کر دیتا تو پھر تباین جزئی کا مطلب ہی سمجھ میں نہ آتا کیوں کہ اس میں تو عموم وخصوص من وجہ بھی تھا اور اس کا ذکر ابھی ہوا تک نہیں۔اس لئے علامہ تفتازانی نے پہلے عینین تباین کلی اور عموم وخصوص من وجہ کو بیان کیا آخر میں اس کی نقیض کو کالمتبائنین کی عبارت کے ساتھ بیان کیا۔

المتن : وَقَدْ يُقَالُ الْجُزْئِيُّ لِلْاَخَصِّ مِنَ الشَّيْءِ وَهُوَ اَعَمُّ

ترجمہ:۔اور کبھی جزئی کہا جاتا ہے اخص من الشئ کو اور وہ اعم ہے۔

مختصر تشریح متن:۔اس عبارت میں جزئی کا ایک اور معنی بیان کر رہے ہیں کہ ہر اخص تحت الاعم کو جزئی کہتے ہیں یعنی جو بھی اخص کسی اعم کے نیچے داخل ہو اس کو بھی جزئی کہتے ہیں اس تعریف کے اعتبار سے تمام اجناس اور نوع انسان حیوان جسم نامی جسم مطلق جزئی ہونگے کیونکہ انسان مثلا نوع ہے لیکن ایک اعم حیوان کے نیچے داخل ہے حیوان یہ اخص جسم نامی کے نیچے داخل ہے الخ اس جزئی کو جزئی اضافی کہتے ہیں کیونکہ یہ جزئی اوپر والے کے اعتبار سے جزئی ہے حقیقی نہیں۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ۔ وَقَدْ يُقَالُ آه: يَعْنِىْ اَنَّ لَفْظَ الْجُزْئِيِّ كَمَا يُطْلَقُ عَلَى الْمَفْهُوْمِ الَّذِىْ يَمْتَنِعُ اَنْ يُجَوَّزَ صِدْقُهٗ عَلٰى كَثِيْرَيْنِ كَذَالِكَ يُطْلَقُ عَلَى الْاَخَصِّ مِنْ شَىْءٍ فَعَلَى الْاَوَّلِ يُقَيَّدُ بِقَيْدِ الْحَقِيْقِيِّ وَعَلَى الثَّانِىْ بِالْاِضَافِىْ وَالْجُزْئِىُّ بِالْمَعْنَى الثَّانِىْ اَعَمُّ مِنْهُ بِالْمَعْنَى الْاَوَّلِ اِذْ كُلُّ جُزْئِىٍّ حَقِيْقِىٍّ فَهُوَ مُنْدَرِجٌ تَحْتَ مَفْهُوْمٍ عَامٍّ وَاَقَلُّهُ الْمَفْهُوْمُ وَالشَّىْءُ وَالْاَمْرُ وَلَاعَكْسَ اِذِالْجُزْئِىُّ الْاِضَافِىُّ قَدْ يَكُوْنُ كُلِّيًا كَالْاِنْسَانِ بِالنِّسْبَةِ الْحَيْوَانِ وَلَكَ اَنْ تَحْمِلَ ۔

ترجمہ:۔یعنی لفظ جزئی کا اطلاق جیسے اس مفہوم پر ہوتا ہے اس کے چند افراد پر صادق آنے کو عقل جائز نہ رکھے اسی طرح اخص من شئی پر بھی جزئی کا اطلاق ہوتا ہے پس پہلی تعریف پر جزئی کو قید حقیقی کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور ثانی تعریف پر قید اضافی کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور جزئی معنی ثانی کے ساتھ اعم ہوتی ہے معنی اول سے کیونکہ ہر جزئی حقیقی مفہوم عام کے ماتحت داخل ہوتی ہے اور اسی مفہوم عام کے کم درجہ خود مفہوم اور شئی اور امر کا درجہ ہے اور اس کا عکس نہیں کیونکہ جزئی اضافی کبھی کلی ہوتی ہے جیسے مفہوم انسان جزئی اضافی ہے مفہوم حیوان کی یہ نسبت اور ماتن کا قول۔

اغراض شارح:۔قولہ اقلہ المفہوم تک توضیح متن ہے و اقلہ المفہوم سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب ہے۔

تشریح:۔جزئی کا لفظ اس جزئی پر بھی بولا جاتا ہے جس کے مفہوم کا صدق کثیرین پر ممتنع ہوتا تھا ایسے ہی ہر اخص تحت الاعم کو بھی جزئی کہتے ہیں پہلی کو جزئی حقیقی اور دوسری کو جزئی اضافی کہتے ہیں جزئی اضافی یہ جزئی حقیقی سے اعم ہے جہاں جزئی حقیقی ہوگی وہاں جزئی اضافی ضرور ہوگی اور جہاں جزئی اضافی ہو وہاں جزئی حقیقی کا ہونا ضروری نہیں جیسے زید یہ جزئی حقیقی بھی ہے اور اضافی بھی کیونکہ یہ انسان کے اعم کے نیچے داخل ہے لیکن انسان جزئی اضافی ہے جزئی حقیقی نہیں بلکہ کلی ہے

واقلہ المفہوم الخ:۔یہاں سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔**اعتراض:**۔آپ نے کہا جو بھی جزئی حقیقی ہوگی وہ جزئی اضافی ضرور ہوگی یہ صحیح نہیں کیونکہ لفظ اللہ کے بارے میں تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ یہ جزئی حقیقی ہے لیکن جزئی اضافی نہیں کیونکہ کیونکہ اس کے اوپر کائی اعم کلی نہیں ہے؟

جواب:۔جزئی اضافی کے اوپر جو اعم ہوتا ہے اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کلی ہو کوئی اور شی بھی اعم ہو سکتی ہے مثلاً لفظ اللہ کے اوپر لفظ شی لفظ امر اور لفظ مفہوم ہیں اور یہ اس سے اعم ہیں اس لئے لفظ اللہ کو جزئی اضافی کہنا درست ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ۔ وَهُوَ اَعَمُّ عَلٰی جَوَابِ سُوَالٍ مُقَدَّرٍ كَاَنَّ قَائِلًا يَقُوْلُ الْاَخَصُّ عَلٰی مَا عُلِمَ سَابِقًا هُوَالْكُلِّيُّ الَّذِیْ يَصْدُقُ عَلَيْهِ كُلِّيٌّ آخَرُ صِدْقًا كُلِّيًّا وَلَا يَصْدُقُ هُوَ عَلٰی ذَالِكَ الْاٰخَرِ كَذَالِكَ وَالْجُزْئِيُّ الْاِضَافِیُّ لَا يَلْزَمُ اَنْ يَكُوْنَ كُلِّيًّا بَلْ قَدْ يَكُوْنُ جُزْئِيًّا حَقِيْقِيًّا فَتَفْسِيْرُ الْجُزْئِيِّ الْاِضَافِيِّ بِالْاَخَصِّ بِهٰذَاالْمَعْنٰی تَفْسِيْرٌ بِالْاَخَصِّ فَاَجَابَ بِقَوْلِهٖ وَهُوَ اَعَمُّ اَیِ الْاَخَصُّ الْمَذْكُوْرُ هٰهُنَا اَعَمُّ مِنَ الْمَعْلُوْمِ سَابِقًا وَمِنْهُ يُعْلَمُ اَنَّ الْجُزْئِیَّ بِهٰذَاالْمَعْنٰی اَعَمُّ مِنَ الْجُزْئِيِّ الْحَقِيْقِيِّ فَيُعْلَمُ بَيَانُ النِّسْبَةِ اِلْتِزَامًا وَهٰذَا مِنْ فَوَائِدِ مَشَائِخِنَا اَتَابَ اللّٰهُ ثَرَاهُ۔

ترجمہ:۔ واعم کو ایک سوال مقدر کے جواب پر بھی حمل کر سکتے ہو گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اخص وہ کلی ہے جس پر دوسری کلی، کلی طور پر صادق آوے اور یہ اخص اس دوسری کلی پر کلیۃ صادق نہ آوے اور جزئی اضافی کلی ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ کبھی جزئی حقیقی ہوتی ہے لہذا اخص بالمعنی المذکور کے تحت جزئی اضافی کی تفسیر بالاخص ہے (صحیح نہیں) پس ماتن نے اپنے قول وھو اعم کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا ہے یعنی اخص مذکور یہاں اس اخص سے اعم ہے جو پہلے معلوم ہوا ہے اور ماتن کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جزئی اس معنی اخیر کے ساتھ عام ہے جزئی حقیقی سے پس التزاما دونوں جزئیوں کے مابین نسبت کا بیان معلوم ہو جائے گا اور یہ ہمارے بعض مشائخ کے فوائد سے ہے اللہ تعالی ان کی قبر کو خوش فرماویں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ اخص کا معنی ماقبل والی فصل میں یہ گزرا ہے کہ اخص وہ کلی ہوتی ہے کہ دوسری کلی تو مکمل اس کے ہر ہر فرد پر سچی آئے لیکن یہ اخص کلی اس کلی کے ہر ہر فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان اخص ہے حیوان سے تو انسان حیوان کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتا۔ اب آپ نے کہا کہ جزئی اضافی اخص من الشی کو کہتے ہیں اور اخص تو اس معنی کے لحاظ سے کلی کو کہتے ہیں یعنی جزئی اضافی تمیشہ کلی ہوگی حالانکہ زید یہ جزئی اضافی بھی ہے اور جزئی حقیقی بھی ہے کلی نہیں ہے؟

جواب:۔ اخص کا وہ معنی جو ماقبل والی فصل میں گزرا وہ یہاں مراد نہیں ہے وہاں اخص کلی ہوا کرتا تھا لیکن یہاں اخص سے عام مراد ہے وہ کلی ہو یا جزئی لھذا اب زید جزئی اضافی بھی ہے جزئی حقیقی بھی۔

وھو اعم میں ھو کا مرجع شارح نے بتایا کہ وہ اخص ہے اخص جو اس جگہ مراد ہے وہ ماقبل میں مذکورہ لفظ اخص سے اعم ہے۔

Marfat.com

فائدہ:۔متن میں ھو اعم میں ھو ضمیر کا مرجع جب اخص ہے تو اس سے دلالۃ التزامی کے طور پر معلوم ہوا کہ جزئی اضافی اور حقیقی میں نسبت عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

متن: وَالْكُلِّيَاتُ خَمْسٌ

ترجمہ:۔اور کلیات پانچ ہیں۔

مختصر تشریح متن:۔تصورات میں اصل مقصود قول شارح ہے۔قول شارح کیلئے جو چیزیں موقوف علیہ کا درجہ رکھتی تھیں اس سے پہلے ان کا بیان ہوا اب ان موقوف علیہ اشیاء میں سے آخری شی کلیات خمس کو بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد اصل مقصود قول شارح کو بیان کریں گے۔متن کی اس عبارت الکلیات خمس پر ایک ترکیبی اعتراض ہوتا ہے اس کو سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ ذہن میں رکھ لیں۔وہ **قاعدہ** یہ ہے کہ اسماء عدد میں تین سے لیکر دس تک ہمیشہ اپنے معدود کے خلاف آتے ہیں اگر معدود مذکر ہو تو یہ مونث اگر معدود مونث ہو تو اسماء عدد مذکر آتے ہیں جیسے ثلاثۃ رجال وثلاث نسوۃ۔

اعتراض:۔الکلیات یہ مبتداء ہے اور خمس اس کی خبر ہے ضابطہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں تذکیر اور تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے یہاں تو خبر مذکر ہے اور مبتداء مونث ہے یہاں تو مبتداء خبر میں مطابقت نہیں؟

جواب:۔اصل میں الکلیات یہ لفظوں میں اگرچہ جمع مونث نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مفرد کلی ہے یہاں خبر کی مطابقت میں رعایت مفرد کی گئی ہے۔لفظ الکلیات جمع کی رعایت نہیں کی گئی اور اسماء عدد کے لحاظ سے لفظ الکلیات کی رعایت کی ہے الکلیات چونکہ لفظوں میں مونث تھا اس لئے خبر خمس مذکر لائے۔

اعتراض: اگر الکلیات کلی کی جمع ہے کلی تو مذکر ہے اسکی جمع الف اور تاء کیساتھ کیسے آ گئی مذکر کی جمع تو واونون کیساتھ آتی ہے؟

جواب:۔نحات کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے یوم یہ مذکر لا یعقل ہے اس کی صفت خالی ہے لیکن اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے الایام الخالیات اسی طرح یہاں بھی کلی یہ لفظ مفرد کی صفت ہے جو کہ مذکر لا یعقل ہے اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ الکلیات لے آتے ہیں۔

قَوْلُهُ اَلْكُلِّيَّاتُ خَمْسٌ: اَیِ الْكُلِّيَّاتُ الَّتِیْ لَهَا اَفْرَادٌ بِحَسْبِ نَفْسِ الْاَمْرِ فِی الذِّهْنِ اَوْ فِی الْخَارِجِ مُنْحَصِرَةٌ فِیْ خَمْسَةِ اَنْوَاعٍ وَاَمَّا الْكُلِّيَّاتُ الْفَرْضِيَّةُ الَّتِیْ لَا مِصْدَاقَ لَهَا خَارِجًا وَلَا ذِهْنًا فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا غَرَضٌ يُعْتَدُّ بِهٖ ثُمَّ الْكُلِّیُّ اِذَا نُسِبَ اِلٰی اَفْرَادِهِ الْمُحَقَّقَةِ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ فَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ عَيْنَ حَقِيْقَةِ تِلْكَ الْاَفْرَادِ وَهُوَ النَّوْعُ اَوْ جُزْأَ حَقِيْقَتِهَا فَاِنْ كَانَ تَمَامُ الْمُشْتَرَكِ بَيْنَ شَیْءٍ مِنْهَا وَبَيْنَ بَعْضٍ اٰخَرَ فَهُوَ الْجِنْسُ وَاِلَّا فَهُوَ الْفَصْلُ وَيُقَالُ لِهٰذِهِ الثَّلَاثَةِ ذَاتِيَّاتٌ اَوْ خَارِجًا عَنْهَا وَيُقَالُ لَهُ الْعَرَضِیُّ فَاِمَّا اَنْ يُخْتَصَّ بِاَفْرَادِ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ اَوْ لَا يَخْتَصُّ فَالْاَوَّلُ هُوَ الْخَاصَّةُ وَالثَّانِیْ هُوَ الْعَرَضُ الْعَامُّ فَهٰذَا دَلِيْلُ اِنْحِصَارِ الْكُلِّيَّاتِ فِی الْخَمْسِ

ترجمہ:۔یعنی جن کلیات کے افراد نفس الامر میں ہیں خواہ ذہن میں متحقق ہو یا خارج میں وہ کلیات پانچ قسموں میں منحصر ہیں اور بہر حال وہ فرضی کلیات جن کے افراد نفس الامر میں متحقق نہیں نہ خارج میں، نہ ذہن میں ان سے بحث کرنے کے ساتھ کسی معتد بہ غرض کا تعلق نہیں پھر کلی جب منسوب ہو اس کے ان افراد کی طرف جو نفس الامر میں متحقق ہیں یا تو وہ کلی ان افراد کی عین حقیقت ہوگی اور یہی کلی نوع ہے یا افراد کی جزئی حقیقت ہوگی سو اگر وہ کلی تمام مشترک ہو اس کے بعض فرد اور دوسرے بعض کے مابین تو وہ کلی جنس ہے ورنہ وہ کلی فصل ہے اور اس نوع، جنس، فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے یا تو کلی افراد کی حقیقت سے خارج ہوگی اور اسی کلی کو عرضی کہا جاتا ہے پس اگر یہ کلی عرضی ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ کلی خاصہ ہے اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو وہ کلی عرض عام ہے۔کلیات پانچ میں منحصر ہونے کی دلیل حصر یہی ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو مسئلوں کو بیان کرنا ہے۔

مسئلہ ﴿۱﴾:۔یہاں ان کلیات کا بیان ہوگا جن کے افراد نفس الامر میں موجود ہیں نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ ان کلیات کے افراد ذہن میں موجود ہوں یا خارجی جہان میں۔ان دونوں کو نفس الامر کہتے ہیں۔ذہن میں افراد ہوں جیسے شمس وقمر کہ ان کا خارج میں تو ایک ہی فرد ہے لیکن ذہن میں ان کے افراد کثیرہ کا ہونا ممکن ہے۔خارج میں جیسے انسان کلی ہے اور اس کے افراد کثیرہ خارجی جہان میں پائے جاتے ہیں زید، عمر، بکر وغیرہ۔یہاں ان کلیات کا بیان نہیں ہوگا جن کے افراد نفس الامر میں موجود نہیں جیسے لا شیٔ لا ممکن شریك الباری وغیرہ۔

Marfat.com

مسئلہ ﴿۲﴾:۔کلیاتِ خمس کی دلیلِ حصر بیان کرنی ہے کہ کلیات پانچ میں بند ہیں اس سے زیادہ اور کم نہیں۔

دلیل حصر:۔کلی یا تو اپنے افراد کی عین حقیقت (عین حقیقت اور تمام ماہیت کا مطلب ایک ہی ہے) ہوگی یا نہیں اگر وہ کلی اپنے افراد کی عین حقیقت ہو اس کو نوع کہتے ہیں اور اگر کلی اپنے افراد کی عین حقیقت نہ ہو لیکن حقیقت کا جزو ہو تو پھر دیکھیں گے وہ جزو تمام مشترک ہے یا جزو ممیّز اگر تمام مشترک ہو تو اس کو جنس کہتے ہیں اور اگر وہ جزو ممیّز ہو اس کو فصل کہتے ہیں۔

نوع کی مثال جیسے انسان یہ کلی ہے یہ اپنے افراد زید عمر بکر کا بالکل عین ہے۔جزو تمام مشترک یا جنس کی مثال جیسے حیوان یہ اپنے افراد انسان اور فرس وغیرہ میں تمام مشترک ہے جزو ممیّز یا فصل کی مثال جیسے ناطق انسان میں جزو ممیّز ہے اس کو باقی اغیار سے جدا کرنے والا ہے۔ان تینوں قسم کی کلیوں (نوع جنس فصل) کو ذاتیات کہتے ہیں کیوں کہ ان تینوں میں سے ہر ایک میں کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل ہے اور اگر وہ کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل نہیں بلکہ خارج ہے اور خارج ہو کر عارض ہے تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں وہ اگر ایک ہی حقیقت کے افراد کو عارض ہے تو اس کلی کو خاصہ کہتے ہیں اور اگر وہ کلی مختلف الحقائق افراد کو عارض ہو تو اس کو عرض عام کہتے ہیں خاصۃ کی مثال جیسے ضاحك یہ اپنے افراد زید عمر بکر کی حقیقت سے خارج ہے لیکن ان کو عارض ہے عرض عام کی مثال جیسے ماش یہ فرس حمار زید عمر کی حقیقت کو عارض ہے۔اور ان کی حقیقت مختلف ہے۔ان دو قسم کی کلیوں کو عرضیات کہتے ہیں کیوں کہ یہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر عارض ہیں۔

تعریف تمام مشترک:۔ماقبل میں لفظ تمام مشترک گزرا ہے یہاں اس کا معنی ذکر کیا جاتا ہے کہ تمام مشترک کسے کہتے ہیں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی کم از کم دو افراد میں ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے فرس اور انسان کے درمیان یہ دونوں حیوان کے افراد میں سے ہیں جن دو افراد کے درمیان میں ہم نے کسی کلی کو تمام مشترک مان لیا ہوگا ان دو افراد میں دنیا میں جو بھی چیز مشترک نکالی جائے گی وہ یا تو عین تمام مشترک ہوگی یا اس تمام مشترک کا جزو ہوگی جیسے انسان اور فرس میں ہم نے حیوان کو تمام مشترک مانا ہے حیوان کا معنی جسم نامی حساس متحرك بالارادہ اب ان دونوں میں سے جو بھی چیز مشترک مانیں گے وہ یا تو یہی عین تمام مشترک ہوگی یا اس کا جزو مثلا ہم نے ان دونوں میں حیوان کا دیکھا کہ وہ مشترک ہے دونوں میں اور عین تمام مشترک ہے جسم نامی ان دونوں میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جسم مطلق ان میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جوہر ان میں مشترک ہے اور یہ تمام مشترک حیوان کا جزو ہے۔خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا میں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی وہ ہمیشہ جنس ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے اور یہ جنس ہے جنس کی دو قسمیں ہیں قریب

اور بعید جن دو افراد میں جنس اصلی ہوگی وہ قریب کہلائے گی جیسے انسان اور فرس میں جنس اصلی میں حیوان ہے اس کو جنس قریب کہتے ہیں انسان اور شجر میں جنس اصلی مثل نامی ہے اس کو جنس قریب کہیں گے انسان اور پتھر میں جنس اصلی جسم مطلق ہے پھر یہ بھی ان دونوں میں جنس قریب ہے انسان اور عقل میں جنس اصلی جوہر ہے اس کو بھی ان دونوں کی جنس قریب کہیں گے انسان اور فرس میں حیوان چونکہ جنس اصلی ہے اس لئے یہ قریب ہے لیکن انسان اور فرس میں جسم نامی بھی جنس ہے لیکن چونکہ وہ اصلی نہیں ہے بلکہ مجازی طور پر ہے اس لئے اس کو انسان اور فرس کیلئے جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق یہ انسان اور فرس کیلئے جنس ہے لیکن بعید ہے اس طرح جوہر یہ بھی جنس ہے انسان اور فرس میں لیکن مجازی ہے اس سے پہلے اس کو بھی جنس بعید کہیں گے انسان اور فرس میں جسم نامی جنس بعید ہے ایک مرتبے کے ساتھ انسان اور شجر میں جسم مطلق جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ انسان اور پتھر میں جوہر جنس بعید ہے ایک مرتطہ کے ساتھ ان آخر سے نیچے کی طرف جنس بعید کی ترتیب اس طرح ہوگی عقل یہ انسان اور فرس کیلئے یہ جنس بعید ہے چار مرتبہ کے ساتھ تین مرتبہ کے ساتھ انسان اور پتھر کیلئے جنس بعید ہے دو مرتبہ کے ساتھ انسان اور جوہر کیلئے ایک مرتبہ کیساتھ ایسے ہی جوہر کو لیں گے اور جسم مطلق کو۔

نوٹ:۔ جنس قریب جنس بعید بھی ہوتی ہے جس طرح انسان اور شجر میں جنس نامی یہ جنس قریب ہے انسان اور شجر کیلئے لیکن انسان اور حیوان کیلئے جنس بعید ہے خوب سمجھ لو۔

متن: اَلْاَوَّلُ الْجِنْسُ وَهُوَ الْمَقُوْلُ عَلٰى كَثِيْرَيْنِ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ فَاِنْ كَانَ الْجَوَابُ عَنِ الْمَاهِيَّةِ وَعَنْ بَعْضِ مُشَارِكَاتِهَا هُوَ الْجَوَابُ عَنْهَا وَعَنِ الْكُلِّ فَقَرِيْبٌ كَالْحَيَوَانِ وَاِلَّا فَبَعِيْدٌ كَالْجِسْمِ النَّامِيْ

ترجمہ متن:۔ جنس اور وہ وہ ہے جو کثیرین پر بولی جائے ایسے کثیرین جو مختلف بالحقائق ہوں ماھو کے جواب میں پس اگر جواب ہو ماھیت اور اس کے بعض مشارکات سے وہی اور تمام سے پس وہ قریب ہے جیسے حیوان ورنہ پس بعید ہے جیسے جسم نامی۔

مختصر تشریح متن:۔ اس عبارت میں علامہ تفتازانی نے کلیات خمسہ میں سے پہلے کلی جنس کی تعریف کی ہے۔

جنس کی تعریف:۔ وہ ایک ایسی کلی ہے جو کثیر افراد پر سچی آتی ہے ایسے کثیر افراد جن کی حقیقت مختلف ہو اور ماہو کے جواب

Marfat.com

میں آتی ہے۔

فوائد قیود:۔ھو کا لفظ (جس سے مراد کلی ہے) جنس ہے تمام کلیات کو شامل ہے۔ المقول علی کثیرین (وہ کثیر افراد پر سچی آتی ہے) یہ فصل اول ہے اس سے کلیات فرضیہ (لاشیٔ لاممکن وغیرہ) نکل گئے کیوں کہ ان کے افراد ہی نہیں ہوتے پھر کہا کہ وہ افراد مختلف الحقائق ہو اس سے کلی نوع نکل گئی کیوں کہ اگر چہ افراد اس کے بھی کثیر ہوتے ہیں لیکن وہ متفق الحقائق ہوتے ہیں آگے کہا کہ یہ ماہو کے جواب میں واقع ہوتی ہے اس سے کلی خاصہ اور عرض عام وغیرہ نکل گئے خاصہ تو اس لئے کہ وہ ای شیٔ کے جواب میں آتا ہے اور عرض عام اس لئے کہ وہ سرے سے جواب میں واقع ہوتا بھی نہیں۔

قَوْلُهٗ۔ اَلْمَقُوْلُ اَیِ الْمَحْمُوْلُ

ترجمہ:۔ مقول سے مراد محمول ہے۔

قَوْلُهٗ۔ فِیْ جَوَابِ مَا هُوَ اِعْلَمْ اَنَّ مَاهُوَ سُوَالٌ عَنْ تَمَامِ الْحَقِیْقَةِ فَاِنِ اقْتَصَرَ فِیْ السُّوَالِ عَلٰی ذِکْرِ اَمْرٍ وَاحِدٍ کَانَ السُّوَالُ عَنْ تَمَامِ الْمَاهِیَةِ مُخْتَصَّةٌ فَیَقَعُ النَّوْعُ فِیْ الْجَوَابِ اِنْ کَانَ الْمَذْکُوْرُ اَمْرًا شَخْصِیًّا اَوِ الْحَدُّ التَّامُّ اِنْ کَانَ الْمَذْکُوْرُ حَقِیْقَةً کُلِّیَّةً وَاِنْ جُمِعَ فِی السُّوَالِ بَیْنَ اُمُوْرٍ کَانَ السُّوَالُ عَنْ تَمَامِ الْمَاهِیَةِ الْمُشْتَرَکَةِ بَیْنَ تِلْکَ الْاُمُوْرِ ثُمَّ تِلْکَ الْاُمُوْرُ اِنْ کَانَتْ مُتَّفِقَةَ الْحَقِیْقَةِ کَانَ السُّوَالُ عَنْ تَمَامِ الْمَاهِیَةِ الْمُتَّفِقَةِ الْمُتَّحِدَةِ فِیْ تِلْکَ الْاُمُوْرِ فَیَقَعُ النَّوْعُ اَیْضًا فِی الْجَوَابِ وَاِنْ کَانَتْ مُخْتَلِفَةَ الْحَقِیْقَةِ کَانَ السُّوَالُ عَنْ تَمَامِ الْحَقِیْقَةِ الْمُشْتَرَکَةِ بَیْنَ تِلْکَ الْحَقَائِقِ الْمُخْتَلِفَةِ وَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ تَمَامَ الذَّاتِیِّ الْمُشْتَرَکِ بَیْنَ الْحَقَائِقِ الْمُخْتَلِفَةِ هُوَ الْجِنْسُ فَیَقَعُ الْجِنْسُ فِی الْجَوَابِ فَالْجِنْسُ لَا بُدَّ لَهٗ اَنْ یَقَعَ جَوَابًا عَنِ الْمَاهِیَّةِ وَعَنْ بَعْضِ الْحَقَائِقِ الْمُخْتَلِفَةِ الْمُشَارِکَةِ اِیَّاهَا فِیْ ذَالِکَ الْجِنْسِ فَاِنْ کَانَ هُوَ ذَالِکَ جَوَابًا عَنِ الْمَاهِیَةِ وَعَنْ کُلِّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمَاهِیَّاتِ الْمُخْتَلِفَةِ الْمُشَارَکَةِ لَهَا فِیْ ذَالِکَ الْجِنْسِ فَالْجِنْسُ قَرِیْبٌ کَالْحَیَوَانِ حَیْثُ یَقَعُ جَوَابًا لِلسُّوَالِ عَنِ الْاِنْسَانِ وَعَنْ کُلِّ مَا یُشَارِکُهٗ فِی الْمَاهِیَّةِ

Marfat.com

الْحَيَوَانِيَّةِ وَاِنْ لَّمْ يَقَعْ جَوَابًا عَنِ الْمَاهِيَّةِ وَعَنْ كُلِّ مَايُشَارِكُهَا فِيْ ذَالِكَ الْجِنْسِ فَبَعِيْدٌ كَالْجِسْمِ حَيْثُ يَقَعُ جَوَابًا عَنِ السَّوَالِ بِالْاِنْسَانِ وَالْحَجَرِ وَلَا يَقَعُ جَوَابًا عَنِ السَّوَالِ بِالْاِنْسَانِ وَالشَّجَرِ وَالْفَرَسِ مَثَلًا۔

ترجمہ:۔قولہ فی جواب ما ھو جان لو بے شک ماھو تمام حقیقت سے سوال ہے سو اگر سوال میں امر واحد کے ذکر پر اکتفاء ہو تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو اسی امر واحد کے ساتھ مختص ہے لہذا جواب میں نوع واقع ہوگا اگر سوال میں ایک امر شخصی مذکور ہو تو جواب میں حد تام واقع ہوگا اگر سوال میں ایک حقیقت کلیہ مذکور ہو اور اگر سوال میں چند امور کے مابین جمع کیے جاوے تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور کے بین مشترک ہے پھر یہ امور اگر متفقۃ الحقیقۃ ہوں تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور میں متحد اور متفق ہے لہذا جواب میں نوع بھی واقع ہوگی اگر وہ امور مختلفۃ الحقیقۃ ہوں تو سوال تمام حقیقت سے ہوگا جو مشترک ہوں ان مختلف حقیقتوں کے درمیان ،اور تم نے پہلے پہچان لیا ہے وہ ذاتی جو مختلف حقیقتوں کے درمیان اور وہ جنس ہے لہذا جواب میں جنس واقع ہوگی پس جنس جواب میں واقع ہونا ضروری ہے ماھیت معینہ اور بعض ان حقائق مختلفہ کے سوال پر جو اسی ماھیت معینہ کے شریک ہیں اس جنس میں پس اگر یہی جنس جواب میں واقع ہو اس ماھیت معینہ کے سوال اور ہر اس ماھیت کے سوال پر جو ماہیت مشارک ہے ماہیت معینہ کا اسی جنس میں تو جنس قریب ہے جیسے حیوان کیوں کہ ماھیت انسان کے ساتھ ماھیت حیوانیہ میں جتنی ماھیات شریک ہیں ان میں سے جس کو بھی انسان کے ساتھ ملا کے سوال کیا جاوے تو جواب میں یہی حیوان واقع ہوتا ہے اور اگر جتنی ماھیات اس ماھیت معینہ کے ساتھ اس جنس میں مشارک ہیں ان ماھیات سے ہر ایک کو ماھیت معینہ کو ساتھ ملا کے سوال کرنے کی صورت میں جواب میں وہ جنس محمول نہ ہو تو جنس بعید ہے جیسے جسم کیوں کہ انسان اور حجر کو ملا کے سوال کرنے کی صورت میں یہی جسم واقع ہوتا ہے اور انسان اور شجر اور فرس کو ملا کے سوال کرنے کی صورت میں جواب میں جنس واقع نہیں ہوتا بلکہ جسم نامی واقع ہوتا ہے لھذا حیوان جنس قریب ہے اور جسم جنس بعید ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریحِ متن ہے وہ یہ ہے کہ کائنات میں جب کوئی انسان کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تصور مجہول کے بارے میں سوال ہوگا یا وہ تصدیق مجہول کے بارے میں سوال کرے گا تصدیق کے بارے میں سوال اور اس سوال کی غرض کی بحث بڑی کتابوں یعنی سلم وغیرہ میں آئے گی۔ یہاں صرف سائل کے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے احکام ذکر کئے جائیں گے جب بھی کوئی آدمی دوسرے سے سوال کرتا ہے

Marfat.com

اس کے سوال کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے جب مخاطب اس کی غرض سمجھ لیتا ہے تو جواب دینا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے منطقیوں نے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے کے دو آلے بتائے ہیں وہ دو آلے ما ھو اور ای شیٔ ہیں ان دونوں میں اصل تو ما اور ای ہے ھو اور شی بطور تابع کے سوال میں ذکر کئے جاتے ہیں جب سائل سوال ای شیٔ کے ساتھ کرے گا تو اس کی غرض اس وقت کیا ہوگی۔ یہ آگے ذکر کریں گے یہاں ہم نے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب وہ سوال میں ما ھو کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض کیا ہوگی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بھی کوئی سائل ماھو کے ذریعے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے گا یا بہت سی چیزوں کو ذکر کرے گا اگر سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض سوال سے یہ ہوگی کہ اس شیٔ کی تمام ماہیت بیان کر دے تو مجیب اس کی نوع کو جواب میں بیان کرے گا اگر سوال میں سائل ایک شیٔ کلی ذکر کی ہو تو جواب میں وہ حد تام واقع ذکر کریگا جیسے کوئی سوال کرے کہ الانسان ماھو تو جواب میں اس کی حد تام حیوان ناطق واقع ہوگی اور اگر ایک شیٔ جزئی ذکر کرے تو جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے کوئی سوال کرے زید ماھو تو جواب میں نوع انسان واقع ہوگا کہ ھو انسان اور اگر سائل سوال میں ایک سے زیادہ اشیاء کو ذکر کرے خواہ وہ اشیاء کلی ہوں یا جزئی ہوں تو دیکھیں گے کہ آیا ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہیں یا متفق اگر ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہوں گی تو اس وقت سائل کی غرض یہ ہوگی کہ ان کی حقیقت مشترکہ بتاؤ تو جواب میں مجیب حقیقت مشترکہ جنس کو ذکر کرے گا جیسے کوئی انسان سوال کرے الانسان والفرس والغنم ما ھم تو جواب میں جنس واقع ہوگی کہ ھم حیوان جو کہ ان سب میں حقیقت تمام مشترکہ ہے اور اگر سائل اشیاء کثیرہ کو ذکر کرے جو متفق الحقائق ہوں تو اس وقت بھی جواب میں نوع آئیگی جیسے کوئی سوال کرے زید وبکر وعمر ماھم تو جواب میں نوع واقع ہوگی ھم انسان۔

فان کان ھو ذالک جوابا الخ:۔ اس سے پہلے تو صرف مثالوں سے یہ چیز واضح کی گئی تھی کہ حیوان یہ جنس قریب ہے اور جسم نامی جسم مطلق اور جوہر یہ جنس بعید ہیں اب یہاں سے جنس قریب اور جنس بعید کی تفصیلی تعریف بیان کر رہے ہیں جنس قریب اور بعید کی تعریفوں کے سمجھنے سے قبل یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جنس کے نیچے افراد کلی ہوتے ہیں اور نوع کے نیچے افراد جزئی ہوتے ہیں جنس کے نیچے افراد کلی ہوں جیسے حیوان کہ اس کے نیچے انسان، فرس، حمار، غنم وغیرہ افراد ہیں اور یہ کلی ہیں اور نوع میں افراد جزئیہ ہوں جیسے انسان اس کے نیچے زید، عمر، بکر وغیرہ یہ افراد جزئیہ ہیں اب آپ تعریفیں سمجھیں۔

Marfat.com

جنس قریب:۔اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی فرد (ماہیت) کو پکڑ کر اس کے ساتھ کسی بھی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے ماھما کے ذریعے تو جواب میں یہی جنس واقع ہو جیسے حیوان اس کے افراد کلیہ نوعیہ 'انسان 'فرس 'غنم 'بقر وغیرہ ان میں کسی ایک ماہیت مثلا انسان کو پکڑیں اور اس کے ساتھ اس جنس کے تمام افراد میں سے جو بھی کائنات میں موجود ہیں کسی کو پکڑ کر اس انسان کے ساتھ ملا کر سوال کریں جیسے انسان کے ساتھ مثلا فرس کو ملائیں اور ماھما کے ذریعے سوال کریں کہ الانسان والفرس ماھما تو جواب میں حیوان آئے گا ھما حیوان کو جنس قریب کہتے ہیں۔

جنس بعید:۔اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی ماہیت کو پکڑ کر اس کے ساتھ اس کے دوسرے ماہیت (افراد) میں سے بعض کو ملا کر سوال ماھما سے کریں تو جواب میں یہ جنس آئے اور دوسرے بعض کو ملا کر سوال کریں تو یہ جنس نہ آئے جیسے جسم نامی یہ جنس ہے اس کے افراد نوعیہ کلیہ 'انسان' فرس' غنم 'بقر اور شجر وغیرہ ہیں اب ان میں سے ایک ماہیت مثلا انسان کو پکڑ کر اس کے دورے افراد میں بعض یعنی شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے یوں کہا جائے الانسان والشجر ماھما تو جواب مین جسم نامی آئے گا لیکن اس شجر کے علاوہ اگر دوسری ماہیت میں سے کسی کو ملا کر سوال کریں مثلا الانسان والفرس او الغنم او البقر ماھما کہیں تو جواب میں حیوان آئے گا جسم نامی نہیں آئے گا اس لئے جسم نامی کو جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق میں اس کے افراد انسان 'فرس 'شجر 'حجر وغیرہ ہیں ان میں کسی ماہیت مثلا انسان کے ساتھ حجر کو ملا کر ماھما کے ساتھ سوال کریں تو جواب میں جسم مطلق آتا ہے اور فرس وغنم وغیرہ یا شجر کو ملا کر سوال کریں تو جوام میں جسم مطلق نہیں آتا اس لئے جسم مطلق بھی جنس بعید ہے ایسے ہی جوہر اس کے افراد انسان 'فرس 'شجر 'حجر 'عقل وغیرہ ہیں اگر انسان ماہیت کے ساتھ عقل کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جوہر واقع ہوتا ہے اور اگر انسان کے ساتھ کسی اور کو مثلا فرس یا غنم یا بقر یا شجر یا حجر کو ملا کر سوال کریں تو جوہر جواب میں واقع نہیں ہوتا اس لئے جوہر کو بھی جنس بعید کہیں گے۔

متن: اَلثَّانِیُ النَّوْعُ وَھُوَالْمَقُوْلُ عَلٰی کَثِیْرَیْنِ مُتَّفِقِیْنَ بِالْحَقَائِقِ فِیْ جَوَابِ مَا ھُوَوَقَدْ یُقَالُ عَلَی الْمَاھِیَّۃِ الْمَقُوْلِ عَلَیْھَا وَعَلٰی غَیْرِھَا الْجِنْسُ فِیْ جَوَابِ

Marfat.com

وَمَاهُوَ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِالْاِسْمِ الْاِضَافِيِّ كَالْاَوَّلِ بِالْحَقِيْقِيِّ وَبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ لِتَحَقُّقِهِمَا كَلَى الْاِنْسَانِ وَتَفَارُقِهِمَا فِي الْحَيَوَانِ وَالنُّقْطَةِ ثُمَّ الْاَجْنَاسُ قَدْ تَتَرَتَّبُ مُتَصَاعِدَةً اِلَى الْعَالِي كَالْجَوْهَرِ وَيُسَمّٰى جِنْسُ الْاَجْنَاسِ وَالْاَنْوَاعُ مُتَنَازِلَةً اِلَى السَّافِلِ وَيُسَمّٰى نَوْعُ الْاَنْوَاعِ وَمَا بَيْنَهُمَا مُتَوَسِّطَاتٌ

ترجمہ متن:۔دوسری کلی نوع ہے اور وہ وہ ہے جو ماھو کے جواب میں بولی جائے ایسے کثیر افراد پر جو حقیقتوں کے لحاظ سے متفق ہوں اور کبھی اس ماھیت کو نوع کہا جاتا ہے کہ اس پر اس کے غیر پر ماھو کے جواب میں جنس محمول ہو اور نوع کی یہ قسم اضافی والے نام کے ساتھ خاص ہے جس طرح اول حقیقی والے نام کے ساتھ خاص ہے اور نوع اضافی اور حقیقی کے درمیان نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے۔انسان پر دونوں صادق آنے اور حیوان ونقطہ میں دونوں کے جدا جدا ہونے کی وجہ سے۔پھر اجناس جنس عالی (جیسے جوہر) کی طرف چڑھنے کے لحاظ سے مترتب ہوتی ہے اور اور سب سے اوپر کی جنس کا نام جنس الاجناس رکھا جاتا ہے اور جو عالی اور سافل کے درمیان ہیں انکو متوسطات کہا جاتا ہے۔

تشریحِ متن:۔اس عبارت میں کلی کی دوسری قسم نوع کی تعریف ہے۔

نوع کی تعریف:۔کہ کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھووہ ایک کلی ہے جو کہ کثیر افراد پر سچی آتی ہے جن کی حقیقت ایک ہوتی ہے اور ماھو کے جواب میں واقع ہو۔نوع کی اس تعریف میں مقول علی کثیرین کی قید لگا کر اس سے کلیات فرضیہ کو نکال دیا متفقین بالحقائق کی قید سے جنس کو نکال دیا اور فی جواب ماھو کی قید سے خاصہ اور عرض عام نکل گئے متن کی اس عبارت کا مطلب بالکل واضح تھا اس لئے یزدی نے اس کی شرح نہیں کی۔

قد یقال علی الماھیت الخ۔متن کی اس عبارت میں نوع کی ایک دوسری تعریف کی ہے اور نوع کی پہلی تعریف اور اس کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے۔

نوع کی دوسری تعریف:۔وہ ماہیت ہے کہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر ماھما کے ذریعے سوال کیا جائے تو جواب

Marfat.com

میں کوئی نہ کوئی جنس واقع ہوتو وہ پہلی ماہیت نوع کہتے ہیں لیکن اس نوع کونوع اضافی کہتے ہیں اورنوع کی جو پہلے تعریف کی گئی اس کونوع حقیقی کہتے ہیں نوع اضافی کی مثال جیسے انسان اوراس کے ساتھ کسی اور ماہیت مثلا فرس کوملا کرسوال کریں تو جواب میں جنس واقع ہوگی جیسے یوں کہاجائے الانسان والفرس ماھما تو جواب مین حیوان آئے گااس انسان کونوع اضافی کہیں گےنوع اضافی کی تعریف میں یہ تین جنسیں حیوان،جسم نامی اورجسم مطلق بھی داخل ہوجائیں گی کیوں کہ جب بھی ان کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کوملا کرسوال کرتے ہیں تو جواب میں جنس واقع ہوتی ہے مثلاحیوان کے ساتھ ایک دوسری ماہیت شجر کوملا کرسوال ماھما کے ذریعے کریں تو جواب میں جنس آتی ہے کہ الحیوان والشجر ماھماتو جواب میں جسم نامی آتی ہےاسی طرح جسم نامی اوردوسری ماہیت مثلاحجر کوملا کریوں سوال کر الجسم النامی والحجر ماھما تو جواب میں جنس آتی ہے۔ھما جسم مطلقاسی طرح جسم مطلق اوردوسری ماہیت مثلاعقل کوملا کرسوال کریں تو جواب میں جنس آتی ہے سوال اس طرح ہوگاالجسم المطلق والعقل ماھماتو جواب مین جنس جوہرآئے گاہاں البتہ جوہرکونوع اضافی نہیں کہتے کیوں کہ اس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کوملا کرسوال کریں تو جواب مین جنس نہیں آتی کیوں کہ اس کے اوپر کوئی جنس نہیں۔

نوع حقیقی اوراضافی میں نسبت:۔نوع حقیقی اورنوع اضافی میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے ایک مادہ اجتماعی اوردو مادے افتراقی (ا) مادہ اجتماعی انسان ہے یہ نوع حقیقی بھی ہے کیوں کہ اس پرنوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہےاورنوع اضافی بھی ہے کیوں کہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت فرس وغیرہ کوملا کرسوال کریں تو جواب میں جنس حیوان آتی ہےتو اس پر گویا کہ نوع اضافی اورحقیقی دونوں کی تعریفیں سچی آگئیں اس لئے مادہ اجتماعی ہے۔مادہ افتراقی (ا) حیوان پرنوع اضافی سچی آتی ہے کیوں کہ حیوان اورشجر کوملا کرسوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتی ہےنوع اضافی کی تعریف اس پر سچی آگئی نوع حقیقی کی تعریف یہاں سچی نہیں آتی کیوں وہ تو متفقین بالحقائق پر بولی جاتی ہےاورحیوان مختلف بالحقائق پر بولا جاتا ہےنقطہ پرنوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہےنوع اضافی نہیں اس کی تفصیل سمجھنے کیلئے پہلے نقطہ کا معنی سمجھیں نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اورسطح جسم کے کنارے کو کہتے ہیں۔ در م اس کو کہتے ہیں جس کیلئے طول،عرض،عمق ہو منطقی الفاظ اس طرح ہیں النقطۃطرف الخط والخط طرف السطح والسطح طرف الجسم والجسم ما لہ طول و عرض وعمق تفصیل اگلےقول میں آرہی ہے مثال مثلا یہ کتاب کاورق اس کے سفید حصے پرلکھا جاتا ہے یہ سطح ہےاور جہاں پرختم ہوتا ہےاس کوخط کہتے ہیں اورخط ..... کنارہ یعنی ورق کا کونہ ایک ہی جیسا ہےاوراگر ورق کے کونے کی طرف اشارہ کرکے کہا جائے ھذا الشی ماھوتو جواب میں آئے گا نقطہ تو اس نقطہ پرنوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے

Marfat.com

لیکن نوع اضافی کی تعریف سچی نہیں آتی کیوں کہ نوع اضافی تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت مرکب کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس آئے نقطہ چونکہ بسیط ہے مرکب نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری کسی ماہیتکو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس نہیں آتی کیوں کہ جنس تو اس ماہیت کے جواب میں آتی ہے جو مرکب ہو اور نقطہ کی ماہیت ماہیت بسیطہ ہے۔

قَوْلُهٗ۔ اَلْمَاهِيَةُ الْمَقُوْلُ عَلَيْهَاوَعَلٰى غَيْرِهَاالْجِنْسُ: اَيِ الْمَاهِيَةِ الْمَقُوْلُ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ فَلَا يَكُوْنُ اِلَّا كُلِّيًّا ذَاتِيًّا لِمَا تَحْتَهٗ لَا جُزْئِيًّا وَلَا عَرْضِيًّا فَالشَّخْصُ كَزَيْدٍ وَالصِّنْفُ كَالرُّوْمِيِّ مَثَلًا خَارِجَانِ عَنْهَا فَالنَّوْعُ الْاِضَافِيُّ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ نَوْعًا حَقِيْقِيًّا مُنْدَرِجًا تَحْتَ جِنْسٍ كَالْاِنْسَانِ تَحْتَ الْحَيَوَانَ وَاِمَّا جِنْسًا مُنْدَرِجًا تَحْتَ جِنْسٍ اٰخَرَ كَالْحَيْوَانِ تَحْتَ الْجِسْمِ النَّامِيِّ فَفِى الْاَوَّلِ يَتَصَادَقُ النَّوْعُ الْحَقِيْقِيُّ وَالْاِضَافِيُّ وَفِى الثَّانِىْ يُوْجَدُ الْاِضَافِيُّ بِدُوْنِ الْحَقِيْقِيِّ وَيَجُوْزُ اَيْضًا تَحَقُّقُ الْحَقِيْقِيِّ بِدُوْنِ الْاِضَافِيِّ فِيْمَا اِذَا كَانَ النَّوْعُ بَسِيْطًا لَا جُزْءَ لَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ جِنْسًا وَقَدْ مُثِّلَ بِالنُّقْطَةِ وَفِيْهِ مُنَاقَشَةٌ وَبِالْجُمْلَةِ فَالنِّسْبَةُ بَيْنَهُمَا هِىَ الْعُمُوْمُ مِنْ وَجْهٍ۔

ترجمہ:۔یعنی جو کلی ماھو کے جواب میں محمول ہو (اور اسکے افراد متفق الحقائق ہوں تو وہ اپنے ماتحت افراد کیلئے کلی ذاتی ہوتی ہے) وہ نوع ہے اس سے معلوم ہوا کہ نوع صرف کلی ذاتی ہوتی ہے اپنے افراد کیلئے نہ نوع جزئی ہوتی ہے نہ عرضی پس شخص جیسے زید اور صنف جیسے زید اور رومی دونوں اس ماھیت سے خارج ہیں جس کو نوع کہا جاتا ہے پس نوع اضافی ہمیشہ یا تو ایسا نوع حقیقی ہوتا ہے جو کسی جنس کے ماتحت داخل ہو جیسے انسان نوع حقیقی ہے جو حیوان جنس کے ماتحت داخل ہے یا تو نوع اضافی وہ جنس ہوتی ہے جو اور ایک جنس کے ماتحت داخل ہو جیسا کہ حیوان جسم نامی کے ماتحت داخل ہو سو پہلی صورت میں نوع حقیقی اور نوع اضافی ایک ساتھ دونوں صادق آئیں گی اور ثانی صورت میں نوع اضافی نوع حقیقی کے بغیر صادق آئیگا نیز نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر اس صورت میں پایا جاتا ہے کہ نوع بسیط ہو جس کی جزو نہیں تا کہ اس کی جنس کو اور نقطہ کے ساتھ اس کی مثال دی ہے اور اس میں مناقشہ ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

Marfat.com

اغراضِ شارح:۔اس پورے قول کی غرض چند اعتراضات کے جوابات دینے ہیں ایک اعتراض نوع اضافی کی تعریف پر دوسرا اعتراض نوع اضافی کی نسبت پر ہے اعتراضات کے سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نوع جو ہوتی ہے اس کے نیچے دو چیزیں ہوتی ہے (۱) اصناف (۲) اشخاص (جزئیات) مثلاً جیسے انسان ایک نوع ہے اس کے نیچے اصناف ہیں رومی ،پاکستانی، کشمیری وغیرہ اور پھر اس کے نیچے اشخاص ہیں زید،عمر ،بکر وغیرہ نوع اور صنف کا فرق سمجھیں۔

نوع:۔اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو قید ذاتی کے ساتھ جیسے انسان یہ ایک ماہیت ہے یہ ایسی ماہیت ہے جو کہ مقید ہے قید ذتی کے ساتھ کیوں کہ انسان کی ماہیت حیوان کلی ہے جو مقید ہے ساتھ قید ناطق کے جو کہ انسان کی ذاتی ہے ذاتی اس کو کہتے ہیں جو کہ ماہیت میں داخل ہو۔

صنف:۔اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو ساتھ قید عرضی کے جیسے رومی اس سے مراد روم کا رہنے والا انسان ہے جو کہ ایک ماہیت کلی حیوان ناطق ہے یہ مقید ہے ساتھ قید رومی کے لیکن روم کا رہنے والا ہونا اس انسان کی ذاتی نہیں بلکہ یہ تو ایک عرضی چیز ہے جب ان دونوں باتوں کو آپ نے ذہن نشین کر لیا تو اب پہلا اعتراض جو کہ نوع اضافی کی تعریف ہر ہوتا ہے اس کو سمجھیں۔

اعتراض:۔آپ نے نوع اضافی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ماہیت کہ جس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس واقع ہو صنف اور جزئی بھی تو ایسی جزئیات ہیں کہ ان کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کرو تو جواب میں جنس آتی ہے۔

صنف کی مثال:۔رومی اور فرس کو ملا کر سوال کیا جائے یوں کہا جائے الرومی و الفرس ماھو تو جواب میں آئے گا ھما حیوان۔

جزئی کی مثال:۔جیسے زید کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں کہ الزید و الفرس ما ھما تو جواب میں جنس حیوان آئے گی جب صنف اور جزئی کو دوسر ماہیت کے ساتھ ملا کر سوال کرنے سے جواب میں جنس آتی ہے تو صنف اور جزئی کو بھی نوع اضافی کہنا چاہیے حالانکہ مناطقہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کے نوع اضافی ہونے کا قول نہیں کرتا۔

جواب:۔ہم نے جو کہا تھا کہ اس ماہیت کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے تو اس ماہیت سے مراد ماہیت خاص ہے یعنی وہ ماہیت مراد ہے جو کہ ما ھو کے جواب میں واقع ہو سکے ما ھو کے جواب میں جنس،نوع،اور حد تام واقع ہوتی ہیں

Marfat.com

صنف نہ تو نوع ہے اور نہ جنس اور نہ حد تام اور زید تو جزئی یہ بھی نہ نوع ہے نہ جنس نہ حد تام لہذا یہ ماہیت ما ھو کے جواب میں نہیں آ سکتی جب یہ ما ھو کے جواب میں واقع نہیں ہو سکتی تو ان کو نوع اضافی کہنا بھی درست نہیں۔

اب آگے ایک قاعدہ بتایا یزدی صاحب نے کہ نوع اضافی یا تو ہمیشہ نوع حقیقی ہوگی جو کہ کسی نہ کسی جنس کے نیچے داخل ہوگی جس طرح انسان یہ نوع اضافی ہے اور حقیقی بھی اور حیوان جنس کے نیچے داخل ہے اور یا نوع اضافی جنس ہوگی جو کسی دوسرے جنس کے نیچے داخل ہوگی جیسے حیوان یہ نوع اضافی جنس ہے اور دوسری جانب جسم نامی کے نیچے داخل ہے جب نوع اضافی نوع حقیقی ہو کر نیچے داخل ہو تو اس وقت نوع اضافی حقیقی اور اضافی دونوں سچی آتی ہیں یہ مادہ اجتماعی ہے جیسے انسان اور جب نوع اضافی جنس ہو کر جنس کے نیچے داخل ہو جیسے حیوان یہ نوع اضافی ہوتی ہے نوع حقیقی نہیں ہوتی یہ ایک افتراقی کی مثال ہے۔ مادہ افتراقی (۲) دوسری افتراقی مثال کہ نوع حقیقی ہو اور اضافی نہ ہو جیسے نقطہ یہ نوع حقیقی ہے نوع اضافی نہیں کیوں کہ اضافی تو اس کو کہتے ہیں جس کے جواب میں جنس واقع ہو اور جنس تو ماہیت مرکبہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے کیوں کہ اس ماہیت کے جنس جزئی ہوتی ہے نقطہ یہ بسیط ہے اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی جب اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی تو یہاں نوع اضافی بھی نہیں ہوگی۔

وفیہ مناقشۃ:۔اس عبارت سے یزدی صاحب اعتراض کر رہے ہیں یہاں تین اعتراض ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔نقطہ کے وجود خارج کے بارے میں اختلاف ہے آیا اس کا خارج میں وجود ہے یا نہیں جب اس نقطے کا وجود ہی مسلم نہیں بلکہ موہوم ہے تو ایک موہوم چیز کو نوع حقیقی کی مثال کیوں بنایا ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔آپ نے کہا ہے کہ نوع حقیقی یعنی اس کے تمام افراد متفق الحقائق ہیں جب اس نقطے کا وجود موہوم ہے تو اس کے افراد میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مختلف الحقائق ہوں جب اس میں احتمال مختلف الحقائق ہونے کا پایا جاتا ہے تو پھر اس کو نوع حقیقی کہنا کیسے درست ہے۔

اعتراض ﴿۳﴾:۔آپ نے نوع اضافی اور نوع حقیقی میں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی بیان کی ہے حالانکہ قدماء مناطقہ اس بات کی طرف چلے گئے کہ ان میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے انسان مادہ اجتماعی اور حیوان مادہ افتراقی ہے جب نقطے کا وجود ہی موہوم ہے تو اس کو نوع حقیقی بنا کر دوسرا مادہ افتراقی بنانا ان مفسدات کے وقت درست نہیں ان تین اعتراضات کے جوابات نہیں ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ وَالنُّقْطَةُ: النُّقْطَةُ طَرَفُ الْخَطِّ وَالْخَطُّ طَرَفُ السَّطْحِ وَالسَّطْحُ طَرَفُ الْجِسْمِ فَالسَّطْحُ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ فِي الْعُمْقِ وَالْخَطُّ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ فِي الْعَرْضِ وَالْعُمْقِ وَالنُّقْطَةُ غَيْرُ مُنْقَسِمَةٍ فِي الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ وَالْعُمْقِ فَهِيَ عَرَضٌ لَا يَقْبَلُ الْقِسْمَةَ اَصْلًا وَاِذَا لَمْ تَقْبَلِ الْقِسْمَةَ اَصْلًا لَمْ يَكُنْ لَهَا جُزْءٌ فَلَا يَكُوْنُ لَهَا جِنْسٌ وَفِيْهِ نَظَرٌ فَاِنَّ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ لَا جُزْءَ لَهَا فِي الْخَارِجِ وَالْجِنْسُ لَيْسَ جُزْءً خَارِجِيًّا بَلْ هُوَ مِنَ الْاَجْزَاءِ الْعَقْلِيَّةِ فَجَازَ اَنْ يَكُوْنَ لِلنُّقْطَةِ جُزْءٌ عَقْلِيٌّ وَهُوَ جِنْسٌ لَهَا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جُزْءٌ فِي الْخَارِجِ۔

ترجمہ:۔ خط کی انتہا نقطہ ہے اور سطح کے انتہا خط ہے اور جسم کے انتہا سطح ہے پس سطح گہرائی میں منقسم نہیں (کیوں کہ سطح کیلئے گہرائی نہیں) اور خط چوڑائی اور گہرائی میں منقسم نہیں (کیوں کہ خط کیلئے چوڑائی و گہرائی نہیں) اور خط چوڑائی ولمبائی و گہرائی میں منقسم نہیں (کیوں کہ نقطہ کیلئے نی طوڑائی ہوتی ہے نہ لمبائی نہ گہرائی) پس نقطہ ایسا عرض ہے جو تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا اور جب وہ تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا تو (معلوم ہوا کہ) اس کیلئے جزو نہیں اس لئے اس کی جنس نہ ہوگی اور ماتن کے اس قول میں نظر ہے کیوں کہ ماتن کا قول اس بات پر دال ہے کہ خارج میں نقطہ کی جزو نہیں اور جنس بھی خارجی جزو نہیں بلکہ وہ اجزاء عقلیہ سے ہے لہذا جائز ہے کہ نقطہ کیلئے ایسے جزو عقلی ہو اس کی جنس ہے اگر چہ اسکی کوئی جزو خارجی نہیں ہے۔

اغراضِ شارح:۔ قولہ النقطۃ سے لیکر وفی مناقشۃ تک غرض تشریح متن ہے اور فیہ مناقشۃ سے الخ اعتراض ذکر کرنا ہے وہ یہ کہ یہاں نقطہ کی تعریف کریں گے فرماتے ہیں کہ نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اور سطح جسم کے کنارے کو کہتے ہیں عربی عبارت فالسطح ما لیس له عمق وله طول وعرض فقط ۔ الخط ما لیس له عرض ولا عمق له طول فقط۔ والنقطة ما لیس له طول ولا عرض ولا عمق۔ والجسم ما له طول وعرض وعمق ۔نقطہ کا نہ طول نہ عرض اور نہ موٹائی ہے تو گویا کہ یہ ایک بسیط چیز ہے اس کی کوئی جزو نہیں لہذا اس کی کوئی جنس نہیں وفیہ مناقشۃ سے علامہ یزدی اعتراض کرر ہے ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہا کہ نقطہ کا چونکہ کوئی جزو خارج نہیں اس لئے اس کیلئے جنس بھی نہیں حالانکہ جنس امور خارجیہ میں سے نہیں بلکہ یہ تو امور ذہنیہ عقلیہ میں سے ہے نقطہ کیلئے بھی تو ذہن میں جنس ہو سکتی ہے جیسے انسان کیلئے حیوان ذہن میں جنس

ہے خارج میں تو نہیں اس اعتراض کے جواب کے سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ منطقیوں کے ہاں تین درجے ہیں (۱) بشرط شئ یعنی وجودی چیز کو شرط لگانا (۲) بشرط لا شئ یعنی عدمی چیز کو شرط لگانا (۳) لا بشرط شئ یعنی نہ عدمی چیز شرط ہو اور نہ وجودی چیز یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ امور ذہنیہ اور خارجیہ ایک ہی ہوتے ہیں صرف حیثیت کا فرق ہوتا ہے حقیقت میں تو ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہوتے ہیں جو چیز خارج میں ہوتی ہے وہ ذہن میں ہوتی ہے اور جو ذہن میں ہوتی ہے وہ خارج میں ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ اس نقطہ کیلئے جزو خارج میں نہیں لیکن یہ جنس اور فصل امور ذہنیہ ہیں ان میں جب لابشرط شئ کا اعتبار کیا جائے تو ان کا وجود ذہنی ہوتا ہے خارجی نہیں اور جب لابشرط شئ کا لحاظ نہ ہو تو اس وقت ان کا وجود خارجی ہوتا ہے اس وقت اسی جنس اور فصل کو ہیولی اور صورت جسمیہ بھی کہتے ہیں یہ جنس اور فصل میں فرق ذہنی اور خارجی ہونے کا اعتباری ہے ورنہ حقیقت اور نفس الامر میں جو خارج میں ہے وہ ذہن میں اور جو خارج میں نہیں وہ ذہن میں بھی نہیں جب آپ یہ مانتے نہیں کہ اس نقطہ کیلئے خارج میں جنس نہیں تو بحر اس کیلئے لازم ہے کہ ذہن میں اس کی جنس نہ ہو کیوں کہ یہ ایک کو دوسرے کو لازم ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ مُتَصَاعِدَةً: بِاَنْ يَكُوْنَ التَّرَقِّيَ مِنَ الْخَاصِ اِلَى الْعَامِ وَذَالِكَ لِاَنَّ جِنْسَ الْجِنْسِ اَعَمُّ مِنَ الْجِنْسِ وَهٰكَذَا اِلٰى جِنْسٍ لَا جِنْسَ لَهٗ فَوْقَهٗ هٰذَا هُوَ الْعَالِيْ وَجِنْسُ الْاَجْنَاسِ كَالْجَوْهَرِ۔

ترجمہ:۔ اوپر چڑھنے والے ہونے کی حالت میں ترتب کی صورت یہ ہیکہ خاص سے عام کیطرف ترقی ہو اور یہ اس لئے کہ جنس کی جنس عام ہوتی ہے اسی طرح یہ ترقی اس جنس تک چلی جائے گی جس کے اوپر کوئی جنس نہیں اور یہی جنس جنس عالی اور جنس الاجناس ہے جیسے جوہر۔

قولہ متصاعدۃ الخ۔ اس قول کے متن اور شرح کی تشریح اکٹھی ہے اس قول کی غرض تشریح متن ہے

تشریح:۔ جنس میں ترتیب کیا ہے جنس کے اندر عموم کا لحاظ کیا گیا ہے خاص سے عام کی طرف ترقی ہے جو جنس خاص ہے وہ نیچے اور جو سب سے زیادہ عام ہے اس کو اوپر رکھا ہے جنس الجنس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس عالی کہتے ہیں اور جس کے نیچے کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس سافل کہتے ہیں عالی جیسے جوہر اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ اتنی عام ہے کہ تمام اجناس پر سچی آتی ہے جنس سافل جیسے حیوان اس کے نیچے جنس نہیں بلکہ نوع انسان ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ۔ مُتَنَازِلَةٌ بِاَنْ یَکُوْنَ التَّنَزُّلُ مِنَ الْعَامِ اِلَی الْخَاصِ وَذَالِكَ لِاَنَّ نَوْعَ النَّوْعِ یَکُوْنُ الْاَخَصُّ مِنَ النَّوْعِ وَهٰکَذَا اِلٰی اَنْ یَنْتَهِیَ اِلٰی نَوْعِ الْاَنْوَاعِ لَهٗ تَحْتَهٗ وَهُوَ السَّافِلُ وَنَوْعُ الْاَنْوَاعِ کَالْاِنْسَانِ۔

ترجمہ:۔ متنازلۃ: نیچے اترنے کی حالت میں ترتب کی صورت عام سے خاص کی طرف تنزل کرنا ہے اور یہ اس لئے کہ نوع کی نوع، نوع سے اخص ہوتی ہے اور اسی طرح یہ تنزل اس نوع تک چلتا رہے گا جس کے نیچے نوع نہیں اور وہ نوع سافل ہے اور نوع الانواع ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کے متن اور شرح کی تشریح اکٹھی ہے وہ بھی توضیح متن ہے اس..... قول کی غرض انواع میں ترتیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ انواع کی ترتیب میں خصوص کا لحاظ ہے جو نوع سب سے زیادہ خاص ہوگی اس کو نیچے اور جو سب سے زیادہ اعم ہو اس کو اوپر رکھا ہے ایسا نہیں بلکہ تنزل عام سے خاص کی طرف ہے نوع کی نوع اخص ہوتی ہے جیسا کہ جسم مطلق یہ نوع ہے اس کی نوع جسم نامی اخص ہے اور اس کی نوع حیوان یہ اخص ہے جس نوع کے نیچے کوئی نوع نہ ہو اس کو نوع الانواع کہتے ہیں انسان کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے اس لئے اس کو نوع الانواع کہیں گے۔

قَوْلُهٗ وَبَیْنَهُمَا مُتَوَسِّطَاتٌ: اَیْ مَابَیْنَ الْعَالِیْ وَالسَّافِلِ فِیْ سِلْسَلَتَیِ الْاَنْوَاعِ وَالْاَجْنَاسِ تُسَمّٰی مُتَوَسِّطَاتٌ فَمَا بَیْنَ الْجِنْسِ الْعَالِیْ وَالْجِنْسِ السَّافِلِ اَجْنَاسٌ مُتَوَسِّطَةٌ وَمَا بَیْنَ النَّوْعِ الْعَالِیْ وَالنَّوْعِ السَّافِلِ اَنْوَاعٌ مُتَوَسِّطَةٌ هٰذَا اِنْ رَجَعَ الضَّمِیْرُ اِلٰی مُجَرَّدِ الْعَالِیْ وَالسَّافِلِ وَاِنْ عَادَ اِلَی الْجِنْسِ الْعَالِیْ وَالنَّوْعِ السَّافِلِ الْمَذْکُوْرَیْنِ صَرِیْحًا کَانَ الْمَعْنٰی مَا بَیْنَ الْجِنْسِ الْعَالِیْ وَالنَّوْعِ السَّافِلِ مُتَوَسِّطَاتٌ اِمَّا جِنْسٌ مُتَوَسِّطٌ فَقَطْ کَالنَّوْعِ الْعَالِیْ اَوْنَوْعٌ مُتَوَسِّطٌ فَقَطْ کَالْجِنْسِ السَّافِلِ اَوْ جِنْسٌ مُتَوَسِّطٌ وَنَوْعٌ مُتَوَسِّطٌ مَعًا کَالْجِسْمِ النَّامِیْ ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْمُصَنِّفَ لَمْ یَتَعَرَّضْ لِلْجِنْسِ الْمُفْرَدِ وَالنَّوْعُ الْمُفْرَدُ اِمَّا لِاَنَّ الْکَلَامَ فِیْ مَا یَتَرَتَّبُ وَالْمُفْرَدُ لَیْسَ دَاخِلًا فِیْ سِلْسِلَةِ التَّرْتِیْبِ وَاِمَّا لِعَدَمِ تَیَقُّنِ وُجُوْدِهٖ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔یعنی انواع واجناس کے دونوں سلسلوں میں عالی وسافل کے مابین جوانواع واجناس ہیں ان کا نام متوسطات رکھا جاتا ہے پس جواجناس جنس عالی وسافل کے مابین ہیں وہ اجناس متوسطہ ہیں اور جوانواع نوع عالی اورنوع سافل کے مابین ہیں وہ انواع متوسطی ہیں یہ ترجمہ مابینہما کی ضمیر فقط عالی وسافل کی طرف لوٹنے کی صورت میں ہے اوراگر ضمیر اس جنس عالی اورجنس سافل کی طرف عائد ہو جوصراحۃ مذکور ہیں تو معنی یہ ہوجائیں گے کہ جنس عالی اورنوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں یافقط جنس متوسط ہے جیسے نوع عالی یافقط نوع متوسط ہے جیسے جنس سافل یاایک ہی ساتھ جنس متوسط اورنوع متوسط دونوں ہیں جیسے جسم نامی پھر جان لو کہ مصنف جنس مفرد اورنوع مفرد کا درپے نہیں ہوئے یا تو اسلئے کہ گفتگو ترتیب میں ہے اور نوع مفرد اورجنس مفرد ترتیب میں داخل نہیں یا تو ان دونوں کا وجود یقینی نہ ہونے کی وجہ سے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بینھما کی ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔اور متن کی توضیح ہے۔واعلم ان المصنف سے یزدی صاحب متن پرایک اعتراض کررہے ہیں۔

تشریح:۔اس قول کے متن اور شرح کی تشریح بھی اکٹھی ہے۔بینھما کی ضمیر کا مرجع محض عالی اور محض سافل ہے اس وقت اس کے دواقسام نکالنے ہونگے ایک سلسلہ اجناس کیلئے ایک انواع کیلئے اجناس کا سلسلہ اس طرح ہوگا جوجنس عالی اور سافل کے درمیان میں وہ اجناس متوسطات ہیں جسم مطلق جسم نامی اورنوع کا سلسلہ اس طرح ہوگا کہ جو عالی اور سافل کے درمیان ہیں وہ انواع متوسطہ ہیں وہ جسم مطلق، جسم نامی، حیوان ہیں دوسرا مرجع بینھما کی ضمیر کا صراحۃ جومتن میں آیا ہے العالی اورالسافل ہے ان دونوں میں الف لام عہد خارجی کا ہے ان سے مراد جنس عالی اورنوع سافل ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ جنس عالی اورنوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں پھر وہ متوسطات تو اجناس متوسطات ہونگے جیسے نوع عالی مثلاً جسم مطلق یہ جنس متوسط ہے اورنوع عالی ہے یا وہ نوع متوسط ہوفقط جیسے نوع سافل مثلاً حیوان یہ نوع متوسط اس لئے ہے کہ اس کے نیچے نوع حقیقی اور اوپر نوع اضافی ہے اورجنس سافل ہے کیوں کہ اس کے نیچے نوع تو انسان ہے، لیکن جنس نہیں ہے اور یا وہ متوسطات جنس متوسط اورنوع متوسط ہونگے جیسے جسم نامی یہ نوع متوسط ہے کیوں کہ اس کے اوپر نوع اضافی جسم مطلق اور نیچے بھی نوع اضافی حیوان ہے اورجنس متوسط بھی ہے کیوں کہ اس کے اوپر جنس جسم مطلق اور نیچے جنس حیوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ جنس عالی اورنوع سافل کے درمیان میں متوسطات تین طرح کے ہونگے جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

واعلم ان المصنف الخ:۔اس عبارت سے یزدی صاحب متن پرایک اعتراض کررہے ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے اجناس اورانواع کے تین تین درجے بیان کئے ہیں (جنس عالی، سافل، متوسط) (نوع عالی، نوع

Marfat.com

سافل، نوع متوسط) حالانکہ قطبی والے نے اور باقی تمام منطق کی کتابوں میں تو جنس اور نوع کے چار درجے بیان کئے گئے ہیں اور تین کے علاوہ ایک درجہ اور جنس مفرد اور نوع مفرد کا بھی بیان کیا گیا آپ نے جنس مفرد اور نوع مفرد کو کیوں نہیں بیان کیا اس اعتراض کے جواب کے سمجھنے سے پہلے جنس مفرد اور نوع مفرد کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔

جنس مفرد:۔ جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اور نیچے کوئی جنس ہو اور نوع مفرد اس کو کہتے ہیں کہ نہ اس کے اوپر کوئی نوع ہو اور نہ اس کے نیچے کوئی نوع ہو منطقیوں نے ان دونوں کی فرضی مثالیں بھی دی ہیں جنس مفرد کی مثال جیسے جوھر کو جنس نہ بنایا جائے بلکہ اس کو عقول عشرہ کیلئے عرض مان لیا جائے اور عقل کو جنس ثابت کیا جائے اور اس کے نیچے عقول عشرہ کو اس جنس کے افراد نوعیہ بنایا جائے جیسا کہ جنس کے نیچے انواع ہوتے ہیں ان عقول عشرہ کی حقیقتیں مختلف فرض کر لی جائیں تا کہ یہ عقل کیلئے انواع بن سکیں اس وقت عقل ایک ایسی شئی ہے کہ جس کے اوپر بھی کوئی جنس نہیں کیوں کہ اوپر جوہر ہے جو کہ عرض مان لیا گیا ہے اور نیچے بھی کوئی جنس نہیں کیوں کہ عقول عشرہ کو اس کیلئے انواع بنایا گیا ہے اس لئے اس وقت عقل کو جنس مفرد کہیں گے اور نوع مفرد کی بھی یہی عقل مثال ہے جب کہ جوہر کو عقل کیلئے جنس فرض کر لیں اور عقل کو نوع بنالیں اور ان عقول عشرہ کو اس کیلئے افراد متفق الحقائق بنادیں تو اس وقت یہ عقل نوع مفرد ہوگی کیوں کہ اس کے اوپر کوئی نوع نہیں بلکہ اوپر جنس (جوہر) ہے اور نیچے بھی کوئی نوع نہیں بلکہ نیچے تو عقول عشرہ افراد ہیں اس وقت عقل یہ نوع مفرد ہوگی یہ مثالیں مناطقہ نے فرض کی ہیں سمجھانے کیلئے ورنہ حقیقت میں ایک ہی عقل نوع مفرد اور جنس مفرد کی مثال کیسے بن سکتی ہے اگر جنس مفرد بنائیں تو عقول عشرہ مختلف الحقائق ہونگے اور اگر نوع مفرد بنائیں تو عقول عشرہ متفق الحقائق ہونگے عقول عشرہ متفق الحقائق اور مختلف الحقائق دونوں طرف تقسیم ہونگے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔

جواب ﴿۱﴾:۔ یزدی صاحب نے اس کے دو جواب دئے ہیں پہلا یہ کہ ہم جو یہاں اجناس اوع انواع کو بیان کر رہے ہیں ان اجناس اور انواع سے وہ اجناس اور انواع مراد ہیں کہ جن کے درمیان ترتیب کا سلسلہ قائم ہو سکے اور ترتیب تو کم از کم دو افراد میں ہوتی ہے نوع مفرد اور جنس مفرد بھی مفرد ہیں پس ترتیب نہیں ہو سکتی اس لئے اس کو یہاں بیان نہیں کیا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ ان دونوں کا وجود بھی یقینی نہیں تھا اس لئے ان کو نہیں بیان کیا ان کا وجود اس لئے یقینی نہیں کیوں کہ ایک ہی عقل جنس مفرد اور نوع مفرد کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ جواب سے پہلے سوال کے بعد والی عبارت میں تفصیل سے گزرا۔

Marfat.com

متن : **الثَّالِثُ اَلْفَصْلُ وَهُوَالْمَقُوْلُ عَلَى الشَّیْءِ فِیْ جَوَابِ اَیُّ شَیْءٍ هُوَفِیْ ذَاتِهٖ فَاِنْ مَیَّزَهٗ عَنِ الْمُشَارِكَاتِ فِی الْجِنْسِ الْقَرِیْبِ فَقَرِیْبٌ وَاِلَّافَبَعِیْدٌ وَاِذَا نُسِبَ اِلٰی مَا یُمَیِّزُهٗ فَمَقُوْمٌ وَاِلٰی مَا یُمَیِّزُ عَنْهُ فَمُقَسِّمٌ وَالْمُقَوِّمُ لِلْعَالِیْ مَقُوْمٌ لِلسَّافِلِ وَلَا عَكْسَ وَالْمُقَسِّمُ بِالْعَكْسِ**

ترجمہ متن:۔تیسری کلی فصل ہے اور وہ محمول ہوتی ہے ای شیء ھو فی ذاتہ کے جواب میں، پس اگر یہ کلی جدا کرے اس شی کو جنس قریب کے مشارکات سے تو فصل قریب ہے ورنہ (اگر جنس بعید کے مشارکات سے جدا کرتے) تو فصل بعید ہے اور جب اس کو منسوب کیا جائے اس چیز کی طرف جس کو یہ جدا کرتی ہے اس کیلئے مقوم ہے اور جس سے جدا کرتی ہے، اس کی بنسبت مقسم ہوگی اور عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوتا ہے اس کا برعکس نہیں (کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہو) اور مقسم اس (مقوم) کے برعکس ہے۔

مختصر تشریح متن:۔متن کی اس عبارت میں کلیات خمس میں سے تیسری کلی فصل کی تعریف کررہے ہیں کہ کلی فصل وہ کلی ہے کہ ای شیء ھو فی ذاتہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے یعنی جب سائل ای شیء ھو فی ذاتہ سے سوال کرے اور ایک چیز سوال میں ذکر کرے تو جواب میں کلی فصل واقع ہوتی ہے۔

فوائد قیود:۔المقول علی الشی کی قید سے کلیات فرضیہ نکل گئے فی جواب ای شیء سے جنس اور نوع اور عرض عام نکل گئے اور فی ذاتہ کی قید سے خاصہ نکل گیا کیوں کہ وہ ای شیء ھو فی عرضہ کے جواب میں واقع ہوتا ہے فصل کا کام یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ذاتی بن کر اپنے افراد کو غیر سے تمیز دیتی ہے ناطق نے انسان کی ذات میں داخل ہوکر انسانی افراد کو اغیار (حیوانات) سے جدا کیا اور خاصہ یہ خارج ہوکر اپنے افراد کو اغیار سے تمیز دیتا ہے جیسے ضاحک نے انسانی افراد کو اغیار گائے، بھینس سے جدا کیا ہے لیکن خارج ہے کیوں کہ یہ انسان کی ذات میں داخل نہیں

فان میزہ عن الالمشارکات فی الجنس القریب الخ:۔متن کی اس عبارت میں والا فبعید تک فصل کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک فصل قریب اور دوسری فصل بعید تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

واذا نسب الی ما یمیزہ الخ:۔ یہاں سے فصل کا تعلق نوع اور جنس کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فصل کا نوع کے ساتھ تعلق مقوم کا ہے اور جنس کے ساتھ مقوم کا ہے مقوم ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے اور اس کی ماہیت میں داخل ہے اور مقسم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فصل جنس کو تو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جیسے ناطق اس نے حیوان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک **حیوان ناطق** اور دوسرا **حیوان غیر ناطق**' **والمقوم للعالی** سے **ولا عکس** تک دو ضابطے بیان کئے ہیں۔ **والمقسم بالعکس** میں تیسرا اور چوتھا ضابطہ بیان کیا۔

ضابطہ ﴿۱﴾:۔ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا۔

ضابطہ ﴿۲﴾:۔ ہر سافل کے مقوم کیلئے ضروری نہیں کہ وہ عالی کا مقوم ہو۔

ضابطہ ﴿۳﴾:۔ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا۔

ضابطہ ﴿۴﴾:۔ ہر عالی کا مقسم ضروری نہیں کہ سافل کا مقسم ہو۔ ہر ایک کی تشریح شرح میں آ رہی ہے۔

قَوْلُهٗ :اَیُّ شَیْءٍ :اِعْلَمْ اَنَّ کَلِمَةَ اَیٍّ مَوْضُوْعَةٌ فِی الْاَصْلِ لِیُطْلَبَ بِهَا مَا یُمَیِّزُ الشَّیْءَ عَمَّا یُشَارِکُهٗ فِیْ مَا اُضِیْفَ اِلَیْهِ هٰذِهِ الْکَلِمَةُ مَثَلًا اِذَا اَبْصَرْتَ شَیْئًا مِنْ بَعِیْدٍ وَتَیَقَّنْتَ اَنَّهٗ حَیَوَانٌ لٰکِنْ تَرَدَّدْتَ فِیْ اَنَّهٗ هَلْ هُوَ اِنْسَانٌ اَوْ فَرَسٌ اَوْ غَیْرُهُمَا تَقُوْلُ اَیُّ حَیَوَانٍ هٰذَا فَیُجَابُ عَنْهُ بِمَا یُخَصِّصُهٗ وَیُمَیِّزُهٗ عَنْ مُشَارِکَاتِهٖ فِی الْحَیَوَانِ اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ اِذَا قُلْنَا الْاِنْسَانَ اَیُّ شَیْءٍ هُوَ فِیْ ذَاتِهٖ کَانَ الْمَطْلُوْبُ ذَاتِیًا مِنْ ذَاتِیَاتِ الْاِنْسَانِ یُمَیِّزُهٗ عَمَّا یُشَارِکُهٗ فِی الشَّیْئِیَّةِ فَیَصِحُّ اَنْ یُجَابَ بِاَنَّهٗ حَیَوَانٌ نَاطِقٌ کَمَا یَصِحُّ اَنْ یُجَابَ بِاَنَّهٗ نَاطِقٌ فَیَلْزَمُ صِحَّةُ وُقُوْعِ الْحَدِّ فِیْ جَوَابِ اَیِّ شَیْءٍ وَاَیْضًا یَلْزَمُ اَنْ لَّا یَکُوْنَ تَعْرِیْفُ الْفَصْلِ مَانِعًا لِصِدْقِهٖ عَلَی الْحَدِّ وَهٰذَا مِمَّا اسْتَشْکَلَهُ الْاِمَامُ الرَّازِیُ فِیْ هٰذَا الْمُقَامِ وَاَجَابَ عَنْ هٰذَا صَاحِبُ الْمُحَاکَمَاتِ بِاَنَّ مَعْنٰی اَیٍّ وَاِنْ کَانَ بِحَسْبِ اللُّغَةِ طَلَبُ الْمُمَیِّزِ مُطْلَقًا لٰکِنَّ اَرْبَابَ الْمَعْقُوْلِ اصْطَلَحُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لِطَلَبِ مُمَیِّزٍ لَا یَکُوْنُ مَقُوْلًا فِیْ جَوَابِ مَا هُوَ وَبِهٰذَا یَخْرُجُ الْحَدُّ وَالْجِنْسُ اَیْضًا

وَلِلْمُحَقِّقِ الطُّوْسِیْ هٰهُنَا مَسْلَكٌ آخَرُ اَدَقُّ وَاَتْقَنُ وَهُوَ اِنَّا لَا نَسْأَلُ عَنِ الْفَصْلِ اِلَّا بَعْدَ اَنْ نَعْلَمَ اَنَّ لِلشَّیْءِ جِنْسًا بِنَاءً عَلٰی اَنَّ مَا لَا جِنْسَ لَهٗ لَا فَصْلَ لَهٗ وَاِذَا عَلِمْنَا الشَّیْءَ بِالْجِنْسِ فَنَطْلُبُ مَا یُمَیِّزُهٗ عَنْ مُشَارِكَاتِهٖ فِیْ ذَالِكَ الْجِنْسِ فَنَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اَیٌّ حَیْوَانٍ هُوَ فِیْ ذَاتِهٖ فَتَعَیَّنَ الْجَوَابُ بِالنَّاطِقِ لَا غَیْرَ فَكَلِمَةُ شَیْءٍ فِی التَّعْرِیْفِ كِنَایَةٌ عَنِ الْجِنْسِ الْمَعْلُوْمِ الَّذِیْ یَطْلُبُ مَا یُمَیِّزُ الشَّیْءَ عَنْ مُشَارِكَاتِهٖ فِیْ ذَالِكَ الْجِنْسِ وَحِیْنَئِذٍ یَنْدَفِعُ الْاَشْكَالُ بِهٰذَا فِیْرِهٖ۔

ترجمہ:۔ جان لو کہ ایّ کلمہ موضوع ہے اس چیز کو طلب کرنے کیلئے جو شیٔ کو ان چیزوں سے تمیز دیدے جو چیزیں اسی ایّ کے مضاف الیہ میں اس شی کے مشارک ہیں مثلا جب دور سے تو کسی چیز کو دیکھ لے اور تجھے یقین ہو کہ وہ حیوان ہے لیکن تجھے تردد ہوا کہ وہ انسان ہے یا فرس یا ان کا غیر تو تو پوچھتا ہے کہ یہ کونسا حیوان ہے پس اس چیز کے ساتھ جواب دیا جائے گا جو اسکو خاص کردے اور حیوان ہونے میں جتنی چیزیں اس کے شریک ہیں ان تمام شریکوں سے اس کو ممتاز بنادے جان لو کہ جب تم نے اس تمہید کو جان لیا پس ہم کہتے ہیں کہ جب ہم الانسان ای شیٔ ھو فی ذاتہ کہیں تو انسان کی ذاتیات سے ایسی ذاتی مطلوب ہے جو انسان کو تمیز دے ان چیزوں سے جو چیزیں شی ہونے میں انسان کے شریک ہوں لہذا حیوان ناطق کے ساتھ بھی اس سوال کا جواب دیا جانا صحیح ہوگا جیسے صرف ناطق کے ساتھ اس کا جواب دیا جانا صحیح ہے لہذا لازم آتا ہے کہ ای شیٔ فی ذاتہ کے جواب میں حد واقع ہونا صحیح ہو نیز لازم آتا ہے کہ فصل کی تعریف مانع نہ ہو کیونکہ یہ تعریف حد پر صادق ہے اور یہ وہ اشکال ہے جس کو اس موقع پر امام رازی نے واقع کیا ہے۔ اور صاحب محاکمات نے اس اشکال کا بایں طور جواب دیا ہے کہ ایّ کے معنی لغت میں اگرچہ مطلق ممیز کو طلب کرنا ہے لیکن منطقیوں کا اصطلاح اس پر ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ممیز طلب کیا جائے جو ما ھو کے جواب میں محمول نہ ہو اور اس قید سے فصل کی تعریف سے حد اور جنس نکل گیا۔

اور یہاں محقق طوسی کا اور ایک مسلک ہے جو زیادہ دقیق اور محکم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فصل کے متعلق سوال نہیں کرتے مگر اس بات کو جاننے کے بعد کہ شیٔ کی ضرور جنس ہے اس ضابطہ پر مبنی کر کے کہ جس کی جنس نہیں اس کی فصل نہیں ہوتی اور جب عین شیٔ کی جنس معلوم ہو جائے تو ہم وہ چیز طلب کرتے ہیں جو شیٔ کو تمیز دیدے اس جنس میں شیٔ کے جو شرکاء ہیں ان سے پس ہم دریافت کرتے ہیں کہ مثلا انسان اس کی ذات میں کونسا حیوان ہے پس اس سوال کا جواب صرف ناطق کے ساتھ متعین ہے پس ای شیٔ کے سوال میں لفظ شیٔ کنایہ ہے اس جنس معلوم سے جس جنس کے مشارکات سے ماھیت کو تمیز دینے

Marfat.com

عالی چیز کا مطالبہ ہوتا ہے پس اس وقت اشکال بتمامہ مندفع ہو جاتا ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض فصل کی جو تعریف ماتن نے کی ہے اس پر ایک اعتراض کیا ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔ اعلم ان کلمة کی عبارت سے لیکر واجاب صاحب المحاکمات عن هذا کی عبارت تک یہ اعتراض ہے اور واجاب سے للمحقق الطوسی تک ایک جواب اور للمحقق الطوسی آخری عبارت تک دوسرا جواب ہے۔فکلمة شیٔ فی التعریف سے لفظ شیٔ کی وضاحت کی ہے۔

تشریح:۔یہ اعتراض جو فصل کی تعریف پر وارد ہوتا ہے یہ امام رازی صاحب نے کیا ہے۔اعتراض کے سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے پھر امام رازی کا اعتراض سمجھ میں آجائے گا۔

قاعدہ:۔ایّ کا کلمہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ درمیان میں واقع ہوتا ہے اس سے پہلے مبتدا ہوتا ہے اور اس کے بعد ہمیشہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور یہ اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ثانی بنتا ہے اور فی ذاته جو اس کے آخر میں ذکر کیا جاتا ہے وہ اس مبتدا ثانی کیلئے خبر بنتا ہے اور یہ مبتدا خبر مل کر پہلے مبتدا کیلئے خبر بنتے ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ ایّ سے پہلے ایک چیز ہوگی اور ایک چیز بعد میں اور جب سائل ایّ سے سوال کرے گا تو اس وقت اس کی غرض یہ ہوگی کہ ای کا جو ماقبل ہے اس کو ای کے مدخول کے مشارکات سے جدا کرنا مقصود ہوگا مثلا جس وقت آپ نے دور سے ایک چیز کو دیکھا اور آپ نے یہ یقین کرلیا کہ یہ کوئی حیوان ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سا حیوان ہے تو اس وقت آپ یوں سوال کردیں گے هذا ایّ حیوان اس وقت سائل کی غرض یہ ہے کہ ایّ کے ماقبل یعنی متعین حیوان کو اس کے مدخول حیوان کے مشارکات سے جدا کیا جائے تو اب اس کے جواب میں مجیب جواب میں مثلا کہے گا هو حیوان او فرس او حمار یہ تینوں حیوان کے مشارکات میں سے ہیں فرس کہہ کر اس نے متعین کرلیا کہ هذا سے مراد فرس ہے اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:۔فصل کی آپ جو مثال دیتے ہیں الانسان ای شیٔ هو فی ذاته اس میں بھی تو غرض سائل کی یہ ہوتی ہے کہ ایّ کے ماقبل انسان کو اس کے مدخول شیٔ (شیئت) کے مشارکات سے جدا کرنے والی چیز کو بیان کرو یعنی انسان ممیّز بیان کرو جو انسان کو شیئت کے مشارکات سے جدا کرے اس وقت اس کے جواب میں ہر وہ چیز واقع ہوسکتی ہے جو کہ انسان کو مشارکات شیئت سے جدا کریں مثلا حیوان جنس بھی واقع ہوسکتی ہے کیوں کہ یہ بھی تو شیئت کے تمام مشارکات سے انسان کو جدا کر کے حیوان کو متعین کرتی ہے اس طرح حیوان ناطق بھی انسان کو مشارکات فی الشی سے جدا کرتا ہے کہ انسان مشارکات فی الشی میں سے حیوان ناطق ہے اس طرح حیوان ناطق بھی جواب میں آسکتی ہے خلاصہ اعتراض کا یہ نکلا کہ فصل کی آپ نے جو

Marfat.com

تعریف کی تھی وہ اپنے اغیار سے جدا کرتی ہے یہ تعریف جنس اور حد تام پر بھی تو سچی آئیگی تو آپ کی فصل کی تعریف مانع نہ رہی گویا کہ الانسان ای شئ فی ذاتہ کے جواب میں جنس بھی واقع ہوسکتی ہے جیسا کہ فصل واقع ہوسکتی تھی اسی طرح حد تام بھی اس کے جواب میں واقع ہوسکتی ہے تو اب تعریف فصل کی مانع نہ رہی بلکہ حد تام اور جنس دونوں پر سچی آ گئی۔

واجاب صاحب المحاکمات:۔اس عبارت سے یزدی نے پہلا جواب دیا۔وللمحقق الطوسی سے دوسرا جواب دیا۔

جواب ﴿۱﴾:۔امام رازی صاحب کا قاعدہ بھی لغت کے اعتبار سے اپنے مقام میں صحیح ہے لیکن مناطقہ کی چونکہ اصطلاح بن چکی ہے کہ ای شئ کے جواب میں ایسے ممیّز کو ذکر کریں گے جو کہ ماھو کے جواب میں واقع نہ ہوتا ہو جنس اور حد تام چونکہ ماھو کے جواب میں واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کو فصل نہیں کہیں گے صرف فصل ہی ایک ایسی کلی ہے جو کہ ماھو کے جواب میں واقع نہیں ہوتی اس لئے ای شئ کے جواب میں فصل ہی آتا ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔وللمحقق الطّوسی سے دوسرا جواب دیا وہ یہ کہ جب بھی ہم کسی چیز کی فصل کے بارے میں سوال کریں گے تو لا محالہ اس سے پہلے اس کی جنس کا معلوم ہونا ضروری ہے کیوں کہ فصل تو المشارکات جنسیہ سے تمیز دیتا ہے اگر اس چیز کیلئے جنس نہیں ہوگی تو اس کی فصل بھی نہیں ہوسکتی جیسے نقطہ اس کی جنس میں نہیں تھا تو اس کی فصل بھی نہیں تھی خلاصہ یہ ہے کہ جس شئ کی فصل معلوم کرنا ہوگی اس کی جنس کا پہلے معلوم ہونا ضروری ہے اب جب ای شئ سے سوال ہوگا تو اس وقت شئ سے مراد اس شئ کی جنس ہی ہوگی جس کو تعبیر شئ سے کیا جائے گا تو جواب میں ہم ایسی چیز بیان کردیں گے جو اس کی جنس سے اس کو جدا کردے جب ہمیں انسان کی جنس (حیوان) معلوم ہے تو اب ہم سوال ای شئ سے کریں کہ الانسان ای شئ ھو فی ذاتہ اس وقت اس جواب میں جنس کا واقع کرنا درست نہیں کیوں کہ جنس تو ہمیں معلوم ہوچکی ہے اس طرح حد تام (حیوان ناطق) کا بھی واقع کرنا صحیح نہیں کیوں کہ اس میں جنس موجود ہے اس لئے اب اس کے جواب میں ناطق ہی واقع ہوگا حیوان اور حیوان ناطق واقع نہیں ہوسکتا۔

فکلمۃ شئ فی التعریف الخ:۔اس شئ میں جو شی کا لفظ ہے اس سے مراد اس شئ کی وہ جنس ہوتی ہے جو ہمیں معلوم ہوتی ہے الانسان ای شئ ھو فی ذاتہ میں شئ سے مراد انسان کی جنس حیوان مراد ہے اس جنس کو تعبیر شئ سے کیا ہے کیوں کہ اجناس مختلف تھا اس لئے اس کو شئ سے تعبیر کیا اب حیوان ایک ایسی جنس ہے جو مطالبہ کرتی ہے کہ انسان کو اس کے (جنس کے) المشارکات سے جدا کرنے والی چیز بیان کرو۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ۔ فَقَرِیْبٌ: کَالنَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاِنْسَانِ حَیْثُ مَیَّزَهٗ عَنِ الْمُشَارِکَاتِ فِیْ جِنْسِهِ الْقَرِیْبِ وَهُوَالْحَیْوَانُ۔

ترجمہ:۔ مثلاً انسان کی یہ نسبت ناطق فصل قریب ہے کیونکہ یہی ناطق انسان کو جنس قریب یعنی حیوان ہونے میں اس کے جتنے شرکاء ہیں ان شرکاء سے تمیز دیدتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض فصل قریب کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ اگر فصل کسی ماہیت کو المشارکات فی الجنس القریب سے جدا کرے تو اس کو فصل قریب کہتے ہیں جیسے ناطق نے ماہیتِ انسانی کو جنس قریب یعنی حیوان سے جدا کیا۔

قَوْلُهٗ: فَبَعِیْدٌ: کَالْحَسَّاسِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاِنْسَانِ حَیْثُ مَیَّزَهٗ عَنِ الْمُشَارِکَاتِ فِیْ الْجِنْسِ الْبَعِیْدِ وَهُوَالْجِسْمُ النَّامِیُ

ترجمہ:۔ فبعید مثلاً انسان کی یہ نسبت حساس فصل بعید ہے کیونکہ جنس بعید یعنی جسم نامی ہونے میں انسان کے جتنے شرکاء ہیں ان شرکاء سے یہی حساس انسان کو تمیز دیدتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض فصل بعید کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ فصل بعید وہ ہے کہ جو کہ ماہیت کو اس کے المشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ انسان کو مشارکات فی الجنس البعید یعنی جسم نامی سے جدا کرتا ہے۔

اب اس مقام میں وہ دو اعتراضات سمجھ لیں۔ پہلا اعتراض فصل بعید کی تعریف پر ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ آپ نے فصل بعید کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ کلی ہے جو کہ اپنی ماہیت کو المشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرتی ہے آپ کی یہ تعریف مانع نہیں کیوں کہ آپ کی یہ تعریف تو فصل قریب ناطق پر بھی سچی آتی ہے ناطق جیسے انسان کو مشارکات فی الجنس القریب (حیوان) سے جدا کرتا ہے ایسے ہی ناطق انسان کو مشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی)۔ سے بھی جدا کرتا ہے ناطق یہ فصل قریب تھا اس پر فصل بعید کی تعریف سچی آ گئی۔

جواب:۔ فصل بعید کی تعریف میں فقط کی قید بڑھا دو کہ فصل بعید وہ ہے جو کہ فقط المشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ فقط المشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی) سے انسان کو جدا کرتا ہے اور ناطق اس سے

خارج ہوجائے گا کیوں کہ وہ المشارکات فی الجنس البعید کے ساتھ ساتھ المشارکات فی الجنس البعید سے بھی انسان کو جدا کرتا ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔ کہ مناطقہ نے ناطق کی تعریف یہ کی ہے کہ جو مدرک بالکلیات ہو اللہ تعالی کی ذات بھی تو مدرک بالکلیات ہے اس طرح تو ناطق اللہ تعالی پر سچا آتا ہے حالانکہ نطق تو جسم کا تقاضہ کرتا ہے اور اللہ تعالی جسم سے پاک ہیں پھر آپ کا یہ کہنا کہ ناطق ہونا یہ انسان کے ساتھ خاص ہے یہ کیسے درست ہوگا۔

جواب:۔ ناطق کا معنی مدرک بالکلیات نہیں بلکہ ناطق کا معنی ہے مبدأ النطق والادراك اس کا مختصر معنی تو یہ ہے کہ جو چیز نطق اور ادراک کیلئے علت بنے نطق اور ادراک کیئے علت ایسی چیز بنتی ہے جس کا جسم ہو اللہ تعالی چونکہ جسم سے پاک ہے اس لئے اللہ تعالی پر ناطق سچا آئیگا۔

قَوْلُهٗ۔ وَاِذَانُسِبَ آه اَلْفَصْلُ لَهٗ نِسْبَةٌ اِلَى الْمَاهِيَةِ الَّتِىْ هُوَ مُخَصِّصٌ وَ مُمَيِّزٌ لَهَا وَنِسْبَةٌ اِلٰى جِنْسِ الَّذِىْ يُمَيِّزُ الْمَاهِيَةَ عَنْهُ مِنْ بَيْنِ اَفْرَادِهٖ فَهُوَ بِالْاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ يُسَمّٰى مُقَوِّمًا لِاَنَّهٗ جُزْءٌ اِلْمَاهِيَّةِ وَمُحَصِّلٌ لَهَا وَبِالْاِعْتِبَارِ الثَّانِىْ يُسَمّٰى مُقَسِّمًا لِاَنَّهٗ بِانْضِمَامِهٖ اِلٰى هٰذَاالْجِنْسِ وُجُوْدًا يَحْصُلُ قِسْمًا آخَرَ كَمَا تَرٰى فِىْ تَقْسِيْمِ الْحَيَوَانِ اِلَى الْحَيَوَانِ النَّاطِقِ وَالْحَيَوَانِ الْغَيْرِ النَّاطِقِ

ترجمہ:۔ فصل کی ایک نسبت اس ماھیت کی طرف ہے کہ یہ فصل اس ماھیت کو تمیز دینے والا ہے اور ایک نسبت اس جنس کی طرف ہے کہ فصل اس جنس کے افراد کے درمیان سے ماھیت کو تمیز دیتا ہے پس پہلی نسبت کے لحاظ سے وہ فصل مقوم ہے کیونکہ یہ فصل اس ماھیت کے جزو اور اسکا محصل ہے (اور جزو ماھیت مقوم ماھیت ہوتی ہے) اور دوسری نسبت کے لحاظ سے فصل کا نام مقسم رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ فصل جنس کیطرف باعتبار وجود منضم ہونے کے لحاظ سے جنس کی ایک قسم بنا دیتا ہے اور باعتبار عدم منضم ہونے کے اعتبار سے جنس کی اور ایک قسم بنا دیتا ہے جیسے تم دیکھتے ہو حیوان کی تقسیم میں حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق کی طرف (کہ ناطق حیوان کے ساتھ مل کے حیوان کی ایک قسم حیوان ناطق بن گیا ہے اور ایک قسم حیوان غیر ناطق بن گیا ہے)

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض فصل کے نوع اور جنس کے ساتھ تعلق کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ فصل کا ایک تعلق نوع کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک تعلق جنس کے ساتھ نوع کے ساتھ اس کا تعلق مقوم ہونے کا ہوتا ہے مقوم بھی قوام سے نکلا ہے اس معنی ہے کہ ماہیت میں داخل ہونا یعنی فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے کیوں کہ انسان کی ماہیت (حیوان ناطق) میں داخل ہے فصل کا ایک تعلق جنس کے ساتھ ہوتا ہے وہ تعلق مقسم ہونے کا ہے کہ یہ فصل جنس کو تقسیم کر دیتی ہے یہ فصل جنس کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حاصل کرتی ہے اور ایک قسم عدمی جیسے ناطق نے حیوان کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حیوان ناطق اور دوسرا قسم عدمی حیوان غیر ناطق کا حاصل کیا۔

قَوْلُهٗ :وَالْمُقَوِّمُ لِلْعَالِیْ: اَللَّامُ لِلْاِسْتِغْرَاقِ اَیْ کُلَّ فَصْلٍ مُقَوِّمٌ لِلْعَالِیْ فَهُوَ فَصْلٌ مُقَوِّمٌ لِلسَّافِلِ لِاَنَّ مُقَوَّمَ الْعَالِیْ جُزْءٌ لِلْعَالِیْ وَالْعَالِیْ جُزْءٌ لِلسَّافِلِ وَجُزْءُ الْجُزْءِ جُزْءٌ فَمُقَوَّمُ الْعَالِیْ جُزْءٌ لِلسَّافِلِ ثُمَّ اَنَّهٗ یُمَیِّزُ السَّافِلَ عَنْ کُلِّ مَایُمَیِّزُ الْعَالِیْ عَنْهُ فَیَکُوْنُ جُزْءًا مُمَیِّزًا لَهٗ وَهُوَ الْمَعْنٰی بِالْمُقَوِّمِ وَلْیُعْلَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْعَالِیْ هٰهُنَا کُلُّ جِنْسٍ اَوْ نَوْعٍ یَکُوْنُ فَوْقَ آخَرَ سَوَاءٌ کَانَ فَوْقَهٗ آخَرَ اَوْ لَمْ یَکُنْ وَکَذَا الْمُرَادُ بِالسَّافِلِ کُلُّ جِنْسٍ اَوْ نَوْعٍ یَکُوْنُ تَحْتَ آخَرَ سَوَاءٌ کَانَ تَحْتَهٗ آخَرُ اَوْلَا یَکُنْ حَتّٰی اَنَّ الْجِنْسَ الْمُتَوَسِّطَ عَالٍ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی مَاتَحْتَهٗ وَسَافِلٌ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی مَا فَوْقَهٗ۔

ترجمہ:۔ المقوم وغیرہ کی الف لام استغراق کیلئے ہے یعنی ہر وہ فصل جو عالی کا مقوم ہو وہ سافل کا بھی مقوم ہے کیونکہ عالی کا مقوم عالی کا جزو ہے اور عالی سافل کی جزو ہے اور جزو کی جزو جزو ہوتی ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کی جزو ہے پھر وہ فصل سافل کو تمیز دیتا ہے ہر اس چیز سے کہ اس سے عالی کو تمیز دیتا ہے پس وہ فصل سافل کی جزو ممیّز ہوگی اور مقوم ہے یہی جزو ممیّز مراد ہے اور معلوم کر لینا چاہیے یہاں عالی سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو دعسرے کے اوپر ہو برابر ہے اس جنس نوع کے اوپر دوسری جنس ونوع ہو یا نہ ہو اور اسی طرح سافل سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جس کے اوپر دوسری جنس یا نوع ہو برابر ہے کہ اس کے نیچے دوسری جنس یا نوع ہو یا نہ ہو حتی کہ جنس متوسط عالی ہے اس کے ماتحت کے لحاظ سے اور سافل ہے اس کے مافوق کے لحاظ سے۔

اغراضِ شارح: اس قول کی تین غرضیں ہیں (۱) ایک تو یہ کہ العالی میں الف لام کونسا ہے (۲) دوسرا یہ مسئلہ بیان کیا کہ عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا (۳) قولہ ولیعلم سے آخر تک

Marfat.com

تیسری غرض قول کی بیان کی کہ عالی کا اور سافل کا معنی کیا ہے۔

تشریح: غرض ﴿۱﴾:۔ العالی میں الف لام استغراق کا ہے کہ ہر فصل جو مقوم عالی کا ہوگا وہ مقوم سافل کا ہوگا اس کی دلیل بھی یزدی صاحب نے دی کیوں جو عالی کا مقوم ہوگا یہ اس عالی کا جزو ہوگا اور عالی یہ خود سافل کا جزو ہوگا فصل یہ عالی کا جزو ہے اور عالی یہ سافل کا جزو ہے جزو کا جزو جزو ہوتا ہے اس لئے عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا جیسے حساس یہ عالی (حیوان) کا مقوم ہے اور سافل (انسان) کا بھی مقوم ہے۔

غرض ﴿۲﴾:۔ عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا مثلا حساس نے حیوان کو جن چیزوں (شجر) وغیرہ سے جدا کیا ہے انسان کو بھی انہی چیزوں (شجر) سے جدا کر رہا ہے اس کو ثم انہ یمیز السافل سے بیان کیا۔

غرض ﴿۳﴾:۔ عالی کا اور سافل کا معنی یہاں جنس عالی اور سافل جو مشہور ہے وہ مراد نہیں بلکہ عالی سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کسی کے اوپر ہو خواہ اس کے اوپر ہو یا نہ ہو جیسے جنس متوسط جسم نامی ہے یہ جنس عالی ہے کیوں کہ حیوان کے اوپر ہے اور نوع عالی بھی ہے کیوں کہ انسان کے اوپر ہے اور سافل کا مطلب یہ ہے کہ جو کسی نہ کسی کے نیچے ہو خواہ اس کے نیچے ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ یہی جسم نامی جنس سافل بھی ہے کیوں کہ جسم مطلق کے نیچے ہے اور نوع سافل بھی ہے کیوں کہ جسم مطلق کے نیچے ہے۔

قَوْلُهٗ۔ وَلَاعَكْسَ اَیْ كُلِّیًّا بِمَعْنٰی اَنَّهٗ لَیْسَ كُلَّ مَاهُوَمُقَوِّمٌ لِلسَّافِلِ مُقَوِّمًا لِلْعَالِیْ فَاِنَّ النَّاطِقَ مُقَوِّمٌ لِلسَّافِلِ الَّذِیْ هُوَالْاِنْسَانُ وَلَیْسَ مُقَوِّمًا لِلْعَالِیْ الَّذِیْ هُوَالْحَیَوَانُ۔

ترجمہ:۔ اور عکس کلی نہیں بایں معنی کہ ہر سافل کا مقوم ہر عالی کا مقوم نہیں کیونکہ ناطق نوع سافل انسان کا مقوم ہے اور نوع عالی حیوان کا مقوم نہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے متن میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور اس کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے کہ بعض سافل کے مقوم عالی کے مقوم ہوتے ہیں جیسے حساس یہ سافل انسان کا مقوم ہے اور عالی (حیوان) کا بھی مقوم ہے حالانکہ آپ نے نفی کر دی کہ اس کا عکس نہیں ہے۔

Marfat.com

جواب:۔ یہ ہے کہ ہم نے عکس لغوی کی نفی کی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں کی موجبہ کلیہ کا عکس لغوی بھی موجبہ کلیہ ہے ہم نے اس کی نفی کی ہے کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں اصطلاحی عکس۔ موجبہ جزئیہ کی نفی نہیں بعض مقوم سافل کے عالی کے مقوم ہو سکتے ہیں سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہ ہو اس کی مثال جیسے ناطق یہ انسان (سافل) کا مقوم ہے لیکن عالی (حیوان) کا مقوم نہیں بلکہ مقسم ہے۔

قَوْلُهٗ: وَالْمُقَسِّمُ بِالْعَكْسِ اَیْ كُلُّ مُقَسِّمٌ لِلسَّافِلِ مُقَسِّمٌ لِلْعَالِیْ وَلَا عَكْسَ اَیْ كُلِّیًّا اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ السَّافِلَ قِسْمٌ مِنَ الْعَالِیْ فَكُلُّ فَصْلٍ حَصَلَ لِلسَّافِلِ قِسْمًا فَقَدْ حَصَلَ لِلْعَالِیْ قِسْمًا لِاَنَّ قِسْمَ الْقِسْمِ قِسْمٌ وَاَمَّا الثَّانِیْ فَلِاَنَّ الْحَسَّاسَ مَثَلًا مُقَسِّمٌ لِلْعَالِی الَّذِیْ هُوَ جِسْمُ النَّامِیْ وَلَیْسَ مُقَسِّمًا لِلسَّافِلِ الَّذِیْ هُوَ الْحَیَوَانُ۔

ترجمہ:۔ والمقسم بالعکس یعنی ہر سافل کا مقسم ہر عالی کا مقسم ہے اور عکس کلی نہیں اول کی یہ دلیل ہے کہ سافل عالی کی قسم ہے پس جس فصل نے سافل کی قسم پیدا کر دیا ہے اس نے عالی کی قسم پیدا کر دیا ہے کیونکہ قسم کی قسم قسم ہوتی ہے اور ثانی کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً حساس جنس عالی جنس نامی کا قسم ہے اور جنس سافل حیوان کا قسم نہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں اگلے دو ضابطے بیان کئے کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا اور ہر عالی کا مقسم اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سافل کا مقسم ہو۔

دلیل:۔ کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا وہ یہ ہے کہ چونکہ فصل کا مقسم جو بنتا ہے یہ سافل کیلئے مقسم ہوتا ہے اور سافل خود یہ عالی کا قسم ہے قسم کا قسم بھی قسم ہوتا ہے جیسے کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم فعل حرف اور اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی معرب اور مبنی یہ اسم کی قسمیں اور اسم کا قسم وہ کلمہ کا بھی قسم ہوگا تو معرب و مبنی کلمہ کی بھی قسمیں ہیں کیونکہ قسم کا قسم قسم ہوتا ہے۔ اس لئے معرب اور مبنی جیسے اسم کی دو قسمیں ہیں کلمہ کی بھی دو قسمیں ہوں گی کلمہ معرب اور کلمہ مبنی سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہو جیسے حساس سافل (حیوان) کا مقسم ہے کہ اس نے حیوان کو دو قسم کیا ہے حیوان حساس اور حیوان غیر حساس اسی طرح اس نے عالی (جسم مطلق) کو بھی دو قسم کیا ہے جسم مطلق حساس اور غیر حساس اس میں بھی عکس کلی نہیں ہے کہ جو عالی کا مقسم سافل کا مقسم ہو بلکہ بعض عالی کے مقسم سافل کے مقسم ہوتا ہیں جیسے ناطق یہ مقسم ہے عالی (جسم نامی) کا اور سافل (حیوان) کا بھی مقسم

Marfat.com

ہے یہاں بھی عکس لغوی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

متن: اَلرَّابِعُ: اَلْخَاصَّةُ وَهُوَ الْخَارِجُ الْمَقُوْلُ عَلٰى مَا تَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطْ اَلْخَا رِسُ الْعَرَضُ الْعَامُّ وَهُوَ الْخَارِجُ الْمَقُوْلُ عَلَيْهَا وَعَلٰى غَيْرِهَا وَكُلٌّ مِنْهُمَا اِنِ امْتَنَعَ اِنْفِكَاكُهُ عَنِ الشَّيْءِ فَلَازِمٌ بِالنَّظْرِ اِلَى الْمَاهِيَّةِ اَوِ الْوُجُوْدِ بَيِّنٌ يَلْزَمُ تَصَوُّرُهُ مِنْ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ اَوْ مِنْ تَصَوُّرِهِمَا الْجَزْمُ بِاللُّزُوْمِ غَيْرُ بَيِّنٍ بِخِلَافِهِ وَاِلَّا فَعَرَضٌ مُفَارِقٌ يَدُوْمُ اَوْ يَزُوْلُ بِسُرْعَةٍ اَوْ بُطُوْءٍ۔

ترجمۂ متن:۔ چوتھی کلی خاصہ ہے اور وہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور صرف ایک حقیقت کے افراد پر محمول ہو۔ پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ وہ ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اس پر اور اس کے غیر پر محمول ہو۔ اور خاصہ اور عرض عام میں سے ہر ایک کا جدا ہونا اپنے معروض سے ممنوع ہو تو وہ لازم ہے، ماہیت یا وجود کی طرف نظر کر کے، پھر لازم بین ہے اگر اس کا تصور لازم ہو اس کے ملزوم کے تصور سے یا دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جائے اور جو لازم ایسا نہ ہو وہ غیر بین ہے۔ اور اگر ان دونوں کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو تو عرض مفارق ہے، دائمی ہوگا یا زائل ہو جائے گا جلدی سے یا دیر سے۔

مختصر تشریحِ متن:۔ متن کی اس عبارت میں تفتازانی نے کلیات خمسہ میں سے چوتھی کلی خاصہ اور پانچویں کلی عرض عام کو بیان کیا ہے اس سے پہلے جو تین کلیات بیان ہوئی ہیں وہ ذاتیات کہلاتی ہیں اور یہ دونوں عرضیات کہلاتی ہیں کیوں کہ یہ دونوں اپنے افراد کی ماہیت سے خارج ہوتی ہے یہ دونوں کلیات دو باتوں میں شریک ہیں ایک تو اس بات میں کہ یہ دونوں ماہیت افراد سے خارج ہوتی ہیں اور دوسری یہ کہ دونوں پھر عارض ہوتی ہیں ماہیت کو البتہ اتنا فرق ہے کہ خاصہ ایک حقیقت والے افراد کو عارض اور عرض عام کئی حقیقتوں والے افراد کو عارض ہوتا ہے۔

Marfat.com

خاصہ:۔اس کلی کو کہتے ہیں جو کہ ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو جیسے ضاحك ہونا یہ انسان کو عاض ہے اور انسان کے تمام افراد کی حقیقت ایک ہے۔

عرض عام:۔اس کلی کو کہتے ہیں جو کہ مختلف حقیقتوں کے افراد کو عاض ہو جیسے ماشی یہ انسان فرس حمار وغیرہ سب کو عارض ہے اور ان کی حقیقتیں مختلف ہیں۔

وکل منهما ان امتنع انفکاکه الخ : ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ خاصہ اور عرض عام یہ عارض ہونے میں دونوں شریک تھے فرق تھا کہ خاصہ ایک حقیقت کے افراد کو لازم تھا اور عرض عام مختلف حقیقتوں کے افراد کو اب ان دونوں کو لازم سے تعبیر کریں گے اور جس کو یہ دونوں عارض ہوتے ہیں اس کو ملزوم کہیں گے لازم کا اگر ملاوم سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو اس کو عرض مفارق کہتے ہیں اور آگے لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی

پھر لزوم ذہنی کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین ۔.بین یہ پہلا قسم ہے اور غیر بین یہ دوسرا قسم ہے پہلے قسم میں بین اور غیر بین سے مراد بین بالمعنی الاخص اور غیر بین بالمعنی الاخص ہے اور دوسرے قسم میں بین اور غیر بین سے مراد لازم بین بالمعنی الاعم اور لازم غیر بین بالمعنی الاعم پھر آگے عرض مفارق کی تقسیم کی ہے اگر لازم کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو لیکن ہوا نہ ہو تو اس کو عرض مفارق دوامی کہتے ہیں اور اگر جدا ہونا ممکن ہو اور فورا جدا ہو جائے تو اس کو عرض مفارق سریعی کہتے ہیں اور اگر دیر سے جدا ہو تو اس کو عرض مفارق بطیع کہتے ہیں مثالیں اور مزید تشریح شرح میں آرہی ہیں۔

قَوْلُهٗ ۔ وَهُوَ الْخَارِجُ: اَیِ الْكُلِّیُّ الْخَارِجُ فَاِنَّ الْمَقْسَمَ مُعْتَبَرٌ فِیْ جَمِیْعِ مَفْهُوْمَاتِ الْاَقْسَامِ اِعْلَمْ اَنَّ الْخَاصَّةَ تَنْقَسِمُ اِلٰی خَاصَّةٍ شَامِلَةٍ لِجَمِیْعِ مَا هِیَ خَاصَّةٌ لَهٗ كَالْكَاتِبِ بِالْقُوَّةِ لِلْاِنْسَانِ وَاِلٰی غَیْرِ شَامِلَةٍ لِجَمِیْعِ اَفْرَادِهٖ كَالْكَاتِبِ بِالْفِعْلِ لِلْاِنْسَانِ۔

ترجمہ:۔خارج سے مراد کلی خارج ہے کیونکہ اقسام کے سارے مفہومات میں مقسم معتبر ہوتا ہے اور جان لو کہ خاصہ منقسم ہے اس خاصہ کی طرف جو شامل ہے اس شی کے تمام افراد کو کہ یہ خاصہ کسی شی کا خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوہ انسان کا خاصہ شاملہ ہے اور اس خاصہ کی طرف جو شامل نہیں اس کے تمام افراد کو جیسے کاتب بالفعل انسان کا خاصہ غیر شاملہ ہے۔

Marfat.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو فائدے بتانے ہیں پہلا فائدہ اعلم تک ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔الخارج میں خارج مراد کلی خارج ہے مطلق خارج مراد نہیں۔

اعتراض:۔آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں آپ نے خارج سے کلی خارج مراد لیا ہے اور کوئی خارج مراد نہیں لیا

جواب:۔ فان المقسم سے دیا کیوں کہ یہ تقسیم کلی کی ہو رہی تھی اور یہ خاصہ بھی کلی کی ایک قسم تھا مقسم ہمیشہ اپنے قسموں میں معتبر ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی ہم نے مقسم کا اعتبار کر کے الکلی الخارج کہا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔اعلم سے دوسرا فائدہ بیان کیا کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔ایک خاصہ ہوتا ہے اور ایک ذی الخاصہ. ذی الخاصہ اس ذات کو کہتے ہیں جس کو خاصہ عارض ہوتا ہے خاصہ شاملہ اس خاصہ کو کہتے ہیں جو ذوالخاصہ کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے ضاحك بالقوة ہونا اپنے ذوالخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض ہے خاصہ غیر شاملہ اس خاصہ کو کہتے ہیں جو کہ اپنے ذوالخاصہ کے تمام افراد کو عارض نہ ہو بلکہ بعض کو عاض ہو اور بعض کو عارض نہ ہو جیسے بالفعل ضاحك ہونا یہ اپنے ذی الخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض نہیں بلکہ بعض افراد انسان کے بالفعل ہنس رہے ہیں اور بعض نہیں۔

قَوْلُهٗ: حَقِيْقَةٌ وَاحِدَةٌ نَوْعِيَّةٌ اَوْ جِنْسِيَّةٌ فَالْاَوَّلُ خَاصَّةُ النَّوْعِ وَالثَّانِىْ خَاصَّةُ الْجِنْسِ فَالْمَاشِىْ خَاصَّةٌ لِلْحَيَوَانِ وَعَرَضٌ عَامٌّ لِلْاِنْسَانِ فَافْهَمْ۔

ترجمہ:۔حقیقت واحدہ یعنی ایک حقیقت نوعیہ یا ایک حقیقت جنسیہ (کے ماتحت جو افراد ہیں ان افراد پر محمول ہو) پس اول خاصہ نوع اور ثانی خاصہ جنس ہے پس ماشی حیوان کا خاصہ ہے انسان کا عرض عام ہے اس کو سمجھ لو۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔آپ نے یہ کہا کہ خاصہ اس کلی کو کہتے ہیں جو کہ ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو ماشی یہ بھی تو ایک ہی ماہیت حیوانی کے افراد کو عارض ہے لہذا اس کو بھی خاصہ کہو حالانکہ آپ اس کو عرض عام کہتے ہو۔

جواب:۔خاصہ کی تعریف میں ایک قید لگائی جائے تو یہ اعتراض دور ہو جئے گا وہ قید یہ ہے کہ نوعیۃ لاجنسۃ ایک حقیقت کے افراد کو عارض ہو خواہ وہ ایک حقیقی نوع ہو یا حکمی اگر حقیقی نوع کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصہ النوع کہیں گے جیسے انسان کو ضحک عارض ہے اور اگر حقیقت جنسی کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصۃ الجنس کہیں گے جیسے ماشی ہونا یہ حقیقت جنسی

Marfat.com

(حیوان) کے افراد کو عارض ہے

اعتراض ﴿۲﴾:۔اس تعمیم سے تو ماشی جو کہ عرض عام تھا وہ خاصہ بھی بن گیا حالانکہ خاصہ اور عرض عام میں تباین ہے یہ دونوں کیسے جمع ہو گئے۔

جواب:۔یہ متباین چیزیں حیثیت کے اختلاف کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں جیسے ایک ہی آدمی باپ بیٹا ہو سکتا ہے مثلاً زید باپ اور بیٹا دونوں ہو سکتے ہیں لیکن حیثیت کا فرق ہے زید باپ ہے اس حیثیت سے کہ عمر اس کا بیٹا ہے اس حیثیت سے کہ یہ خود بکر کا بیٹا ہے اس طرح ماشی یہ خاصہ ہے اس حیثیت سے کہ ماہیت حیوان کے افراد کو عارض ہے اور عرض عام ہے اس حیثیت سے کہ انسان کے افراد کو بھی عارض ہے اس جواب کی طرف فانھم سے اشارہ کیا۔

قَوْلُهٗ۔ وَعَلٰى غَيْرِهَا كَالْمَاشِيْ فَاِنَّهٗ يُقَالُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْاِنْسَانِ وَعَلٰى غَيْرِهَا مِنَ الْحَقَائِقِ الْحَيَوَانِيَّةِ۔

ترجمہ:۔**وعلی غیرھا** یعنی عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور یہ کلی اسی حقیقت اور اس کے غیر پر محمول ہو جیسے ماشی کیونکہ یہ محمول ہے حقیقت انسان پر اور اس کے غیر دوسرے حقائق حیوانیہ پر۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف غیرھا کی ضمیر کا مرجع بتانا ہے اور عرض عام کی مثال دینی ہے۔

تشریح:۔عرض عام اس کو کہتے ہیں جو کہ ایک حقیقت کے افراد اور ایک حقیقت کے غیر کو عارض ہو غیرھا میں ھا ضمیر کا مرجع حقیقت ہے جیسے ماشی ایک حقیقت کے افراد (انسان) کو بھی عارض ہے اور دوسری حقیقتوں کے افراد فرس. حمار کو بھی عارض ہے۔

قَوْلُهٗ: وَكُلٌّ مِنْهُمَا اَیْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنَ الْخَاصَّةِ وَالْعَرَضِ الْعَامِ وَبِالْجُمْلَةِ الْكُلِّيِّ الَّذِيْ هُوَ عَرَضِيٌّ لِاَ فْرَادِهٖ اِمَّا لَازِمٌ وَاِمَّا مُفَارِقٌ اِذْ لَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَسْتَحِيْلَ اِنْفِكَاكُ عَنْ مَعْرُوْضٍ اَوْ لَا فَالْاَوَّلُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالثَّانِيْ هُوَ الثَّانِيْ ثُمَّ اللَّازِمُ يَنْقَسِمُ بِقِسْمَيْنِ اِحْدٰهُمَا اَنَّ لَازِمَ الشَّيْءِ اِمَّا لَازِمٌ لَهٗ بِالنَّظْرِ اِلٰى نَفْسِ الْمَاهِيَّةِ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنْ خُصُوْصِ وُجُوْدِهَا فِي الْخَارِجِ اَوْ فِي الذِّهْنِ وَذَالِكَ بِاَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ بِحَيْثُ كُلَّمَا تَحَقَّقَ فِي الذِّهْنِ اَوْ فِي الْخَارِجِ كَانَ هٰذَا اللَّازِمُ ثَابِتًا لَهٗ وَاِمَّا لَازِمٌ لَهٗ بِالنَّظْرِ اِلٰى وُجُوْدِهٖ اَیْ

Marfat.com

اِلٰی خُصُوْصٍ وُجُوْدِهِ الْخَارِجِيِّ اَوِ الذِّهْنِيِّ فَهٰذَا الْقِسْمُ بِالْحَقِيْقَةِ قِسْمَانِ حَاصِلَانِ فَاَقْسَامُ اللَّازِمُ بِهٰذَا التَّقْسِيْمَ ثَلَاثَةُ الْمَاهِيَّةُ كَزَوْجِيَةِ الْاَرْبَعَةِ وَلَازِمُ الْوُجُوْدِ الْخَارِجِيِّ كَاِحْرَاقِ النَّارِ وَلَازِمُ الْوُجُوْدِ الذِّهْنِيِّ كَكَوْنِ حَقِيْقَةِ الْاِنْسَانِ كُلِّيَّةً وَهٰذَاالْقِسْمُ يُسَمّٰى مَعْقُوْلًا ثَانِيًّا اَيْضًا وَالثَّانِيْ اَنَّ اللَّازِمَ اِمَّا بَيِّنَ اَوْ غَيْرَ بَيِّنٍ وَالْبَيِّنُ لَهٗ مَعْنَيَانِ اِحْدٰهُمَا اللَّازِمُ الَّذِيْ يَلْزُمُ تَصَوُّرُهٗ مِنْ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ كَمَا يَلْزِمُ تَصَوُّرُ الْبَصَرِ مِنْ تَصَوُّرِ الْعَمٰى فَهٰذَا مَايُقَالُ لَهُ الْبَيِّن بِالْمَعْنَى الْاَخَصِّ وَحِيْنَئِذٍ فَغَيْرَ الْبَيِّنَ هُوَاللَّازِمُ الَّذِيْ لَا يَلْزُمُ تَصَوُّرُهٗ مِنْ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ كَاالْكِتَابَةِ بِالْقُوَّةِ لِلْاِنْسَانِ وَالثَّانِيْ مِنْ مَعْنَى الْبَيِّنِ هُوَاللَّازِمُ الَّذِيْ يَلْزُمُ مِنْ تَصَوِّرِهٖ مَعَ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهُمَا الْجَزْمُ بِاللُّزُوْمِ كَزَوْجِيَةِ الْاَرْبَعَةِ فَاِنَّ الْعَقْلَ بَعْدَ تَصَوُّرِ الْاَرْبَعَةِ وَالزَّوْجِيَّةِ وَنِسْبَةِ الزَّوْجِيَّةِ اِلَيْهَا يَحْكُمُ جَزْمًا بِاَنَّ الزَّوْجِيَّةَ لَازِمَةٌ لَهَا وَذَالِكَ يُقَالُ لَهُ الْبَيِّنُ بِالْمَعْنَى الْاَعَمِّ وَحِيْنَئِذٍ فَغَيْرَ الْبَيِّنِ هُوَاللَّازِمُ الَّذِيْ لَا يَلْزُمُ مِنْ تَصَوُّرِهٖ مَعَ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهُمَا الْجَزْمُ بِاللُّزُوْمِ كَالْحُدُوْثِ لِلْعَالِمِ فَهٰذَاالتَّقْسِيْمُ الثَّانِيْ بِالْحَقِيْقَةِ تَقْسِيْمَانِ اِلَّااَنَّ الْقِسْمَيْنِ الْحَاصِلَيْنِ عَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ اِنَّمَا يُسَمَّيَانِ بِالْبَيِّنِ وَغَيْرَ الْبَيِّنِ۔

ترجمہ:۔یعنی خاصہ وعرض عام سے ہر ایک اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کلی جو اپنے افراد کیلئے عرضی ہے یا لازم ہوگی یا مفارق کیونکہ وہ عرض دو حال سے خالی نہ ہوگی، عرض کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہوگا یا محال نہ ہوگا۔ پس اول وہ اول ہے اور ثانی وہ ثانی ہے۔ پھر لازم دو تقسیموں کے ساتھ منقسم ہوتا ہے ان دو تقسیموں سے ایک یہ کہ شی کا لازم شی کی ماھیت کے لحاظ سے لازم ہوگا اسی شی کے خارج میں وجود خاص یا ذہن میں وجود خاص سے قطع نظر کر کے اور اس کی صورت یہ ہیکہ یہ شی اس حیثیت سے ہو جاوے کہ جب کبھی ذہن یا خارج میں یہ شی متحقق ہو جاوے تو یہ لازم شی کیلئے ثابت ہو جاوے یا تو یہ لازم لازم ہوگا شی کے وجود خاص یعنی وجود خارجی یا وجود ذہنی کے لحاظ سے اور یہ قسم حقیقت میں دو قسم ہیں پس اس تقسیم کے ذریعہ لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لازم ماھیت جیسے اربعہ کا جوڑ ہونا (۲) لازم وجود خارجی جیسے آگ کا جلانا (۳) لازم وجود ذہنی جیسے انسان کی حقیقت کا کلی ہونا اور یہ قسم لازم وجود ذہنی کا نام معقول ثانی بھی رکھا جاتا ہے اور تقسیم ثانی یہ ہیکہ لازم یا بین ہے یا غیر بین ہے

اور لازم بین کے دو معنے ہیں ایک وہ لازم جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم آجاوے جیسے بصر کا تصور لازم آجاتا ہے اعمی کے تصور سے اور اس کو لازم بین بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے اور اس وقت لازم غیر بین وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور سے نہ لازم آوے جیسے انسان کیلئے کتابت بالقوۃ لازم غیر بین ہے اور لازم بین کے ثانی معنی وہ لازم ہیں کہ اس کے تصور سے ملزوم کے تصور کے ساتھ اور نسبت کے تصور کیساتھ جو لازم وملزوم کے مابین ہے لزوم کا یقین لازم آجاوے جیسے چار کیلئے جوڑ ہونا ہے کیونکہ عقل طار اور جوڑ ہونے کو تصور کرنے کے بعد طار کی طرف زوجیت کی جو نسبت ہے اس کو تصور کرنے کے بعد یقینی حکم دیتی ہے کہ چار کیلئے زوجیت لازم ہے اور اس لازم کو لازم بین بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے اور اس وقت غیر بین وہ لازم ہیکہ اس کے تصور سے ملزوم اور اس نسبت کے تصور کے ساتھ جو دونوں کے مابین ہے لزوم کا یقین نہ لازم آجاوے جسے جہان کیلئے حدوچ لازم ہونا لازم غیر بین ہے اور یہ دوسری تقسیم ہیں لیکن ہر تقدیر پر جو دو قسمیں حاصل ہونگی ان دونوں کا نام بین اور غیر بین رکھا جائیگا۔

اغراضِ شارح:۔اس قول میں ثم اللازم تک عرض عام اور خاصہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور ثم اللازم سے الخ لزوم کی اقسام بیان کررہے ہیں۔

تشریح:۔عرض عام اور خاصہ کو لازم سے تعبیر کرتے ہیں یہ خاصہ اور عرض عام یا تو ان کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہوگا یا ممکن اگر معروض سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں خاصہ عرض لازم کی مثال جیسے کتابۃ بالقوۃ انسان کو عارض ہے اور اس کا انسانی افراد سے جدا ہونا محال ہے اور عرض عام لازم کی مثال جیسے ماشی بالقوۃ ہونا یہ افراد حیوانی کو عارض ہے اور اس کا جدا ہونا حیوانی افراد سے محال ہے خاصہ اور عرض عام مفارک کی مثال جیسے بالفعل کاتب ہونا افراد انسان کیلئے یہ بعض کو لازم ہے اور بعض سے جدا ہے اسی طرح عرض عام مفارق جیسے بالفعل ماشی ہونا یہ افراد حیوانی میں سے بعض کو بالفعل عارض ہے اور بعض کو بالقوۃ۔

ثم اللازم ینقسم اس عبارت سے لازم اور ملزوم میں جو لزوم کا تعلق ہوتا ہے اس کی تین قسمیں بیان کررہے ہیں لازم اور ملزوم جو تعلق لزوم کا ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی۔

لزوم ماہیت:۔اس لازم کو کہتے ہیں جو ملزوم کی ماہیت اور طبیعت کو لازم ہو طبیعت اور ماہیت کو لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خواہ ملزوم کو ذہن میں سوچو تو اس کو لازم ہو خواہ خارج میں ملزوم موجود ہو تو اس کو لازم ہو جیسے زوجیت للاربعہ چار کے عدد کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے چار کا عدد خواہ ذہن میں سوچو تو بھی اس کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے اگر خارج میں چار کا عدد

Marfat.com

ہو مثلا چار کتابیں پڑی ہوں تو ان کو زوج ہونا لازم ہے۔

لزوم ذہنی:۔اس کو کہتے ہیں کہ ملزوم کو اگر ذہن میں سوچیں تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر خارج میں ملزوم موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم نہ ہو جیسے انسان کو کلی ہونا لازم ہے جب کہ انسان کے معنی کو ذہن میں سوچا جائے خارج میں انسان کو کلی ہونا لازم نہیں کیوں کہ خارج میں تو انسان کے تمام افراد جزئی ہیں اس کو معقول ثانی بھی کہا جاتا ہے معقول ثانی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پر سوچا گیا ہو یہاں پہلے انسان کے معنی کو سوچا گیا پھر دوسری مرتبہ کلی ہونے کو سوچا گیا منطقی اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ معقول ثانی وہ لازم ہے کہ جس کا عارض ہونا صرف ذہن میں ہو جیسے کلی ہونا انسان کا اس کا ظرف صرف ذہنی ہے۔

لزوم خارجی:۔اس لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم اگر خارج میں موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر ملزوم ذہن میں موجود ہو تو یہ اس کو لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے جب کہ آگ خارج میں موجود ہو اگر آگ کو ذہن میں سوچا جائے تو اس کو جلانا لازم نہیں ورنہ تو ہمارا ذہن جل جائے۔

یہاں لازم کی ایک تقسیم کا بیان ہوا اب لازم کی دوسری قسم کو بیان کرتے ہیں آگے جو قسم لازم کی بیان ہوگی وہ باعتبار خبر ملزوم کے ہے اور باعتبار تصور ملزوم کے لازم کی چار قسمیں ہیں لازم بین .لازم غیر بین .لازم بین اور لازم غیر بین ہیں ان چاروں قسموں میں پہلے لازم بین اور غیر بین سے مراد لازم بین بالمعنی الاخص اور غیر بین بالمعنی الاخص اور دوسرے دو قسموں لازم بین اور غیر بین سے بین بالمعنی الاعم اور غیر بین بالمعنی الاعم مراد ہے ہر ایک کی تعریف یہ ہے۔

لازم بین بالمعنی الاخص:۔اس لازم کو کہتے ہیں کہ فقط (صرف) ملزوم کے سوچنے سے لزوم کا تصور ذہن میں آجائے جیسے عمی کا معنی ودم البصر یہاں عدم یہ ملزوم ہے اور بصر اس کو لازم ہے یہاں جب ہم عمی کا معنی عدم کا فقط تصور کرتے ہیں تو لازم (بصر) کا یقین آجاتا ہے اس لازم بین بالمعنی الاخص کے مقابلے میں غیر بین بالمعنی الاخص وہ ہوگا کہ فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی سوچنا پڑے جیسے کاتب بالقوۃ ہونا انسان کو لازم ہے یہاں انسان کے سوچنے سے لازم (کتابت بالقوۃ) کا یقین نہیں آتا بلکہ لازم کو بھی سوچنا پڑتا ہے۔

لازم بین بالمعنی الاعم:۔وہ لازم ہے کہ فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی سوچنا پڑے اور ان دونوں میں نسبت کو بھی سوچنا پڑے جیسے چار کے عدد کو زوج ہونا لازم ہے یہاں ملزوم (چار) کا معنی پہلے سوچنا پڑتا ہے کہ چار اس عدد کو کہتے ہیں جو متساوی میں تقسیم ہو سکے پھر لازم زوج کو بھی سوچنا پڑتا ہے کہ زوج اسے کہتے ہیں جس کے برابر

Marfat.com

حصے نکلیں اس کے بعد نسبت کو سوچنا پڑتا ہے کہ آیا یہ زوج ہونا یہ چار کے عدد پر سچا آتا ہے کہ نہیں اس لازم بین بالمعنی الاعم کے مقابلے میں۔

لازم غیر بین بالمعنی الاعم:۔ وہ لازم ہے کہ جہاں ملزوم، لازم، نسبت اور ایک دلیل خارجی چار چیزوں کے سوچنے سے لزوم کا یقین آئے جیسے عالم کو حادث ہونا لازم ہے یہاں پہلے عالم کا معنی سوچنا ہوگا پھر حادث کا معنی سوچنا ہوگا اس کے بعد نسبت کو سوچنا ہوگا کہ آیا حادث ہونا یہ عالم پر سچا آتا ہے کہ نہیں اس کے بعد دلیل بھی دینی پڑتی ہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث تو اب یقین آتا ہے کہ العالم حادث اس مقام میں ایک چھوٹی سی بات بطور فائدے کے سمجھ لیں۔

فائدہ:۔ جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ضرور ہوتا ہے اور جہاں اعم ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں اب یہاں بھی جہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم بین بالمعنی الاعم ضرور ہوگا کیوں کہ لازم بین بالمعنی الاخص میں تو فقط ملزوم کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے اور جب فقط ملزوم کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے تو ملزوم لازم اور نسبت تینوں کے سوچنے سے لازم بین بالمعنی الاعم میں لزوم کا یقین ضروری آئے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں لازم بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہو کیوں کہ جہاں تین چیزوں (ملزوم، لازم، نسبت) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے تو وہاں ایک چیز (ملزوم) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آنا ضروری نہیں۔ دوسری نسبت: جہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاعم بھی ضروری ہوگا کیوں کہ یہاں ملزوم اور لزوم دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین آتا ہو وہاں (ملزوم، لازم، نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے بدرجہ اولی لزوم کا یقین آئے گا لیکن جہاں لزوم غیر بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص کا ہونا ضروری نہیں کیوں کہ جہاں چار چیزوں (ملزوم، لازم، نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے وہاں فقط دو چیزوں (ملزوم اور لازم) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آنا ضروری نہیں۔

قَوْلُهٗ۔ يَدُوْمُ كَحَرَكَةِ الْفَلَكِ فَاِنَّهَا دَائِمَةٌ لِلْفَلَكِ وَاِنْ لَّمْ يَمْتَنِعْ اِنْفِكَاكُهَا عَنْهُ بِالنَّظْرِ اِلٰى ذَاتِهٖ۔

ترجمہ:۔ عرض مفارک دائمی ہونے کی مثال آسمان کی حرکت ہے کیونکہ یہ حرکت آسمان کیلئے دائمی ہے اگرچہ اس حرکت کا جدا ہونا آسمان سے اس کی ذات کے لحاظ سے ممنوع نہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔اس میں عرض مفارق امتناعی کو بیان کیا جس عارض کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا ممتنع ہو اس کو عارض امتناعی کہتے ہیں جیسے فلک الافلاک سے حرکت کا جدا ہونا ممتنع ہے اگر چہ فلك الافلاك سے حرکت کا جدا ہونا ممکن ہے لیکن جدا ہوئی نہیں اس لئے اس کو ممتنع الانفکاک کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ بِسُرْعَةٍ كَحُمْرَةِ الْخَجِلِ وَصُفْرَةِ الْوَجِلِ۔

ترجمہ:۔بسرعۃ جیسے خوف زدہ کی زردی اور شرمندہ کی سرخی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی بھی توضیح متن ہے اس لئے اس عارض کا بیان ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہے اور جدا ہوا بھی ہے لیکن جلدی سے جیسے غصہ والے آدمی کے چہرے کی سرخی یہ اس سے جلدی سے جدا ہو جاتی ہے اسی طرح شرمندہ آدمی کے چہرے کی زردی جو کہ اس کے چہرے سے جلدی زائل ہو جاتی ہے اس کو عرض مفارق سریعی کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ اَوْ بَطُوْءُ كَالشَّبَابِ۔

ترجمہ:۔اوبطوٗ جیسے جوانی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں اس قسم کے عارض کو بیان کیا ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہے اور جدا بھی ہوتا ہے لیکن دیر سے جیسے شباب انسان کو عارض ہے لیکن یہ دیر سے جدا ہوتا ہے اس لئے اس کو عارض بطی کہتے ہیں۔

متن: فَكُلٌّ مَفْهُوْمُ الْكُلِّيِّ يُسَمّٰى كُلِّيًّا مَنْطِقِيًّا وَمَعْرُوْضُهٗ طَبِيْعِيًّا وَالْمَجْمُوْعُ عَقْلِيًّا وَكَذَا الْاَنْوَاعُ الْخَمْسَةُ وَالْحَقُّ اَنَّ وُجُوْدَ الطَّبِيْعِيِّ بِمَعْنٰى وُجُوْدِ اَشْخَاصِهٖ

ترجمہ متن:۔کلی کے مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے اور اسی معروض کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے اور عارض معروض کے مجموعے کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے اور اسی طرح کلی کے انواع خمسہ بھی منطقی طبعی عقلی ہوا کرتے ہیں اور حق بات یہ ہے کہ وجود طبعی اس کلی

Marfat.com

کے اشخاص کے وجود کے معنی میں ہے۔

تشریحِ متن:۔اس فصل کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں ایک ایسا فائدہ بیان کیا گیا جو تمام کائنات کی ماہیات اور الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

فائدہ:۔تمام کلام عرب کے الفاظ اور ماہیت ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ایک تو یہ کہ وہ ماہیات اور الفاظ کلی منطقی ہوں گے دوسرا کہ وہ کلی طبعی ہو اور تیسرا یہ کہ وہ کلی عقی ہوں گے جیسے تمام کائنات کے الفاظ اور ماہیت منطقی طبعی اور عقلی کے ساتھ موسوف ہوتے ہیں ایسے ہی انواع خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) یہ کلی منطقی طبعی اور عقلی کے ساتھ موصوف ہوں گے اس طرح کے کلی اور جزئی بھی ان تین صفتوں کے ساتھ موصوف ہونگے کسی شئ کی جو بھی تعریف کی جائے گی اس کو کلی منطقی کہیں گے اور اس تعریف کا جو مصداق خارج میں ہوگا اس کو کلی طبعی کہیں گے تعریف اور مصداق کے مجموعے کا نام کلی عقلی ہے تفصیل شرح میں دیکھیں۔

قَوْلُهٗ۔ مَفْهُوْمُ الْكُلِّيِّ اَیْ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ لَفْظُ الْكُلِّيِّ يَعْنِیْ الْمَفْهُوْمُ الَّذِیْ لَايَمْتَنِعُ فَرْضُ صِدْقِهٖ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ يُسَمّٰى كُلِّيًّا مَنْطَقِيًّا فَاِنَّ الْمَنْطَقِیْ يَقْصُدُ مِنَ الْكُلِّيِّ هٰذَاالْمَعْنٰى۔

ترجمہ:۔مفہوم کلی۔یعنی وہ چیز جس پر لفظ کل کو اطلاق کیا جاتا ہے اور اس چیز سے مراد وہ مفہوم ہے جو چند افراد پر صادق آنے کو فرض کر لینا عقلا ممنوع نہ ہو اس مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے کیونکہ ہر منطقی کل سے اس معنی کا قصد کرتا ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض کلی منطقی کی تعریف کرنی ہے یعنی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔کلی منطقی کلی کی تعریف کو کہتے ہیں مثلا کلی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مضمون ہے جس کا صدق کثیرین پر ممتنع نہیں اس تعریف کو کلی منطقی کہتے ہیں کلی منطقی کو کلی منطقی کیوں کہتے ہیں کیوں کہ منطقی تصورات میں تعریف اشیا سے بحث کرتے ہیں اور یہاں منطقی کلی کی یہی تعریف بیان کرتے ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ وَمَعْرُوْضُهٗ اَیْ مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ مَفْهُوْمُ الْكُلِّيِّ كَالْاِنْسَانِ وَالْحَيَوَانِ يُسَمّٰى كُلِّيًّا طَبْعِيًّا لِوُجُوْدِهٖ فِی الطَّبَائِعِ يَعْنِیْ فِی الْخَارِجِ عَلٰى مَا سَيُجِیْءُ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ومعروضہ۔یعنی جس چیز پر یہ مفہوم کلی صادق آوے جیسے انسان اور حیوان اس کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے یہ کلی طبیعتوں میں یعنی خارج میں موجود ہونے کی وجہ سے اس طریقے پر کہ عنقریب آرہا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں کلی طبعی کی تعریف کی ہے کلی طبعی وہ کلی ہے کہ جس پر کلی کی تعریف سچی آتی ہے کلی کی مذکورہ بالا تعریف حیوان انسان فرس سب پر سچی آتی ہے اس لئے اس کو کلی طبعی کہتے ہیں طبعی کے معنی خارج کے ہیں کلی طبعی کو بھی طبعی اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ اس کے مصداق خارج میں موجود ہوتے ہیں جیسے حیوان انسان فرس یہ تمام مصداق کلی کے خارج میں موجود ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ وَالْمَجْمُوْعُ اَیِ الْمُرَکَّبُ مِنْ هٰذَاالْعَارِضِ وَالْمَعْرُوْضِ کَالْاِنْسَانِ الْکُلِّیِّ وَالْحَیَوَانِ الْکُلِّیِّ یُسَمّٰی کُلِّیًّا عَقْلِیًّا اِذْلَا وُجُوْدَ لَهٗ اِلَّا فِیْ الْعَقْلِ۔

ترجمہ:۔والمجموع یعنی اس عارض ومعروض کے مرکب جیسے انسان کلی اور حیوان کلی کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے کیونکہ اسی مرکب کا وجود صرف عقل میں ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں کلی عقلی کی تعریف کی ہے کلی کی تعریف اور اس کے مصداق کے مجموعے کو کلی منطق کہتے ہیں کلی کی تعریف کو کلی سے ہی تعبیر کرتے ہیں اور اس کا مصداق مثلاً انسان ہے اور اس کے مجموعے کو انسان الکلی کہیں گے اس کو کلی عقلی اس لئے کہتے ہیں کہ کلی ہونا یہ ایک صفت ہے جو انسان کو عقل میں عارض ہوتی ہے خارج میں انسان کے افراد جزئیات کی شکل میں ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ وَکَذَاالْاَنْوَاعُ الْخَمْسَةُ: یَعْنِیْ کَمَا اَنَّ الْکُلِّیَّ یَکُوْنُ مَنْطَقِیًّا وَ طَبْعِیًّا وَعَقْلِیًّا کَذَالِكَ الْاَنْوَاعُ الْخَمْسَةُ یَعْنِی الْجِنْسَ وَالنَّوْعَ وَالْفَصْلَ وَالْخَاصَّةَ وَالْعَرْضَ الْعَامَ تَجْرِیْ فِیْ کُلِّیٍّ مِنْهَا هٰذِهِ الْاِعْتِبَارَاتِ الثَّلَاثِ مَثَلًا مَفْهُوْمُ النَّوْعِ اَعْنِیْ الْکُلِّیَّ الْمَقُوْلُ عَلٰی کَثِیْرِیْنَ مُتَّفِقِیْنَ بِالْحَقِیْقَةِ فِیْ جَوَابِ مَا هُوَ یُسَمّٰی نَوْعًا مَنْطَقِیًّا وَمَعْرُوْضُهٗ کَالْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ نَوْعًا طَبْعِیًّا وَمَجْمُوْعُ الْعَارِضِ وَالْمَعْرُوْضِ کَالْاِنْسَانِ النَّوْعِ نَوْعًا عَقْلِیًّا وَعَلٰی هٰذَا فَقِسِ الْبَوَاقِیْ بَلِ الْاِعْتِبَارَاتِ الثَّلَاثِ تَجْرِیْ فِی الْجُزْءِ

Marfat.com

اَیْضًا فَاِنَّا اِذَا قُلْنَا زَیْدٌ جُزْئِیٌّ فَمَفْهُوْمُ الْجُزْئِیِّ اَعْنِیْ مَا یَمْتَنِعُ فَرْضُ صِدْقِهٖ عَلٰی کَثِیْرِیْنَ یُسَمّٰی جُزْئِیًّا مَنْطَقِیًّا وَمَعْرُوْضُهٗ اَعْنِیْ زَیْدًا یُسَمّٰی جُزْئِیًّا طَبْعِیًّا وَالْمَجْمُوْعُ اَعْنِیْ زَیْدًا الْجُزْئِیَّ یُسَمّٰی جُزْئِیًّا عَقْلِیًّا۔

ترجمہ:۔یعنی جس طرح کلی منطقی طبعی عقلی ہوتی ہے اسی طرح کلی کی انواع خمسہ یعنی جنس نوع فصل خاصہ عرض عام ان میں سے ہر ایک کے اندر یہ تینوں اعتبارات جاری ہوتے ہیں مثلاً مفہوم نوع یعنی اس کلی کو (جو ما ھوا سوال کے جواب میں ان افراد پر محمول ہو جو باعتبار حقیقت متفق ہیں) نوع منطقی کہا جاتا ہے اور اس مفہوم کے مصداق و معروض مثلاً انسان اور فرس کو نوع طبعی کہا جاتا ہے اور عارض و معروض کے مجموعہ مثلاً انسان نوع کو نوع عقلی کہا جاتا ہے اس پر ما بقی چاروں کو قیاس کرلو بلکہ یہ تینوں اعتباریں جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں کیونکہ جب ہم زید جزئی کہیں تو مفہوم جزئی کو (یعنی وہ مفہوم جس کے چند افراد پر صادق آنے کو عقل جائز نہ رکھے) جزئی منطقی اور اس کے معروض یعنی زید کو جزئی طبعی اور مجموعہ یعنی زید جزئی کو جزئی عقلی کہا جاتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ یعنی جیسے کلی منطقی طبعی اور عقلی ہوتی ہیں ایسے ہی کلی انواع خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام) بھی ان تینوں کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں کیوں کہ ان انواع خمسہ میں سے ہر ایک کی تعریف ہے اور ہر ایک مصداق اور ایک مجموعہ۔ مثال کے طور پر نوع کو لے لو اس کی ایک تعریف یہ ہے کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق یہ تعریف نوع منطقی کہلاتی ہے اور ایک اس تعریف کا مصداق مثلاً انسان یا فرس ہے ان کو نوع طبعی کہتے ہیں اور ایک دونوں کا مجموعہ الانسان النوع کو کلی عقلی کہتے ہیں ایسے ہی جنس فصل خاصہ اور عرض عام کو قیاس کرلیں جیسے یہ تین چیزیں کلی منطقی، طبعی اور عقلی انواع خمسہ میں اور تمام الفاظ عرب میں جاری ہوتی ہیں ایسے ہی تفتازانی کے مذہب کے مطابق یہ تینوں اعتبار جزئی میں بھی ہوتے ہیں۔ جزئی کی تعریف یعنی ھوا لمفھوم ما یمتنع فرض صدقه علی ما کثیرین اس کو جزئی منطقی کہتے ہیں اور اس کا مصداق مثلاً زید اس کو جزئی طبعی کہتے ہیں تعریف اور مصداق دونوں کے زید الجزئی کو جزئی عقلی کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ۔ وَالْحَقُّ اَنَّ وُجُوْدَ الطَّبْعِیِّ بِمَعْنٰی وُجُوْدِ اَشْخَاصِهٖ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَشُكَّ فِیْ اَنَّ الْکُلِّیَّ الْمَنْطَقِیَّ غَیْرُ مَوْجُوْدٍ فِی الْخَارِجِ فَاِنَّ الْکُلِّیَّةَ اِنَّمَا تَعْرِضُ لِلْمَفْهُوْمَاتِ فِی

Marfat.com

الْعَقْلِ وَلِذَا كَانَتْ مِنَ الْمَعْقُوْلَاتِ الثَّانِيَّةِ وَكَذَا فِيْ اَنَّ الْعَقْلِيَّ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ فِيْهِ فَاِنَّ اِنْتِفَاءَ الْجُزْءِ يَسْتَلْزِمُ اِنْتِفَاءَ الْكُلِّ وَاِنَّمَا النِّزَاعُ فِيْ اَنَّ الطَّبْعِيَّ كَالْاِنْسَانِ مِنْ حَيْثُ هُوَ اِنْسَانٌ الَّذِيْ يَعْرِضُهُ الْكُلِّيَّةُ فِي الْعَقْلِ بَلْ هُوَ مَوْجُوْدٌ فِيْ الْخَارِجِ فِيْ ضِمْنِ اَفْرَادِهٖ اَمْ لَا بَلْ لَيْسَ الْمَوْجُوْدُ فِيْهِ اِلَّا الْاَفْرَادَ الْاَوَّلَ مَذْهَبُ جُمْهُوْرِ الْحُكَمَاءِ وَالثَّانِيْ مَذْهَبُ بَعْضِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَمِنْهُمُ الْمُصَنِّفُ فَلِهٰذَا قَالَ الْحَقُّ هُوَالثَّانِيْ وَذَالِكَ لِاَنَّهٗ لَوْوُجِدَ فِيْ الْخَارِجِ فِيْ ضِمْنِ اَفْرَادِهٖ لَزِمَ اِتِّصَافُ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ بِالصِّفَاتِ الْمُتَضَادَةِ كَالْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِوَوُجُوْدِ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ فِي الْاَمْكِنَةِالْمُتَعَدَّدَةِ وَحِيْنَئِذٍ فَمَعْنٰى وُجُوْدِ الطَّبْعِيْ هُوَ اَنَّ اَفْرَادَهٗ مَوْجُوْدَةٌ وَفِيْهِ تَاَمُّلٌ وَتَحْقِيْقُ الْحَقِّ فِيْ حَوَاشِي التَّجْرِيْدِ فَانْظُرْ فِيْهَا۔

ترجمہ:۔اس میں شک کرنا مناسب نہیں کہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں کیونکہ کلی ہونا عارض ہے مفہومات کے ساتھ عقل میں اسلئے یہ کلی ہونا معقولات ثانیہ سے ہے اسی طرح اس بارے میں بھی شک نہیں کہ کلی عقلی خارج میں موجود نہیں کیونکہ جزو یعنی کلی منطقی کا خارج میں منتفی ہونا کل یعنی کلی عقلی خارج میں منتفی ہونے کو لازم کر لیتا ہے اور جزا یں نیست. جھگڑا اس بارے میں ہے کہ کلی طبعی جیسے انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے عقل میں کلیت عارض ہے کیا یہ کلی طبعی اس کے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہے یا نہیں بلکہ خارج میں صرف افراد معجد ہیں اول جمہور کا مذہب ہے اور ثانی بعض متاخرین کا مذہب ہے اور ان متاخرین سے مصنف بھی ہیں اسی لئے کہا کہ ثانی حق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ افراد کے ضمن میں اگر کلی طبعی پائی جائے تو شی واحد کا صفات متضادہ کیساتھ متصف ہونا اور متعدد مکانات میں شی واحد کا پایا جانا لازم آئیگا اور اس وقت کلی طبعی معجد ہونے کے معنی اس کے افراد کا موجود ہونا ہیں اور اس دلیل میں تامل ہے اس بات کی تحقیق تجرید کے حواشی میں ہے پس تم ان حواشی میں غور کرو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:۔منطقی جب بھی اپنی کتابوں میں والحق کا لفظ بولتے ہیں تو وہاں یہ فیصل اور حاکم بنتے ہیں اس لفظ سے اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ یہاں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ایک منطقی والحق سے اپنا فیصلہ سناتا ہے کہ کون سی بات حق ہے جب بھی کوئی فیصل فیصلہ کرتا ہے تو وہ دو فریقین میں فیصلہ کرتا ہے اس لئے وہاں دو فریقین کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اب یہاں بھی

Marfat.com

تفتازانی نے والحق کا لفظ بول کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

اختلاف:۔ اس بات پر تو تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی منطقی یہ ذہن میں پائی جاتی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی کیوں کہ کلی منطقی تو تعریفات کو کہتے ہیں اور تعریفات الاشیاء ذہن میں ہوتی ہیں خارج میں نہیں اسی وجہ سے کلی منطقی کو مقول ثانی بھی کہتے ہیں اس بات پر بھی تمام منطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی طبعی ذہن میں موجود نہیں ہوتی بلکہ خارج میں موجود ہوتی ہے اس بات پر تمام منطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی کا وجود اپنے افراد سے علیحدہ ہو کر کہیں نہیں پایا جاتا مثلاً ماہیت انسانی یہ اپنے افراد زید، عمر، بکر سے علیحدہ ہو کر خارج میں کہیں نہیں پائی جاتی اختلاف مناطقہ کا صرف اس بات میں ہے کہ آیا کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے کہ نہیں یا کہ خارج میں صرف افراد ہی ہوتے ہیں اس میں جمہور حکما کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے مصنف اور متاخرین مناطقہ کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبوی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی ہے ماہیت انسانی پر کلی طبعی اپنے افراد زید، عمر، بکر کے اندر خارج میں موجود نہیں ہے یزدی نے متاخرین کے مذہب کو راجح قرار دیا اور ان کے مذہب کے راجح ہونے کی دو دلیلیں دیں۔

دلیل ﴿۱﴾:۔ اگر اس بات کو بالفرض مان لیا جائے کہ ماہیت کلی (کلی طبعی) یہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو اس سے ایک چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئیگا مثلاً آپ کہیں کہ ماہیت انسانی جو کلی طبعی ہے یہ زید، عمر، بکر کے ضمن میں موجود ہے ماہیت کلی یہ کلی ہے اور زید، عمر یہ جزئی ہیں اب ایک ہی زید کا دو صفات متضادہ (کلی، جزئی) کے ساتھ موصوف ہونا لازم آ گیا ایک چیز کا دو صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا یہ باطل ہے لہذا کلی طبعی کا بھی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہونا باطل ہے۔

دلیل ﴿۲﴾:۔ اس کے سمجھنے سے پہلے فلاسفہ کا ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں متعدد مقاموں میں نہیں پائی جا سکتی جب آپ نے یہ مسئلہ سمجھ لیا تو اب آپ دوسری دلیل سمجھیں ماہیت انسانی کے افراد مختلف امکنہ میں موجود ہیں کوئی [illegible] الا میں ہے کوئی لاہور میں ہے کوئی کراچی میں ہے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ کلی طبعی (ماہیت انسانی) اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو پھر ماہیت انسانی زید میں بھی موجود ہے جو کہ کبیر والا میں ہے اور اسی وقت ہی عمر میں بھی موجود ہوگی جو کہ لاہور میں ہے تو اب ایک ہی چیز (ماہیت انسانی) ایک ہی وقت میں متعدد امکنہ میں پائی گئی ایک ہی چیز کا ایک ہی وقت میں متعدد امکنہ میں پایا جانا باطل ہے لہذا کلی طبعی کا بھی اپنے افراد کے ضمن میں پایا جانا ضروری ہے ان دو دلیلوں سے یزدی نے متاخرین اور مصنفؒ کے مذہب کو راجح ثابت کیا ہے

Marfat.com

مصنفؒ چونکہ متاخرین کے ساتھ ہیں اس لئے ان پر اعتراض ہوسکتا ہے۔

اعتراض:۔ جب آپ کہتے ہیں کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر آپ یہ کیون کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے۔

جواب:۔ ہم جو کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس سے مراد اس کے افراد ہوتے ہیں کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی طبعی کے خارج میں افراد موجود ہوتے ہیں **والحق** کا لفظ کہ کر تفتازانی نے متاخرین کے مذہب کو ترجیح دی ہے لیکن متاخرین کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

جمہور حکما کی دلیل:۔ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر دنیا میں کوئی فرد کلی طبعی کا نہیں ہوگا کیوں کہ فرد تو اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو کہ صورت مخصوص کے ساتھ مقید ہوتی ہے اگر متاخرین کی بات مان لی جائے تو پھر **زید**، **عمر** کو افراد انسانی کیسے کہا جاسکتا ہے جب کہ ان میں ماہیت انسانی ہے نہیں تو گدھا کو بھی انسانی فرد کہنا پھر صحیح ہونا چاہیے بہر حال متاخرین کا یہ اعتراض کہ کلی طبعی کو افراد کے ضمن میں مان لینے سے ایک ہی چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ متصف ہونا اور ایک ہی چیز کا متعدد امکنہ میں پایا جانا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس ایک چیز سے مراد جزئی چیز کا ایک ہی وقت میں صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا اور مختلف امکنہ میں پایا جانا ماہیت انسانی (کلی طبعی) یہ تو کلی چیز ہے اس کا متعدد امکنہ میں پایا جانا اور صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا تو باطل ہی نہیں۔

متن: فَصْلٌ: مُعَرِّفُ الشَّيْءِ مَا يُقَالُ عَلَيْهِ لِإِفَادَةِ تَصَوُّرِهِ وَيُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ مُسَاوِيًا لَهُ اَوْ اَجْلٰى فَلَا يَصِحُّ بِالْاَعَمِّ وَالْاَخَصِّ وَالْمُسَاوِيْ مَعْرِفَةً وَجَهَالَةً وَالْاَخْفٰى وَالتَّعْرِيْفُ بِالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ حَدٌّ وَبِالْخَاصَّةِ رَسْمٌ فَاِنْ كَانَ مَعَ الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ فَتَامٌّ وَاِلَّا فَنَاقِصٌ وَلَمْ يَعْتَبِرُوْا بِالْعَرَضِ الْعَامِّ وَقَدْ اُجِيْزَ فِي النَّاقِصِ اَنْ يَكُوْنَ اَعَمَّ

Marfat.com

كَاللَّفْظِيِّ وَهُوَ مَايُقْصَدُ بِهٖ تَفْسِيْرُ مَدْلُوْلِ اللَّفْظِ

ترجمہ:۔فصل شئی کا معرف وہ ہے جوشئی پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے محمول ہواور معرف کیلئے شرط ہے کہ معرف کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ واضح ہولہذا اس چیز سے تعریف درست نہیں جو معرفت اور جہالت میں معرف سے اعم ہو یا اخص ہو یا اس کے مساوی ہواور نہ اس چیز سے جو معرف سے زیادہ مخفی ہواور فصل قریب کیساتھ تعریف حد ہے اور خاصہ کیساتھ اعم ہے پھران میں سے ہرایک زیادہ اگر جنس قریب کے ساتھ ہوتو (حدرسم) تام ہے ورنہ ناقص ہے اور مناطقہ نے عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور حد ناقص میں معرف کیا اعم ہونے کو جائز قرار دیا گیا ہے لفظی کی طرح اور لفظی وہ ہے جس سے مقصود لفظ کی تعبیر کرنا ہو۔

مختصر تشریحِ متن:۔اس فصل میں اب کلیات خمس سے فارغ ہونے کے بعد تصورات کے اصل مقصود قول شارح کو بیان کرتے ہیں منطقیوں کا اصل مقصد تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہے اس سے پہلے ان چیزوں کا بیان تھا جو کہ قول شارح کیلئے موقوف علیہ تھیں اب اصل مقصود قول شارح کو یہاں بیان کررہے ہیں قول شارح کا دوسرا نام تعریف ،حد ،رسم ،معرف ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے اس کو مقول علیہ الشارح ،معرف ،محدود ،مرسوم کہتے ہیں تفصیل شرح میں دیکھیں

ویشترط الی والتعریف الخ۔متن کی عبارت میں ماتن نے تعریف کے شرائط بیان کئے ہیں تعریف کے چھ شرائط ہیں جن میں سے ماتن نے چار کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل شرح میں آرہی ہے اور دو کو بیان نہیں کیا ان دونوں میں سے ایک بھی تعریف بالمبائن درست نہیں اور اس کو اس لئے نہیں بیان کیا کیونکہ تعریف کی تعریف میں اس نے ما یحتمل علی الشئ کا لفظ بولا تھا اس کا حمل معرف پر ہو مباین کا حمل مباین پر صحیح نہیں ہوتا اس لئے معرف کا مباین ہونا معرف سے یہ درست نہیں معرف معرف سے اعم من وجہ بھی نہیں ہوسکتا اس لئے ماتن نے نہیں بیان کیا یہ اعم مطلق کے نیچے میں داخل ہوجاتا تھا،تو جب اسکی نفی کردی تو اسکی بھی نفی ہوگئی۔

قَوْلُهٗ۔ مُعَرِّفُ الشَّیْءِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ بَیَانِ مَا یَتَرَکَّبُ مِنْهُ الْمُعَرِّفُ شَرَعَ فِیْ الْبَحْثِ عَنْهُ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالذَّاتِ فِیْ هٰذَاالْفَنِّ هُوَالْبَحْثُ عَنْهُ وَعَنِ الْحُجَّةِ وَعَرَّفَهٗ بِاَنَّهٗ مَا یَحْمِلُ عَلَی الشَّیْءِ اَیِ الْمُعَرَّفِ لِیُفِیْدَ تَصَوُّرَ هٰذَاالشَّیْءِ اِمَّا بِکُنْهِهٖ اَوْ

بِوَجْهٍ يُمْتَازُ عَنْ جَمِيْعِ مَا عَدَاهُ وَلِهٰذَا لَمْ يَجُزْ اَنْ يَكُوْنَ اَعَمُّ مُطْلَقًا لِاَنَّ الْاَعَمَّ لَا يُفِيْدُ شَيْئًا مِنْهُمَا كَالْحَيَوَانِ فِيْ تَعْرِيفِ الْاِنْسَانِ فَاِنَّ الْحَيَوَانَ لَيْسَ كُنْهَ الْاِنْسَانِ لِاَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِنْسَانِ هُوَالْحَيَوَانُ النَّاطِقُ وَاَيْضًا لَايُمَيِّزُ الْاِنْسَانَ عَنْ جَمِيْعِ مَا عَدَاهُ لِاَنَّ بَعْضَ الْحَيَوَانِ هُوَالْفَرَسُ وَكَذَاالْحَالُ فِي الْاَعَمِّ مِنْ وَجْهٍ وَاَمَّا الْاَخَصُّ يَعْنِيْ مُطْلَقًا فَهُوَ وَاِنْ جَازَ اَنْ يُفِيْدَ تَصَوُّرُهٗ تَصَوُّرَ الْاَعَمِّ بِالْكُنْهِ اَوْ بِوَجْهٍ يَمْتَازُ عَمَّا عَدَاهُ كَمَا اِذَا تَصَوَّرْتَ الْاِنْسَانَ بِاَنَّهٗ حَيَوَانٌ نَاطِقٌ فَقَدْ تَصَوَّرْتَ الْحَيَوَانَ فِيْ ضِمْنِ الْاِنْسَانِ بِاَحَدِالْوَجْهَيْنِ لٰكِنَّ لَمَّا كَانَ الْاَخَصُّ اَقَلَّ وُجُوْدًا فِي الْعَقْلِ وَاَخْفٰى فِيْ نَظْرِهٖ وَشَانُ الْمُعَرِّفِ اَنْ يَكُوْنَ اَعْرَفُ مِنَ الْمُعَرَّفِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يَكُوْنَ اَخَصَّ مِنْهُ اَيْضًا وَقَدْ عُلِمَ مِنْ تَعْرِيْفِ الْمُعَرَّفِ بِمَا يَحْمِلُ عَلَى الشَّيْءِ اَنَّهٗ لَايَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُبَايِنًا لِلْمُعَرَّفِ فَتَعَيَّنَ اَنْ يَكُوْنَ مُسَاوِيًا لَهٗ ثُمَّ يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ اَعْرَفُ مِنَ الْمُعَرَّفِ وَفِيْهِ نَظْرُ الْعَقْلِ لِاَنَّهٗ مَعْلُوْمٌ مُوْصِلٌ اِلٰى تَصَوُّرِ مَجْهُوْلٍ هُوَالْمُعَرَّفُ وَلَا اَخْفٰى وَلَا مُسَاوِيًا لَهٗ فِي الْخِفَاءِ وَالظُّهُوْرِ۔

ترجمہ:۔جن چیزوں سے معرف مرکب ہوتا ہے ان چیزوں کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ نے معرف کی بحث شروع فرمایا ہے اور تجھے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ فن منطق میں مقصود بالذات معرف وحجت کی بحث ہے اور مصنفؒ نے معرف کی تعریف بایں طور فرمایا ہیکہ جو چیز معرف پر محمول ہو اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے وہی شیز معرف ہے خواہ معرف کا تصور بکنہہ کا فائدہ دے یا اس تصور بوجہ کا فائدہ دے کہ وہ ممتاز ہو جائے اس کے جمیع ماسواء سے اسی لئے معرف معرف سے اعم مطلق یونا جائز نہیں کیونکہ اعم تصور بکنہہ اور تصور بوجہ کا فائدہ نہیں دیتا مثلاً تعریف انسان میں صرف حیوان انسان کی حقیقت نہیں کیونکہ انسان کی حقیقت ناطق سمیت حیوان ہے (فقط حیوان نہیں) نیز یہی حیوان انسان کو اس کے جمیع ماسواء سے تمیز نہیں دیتا کیونکہ بعض حیوان گھوڑا بھی ہے اور اعم منوجہ کا بھی یہی حال ہے (کہ وہ نہ معرف کی حقیقت کا فائدہ دیتا ہے نہ اس کو جمیع ماسوی سے تمیز دیتا ہے) اور اخص مطلق کا تصور اعم مطلق کے تصور بالکنہ کا مفید ہونا یا ایسے تصور بالوجہ کا مفید یونا کہ وہ جمیع ماسوی سے ممتاز ہو جاوے اگرچہ جائز ہے مثلاً بایں طور انسان کا تصور کرے تو کہ وہ حیوان ناطق ہے پس انسان کے ضمن میں حیوان کا

Marfat.com

تصور بالوجہ یا بالکنہ کرلیا ہے لیکن جب عقل میں من حیث الوجود اخص اقل ہے وہی اخص عقل کی نظر میں زیادہ خفی ہے اور معرف کی شان یہ ہیکہ وہ معرف سے زیادہ معروف ہوتا ہے لہذا معرف معرف سے اعم ہونا بھی جائز نہیں اور ضرور معلوم ہوا ماتحمل علی الشی کے ذریعے معرف کی تعریف کرنے سے کہ معرف معرف کا مباین نہیں ہوسکتا لہذا متیقن ہوا کہ معرف معرف کا مساوی ہوگا پھر مناسب ہے کہ معرف زیادہ معروف ہو معرف سے عقل کی نظر میں کہ معرف ایسا تصور معلوم ہے جو تصور مجہول کیطرف یعنی معرف کی طرف موصل ہوتا ہے نہ معرف ظھور وخفا میں معرف کا مساوی ہوسکتا ہے نہ معرف سے بھی زیادہ خفی ہو سکتا ہے۔

اغراضِ شارح:۔قولہ معرف الشئی سے ولھذا تک تعریف کی تعریف بیان کرنا ہے اور ولھذا سے لیکر آخر تک شرائطِ تعریف کو بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ منطقی کہتے ہیں کہ تمام کائنات میں جتنے علوم وفنون ہیں ان میں الفاظ کی تعریفات بیان کی جاتی ہیں مثلا نحو میں اسم کی تعریف معرب مبنی کی تعریف بیان کی جاتی ہے منطقی سب سے پہلے اس تعریف کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ تعریف کس چیز کا نام ہے اور اس تعریف کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور اس تعریف کے شرائط بیان کرتے ہیں۔

تعریف کی تعریف:۔معرف (جس کی تعریف کی جائے) کے ذاتیات پر مطلع ہونا یا اس معرف کو تمام اغیار سے جدا کرنے کا نام تعریف ہے ذاتیات پر مطلع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوجائے کہ اس معرف کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے جیسے انسان کی جب ہم نے تعریف کی کہ وہ حیوان ناطق ہے تو اس سے ہمیں اس کی حقیقت اور ماہیت معلوم ہوگئی اسی انسان کی جب ہم یوں تعریف کریں کہ وہ ضاحک ہے اس سے انسان کی حقیقت تو معلوم نہیں ہوتی لیکن ضاحک نے انسان کو باقی اغیار (حیوانات) سے جدا کردیا منطقی تعریف کی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اطلاع علی الذاتیات اور امتیاز عن جمیع المشارکات یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے مانعۃ الخلو ہونے کا مطلب یہ ہیکہ اس میں دونوں جزو جمع ہوسکتے ہیں اٹھ نہیں سکتے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تعریف سے اطلاع علی الذاتیات بھی ہو اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہو جیسے انسان کی تعریف جب حیوان ناطق سے کی جائے تو اطلاع علی الذاتیات بھی ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ تعریف سے نہ اطلاع علی الذاتیات ہو اور نہ امتیاز عن جمیع المشارکات ہو اطلاع علی الذاتیات خاص ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات عام ہے جہاں اطلاع علی الذاتیات ہوگا وہاں امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہوگا جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ ہے دونوں ہیں

Marfat.com

اور جہاں امتیاز عن جمیع المشارکات ہو وہاں اطلاع علی الذاتیات کا ہونا ضروری نہیں جیسے انسان کی تعریف ضاحک کے ساتھ ہے یہاں امتیاز عن جمیع المشارکات تو ہے لیکن اطلاع علی الذاتیات نہیں ہے وہ تعریف جس سے معرف کے ذاتیات پر اطلاع ہو جائے اس کو تصور بکنہ کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ اس تعریف کو تصور بالکنہ کہتے ہیں اور وہ تعریف جس سے معرف کے ذاتیات تو معلوم نہ ہوں مگر معرف اغیار سے ممتاز ہو جائے اس کو تصور بوجہ کہتے ہیں۔

ولہذا لم یجز ان یکون الخ:۔اس عبارت سے آخر تک تعریف کے شرائط کو یزدی صاحب نے بالتفصیل بیان کیا ہے تعریف کی شرائط دو قسم کی ہیں ایک قسم کے شرائط مصداق کے اعتبار سے اور دوسری قسم کے شرائط مفہوم کے اعتبار سے ہیں. مصداق کے اعتبار سے تعریف کی جو شرائط ہیں وہ پانچ ہیں ان میں ایک وجودی اور چار عدمی ہیں ۔اور مفہوم کے اعتبار سے ایک شرط ہے کل چھ شرطیں ہیں۔

شرط ﴿۱﴾:۔جو کہ وجودی ہے کہ معرف اپنے معرف سے مصداق کے اعتبار سے مساوی ہو مساوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں معرف سچا آئے وہاں معرف سچا آئے اور جہاں معرف سچا آئے وہاں معرف بھی سچا آئے جیسے انسان یہ معرف ہے اور حیوان ناطق یہ معرف ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان ناطق بھی سچا آتا ہے جہاں حیوان ناطق سچا آتا ہے وہاں انسان بھی سچا آتا ہے یہ شرط وجودی تھی باقی چار شرطیں عدمی ہیں۔

شرط ﴿۲﴾:۔معرف معرف سے مباین نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حجر سے کی جائے تو یہ تعریف درست نہیں کیونکہ تعریف کا معرف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حجر کا حمل انسان پر درست نہیں اس لئے مباین کے ساتھ تعریف درست نہیں ہوگی۔

شرط ﴿۳﴾:۔معرف معرف سے اعم مطلق نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حیوان کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ تعریف کی غرض تو یہ ہے کہ معرف کے ذاتیات معلوم ہو جائیں یا وہ معرف جمیع ما عدا سے ممتاز ہو جائے انسان کی تعریف اگر حیوان سے کی جائے تو انسان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ انسان کے ذاتیات حیوان ناطق ہے نہ کہ فقط حیوان اسی طرح یہاں حیوان کے ساتھ تعریف کرنے سے جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہو رہا بلکہ انسان میں ابھی تک فرس حمار وغیرہ شریک ہیں اس لئے تعریف بالاعم بھی درست نہیں۔

شرط ﴿۴﴾:۔معرف معرف سے اعم من وجہ بھی نہ ہو اعم من وجہ کے نیچے اخص من وجہ بھی داخل ہے مثلاً حیوان کی تعریف ابیض کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ یہاں بھی تعریف کی غرض پوری نہیں ہو رہی حیوان کی تعریف ابیض کے ساتھ

Marfat.com

کرنے سے حیوان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیوں کہ حیوان کے ذاتیات جسم نامی حساس متحرك بالارادہ ہیں ان میں ابیض موجود ہی نہیں اسی طرح ابیض کے ساتھ حیوان جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہوا بلکہ اس میں سفید کپڑے سفید دیواریں شریک ہیں اس لئے تعریف اعم من وجہ اور اخص من وجہ کے ساتھ صحیح نہیں۔

شرط ﴿۵﴾:۔ معرف معرف سے اخص بھی نہ ہو اس کے پائے جانے کے مناطقہ نے یہ صورت بیان کی ہے یہ ہمیشہ کسی کے ضمن میں پایا جائے گا علیحدہ طور پر نہیں پایا جائے گا مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ ہے انسان کے تصور کیلئے ہمیں حیوان ناطق کا تصور کرنا پڑا اب اس تعریف میں حیوان اور ناطق ان دونوں کا تصور بھی کرنا ہے جب حیوان کا معنی سمجھ میں آئیگا تو پھر انسان کا معنی بھی سمجھ میں آئیگا حیوان یہ اعم ہے انسان کی وجہ سے ہمیں حیوان کا معنی سمجھنا پڑا تو گویا کہ حیوان انسان کے ضمن میں سمجھا گیا اور حیوان کی تعریف انسان (اخص) کے ضمن میں سمجھی گئی یہی تعریف بالاخص ہے اور یہ درست نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اخص کو وجود عقل میں کم ہے کیونکہ اخص کے وجود کیلئے شرائط زیادہ ہیں اور اعم کا وجود عقل میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اعم کی شرائط بہت کم ہیں اخص کا وجود یہ ہے کہ عقل میں کم ہے تو یہ اخفی ہوگا بنسبت اعم کے حالانکہ تعریف کیلئے ضروری ہے کہ معرف سے واضح اور روشن ہو اس لئے اخص کے ساتھ بھی تعریف صحیح نہیں۔

ضابطہ:۔ جب کسی معرف کا تصور بلکنہ حاصل ہوگا تو اس کے معرف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بلکنہ کرنا ہوتا ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ تعریف بالکنہ ہے اب حیوان اور ناطق جو تعریف کے اجزاء ہیں ان کا تصور بھی بالکنہ کرنا ہوگا حیوان کا تصور بالکنہ جسم نامی حساس متحرك بالارادہ ہے اسی طرح ناطق کا بھی تصور بالکنہ کرنا ہوگا اور اگر معرف کا تصور بوجہ ہو تو اس کے معرف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بوجہ ہوگا جیسے انسان کی تعریف عرض عام ماشی کے ساتھ کی جائے تو اس وقت معرف ماش کا تصور بھی تصور بوجہ کرنا ہوگا۔

شرط ﴿۶﴾:۔ یہ شرط باعتبار مفہوم کے ہے وہ ہیکہ معرف کا مفہوم معرف سے واضح اور روشن ہو اگر معرف کا مفہوم معرف سے کم یا برابر ہوگا تو پھر تعریف درست نہیں ہوگی برابر کی مثال جیسے اب کی تعریف من لہ ابن اور ابن کی تعریف من لہ اب کے ساتھ کی جائے یہ درست نہیں اور معرف کم ہو جیسے آگ کی تعریف جسم کالنفس سے کی جائے یہاں تعریف میں جو نفس کا لفظ موجود ہے یہ معرف آگ سے بھی زیادہ قوی ہے یہ خفی ہے مفہوم کے اعتبار سے اس لئے یہ تعریف درست نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے تعریف کیلئے تو پہلی شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرف کے مساوی ہو اور آخری شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرف سے واضح ہو ان دونوں باتوں میں تضاد ہے جب تعریف معرف سے واضح ہوگی تو مساوات باقی

Marfat.com

نہیں رہے گی

جواب:۔ یہاں حیثت کی قید محذوف ہے معرف معرف کے مساوی ہو باعتبار مصداق کے اور معرف معرف سے واضح ہو باعتبار مفہوم کے۔

قَوْلُهٗ۔ بِالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ: اَلتَّعْرِيْفُ لَا بُدَّ لَهٗ اَنْ يَشْمِلَ عَلٰى اَمْرٍ يَخْتَصُّ بِالْمُعَرَّفِ وَيُسَاوِيْهِ بِنَاءً عَلٰى مَا سَبَقَ مِنْ اِشْتِرَاطِ الْمُسَاوَاةِ فَهٰذَا الْاَمْرُ اِنْ كَانَ ذَاتِيًا كَانَ فَصْلًا قَرِيْبًا وَاِنْ كَانَ عَرْضِيًّا كَانَ خَاصَّةً لَا مَحَالَةَ فَعَلَى الْاَوَّلِ يُسَمَّى الْمُعَرِّفُ حَدًّا وَعَلَى الثَّانِيْ رَسْمًا ثُمَّ كُلٌّ مِنْهُمَا اِنِ اشْتَمَلَ عَلَى الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ يُسَمّٰى حَدًّا تَامًّا وَرَسْمًا تَامًّا وَاِنْ لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَى الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ سَوَاءٌ اِشْتَمَلَ عَلٰى جِنْسِ الْبَعِيْدِ اَوْ كَانَ هُنَاكَ فَصْلٌ قَرِيْبٌ وَحْدَهٗ اَوْ خَاصَّةٌ وَحْدَهَا يُسَمّٰى حَدًّا نَاقِصًا وَرَسْمًا نَاقِصًا هٰذَا مُحَصَّلُ كَلَامِهِمْ وَفِيْهِ اَبْحَاثٌ لَا يَسَعُهَا الْمَقَامُ۔

ترجمہ:۔ تعریف کیلئے ایسے افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے جو معرف کیساتھ خاص ہو اور اس کے مساوی ہو بناء کرتے ہوئے مساوات والی شرط پر جو پہلے گزر چکی ہے پھر اگر یہ امر معرف کی ذاتی ہو تو اس کیلئے فصل قریب ہوگا اگر عرضی ہو تو اس کیلئے یقیناً خاصہ ہوگا پہلی صورت میں معرف کو حد اور دوسری صورت میں رسم کہیں گے پھر ان دو میں سے جو بھی اگر جنس قریب پر مشتمل ہو تو اس کا نام حد تام اور رسم تام رکھا جاتا ہے اگر جنس قریب پر مشمل نہ ہو برابر ہے کہ جنس بعید پر مشتمل ہو یا وہاں اکیلی فصل قریب ہو یا خاصہ ہو تو اس کا نام حد ناقص اور رسم ناقص رکھا جاتا ہے یہ ان کی کلام کا حاصل ہے اور اس میں ایسی بحثیں ہیں جن کی مقام گنجائش نہیں رکھتا۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ جب بھی دنیا میں کسی شی کی تعریف کی جائے گی تو تعریف میں ایک ایسی چیز ضرور ہوگی جو معرف کے ساتھ مختص ہو گی اور معرف کے ساتھ مصداق میں مساوی ہوگی اگر وہ شی مختص ذاتی ہو معرف کی تو وہ ہمیشہ فصل ہوگی اور اگر وہ چیز عرضی ہوگی تو ہمیشہ خاصہ ہوگی اگر وہ شی مختص فصل قریب ہے تو اس کو حد کہیں گے اور اگر خاصہ ہے تو اس کو رسم کہیں گے اگر اس فصل قریب کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں گے تو یہ حد تام کہلائے گی جیسے ناطق فصل قریب کے ساتھ حیوان جنس قریب کو ملایا تو یہ حیوان

Marfat.com

ناطق ہوگا یہ انسان کی حد تام ہے خاصہ کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں تو وہ رسم تام کہلائے گی جیسے ضاحک کے ساتھ حیوان کو ملایا تو حیوان ضاحک ہوگیا یہ انسان کی رسم تام ہے اگر فصل قریب اکیلی ہو جیسے ناطق فقط یا فصل قریب کے ساتھ فصل بعید کو ملائیں مثلاً ناطق کے ساتھ جنس بعید جسم کو ملا کر جسم ناطق کہیں تو یہ انسان کی حد ناقس کہلائے گی اور اگر فقط خاصہ کو یا خاصہ کے ساتھ جنس بعید کو ملائیں مثلاً ضاحک کے ساتھ جسم کو ملا کر جسم ضاحک کہیں تو یہ انسان کی رسم ناقس کہلائے گی۔

قَوْلُهٗ۔ وَلَمْ يَعْتَبِرُوْا بِالْعَرَضِ الْعَامِ قَالُوْا الْغَرَضُ مِنَ التَّعْرِيْفِ اِمَّا الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْمُعَرَّفِ اَوْ اِمْتِيَازُهٗ عَنْ جَمِيْعِ مَا عَدَاهُ الْعَرَضُ الْعَامُّ لَا يُفِيْدُ شَيْئًا مِنْهُمَا فَلِذَالِكَ لَمْ يَعْتَبِرُوْهُ فِى مَقَامِ التَّعْرِيْفِ وَالظَّاهِرُ اَنَّ غَرَضَهُمْ مِنْ ذَالِكَ اَنَّهٗ لَمْ يَعْتَبِرُوْهُ مُنْفَرِادًا وَاَمَّا التَّعْرِيْفُ بِمَجْمُوْعِ اُمُوْرٍ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَرَضٌ عَامٌّ لِلْمُعَرَّفِ لٰكِنَّ الْمَجْمُوْعَ يَخُصُّهٗ كَتَعْرِيْفِ الْاِنْسَانِ بِمَاشٍ مُسْتَقِيْمِ الْقَامَةِ وَتَعْرِيْفُ الْخَفَّاشِ بِالطَّائِرِ الْوُلُوْدِ فَهُوَ تَعْرِيْفٌ بِخَاصَّةٍ مُرَكَّبَةٍ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُمْ كَمَا صَرَّحَ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ۔

ترجمہ:۔ مناطقہ نہ کہا ہے کہ غرض تعریف معرف کی حقیقت معلوم کرنی ہے یا معرف کو ممتاز ہو جانا ہے اس کے جمیع ما سوا سے اور غرض عام ان دونوں سے کسی کا مفید نہیں اس لئے مناطقہ نہ مقام تعریف میں عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے منطقیوں کی غرض یہ ہے کہ انھوں نے تنہا عرض عام کا اعتبار نہیں کیا لیکن ایسے چند امور کے ذریعہ تعریف کرنا جن میں سے ہر ایک معرف کا عرض عام ہو اور مجموعہ معرف کو خاص کر دیتا ہو جیسے ماشی مستقیم القامة کے ساتھ انسان کی تعریف اور زیادہ بچے دینے والا پرندہ کے ساتھ چمگاڈر کی تعریف پس وہ خاص مرکب کے ساتھ تعریف ہے جو مناطقہ کے نزدیک معتبر ہے چنانچہ بعض متاخرین نے اس کی تصریح کی ہے۔

غرضِ شارح:۔ قوله ولم يعتبروا سے لیکر والظاهر تک عرض عام کو تعریفات میں ذکر نہ کرنے کی وجہ بیان کرنی ہے اور والظاهر سے الخ فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ مناطقہ کا دعوی ہے کہ کائنات میں جو بھی چیز موجود ہوگی اس کی پانچ کلیاں (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) ضرور ہونگی ان پانچ کلیوں میں نوع ہمیشہ معرف ہوتا ہے جنس، فصل اور خاصہ کو تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے عرض عام کو منطقی تعریف میں ذکر نہیں کرتے اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہیکہ تعریف کی غرض دو چیزیں ہیں اطلاع علی الذاتیات او

Marfat.com

امتیاز ہ عن جمیع المشارکات اورعرض عام سے ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتا مثلا انسان کی تعریف عرض عام ماش کے ساتھ کی جائے تو نہ انسان کے اس سے ذاتیات معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انسان کے ذاتیات تو حیوان ناطق ہیں اور نہ امتیازعن جمیع المشارکات حاصل ہوتا ہے بلکہ انسان کے ساتھ ماشی ہونے میں اور بھی حیوانات فرس حمار وغیرہ شریک ہیں عرض عام کے ساتھ چونکہ تعریف کی غرض حاصل نہیں ہوتی اس لئے منطقی عرض عام کو تعریف میں ذکر نہیں کرتے۔

والظاھر ان غرضھم الخ:۔اس عبارت میں ایک فائدہ بیان کیا ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ منطقی جو یہ کہتے ہیں کہ عرض عام تعریف میں واقع ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ منفرداعلیحدہ طور پر تو معرف کیلئے عرض عام ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ خاصہ مرکبہ بنتے ہوں تو ایسے دو عرض عام سے تعریف کرنی درست ہوتی ہے کیونکہ اس وقت تعریف کی غرض امتیازعن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتی ہے جیسے انسان یہ معرف ہے ماشی ہونا اور مستقیم القامۃ (سیدھے قد والا ہونا) اس کے دونوں علیحدہ علیحدہ عرض عام ہیں لیکن دونوں عرض عام مجموعی طور پر انسان کا خاصہ مرکبہ ہیں ماشی بھی ہو اور سیدھے قد والا بھی ہو یہ فقط انسان میں پایا جاتا ہے اور کسی بھی انسان میں نہیں پایا جاتا حیوان سارے ماشی ہیں لیکن سیدھے قد والے نہیں بلکہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں درخت تمام مستقیم القامۃ ہیں لیکن ماشی نہیں اسی طرح خفاش (چمگادڑ) یہ معرف ہے پرندہ ہونا اس کا عرض عام ہے کیونکہ اس میں اور بھی پرندے اڑنے والے اس میں شریک ہیں اسی طرح ولود بچے پیدا کرنا یہ بھی اس کا عرض عام ہے کیوں اور حیوانات گائے بھینس وغیرہ بھی بچے پیدا کرتے ہیں لیکن یہ دونوں عرض عام مجموعی طور پر چمگادڑ کیلئے خاصہ مرکبہ ہیں چمگادڑ کے علاوہ اور کسی بھی پرندے میں یہ دونوں اکٹھے پائے جائیں کہ وہ اڑنے والا بھی ہو اور بچے بھی پیدا کرے اس کے علاوہ جتنے بھی اڑنے والے پرندے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں بچے پیدا نہیں کرتے اور حیوانات گائے وغیرہ جتنے بھی ہیں وہ بچے تو پیدا کرتے ہیں لیکن اڑنے والے نہیں ہیں کیونکہ مجموعی عرض عام سے معرف کا امتیازعن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتا ہے اس لئے متاخرین حضرات نے مجموعی عرض عام جو کہ معرف کیلئے خاصہ مرکبہ بنے اس سے تعریف کرنے کو جائز رکھا ہے۔

قَوْلُهٗ۔ وَقَدْ اُجِيْزَ فِی النَّاقِصِ آه اَنْ يَكُوْنَ اَعَمُّ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰى مَا اَجَازَهُ الْمُتَقَدِّمُوْنَ حَقَّقُوْا اَنَّهٗ يَجُوْزُ التَّعْرِيْفُ بِالذَّاتِ الْعَامِّ كَتَعْرِيْفِ الْاِنْسَانِ بِالْحَيَوَانِ فَيَكُوْنُ حَدًّا نَاقِصًا اَوْ بِالْعَرْضِ الْعَامِّ كَتَعْرِيْفِهٖ بِالْمَاشِیْ فَيَكُوْنُ رَسْمًا نَاقِصًا بَلْ جَوَّزُوْا التَّعْرِيْفَ بِالْعَرْضِ الْاَخَصِّ اَيْضًا كَتَعْرِيْفِ الْحَيَوَانِ بِالضَّاحِكِ لٰكِنَّ الْمُصَنِّفَ لَمْ يَعْتَدَّ

Marfat.com

بِهٖ لَزِمَهٗ اَنَّهُ التَّعْرِيْفُ بِالْاَخْفٰى وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ اَصْلاً۔

ترجمہ:۔ یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جس کو متقدمین نے جائز رکھا ہے کیوانکہ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ ذاتی اعم کے ساتھ تعریف جائز ہے جیسے حیوان کے ساتھ انسان کی تعریف پس یہ تعریف حد ناقص ہوگی یہ تعریف عرض عام کے ساتھ جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ پس یہ تعریف رسم ناقص ہو جائگی بلکہ انھوں نے عرض کے ساتھ ہی تعریف کو جائز رکھا ہے جیسے ضاحك کے ساتھ حیوان کی تعریف لیکن مصنف نے اس کا اعتبار نہیں کیا یہ خیال کر کے وہ معرف سے زیادہ خفی کے ساتھ تعریف ہے جو بالکل جائز نہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں بتلانا چاہتے ہیں ایک تعریف کامل ہوتی ہے جس کی چار اقسام کا ذکر ماقبل میں گزرا اس میں معرف کا معرف سے مساوی ہونا ضروری تھا اور ایک دوسری تعریف ناقص ہوتی ہے اس تعریف کے دوسرے قسم میں معرف اگر معرف سے اعم ہو جائے تو پھر بھی یہ تعریف ناقص صحیح ہوتی ہے مثلا انسان کی تعریف حیوان (اعم) کے ساتھ کی جائے تو اس کو حد ناقص کہیں گے لیکن یہ حد ناقص تعریف ناقص کا قسم ہوگی تعریف کامل والا حد ناقص نہیں ایسے ہی انسان کی تعریف میں عرض عام کو ذکر کیا جائے جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ کی جائے تو اس کو رسم ناقص کہیں گے جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے ایسے ہی عرض عام اخص کے ساتھ بھی تعریف ناقص کی جا سکتی ہے حیوان کی تعریف ضاحک کے ساتھ یہ اعم کی تعریف اخص کے ساتھ ہے اس کو بھی رسم ناقص کہتے ہیں جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے مصنف نے اس تعریف بالعرض العام الاخص کو اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ تو تعریف حقیقی کو ذکر کر رہا ہے اور تعریف حقیقی اخص کے ساتھ نہیں ہو سکتی کیونکہ اخص یہ اخفی ہوتا ہے تعریف کیلئے معرف سے واضح ہونا ضروری ہے۔

قَوْلُهٗ۔ كَاللَّفْظِى اَىْ كَمَا اُجِيْزَ فِىْ تَعْرِيْفِ اللَّفْظِىْ اَنْ يَكُوْنَ اَعَمُّ قَوْلُهُ اَلسَّعْدَانَةُ نَبَتٌ۔

ترجمہ:۔ یعنی تعریف لفظی میں معرف سے تعریف عام ہونے کو جس طرح جائز رکھا گیا ہے مثلاً منطقیوں کا قول ہے کہ سعدانہ ایک گھاس ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف ناقص کو تعریف لفظی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔

تشریح:۔ تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ غیر مشہور لفظ کی تعریف مشہور لفظ کے ساتھ کی جائے اس تعریف لفظی میں

Marfat.com

معرف کا اعم ہونا بھی صحیح ہے جیسے السعدانة کی تعریف نبت کی جائے سعدانہ ایک خاص گھاس کا نام ہے اور نبت ایک عام گھاس کو کہتے ہیں نبت اعم ہے سعدان سے تشبیہ تعریف ناقص کو تعریف لفظی کے ساتھ اس طریقے سے دی کہ جیسے تعریف لفظی اعم کے ساتھ درست ہے ایسے ہی تعریف ناقص بھی لفظ اعم سے ہوسکتی ہے۔

قَوْلُهٗ۔ تَفْسِيْرُ مَدْلُوْلِ اللَّفْظِ اَیْ تَعْيِيْنُ مُسَمَّى اللَّفْظِ مِنْ بَيْنِ الْمَعَانِیْ الْمَحْزُوْنَةِ فِیْ الْخَاطِرِ فَلَيْسَ فِيْهِ تَحْصِيْلُ مَجْهُوْلٍ عَنْ مَعْلُوْمٍ كَمَا فِیْ الْمُعَرِّفِ الْحَقِيْقِیِّ فَافْهَمْ۔

ترجمہ:۔ تفسیر مدلول اللفظ یعنی لفظ کے جو معانی دل میں مجتمع ہیں ان میں کسی معنی کو معین کر لینا تفسیر ہے پس تعریف لفظی میں معلوم سے کسی مجہول کو حاصل کرنا نہیں ہے جیسا کہ معرف حقیقی میں معلوم سے مجہول کو حاصل کرنا ہے سو تم اس بات کو سمجھ لو۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف لفظی کا معنی بتانا ہے۔

تشریح:۔ تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ معرف کے بہت سارے معانی انسان کے دل میں موجود ہوں ان بہت سارے معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعین کر دینے کا نام تعریف لفظی ہے مثلاً سعدان کا معنی مثلاً گھاس بھی ہوسکتا تھا گائے بیل گھاس درخت بھی ہوسکتا تھا یہ معانی ایسے تھے جو کہ خزانہ دل میں موجود تھے نبت نے آ کر ایک معنی گھاس کو متعین کر دیا اور کوئی معنی مراد نہیں تعریف لفظی میں کوئی مجہول تصور حاصل نہیں ہوتا بخلاف تعریف حقیقی کے کہ اس میں مجہول تصور حاصل ہوتا ہے جیسے حیوان ناطق سے مجہول تصور (انسان) حاصل ہوگیا یہی تعریف لفظی اور ناقص کا فرق ہے

یہاں تک تصورات کی بحث ختم ہوتی ہے۔ اب آگے تصدیقات کو شروع کرتے ہیں۔

Marfat.com

فصل فی التصدیقات

متن: اَلْقَضِیَّةُ قَوْلٌ یَّحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ فَاِنْ کَانَ الْحُکْمُ فِیْهَا بِثُبُوْتِ شَیْءٍ لِشَیْءٍ اَوْنَفْیِهٖ عَنْهُ فَحَمْلِیَّةٌ مُوْجِبَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ وَیُسَمّٰی الْمَحْکُوْمُ عَلَیْهِ مَوْضُوْعًا وَالْمَحْکُوْمُ بِهٖ مَحْمُوْلًا وَالدَّالُ عَلَی النِّسْبَةِ رَابِطَةً وَقَدِ اسْتُعِیْرَلَهَا هُوَ وَاِلَّافَشَرْطِیَّةٌ وَیُسَمّٰی الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مُقَدَّمًا وَالثَّانِیْ تَالِیًا

ترجمہ متن:۔ یہ فصل تصدیقات میں ہے۔قضیہ وہ قول ہے جو سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے پس اگر اس میں ایک شئی کے دوسری شئی کے لیے ثبوت یا ایک شئی کی دوسری سے نفی کے ساتھ حکم ہو تو حملیہ ہے خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو اور محکوم کا نام رکھا جاتا ہے موضوع اور محکوم بہ کا محمول اور نسبت پر دلالت کرنے والے جز کا رابطہ اور اس رابطہ کے لیے ھو کو عاریۃ لیا گیا ہے ورنہ وہ شرطیہ ہے اور جز واول کا نام مقدم اور جز وثانی کا نام تالی رکھا جاتا ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ منطق میں اصل مقصود تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہوتی ہے قول شارح کی بحث ختم کرنے کے بعد اب حجت کی بحث کو شروع کیا۔ حجت کی تین قسمیں ہیں (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ان تینوں میں اصل قیاس ہے قیاس سمجھنا نقیض کی بحث پر موقوف ہے اور نقیض کی بحث کو سمجھنا عکس پر موقوف ہے اس لیے سب سے پہلے قضایا کی بحث شروع کی ہے۔قضیہ جملہ خبریہ کو کہتے ہیں جو صدق وکذب کا احتمال رکھے اگر اس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کے لیے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ہو تو اسکو قضیہ حملیہ کہتے ہیں اگر ثبوت ہو تو سالبہ کہتے ہیں۔قضیہ حملیہ کے محکوم علیہ کو موضوع اور محکوم بہ کو محمول کہتے ہیں موضوع اور محمول میں جو نسبت ہوتی ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں اور اس کے لیے منطقیوں نے ھو ضمیر کو عاریۃ لیا ہے اور اگر اس قضیہ میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کے لیے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا دوسری نسبت کے لیے ثبوت یا ایک نسبت کا سلب دوسری نسبت سے ہو تو اس کو شرطیہ کہتے ہیں شرطیہ کے پہلے جز کو مقدم اور جز ثانی کو تالی کہتے ہیں۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ: اَلْقَضِيَةُ قَوْلٌ: اَلْقَوْلُ فِیْ عُرْفِ هٰذَا الْفَنِّ يُقَالُ لِلْمُرَكَّبِ سَوَاءٌ كَانَ مُرَكَّبًا مَعْقُوْلًا اَوْ مَلْفُوْظًا فَالتَّعْرِيْفُ يَشْمَلُ الْقَضِيَةَ الْمَعْقُوْلَةَ وَالْمَلْفُوْظَةَ

ترجمہ:۔قول اس فن (منطق) کی عرف میں مرکب کو کہا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ مرکب معقول ہو یا ملفوظ تعریف شامل ہو جائے گی قضیہ معقول اور ملفوظ کو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض ایک سوال کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ماتن نے قضیہ کی تعریف یہ کی کہ وہ ایک قول ہے جو کہ صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے اور قول اس چیز کو کہتے ہیں جو منہ سے بولی جاتی ہے ماتن کی یہ تعریف قضیہ ملفوظ (جس کو منہ سے بولا جاتا ہے) پر تو سچی آتی ہے قضیہ معقولہ (جس کو ذہن میں سوچا جائے) پر سچی نہیں آتی تعریف ایسی کرنی چاہیے تھی جو قضیہ کی تمام اقسام پر سچی آتی۔

جواب:۔قول بمعنی مقول ہے اور مقول میں تو تعمیم ہے چاہے وہ معقولی ہے یا ملفوظی ہے اگر مقول معقولی ہوگا تو قضیہ معقولہ ہوگا اور اگر مقول ملفوظی ہوگا تو ملفوظہ ہوگا۔

فائدہ:۔تمام کائنات میں جو قضیہ ہوگا اس میں تین چیزیں ضروری ہوں گی (۱) خارجی جہان میں اس کا وجود ہوگا اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں (۲) اس خارجی جہان میں اس موجود قضیہ کو الفاظ سے تعبیر کیا جائے گا وہ الفاظ جن سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں (۳) وہ مفہوم جو اس قضیہ کا ذہن میں موجود ہو اس کا نام قضیہ ملفوظہ ہے۔مثلاً زید قائم یہ ایک قضیہ ہے اس میں ایک چیز تو یہ ہے کہ خارجی جہان میں زید کھڑا ہے اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں دوسرا اس میں وہ الفاظ ہیں جن سے ان کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں تیسرا زید قائم کا مفہوم جو کہ ذہن میں موجود ہے اس کا نام قضیہ معقولہ ہے۔

قَوْلُهٗ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ: اَلصِّدْقُ هُوَ الْمُطَابَقَةُ لِلْوَاقِعِ وَالْكَذِبُ هُوَ اللَّامُطَابَقَةُ لَهٗ وَهٰذَا الْمَعْنٰى لَا يَتَوَقَّفُ مَعْرِفَتُهٗ عَلٰى مَعْرِفَةِ الْخَبَرِ وَالْقَضِيَةِ فَلَا يَلْزَمُ الدَّوْرُ

ترجمہ:۔صدق وہ مطابق ہونا ہے واقع کے اور کذب وہ مطابق نہ ہونا ہے۔اور اس معنی کی معرفت خبر اور قضیہ کی معرفت پر موقوف نہیں ہے۔پس (یہاں) کوئی دور نہیں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک لفظ منطقی استعمال کرتے ہیں اس کا معنی سمجھنا ضروری ہے اور وہ لفظ دور ہے۔

دور کی تعریف:۔ توقف الشئی علی نفسہ آسان لفظوں میں یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معرف کو معرف میں ذکر کرنا۔معرف کا حصول تو معرف کے بعد ہوتا ہے لیکن جب معرف کا معرف میں ذکر کیا گیا شئی (تعرف) اپنے حصول سے بھی پہلے حاصل ہو رہا ئی گی اسی کا نام توقف الشئی علی نفسہ ہے۔

اعتراض:۔آپ۔نے خبر اور قضیہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے اور صدق کا معنی یہ کہ خبر واقع کے مطابق ہو معرف خبر کا لفظ ہے اور تعریف میں صدق کا معنی خبر کیا تو جو معرف تھی اس کا ذکر معرف میں آ گیا اور یہ دور ہے اور یہ منطقیوں کے نزدیک باطل ہے۔

جواب (۱):۔ہم صدق کا معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ واقع کے مطابق ہو کیا چیز واقعہ کے مطابق ہو اس کا نام ہم نہیں لیتے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خبر واقع کے مطابق ہو تو دور والا اعتراض لازم آتا ہے لیکن ہم تعریف میں خبر کا لفظ نہیں لاتے کیونکہ حقیقت میں خبر واقع کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ خبر میں جو حکم ہوتا ہے وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے۔

جواب (۲):۔خبر جو کہ معرف ہے وہ صفت متکلم کی ہے اور وہ بمعنی الاخبار کے ہے اور جو خبر کا لفظ تعریف میں ہے یہ صفت کلام کی ہے جو معرف ہے (یعنی اخبار متکلم) وہ معرف نہیں جو معرف ہے (خبر صفتہ الکلام وہ معرف (اخبار متکلم) نہیں لہذا اخذ المعرف فی المعرف یا دور کی خرابی لازم آتی ہے۔

قَوْلُهٗ مَوْضُوْعًا: لِاَنَّهٗ وُضِعَ وَعُيِّنَ لِيَحْكُمَ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔اس لیے کہ وہ وضع کیا گیا ہے اور معین کیا گیا ہے تا کہ اس پر حکم لگایا جائے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ بتانا ہے۔

تشریح:۔موضوع کا معنی ہے رکھا ہوا۔موضوع کو موضوع اس لیے کہتے ہیں۔کیونکہ اس کو رکھا گیا ہے، متعین کیا گیا ہے اس بات کے لیے کہ اس پر کوئی حکم لگایا جائے۔

فائدہ:۔موضوع کی وجہ تسمیہ میں یزدی نے وضع (رکھنا) اور عین (متعین کرنا) کے دو لفظ بولے ہیں حالانکہ وجہ تسمیہ بیان کرنے کے لیے صرف وضع کا لفظ کافی تھا اس میں یزدی نے اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ وضع سے قضیہ ملفوظہ کے موضوع

Marfat.com

کی وجہ تسمیہ بیان ہوتی ہے اور عین سے قضیہ معقولہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ، کیونکہ قضیہ معقولہ میں تو لفظ کو رکھا نہیں جاتا بلکہ وہاں لفظ کو موضوع کے لیے متعین کیا جاتا ہے

قَوْلُهٗ مَحْمُوْلًا : لِاَنَّهٗ اَمْرٌ جُعِلَ مَحْمُوْلًا لِمَوْضُوْعِهٖ

ترجمہ:۔اس لیے کہ وہ ایسا امر ہے جس کو محمول بنایا گیا ہے اس کے موضوع کیلئے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض محمول کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح: محمول کے معنی ہیں سچا کیا ہوا۔محمول کو بھی محمول اس کہتے ہیں کیونکہ اس کو موضوع پر سچا کیا جاتا ہے۔

قَوْلُهٗ وَالدَّالُ عَلَى النِّسْبَةِ: اَیِ اللَّفْظَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِی الْقَضِيَةِ الْمَلْفُوْظَةِ الَّتِیْ تَدُلُّ عَلَى النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ تُسَمّٰى رَابِطَةً تَسْمِيَةَ الدَّالِ بِاسْمِ الْمَدْلُوْلِ فَاِنَّ الرَّابِطَةَ حَقِيْقَةً هُوَ النِّسْبَةُ الْحُكْمِيَّةُ وَفِیْ قَوْلِهٖ وَالدَّالُ عَلَى النِّسْبَةِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ الرَّابِطَةَ اَدَاةٌ لِدَلَالَتِهَا عَلَى النِّسْبَةِ الَّتِیْ هُوَ مَعْنٰى حَرْفِیٌّ غَيْرُ مُسْتَقِلٍّ وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّابِطَةَ قَدْ تُذْكَرُ فِی الْقَضِيَةِ وَقَدْ تُحْذَفُ فَالْقَضِيَةُ عَلَى الْاَوَّلِ تُسَمّٰى ثَلَاثِيَّةً وَعَلَى الثَّانِیْ ثُنَائِيَّةً

ترجمہ:۔یعنی وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں مذکور ہوتا ہے وہ جو نسبت حکمیہ پر دلالت کرتا ہے اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے مثل نام رکھنے دال کے مدلول کے ساتھ۔پس بلاشبہ رابطہ حقیقت میں وہی نسبت حکمیہ ہے اور اس کے قول والدال علی النسبة میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رابطہ حرف ہے بوجہ دلالت کرنے اس کے ایسی نسبت پر جو کہ معنی حرفی غیر مستقل ہے۔اور جان لیجئے کہ رابطہ کبھی قضیہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اغراض شارح:۔اس قول کی چار اغراض ہیں (۱) والدال علی النسبة سے قضیہ کے ایک جز رابطہ کی تعریف کی ہے۔

(۲) تسمی رابطة تسمية الدال الخ سے رابطہ کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔

(۳) وفی قوله والدال علی النسبة الخ یہ بتارہے ہیں کہ یہ رابطہ اداۃ (حرف) ہوگا

(۴) واعلم ان الرابطه قد تذكر الخ سے یہ بتانا ہے کہ یہ رابطہ کبھی کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

اول غرض:۔قضیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان نسبت ہوکرتی ہے اس نسبت پر جو حرف دلالت کرتا ہے اس لفظ کو رابطہ

کہتے ہیں۔

دوسری غرض: رابطہ کی وجہ تسمیہ:۔ اصل میں رابطہ تو اس نسبت کا نام ہے جو کہ موضوع اور محمول کے درمیان ہے لفظ تو اس نسبت پر دلالت کرتا ہے اور وہ نسبت مدلول ہوتی ہے لیکن یہاں جو مدلول کا نام تھا وہ دال کا نام رکھ دیا اس کو تسمیۃ الدال باسم المدلول کہتے ہیں یہ مجاز مرسل چوبیس کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔

تیسری غرض:۔ یہ رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوگا کیونکہ وہ نسبت جس پر یہ رابطہ دلالت کرتا ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے اور غیر مستقل چیز پر جو لفظ دلالت کرتا ہے وہ بھی غیر مستقل ہے لہذا رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوگا۔

چوتھی غرض:۔ یہ رابطہ کبھی حذف کیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت قضیہ کے اجزا تین ہوتے ہیں (۱) موضوع (۲) محمول (۳) رابطہ اس وقت قضیہ کو ثلاثیہ کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ وَقَدِ اسْتُعِيْرَ لَهَا هُوَ : اِعْلَمْ اَنَّ الرَّابِطَةَ تَنْقَسِمُ اِلٰى زَمَانِيَّةٍ تَدُلُّ عَلٰى اِقْتِرَانِ النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِ زَمَانِيَّةٍ بِخِلَافِ ذٰلِكَ وَذَكَرَ الْفَارَابِيُّ اَنَّ الْحِكْمَةَ الْفَلْسَفِيَّةَ لَمَّا نُقِلَتْ مِنَ اللُّغَةِ الْيُوْنَانِيَّةِ اِلَى الْعَرَبِيَّةِ وُجِدَ الْقَوْمُ اَنَّ الرَّابِطَةَ الزَّمَانِيَّةَ فِىْ لُغَةِ الْعَرَبِ هِىَ اَفْعَالُ النَّاقِصَةِ وَلٰكِنْ لَمْ يَجِدُوْا فِىْ تِلْكَ اللُّغَةِ رَابِطَةً غَيْرَ زَمَانِيَّةٍ تَقُوْمُ مُقَامَ هَسْتٍ فِى الْفَارْسِيَّةِ وَاسْتَنَ فِى الْيُوْنَانِيَّةِ فَاسْتَعَارُوْا لِلرَّابِطَةِ الْغَيْرِ الزَّمَانِيَّةِ لَفْظَةَ هُوَ وَهِىَ وَنَحْوُهُمَا مَعَ كَوْنِهِمَا فِى الْاَصْلِ اَسْمَاءً لَا اَدَوَاتٌ فَهٰذَا مَااَشَارَ اِلَيْهِ الْمُصَنِّفُ بِقَوْلِهٖ وَقَدِ اسْتُعِيْرَ لَهَا هُوَ وَقَدْ يُذْكَرُ لِلرَّابِطَةِ الْغَيْرِ الرَّابِطَةِ اَسْمَاءٌ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْاَفْعَالِ النَّاقِصَةِ نَحْوُ كَائِنٌ وَمَوْجُوْدٌ فِىْ قَوْلِنَا زَيْدٌ كَائِنٌ قَائِمًا اَوْ اَمِيْرَسُ مَوْجُوْدٌ شَاعِرًا

ترجمہ:۔ تو جان لے کہ رابطہ تقسیم ہوتا ہے زمانیہ کی طرف جو کہ نسبت حکمیہ کے تین زمانوں میں سے کسی ایک ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرتا ہے اور (تقسیم ہوتا ہے) غیر زمانیہ کی طرف جو زمانیہ کے خلاف ہے۔ اور فارابی نے ذکر کیا ہے کہ حکمت فلسفیہ جب یونانی زبان سے عربی کی طرف نقل گئی تو قوم نے پایا کہ رابطہ زمانیہ عربی زبان میں وہ افعال ناقصہ ہیں لیکن انہوں

نے اس عربی زبان غیر زمانیہ کو نہ پایا جو فارسی زبان کے لفظ ''ہست'' اور یونانی زبان کے لفظ ''استن'' کے مقام ہو تو انہوں نے رابطہ غیر زمانیہ کے لیے لفظ ھو اور ھی اور کی مثل کو مستعار لیا باوجود یکہ یہ دونوں اسماء ہیں نہ کہ ادوات (حروف) پس یہی وہ بات ہے جس کی طرف مصنف نے اپنے قول وقد استعیر لھا ھو کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور رابطہ غیر زمانیہ کے لیے وہ اسماء ذکر کیے جاتی ہیں جو افعال سے مشتق ہیں جیسے کائن اور موجود ہمارے قول زید کائن قائما اور امیرس موجود شاعرا میں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعترض:۔ابھی ماقبل میں آپ نے بیان کیا ہے کہ رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوتا ہے زید ھو قائم یہ قضیہ ہے اس میں رابطہ ھو ہے اور یہ اداۃ نہیں بلکہ اسم ہے۔

جواب سے پہلے ایک فائدہ سمجھے۔

فائدہ:۔رابطہ کی دو قسمیں ہیں رابطہ زمانی اور رابطہ غیر زمانی۔

رابطہ زمانی:۔جو رابطہ کے ساتھ ساتھ زمانے پر بھی دلالت کرے جیسے زید کان قائما زید کھڑا ہے یہاں کان رابطہ بھی ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرنے والا بھی ہے

رابطہ غیر زمانیہ:۔اس کو کہتے ہیں جو کہ فقط رابطہ کا کام دے زمانے پر دلالت نہ کرے جیسے زید ھو قائم میں ھو رابطہ ہے لیکن کسی زمانے پر دلالت نہیں کرتا

جواب:۔اصل میں یہ علوم (منطق وفلسفہ وغیرہ) لغت یونانی میں تھے جب ان علوم کو لغت یونانی سے لغت عربی کی طرف نقل کیا گیا اس وقت عربی میں رابطہ زمانی کیلئے تو افعال ناقصہ کو پایا گیا اور ان کو رابطہ زمانیہ بنا دیا گیا لیکن رابطہ غیر زمانیہ کیلئے ان کا کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جو کہ لغت یونانی کے رابطہ غیر زمانیہ استن (بمعنی ہے) فارسی کے رابطہ غیر زمانیہ ہست کا عربی میں قائم مقام ہو اس لیے انہوں مجبور ہو کر ھو اور ھی ضمائر کو رابطہ غیر زمانیہ کیلئے عاریۃ لے لیا یہ ٹھیک ہے کہ ھو اور ھی یہ اسماء ہیں لیکن منطقیوں نے مجبور ہو کر ان کو رابطہ غیر زمانیہ کیلئے لے لیا ہے افعال ناقصہ کے اسماء مشتقہ کو بھی کبھی کبھی رابطہ غیر زمانیہ کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے زید کائن قائما ،امیرس موجود شاعرا کہا جاتا ہے لیکن مستقل طور پر غیر زمانیہ کیلئے ھو اور ھی کے علاوہ کوئی لفظ ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَاِلَّافَشَرْطِيَّةٌ :اَیْ وَاِنْ لَّمْ یَکُنِ الْحُکْمُ بِثُبُوْتِ شَیْءٍ لِشَیْءٍ اَوْنَفْیِهٖ عَنْهُ فَالْقَضِیَةُ شَرْطِیَّةٌ سَوَاءٌ کَانَ الْحُکْمُ فِیْهَا بِثُبُوْتِ نِسْبَةٍ عَلٰی تَقْدِیْرِ نِسْبَةٍ اُخْرٰی اَوْ نَفْیِ ذٰلِكَ الثُّبُوْتِ اَوْ بِالْمُنَافَاةِ بَیْنَ النِّسْبَتَیْنِ اَوْ سَلْبِ تِلْكَ الْمُنَافَاةِ فَالْاُوْلٰی شَرْطِیَّةٌ مُتَّصِلَةٌ وَالثَّانِیَةُ شَرْطِیَّةٌ مُنْفَصِلَةٌ وَاعْلَمْ اَنَّ حَصْرَ الْقَضِیَّةِ فِی الْحَمْلِیَّةِ وَالشَّرْطِیَّةِ عَلٰی مَا قَرَّرَهُ الْمُصَنِّفُ عَقْلِیٌّ دَائِرٌ بَیْنَ النَّفْیِ وَالْاَثْبَاتِ وَاَمَّا حَصْرُ الشَّرْطِیَّةِ فِی الْمُنْفَصِلَةِ فَاسْتِقْرَائِیٌّ

ترجمہ:۔یعنی اگر قضیہ میں ثبوت شئ لشئ یا نفی شئ عن الشئ کیساتھ حکم ہوتو وہ قضیہ شرطیہ ہے برابر ہے قضیہ میں حکم ایک نسبت کے ثبوت کے ساتھ ہو دوسری نسبت کی تقدیر پر یا ایسے ثبوت کی نفی کے ساتھ ہو یا حکم دو نسبتوں کے درمیان منافات کے ساتھ ہو یا ایسی منافات کے سلب کے ساتھ ہو پس قضیہ شرطیہ متصلہ اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہے اور جان لے کہ قضیہ کا حصر کرنا حملیہ اور شرطیہ میں مصنف کی تقریر پر حصر عقلی ہے جو نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہوتا ہے اور بہر حال شرطیہ کا حصر متصلہ اور منفصلہ میں پس وہ استقرائی ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ یہ الا استثنائیہ نہیں بلکہ یہ الا مرکبہ ہے نیز قضیہ شرطیہ کی تعریف اور اس کی اقسام کو ذکر کرنا ہے۔

تشریح:۔متن کی عبارت میں الا استثنائیہ نہیں بلکہ یہ الا مرکبہ ہے اصل عبارت یہ ہے کہ اگر ثبوت ایک شئ کا دوسری شئ کیلئے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو یا ایک نسبت کی نفی دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو تو اس کو منافات ثابت کیا جائے تو شرطیہ منفصلہ موجبہ اور اگر منافات کی نفی کی جائے تو منفصلہ سالبہ ہے۔

فائدہ:۔قضیہ کا دو حصوں میں تقسیم کرنا کہ قضیہ یا حملیہ ہوگا یا شرطیہ ہوگا یہ حصر عقلی ہے حصر عقلی اس کو کہتے ہیں کہ ان مذکورہ احتمالات کے علاوہ اور کوئی احتمال نہیں نکل سکتا اور قضیہ شرطیہ کی اقسام (متصلہ و منفصلہ) کا حصر استقرائی ہے عقلی نہیں استقرائی کا معنی یہ ہے کہ یہ حصر تتبع اور تلاش کر کے منطقیوں نے نکالا ہے ہوسکتا ہے کی کوئی اور قسم بھی نکل آئے کہ جس میں نہ اتصال حکم ہو اور نہ ہی انفصال حکم ہو۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ مُقَدَّمًا :لِتَقَدُّمِهٖ فِی الذِّکْرِ

ترجمہ:۔اس کے ذکر میں مقدم ہونے کی وجہ سے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کی پہلی جزو مقدم کی وجہ بتانا ہے۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ جزاول کو مقدم کہتی ہیں اسلئے کہ یہ ذکر میں پہلی ہوتا ہی یہ قضیہ شرطیہ ملفوظہ کی پہلی جزو کی وجہ تسمیہ ہی ایسی ہی قضیہ معقولہ میں الفاظ میں تو وہ نہیں لیکن تصور میں پہلی جزو کو مقدم کیا جائی گا ایسی ہی قضیہ معقولہ کی دوسری جزو (تالی) کو تصور میں مؤخر کیا جائیگا۔

قَوْلُهٗ تَالِیًا :لِتِلُوِهٖ عَنِ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ

ترجمہ:اس کی جزواول سے پیچھے آنے کی وجہ سے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کی دوسری جزو تالی کی وجہ تسمیہ بتانا ہے

تشریح:قضیہ شرطیہ کی دوسری کو جزو کو تالی کہتی ہیں کیونکہ یہ تلو سے نکلا ہے اس کی معنی پیچھے ہونے کے آتے ہیں اور تالی کو بھی تالی اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ذکر میں پیچھے ہوتا ہے۔

متن: وَالْمَوْضُوْعُ اِنْ کَانَ شَخْصًا مُعَیَّنًا سُمِّیَتِ الْقَضِیَّةُ شَخْصِیَّةً وَمَخْصُوْصَةً وَاِنْ کَانَ نَفْسُ الْحَقِیْقَةِ فَطَبْعِیَّةً وَاِلَّا فَاِنْ بُیِّنَ کَمِّیَّةُ اَفْرَادِهٖ کُلًّا اَوْ بَعْضًا فَمَحْصُوْرَةٌ کُلِّیَّةً اَوْ جُزْئِیَّةً وَمَا بِهِ الْبَیَانُ سُوْرٌ اِلَّا فَمُهْمَلَةٌ وَتَلَازُمُ الْجُزْئِیَّةِ

ترجمہ:۔اور موضوع اگر شخص معین ہوتو قضیہ کا شخصیہ اور مخصوصہ نام رکھا جاتا ہے اور اگر نفس حقیقت ہو پس طبعیہ ہے ورنہ پس اس کی افراد کی کمیت کو کلا یا بعضا بیان کیا جائے تو محصورہ کلیہ یا جزئیہ ہی اور وہ چیز جس کی ساتھ اس کا بیان ہو وہ سور ہے

ورنہ پس مہملہ ہے جزئیہ کیساتھ متلازم ہے۔

تشریح:۔اس کی تشریح شرح میں آجائے گی۔

قَوْلُهٗ وَالْمَوْضُوْعُ : هٰذَا تَقْسِيْمٌ لِلْقَضِيَةِ الْحَمْلِيَّةِ بِاِعْتِبَارِ الْمَوْضُوْعِ وَلِذَا لُوْحِظَ فِيْ تَسْمِيَّةِ الْاَقْسَامِ حَالَ الْمَوْضُوْعِ فَيُسَمّٰى مَا مَوْضُوْعُهٗ شَخْصٌ شَخْصِيَّةً وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ وَمُحَصَّلُ التَّقْسِيْمِ اَنَّ الْمَوْضُوْعَ اِمَّا جُزْئِيٌّ حَقِيْقِيٌّ كَقَوْلِنَا هٰذَا اِنْسَانٌ اَوْ كُلِّيٌّ وَعَلَى الثَّانِيْ فَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْحُكْمُ عَلٰى نَفْسِ حَقِيْقَةِ هٰذَا الْكُلِّيِ وَطَبْعِيَّتِهٖ مِنْ حَيْثُ هِيَ هِيَ اَوْ عَلٰى اَفْرَادِهٖ وَعَلَى الثَّانِيْ فَاِمَّا اَنْ يُّبَيَّنَ كَمِيَّةُ اَفْرَادِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِاَنْ يُّبَيَّنَ فِيْهَا اَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى كُلِّهَا اَوْ عَلٰى بَعْضِهَا اَوْ لَا يُبَيَّنُ ذٰلِكَ بَلْ يُهْمَلُ فَالْاَوَّلُ شَخْصِيَّةٌ وَالثَّانِيْ طَبْعِيَّةٌ وَالثَّالِثُ مَحْصُوْرَةٌ وَالرَّابِعُ مُهْمَلَةٌ

ثُمَّ الْمَحْصُوْرَةُ اِنْ بُيِّنَ فِيْهَا اَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى كُلِّ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ فَكُلِّيَّةٌ وَاِنْ بُيِّنَ اَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى بَعْضِ اَفْرَادِهٖ فَجُزْئِيَّةٌ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اِمَّا مُوْجِبَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ وَلَا بُدَّ فِيْ كُلٍّ مِنْ تِلْكَ الْمَحْصُوْرَاتِ الْاَرْبَعِ مِنْ اَمْرٍ يُبَيِّنُ كَمِيَّةُ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ يُسَمّٰى ذٰلِكَ الْاَمْرُ بِالسُّوْرِ اُخِذَ مِنْ سُوْرِ الْبَلَدِ اِذْ كَمَا اَنَّ سُوْرَ الْبَلَدِ مُحِيْطٌ بِهٖ كَذَالِكَ هٰذَا الْاَمْرُ مُحِيْطٌ بِمَا حُكِمَ عَلَيْهِ مِنْ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ فَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ هُوَ كُلٌّ وَلَامُ الْاِسْتِغْرَاقِ وَمَا يُفِيْدُ مَعْنَاهُمَا اَيِّ لُغَةٍ كَانَتْ وَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ بَعْضٌ وَوَاحِدٌ وَمَا يُفِيْدُ مَعْنَاهُمَا وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ لَا شَيْءَ وَلَا وَاحِدَ وَنَظَائِرُهُمَا وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ هُوَ لَيْسَ بَعْضُ وَبَعْضُ لَيْسَ وَلَيْسَ كُلٌّ وَمَا يُرَادِفُهَا

ترجمہ:۔یہ قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کی تقسیم ہے اور اسی وجہ سے اس کی اقسام کا نام رکھنے اور موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے پس اس قضیہ کا جس کا موضوع شخص ہو شخصیہ نام رکھا جاتا ہے اور باقی کو اسی پر قیاس کرلو اور تقسیم کا حاصل یہ کہ موضوع

Marfat.com

یا تو جزئی حقیقی ہوگا جیسے ہمارا قول ھذا انسان یا کلی ہوگا پس یا تو حکم اس کلی کی نفس حقیقت اور طبیعیت من حیث ھی ھی پر ہوگا یا اس کے افراد او دوسری صورت پر پس یا تو بیان کیا جائے گا محکوم علیہ کے افراد کی مقدار پر بایں طور کہ بیان کیا جائے گا کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر یہ بیان نہیں کیا جائے گا بلکہ مہمل چھوڑ دیا جائے گا پس پہلا قضیہ شخصیہ ہے اور دوسرا طبعیہ ہے اور تیسرا محصورہ ہے اور چوتھا مہملہ ہے۔

پھر محصورہ اگر اس میں بیان کیا جائے کہ حکم موضوع کے کل افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے اور اگر بیان کیا جائے کہ حکم بعض افراد پر ہے تو وہ جزئیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا اور ضروری ہے ان چار میں محصورات میں سے ہر ایک میں ایک ایسا امر جو موضوع کے افراد کے مقدار کو بیان کرے اس امر کا نام سور رکھا جاتا ہے اور وہ لیا گیا ہے سور البلد سے اس لیے کہ جیسے شہر کی دیوار احاطہ کرنے والی ہوتی ہے شہر کو اسی طرح یہ امر احاطہ کرنے کا ہوتا ہے موضوع کے ان افراد کو جن پر حکم لگایا ہے پس موجبہ کلیہ کا سور لفظ کل اور لام استغراق ہے اور وہ جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہو جس زبان سے بھی ہو اور موجبہ جزئیہ کا سور لفظ بعض اور واحد ہے اور جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور سالبہ کلیہ کا سور لا شئی اور لا واحد ہے اور جو لفظ ان کی مثل ہو اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض اور بعض لیس اور لیس کل ہے اور وہ لفظ جو ان کے ہم معنی ہو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں قضیہ کے باعتبار موضوع کی اقسام بیان کی گئی ہیں قضیہ کی ان اقسام کے نام اور معنی میں قضیہ کے موضوع کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً قضیہ کا موضوع اگر جزئی اور شخص معین ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ اور اگر نفس طبیعت ہو تو اس کو طبعیہ کہتے ہیں وغیرہ۔

باعتبار موضوع کے قضیہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) شخصیہ (۲) طبعیہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصور (۵) مہملہ

وجہ حصر: جو بھی قضیہ ہوگا اس کا موضوع کلی ہوگا یا جزی اگر موضوع جزئی ہے تو اس کو قضیہ شخصیہ کہیں گئے اور اگر موضوع کلی ہے تو پھر دیکھیں گے کہ حکم کلی کی طبعیت پر ہے یا افراد پر اگر حکم کلی کی طبعیت پر ہے اس کو قضیہ طبعیہ کہیں گئے جیسے الانسان نوع (اس میں نوع والا حکم انسان کی طبعیت پر ہے افراد انسانی پر نہیں) اور حکم افراد پر ہوگا تو پھر دیکھیں گے افراد کی تعداد بیان کی گی ہے یا نہیں اگر افراد کی تعداد بیان نہیں کی گی تو اس کو قضیہ مہملہ کہیں گئے جیسے الانسان حیوان اگر افراد کی تعداد بیان کی گئی ہو تو اس کو قضیہ محصورہ کہیں گئے پھر اگر حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا تو اس کو قضیہ محصورہ کہیں گئے جیسے کل انسان حیوان اور اگر حکم بعض افراد موضوع پر ہوگا تو اس کو قضیہ جزئیہ کہیں گئے جیسے بعض الانسان حیوان ان پانچوں قسموں میں

Marfat.com

سے ہر ایک موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا اس طرح یہ کل قسمیں موضوع کی اعتبار سے دس بن جائیں گی پانچ موجبات کی اور پانچ سوالب کی۔

ولا بد فی کل من تلك المحصورات الخ: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قضیہ محصورہ میں جو افراد کی تعداد بیان کی جائے ان افراد کی تعداد بیان کرنے کیلئے ضرور کوئی نہ کوئی لفظ ہوگا وہ لفظ جو افراد کی تعداد بیان کرے اس کو سور کہیں گے سور یہ سور البلد سے مشتق ہے سور البلد شہر کی اس دیوار کو کہا جاتا ہے جو پرانے زمانے میں شہر کے گرد حفاظت کیلئے بنائی جاتی تھی وہ دیوار تمام شہر کو گھیر لیتی تھی اسی طرح قضیہ کا جو سور ہوتا ہے یہ بھی اس حکم کو گھیر لیتا ہے جو حکم موضوع کے افراد پر لگایا جاتا ہے۔

محصورات اربعہ کے سور: (۱) موجبہ کلیہ کا سور کل اور لام استغراق کا ہے اور جو لفظ بھی ان سوروں کا ہم معنی ہو خواہ کسی بھی زبان کا لفظ ہو جیسے اردو زبان میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ ہر ہے (۲) سالبہ کلیہ کا سور لاشیء اور لا واحد ہے اور نکرہ تحت النفی بھی سالبہ کلیہ کا سور ہیں (۳) موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد کا لفظ ہے اور نکرہ جو اثبات میں واقع ہو (۴) سالبہ جزئیہ کا سور بعض لیس اور لیس بعض اور لیس کل ہے۔

قَوْلُهٗ وَتَلَازِمُ الْجُزْئِيَّةِ: اِعْلَمْ اَنَّ الْقَضَايَا الْمُعْتَبَرَةَ فِى الْعُلُوْمِ هِىَ الْمَحْصُوْرَاتُ الْاَرْبَعُ لَاغَيْرَ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُهْمَلَةَ وَالْجُزْئِيَّةَ مُتَلَازِمَانِ اِذْ كُلَّمَا صَدَقَ الْحُكْمُ عَلٰى اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ فِى الْجُمْلَةِ صَدَقَ عَلٰى بَعْضِ اَفْرَادِهٖ وَبِالْعَكْسِ فَالْمُهْمَلَةُ مُنْدَرِجَةٌ تَحْتَ الْجُزْئِيَّةِ وَالشَّخْصِيَّةُ لَا يُبْحَثُ عَنْهَا بِخُصُوْصِهَا لِاَنَّهٗ لَا كَمَالَ فِى مَعْرِفَةِ الْجُزْئِيَّاتِ لِتَغَيُّرِهَا وَعَدَمِ ثُبَاتِهَا بَلْ اِنَّمَا يُبْحَثُ عَنْهَا فِىْ ضِمْنِ الْمَحْصُوْرَاتِ الَّتِىْ يُحْكَمُ فِيْهَا عَلَى الْاَشْخَاصِ اِجْمَالًا وَالطَّبْعِيَّةُ لَايُبْحَثُ عَنْهَا فِى الْعُلُوْمِ اَصْلًا فَاِنَّ الطَّبَائِعَ الْكُلِّيَّةَ مِنْ حَيْثُ نَفْسِ مَفْهُوْمِهَا كَمَا هُوَ مَوْضُوْعُ الطَّبْعِيَّةِ لَامِنْ حَيْثُ تَحَقُّقِهَا فِىْ ضِمْنِ الْاَشْخَاصِ غَيْرِ مَوْجُوْدَةٍ فِى الْخَارِجِ فَلَا كَمَالَ فِىْ مَعْرِفَةِ اَحْوَالِهَا فَانْحَصَرَ الْقَضَايَا الْمُعْتَبَرَةُ فِى الْمَحْصُوْرَاتِ الْاَرْبَعِ

Marfat.com

ترجمہ:۔ جان لے کہ علوم میں معتبر قضیے یہی محصورات اربع ہیں نہ کے ان کے علاوہ اور یہ اس لیے کہ مہملہ اور جزئیہ ایک دوسرے کولازم ہیں اس لیے کہ جب حکم فی الجملہ موضوع کے افراد پر سچا آئے گا تو اس کے بعض افراد پر بھی سچا آئے گا اور ایسے ہی برعکس ہے پس مہملہ جزئیہ کے ماتحت داخل ہے اور شخصیہ سے نہیں بحث کی جاتی خصوصیت کے ساتھ کیونکہ بلاشبہ جزئیات کی معرفت میں کوئی کمال نہیں ان جزئیات کے تبدیل ہونے اور ثابت نہ رہنے کی وجہ سے بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ شخصیہ سے بحث کی جاتی ہے ان محصورات کے ضمن میں کہ جن میں اشخاص پر اجمالا حکم لگایا جاتا ہے اور قضیہ طبعیہ سے علوم میں بالکل بحث نہیں کی جاتی پس بلاشبہ طبائع کلیہ اپنی نفس مفہوم کی حیثیت سے ایسے ہیں جیسے وہ قضیہ طبعیہ کا موضوع ہیں بغیر اپنے تحقق کی حیثیت کے اشخاص کے ضمن میں خارج میں موجود نہیں پائے نہیں ہے کوئی کمال ان کے احوال کی معرفت میں پس منحصر ہوگئی معتبر قضیے محصورات اربع میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض اس سوال کا جواب دینا ہے کہ مناطقہ صرف محصورات اربع (موجبہ کلیہ سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ جزئیہ) سے ہی بحث کیوں کرتے ہیں باقی چھ اقسامِ قضایا سے کیوں بحث نہیں کرتے۔

تشریح:۔ محصورات اربع (موجبہ کلیہ سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ جزئیہ) سے مناطقہ اپنی کتابوں میں بحث کرتے ہیں ان کے علاوہ شخصیہ موجبہ اور شخصیہ سالبہ طبعیہ موجبہ اور سالبہ اور مہملہ موجبہ اور سالبہ ان چھ سے بحث نہیں کرتے یزدی نے ان کی وجہ بیان کی ہے کہ قضیہ مہملہ سے منطقی بحث اس لیے نہیں کرتے کیونکہ یہ جزئیہ محصورہ میں داخل ہے وہ اس طرح کہ جزئیہ محصورہ اور مہملہ ایک دوسرے کولازم ہیں جہاں مہملہ ہوگا وہاں جزئیہ محصورہ ضرور ہوگا اور جہاں جزئیہ محصورہ ہوگا وہاں مہملہ ہوگا مہملہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے افراد کی تعداد بتانا ضروری نہیں اور جزئیہ میں بھی حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب حکم فی الجملہ افراد پر ہوگا تو مہملہ ہوگا اور وہاں جزئیہ بھی ہوگا کیونکہ بعض پر بھی تو وہاں حکم لگ رہا ہے اس لیے مہملہ بھی پایا گیا کیونکہ مہملہ جزئیہ کولازم تھا اس لیے اس کو جزئیہ کے تحت داخل کیا اور اس کو اس لیے ذکر نہیں کیا اور قضیہ شخصیہ کو اس لیے ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم جزئی پر ہوتا ہے اور جزئی میں تغیر وتبدل آتا رہتا ہے اس لیے منطقی جزئیات سے بحث نہیں کرتے بلکہ کلیات سے بحث کرتے ہیں نیز قضیہ شخضیہ سے اس لیے مستقل علیحدہ بحث نہیں کرتے کیونکہ کلیہ کے ضمن میں اس سے طبعا بحث ہو جاتی ہے کیونکہ حکم تو کلیہ میں اشخاص پر ہی ہوتا ہے طبعیہ سے اس لیے بحث نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم تو کلی کی طبعیت پر ہوتا ہے منطقی تو خارجی جہان میں موجود چیزوں سے بحث کرتے ہیں اگر چہ کلی طبعی کا وجود ایک قول کے مطابق خارجی ہے لیکن وہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ افراد کے ضمن میں ہے۔

Marfat.com

متن :وَلَابُدَّ فِی الْمُوْجِبَةِ مِنْ وُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ اِمَّا مُحَقَّقًا فَهِیَ الْخَارِجِیَّةُ اَوْ مُقَدَّرًا فَالْحَقِیْقِیَّةُ اَوْ ذِهْنًا فَالذِّهْنِیَّةُ

ترجمہ متن:۔اور موجبہ میں وجود موضوع ضروری ہے یا محققا پس وہ خارجیہ ہے یا مقدرا پس وہ حقیقۃ ہے یا ذہنا پس وہ ذہنیہ ہے۔

قَوْلُهٗ وَلَا بُدَّ فِی الْمُوْجِبَةِ: اَیْ فِیْ صِدْقِهَا مِنْ وُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِی الْمُوْجِبَةِ ثُبُوْتُ شَیْءٍ لِشَیْءٍ وَثُبُوْتُ شَیْءٍ لِشَیْءٍ فَرْعُ ثُبُوْتِ الْمُثْبَتِ لَهٗ اَعْنِیْ الْمَوْضُوْعَ فَاِنَّمَا یَصْدُقُ هٰذَا الْحُكْمُ اِذَا كَانَ الْمَوْضُوْعُ مُحَقَّقًا مَوْجُوْدًا اِمَّا فِی الْخَارِجِ اِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لَهٗ هُنَاكَ اَوْ فِی الذِّهْنِ كَذَالِكَ

ثُمَّ الْقَضَایَا الْحَمْلِیَّةُ الْمُعْتَبَرَةُ بِاِعْتِبَارِ وُجُوْدِهَا مَوْضُوْعُهَا لَهَا ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِیْهَا اِمَّا عَلَی الْمَوْضُوْعِ الْمَوْجُوْدِ فِی الْخَارِجِ مُحَقَّقًا نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ بِمَعْنٰی كُلُّ اِنْسَانٍ مَوْجُوْدٌ فِی الْخَارِجِ حَیَوَانٌ فِی الْخَارِجِ اِمَّا عَلَی الْمَوْضُوْعِ الْمُوْجُوْدِ فِی الْخَارِجِ مُقَدَّرًا نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ بِمَعْنٰی اَنَّ كُلَّ مَا لَوْ وُجِدَ فِی الْخَارِجِ وَكَانَ اِنْسَانًا فَهُوَ عَلٰی تَقْدِیْرِ وُجُوْدِهٖ حَیَوَانٌ وَهٰذَا الْمَوْجُوْدُ الْمُقَدَّرُ اِنَّمَا اعْتَبَرُوْهُ فِی الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ لَا الْمُمْتَنِعَةِ كَاَفْرَادِ اللَّاشَیْءِ وَشَرِیْكِ الْبَارِیْ وَاِمَّا عَلَی الْمَوْضُوْعِ الْمَوْجُوْدِ فِی الذِّهْنِ كَقَوْلِكَ شَرِیْكُ الْبَارِیْ مُمْتَنِعٌ بِمَعْنٰی اَنَّ كُلَّ مَا لَوْ وُجِدَ فِی الْعَقْلِ وَیَقْرُضُهُ الْعَقْلُ شَرِیْكَ الْبَارِیْ فَهُوَ مَوْصُوْفٌ فِی الذِّهْنِ بِالْاِمْتِنَاعِ وَهٰذَا اِنَّمَا اعْتَبَرُوْهُ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَهَا اَفْرَادٌ مُمْكِنَةُ التَّحَقُّقِ فِی الْخَارِجِ

ترجمہ:۔یعنی قضیہ موجبہ کے سچے آنے میں موضوع کا وجود ضروری ہے اور یہ بات اس لیے ہے کہ قضیہ موجبہ میں حکم ایک شئ کا دوسری شئ کیلئے ثبوت ہوتا ہے اور ثبوت شئ لشئ فرع ہے ثبوت مثبت لہ (یعنی جس چیز کی لیے ثابت کیا جائے) کی مراد لیتا ہوں میں موضوع کو پس سوا اس کے نہیں لہ یہ حکم اس وقت سچا آئے گا جب موضوع خارج میں محقق ہو اگر حکم اس کے ثبوت کے مناتہ ہو وہاں (خارج میں) یا موضوع ذہن میں اسی طرح ہو۔

پھر وہ قضایا حملیہ جو معتبر ہیں اپنے وجود موضوع کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں کیونکہ حکم ان میں یا تو ایسے موضوع پر ہو گا جو خارج میں حقیقتا موجود ہو گا جیسے **کل انسان حیوان** اس معنی کی ہر انسان جو خارج میں موجود ہے وہ خارج حیوان ہے اور یہ حکم ایسے موضوع پر ہو گا جو خارج میں تقدیرا موجود ہے جیسے کل انسان حیوان اس معنی کے اعتبار سے کہ ہر ایک جو چیز خارج پائی جاتی ہو تو وہ انسان ہوتی پس وہ خارج میں موجود ہونے کی تقدیر پر حیوان ہے اور وجود مقدر کا اعتبار ان مناطقہ نے صرف افراد ممکنہ ہی کیا ہے نہ کہ افراد ممتنعہ میں مثل لاشئ اور شریک باری تعالی کے افراد کی اور یا حکم ایسے موضوع پر ہو گا جو ذہن میں موجود ہے جیسے تیرا قول **شریك الباری تعالی ممتنع** اس معنی کے ساتھ کہ ہر وہ شئ کہ اگر عقل میں پائی جائے اور عقل اس کو شریک باری تعالی فرض کر لے پس وہ موصوف ہے ذہن میں صفت امتناع کے ساتھ اور سوا اس کے نہیں کہ اس کا اعتبار کیا ہے انہون نے ان موضوعات میں جن کے ایسے افراد نہیں ہیں جن کا خارج میں پایا جانا ممکن ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے متن میں علامہ تفتازانیؒ نے ایک صابطہ بیان کیا ہے شارح اس کی وضاحت کرر ہے ہیں

تشریح:۔ متن میں علامہ تفتازانیؒ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ دنیا میں جو بھی قضیہ موجبہ ہو گا اس میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ قضیہ موجبہ میں محمول کو موضوع کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اور کسی شئ کا ثابت کرنا یہ فرع ہوتا ہی مثبت لہ (جس کی لیے ثابت کیا جائے) کے وجود کی یعنی پہلی مثبت لہ موجود ہوتا ہی پھر اس کیلئے کسی چیز کو ثابت کیا جاتا ہی یہاں بھی موضوع مثبت لہ ہے اور محمول کو اس کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اس لے موضوع کا موجود ہونا ضرروی ہے پھر موضوع کے موجود ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) موضوع خارجی جہان میں موجود ہو حقیقتہ اس کی لیے محمول کو ثابت کیا گیا ہو جیسے **کل انسان حیوان** یہاں انسان کے افراد **زید عمرو بکر** خارج میں حقیقتا موجود ہیں اور ان کے لیے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے جب موضوع خارج میں حقیقتا موجود ہو تو اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں

Marfat.com

(۲) دوسری صورت قضیہ کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ حقیقتا تو خارج میں موجود تو نہ ہو لیکن خارج میں موضوع کے وجود کو فرض کیا گیا ہو کیسے کل عنقاء طائر یہاں موضوع عنقاء حقیقتا خارج میں موجود نہیں لیکن اس کے وجود کو خارج میں فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد عنقاء کا اس خارجی جہان میں پایا گیا اور وہ عنقاء ہو تو طائر ہوگا اس کی دوسری مثال جو ماتن نے دی ہے وہ کل انسان حیوان ہے کہ یہاں حیوانیت کو انسان کے ان افراد کیلئے بھی ثابت کیا گیا ہے جو ابھی خارج میں موجود نہیں بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے ہیں ان مفروض الوجود (جنکا وجود فرض کیا گیا ہے) افراد کیلئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے جب موضوع کو خارج میں فرض کیا گیا ہو تو اس قضیہ حقیقۃ کہتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت موضوع کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ موضوع حقیقتا خارج میں نہ ہو اور نہ تقدیرا خارج میں ہو بلکہ ذہن میں فرض کیا گیا ہو جیسے شریک باری تعالی کا کوئی فرد نہ حقیقتا خارج میں موجود ہے اور نہ تقدیرا بلکہ ذہن میں اس کو فرض کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض عقل میں شریک الباری ہو تو امتناع والا حکم اس کیلئے ثابت ہوگا خارج میں یہ نہ تو حقیقتا موجود ہے اور نہ تقدیرا یہ تقسیم تینوں قسموں کی طرف قضیہ کی باعتبار وجود موضوع کی ہے۔

فائدہ:۔ کیونکہ خارج اخص مطلق ہے اور ذہن اعم مطلق ہے اس قول کے تحت جو چیز بھی خارج میں ہوگی وہ ذہن میں ہوگی اور جو ذہن میں ہو ضروری نہیں کہ وہ خارج میں بھی ہو جیسے شریک الباری کو ذہن میں فرض کرلو لیکن یہ خارج میں تو نہیں ہے۔

المتن: وَقَدْ يُجْعَلُ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءًا مِنْ جُزْءٍ فَيُسَمّٰى مَعْدُوْلَةً وَإِلَّا فَمُحَصَّلَةً

ترجمہ متن:۔ اور کبھی حرف سلب کو اس کی دو جزؤں میں سے کسی ایک کا جز بنا دیا جاتا ہی پس اس کا نام معدلہ رکھا جاتا ہے ورنہ پس وہ محصولہ ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ اس عبارت سے علامہ تفتازانیؒ قضیہ کی ایک دوسری تقسیم باعتبار حرف سلب کی ذکر کر رہے ہیں حرف سلب لا اور لیس اور ہر وہ حرف ہے جس کے معنی میں حرف نفی موجود ہو جیسی لن اور لم وغیرہ مزید تشریح شرح میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ حَرْفُ السَّلْبِ : كَلَّا وَ لَيْسَ وَغَيْرَ هُمَا مِمَّا يُشَارِ كُهُمَا فِيْ مَعْنَى السَّلْبِ

ترجمہ:۔حرف سلب جیسے لا اور لیس اوران دونوں کے علاوہ جوان کے ساتھ معنی سلب میں شریک ہوں۔

قَوْلُهٗ مِنْ جُزْءٍ:اَیْ مِنَ الْمُوْضُوْعِ فَقَطْ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ كِلَيْهِمَا فَالْقَضِيَةُعَلَى الْاَوَّلِ تُسَمّٰى مَعْدُوْلَةُ الْمَوْضُوْعِ وَعَلَى الثَّانِيْ مَعْدُوْلَةُالْمَحْمُوْلِ وَ عَلَى الثَّالِثِ مَعْدُوْلَةُالطَّرْفَيْنِ

ترجمہ:۔یعنی صرف موضوع کا جز ویا صرف محمول کا جزو یا دونوں کا جزو پس قضیہ اول صورت پر نام رکھا جاتا ہے معدولۃ الموضوع اور دوسری صورت پرنام رکھا جاتا ہے معدولۃ المحمول اور تیسری صورت پر معدولۃ الطرفین

غرض شارح:۔اس قول غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں قضیہ کی باعتبار حرف سلب کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

قضیے کی دو جزئیں ہوتی ہیں موضوع اور محمول کبھی حرف سلب کو موضوع یا محمول یا دونوں کا جزو بنا دیتے ہیں جس قضیے میں حرف سلب جزو بنا ہوتا ہے اس کو معدولۃ کہتے ہیں وجہ تسمیہ دوسرے قولہ میں آرہی ہے پھر اگر موضوع کا جزو بنائیں جیسے الاحی جماد اس کو قضیہ معدولۃ الموضوع کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو محمول کا جزو بنائیں جیسے الحی لا جماد اس کو قضیہ معدولۃ المحمول کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو موضوع اور محمول دونوں کا جزو بنائیں جیسے الـلاحـی لاجـمـاد اس کو قضیہ معدولۃ الطرفین کہتے ہیں

ضابطہ:۔قضیہ میں ایک حرف سلب ہو یا دو ہوں اگر وہ موضوع یا محمول کا جزو بنے ہوئے ہوں تو وہ قضیہ موجبہ ہوتا ہے جب حرف سلب موضوع یا محمول کا جزو بن جاتا ہے اس وقت اس کا نفی والا معنی ختم ہو جاتا ہے

قَوْلُهٗ مَعْدُوْلَةٌ:لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ مَوْضُوْعٌ لِسَلْبِ النِّسْبَةِفَاِذَا اسْتُعْمِلَ لَافِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى كَانَ مَعْدُوْلًا عَنْ مَعْنَاهُ الْاَصْلِيْ فَسُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ الَّتِيْ هٰذَا الْحَرْفُ جُزْءٌ مِنْ جُزْئِهَا مَعْدُوْلَةً تَسْمِيَةً لِلْكُلِّ بِاِسْمِ الْجُزْءِ وَالْقَضِيَةُ الَّتِيْ لَا يَكُوْنُ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءًا مِنْ طَرْفَيْهَا تُسَمّٰى مُحَصَّلَةً

Marfat.com

ترجمہ:۔اس لیے کہ حرف سلب وضع کیا گیا ہے نسبت کی نفی کے لیے پس جب اس معنی کے علاوہ میں استعمال ہوگا تو معدول ہوگا اپنے معنی اصلی سے پس جب نام رکھا جائے گا اس قضیہ کا کہ یہ حرف اس کے ایک جزو کا جزو ہے معدولہ مثل نام رکھنے کا کل کے جزو کے نام کے ساتھ اور وہ قضیہ جس میں حرف سلب اس کی دو طرفوں میں سے کسی کی جزو نہ ہو اس (قضیہ) کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ معدولہ کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔حرف سلب کی اصل وضع تو اس لیے کی گئی ہے تا کہ یہ محمول کی موضوع سے نفی کرے جب یہ معنی حرف سلب کا اس کے جزو بننے کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت اس حرف سلب کو معدول کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنے معنی سے پھر جاتا ہے اصل میں معدول اسی حرف سلب کو کہتے ہیں جو کہ قضیہ کی جزو ہوتا ہے پھر مجازا اس قضیے کو جس میں حرف سلب جزو بنا ہوا ہوتا ہے معدولہ کہ دیتے ہیں یہ مجاز مرسل کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہوتا ہے اس کو تسمیۃ الکل باسم الجزء کہتے ہیں اگر قضیہ میں حرف سلب نہ ہو جیسے زید قائم یا تو ہو سہی لیکن جزو نہ بنا ہو تو اس قضیے کو محصلہ کہتے ہیں چاہے وہ موجبہ یا سالبہ ہو بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر موجبہ ہو تو اس کو محصلہ اور اگر سالبہ ہو تو اس کو بسیطہ کہتے ہیں اس لیے کہ بسیط کے معنی مفرد کے ہیں اور اس میں بھی حرف سلب ایک ہی ہوتا ہے۔

متن: وَقَدْ يُصَرَّحُ بِكَيْفِيَّةِ النِّسْبَةِ فَهُوَ جَهَةٌ وَمَابِهِ الْبَيَانُ جِهَةٌ وَإِلَّا فَمُطْلَقَةٌ فَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيهَا بِضَرُورَةِ النِّسْبَةِ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ مَوْجُودَةً فَضَرُورِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ اَوْ مَا دَامَ وَصْفُهُ فَمَشْرُوطَةٌ عَامَّةٌ اَوْ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ فَوَقْتِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ اَوْ غَيْرَ مُعَيَّنٍ فَمُنْتَشِرَةٌ مُطْلَقَةٌ اَوْ بِدَوَامِهَا مَادَامَ الذَّاتُ فَدَائِمَةٌ مُطْلَقَةٌ اَوْ مَا دَامَ الْوَصْفُ

فَحُرُفِيَّةٌ عَامَّةٌ اَوْ بِوُقُوْعِيَّتِهَا فَمُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ اَوْ بِعَدَمِ ضَرُوْرَةِ خِلَافِهَا فَمُمْكِنَةٌ عَامَّةٌ فَهٰذِهٖ بَسَائِطُ

ترجمہ:۔ اور کبھی نسبت کی کیفیت کی تصریح کردی جاتی ہے پس اس کا نام موجہہ ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ کیفیت کو بیان کیا جائے وہ جہت ہے ورنہ پس مطلقہ ہے پس اگر حکم اس میں نسبت کے ضروری ہونے کا ہو ذات موضوع کی موجودگی تک تو وہ ضروریہ مطلقہ ہے یا وصف موضوع کی موجودگی تک تو وہ مشروطہ عامہ ہے یا وقت معین میں ہو تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے یا وقت غیر معین میں تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے یا قضیہ میں حکم دوام نسبت کا ہو ذات کے دوام تک تو وہ دائمہ مطلقہ ہے یا دوام وصف تک تو وہ عرفیہ عامہ ہے یا اس قضیہ میں حکم فعلیت نسبت کا ہو تو مطلقہ عامہ ہے یا جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہو تو وہ ممکنہ عامہ ہے پس یہ بسائط ہیں۔

تشریح:۔ اس کی مکمل تشریح شرح میں آرہی ہے۔

قَوْلُهٗ بِكَيْفِيَّةِ النِّسْبَةِ :نِسْبَةُ الْمَحْمُوْلِ اِلَى الْمَوْضُوْعِ سَوَاءٌ كَانَتْ اِيْجَابِيَّةً اَوْ سَلْبِيَّةً تَكُوْنُ لَا مَحَالَةَ مُكَيَّفَةً فِىْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَالْوَاقِعُ بِكَيْفِيَّةٍ مِثْلُ الضَّرُوْرَةِ اَوْ الدَّوَامِ اَوِ الْاِمْكَانِ اَوِ الْاِمْتِنَاعِ وَ غَيْرِ ذَالِكَ فَتِلْكَ الْكَيْفِيَّةُ الْوَاقِعَةُ فِىْ نَفْسِ الْاَمْرِ تُسَمّٰى مَادَّةَ الْقَضِيَّةِ ثُمَّ قَدْ يُصَرَّحُ فِى الْقَضِيَّةِ بِاَنَّ تِلْكَ النِّسْبَةَ مُكَيَّفَةٌ فِىْ نَفْسِ الْاَمْرِ بِكَيْفِيَّةٍ كَذَا فَالْقَضِيَّةُ حِيْنَئِذٍ تُسَمّٰى مُوَجَّهَةً وَقَدْ لَا يُصَرَّحُ بِذَالِكَ فَتُسَمّٰى الْقَضِيَّةُ مُطْلَقَةً وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا فِى الْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوْظَةِ وَالصُّوْرَةُ الْعَقْلِيَّةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهَا فِى الْقَضِيَّةِ الْمَعْقُوْلَةِ تُسَمّٰى جِهَةَ الْقَضِيَّةِ فَاِنْ طَابَقَتِ الْجِهَةُ الْمَادَّةَ صَدَقَتِ الْقَضِيَّةُ كَقَوْلِنَا الْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ بِالضَّرُوْرَةِ وَاِلَّا كَذِبَتْ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَجَرٌ بِالضَّرُوْرَةِ

ترجمہ:۔ یعنی (نسبت سے مراد) محمول کی نسبت موضوع کی طرف برابر ہے کہ وہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی یقیناً وہ مکیف ہوگئی

Marfat.com

واقع اور نفس الامر میں کسی کیفیت کے ساتھ جیسے کیفیت ضرورۃ یا کیفیت داوم یا کیفیت امکان کی کیفیت امتناع کی ان کے علاوہ پس یہی کیفیت جو نفس الامر میں واقع ہے اس کا نام مادہ قضیہ رکھا جاتا ہے پھر قضیہ میں کبھی اس بات کی تصریح کر دی جاتی ہے کہ وہ نسبت نفس الامر میں فلاں کیفیت کے ساتھ مکیف ہے پس قضیہ کا اس وقت موجہہ نام رکھا جاتا ہے اور کبھی اس بات کی تصریح نہیں کی جاتی تو قضیہ کا نام مطلقہ رکھا جاتا ہے اور جو لفظ اس کیفیت پر دال ہو قضیہ ملفوظہ میں اور جو صورت عقلیہ دال ہو اس کیفیت پر قضیہ معقولہ میں اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے پس اگر جہت مادے کے مطابق ہے تو قضیہ صادق ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان بالضرورۃ ورنہ قضیہ جھوٹا ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حجر بالضرورۃ۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ جن قضایا میں جہت مذکور ہو ان کو موجہہ کہتے ہیں ان موجہات کو آسانی سے سمجھنے کیلئے پہلے چند فوائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ (۱):۔ تمام قضایا میں چار احتمالوں میں سے کوئی ایک احتمال ضرور پایا جاتا ہے اور ان احتمالوں کو کیفیات کہتے ہیں۔

(۱) اس قضیہ میں ایک شے کا ثبوت دوسری شے کیلئے یا ایک شے کی نفی دوسری شی سے ضروری ہوگی جیسے الانسان حیوان بالضرورۃ میں حیوانیت کا ثبوت انسان کیلئے ضروری ہے اور لا شیٔ من الفرس بحجر بالضرورۃ میں حجریت کی فرس سے نفی ضروری ہے۔

(۲) ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی جیسے کل فلک متحرک بالدوام اس میں تحرک، فلک کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ثابت ہو رہا ہے اور لا شیٔ من الفلک بساکن بالدوام میں سکون کی فلک سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نفی ہو رہی ہے۔

(۳) ایک شے کا ثبوت دوسری شے کیلئے یا ایک شے کی نفی دوسری شے سے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں ہوگی جیسے الانسان ضاحک بالفعل اس میں ضحک کو انسان کیلئے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور لا شیٔ من الانسا بضاحک بالفعل میں ضحک کی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں انسان سے نفی کیا جا رہی ہے۔

(۴) ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے ممکن ہوگی جیسے الانسان کاتب بالامکان اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے۔ اور الانسان لیس بکاتب میں بتایا جا رہا ہے کہ انسان کا کاتب نہ ہونا بھی ممکن ہے۔

Marfat.com

ان چار کیفیات میں سے پہلی کو بالضرورۃ، دوسری کو بالدوام، تیسری کو بالفعل اور چوتھی کو بالامکان کے الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

(۵) ایک اور احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شے کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شے کی نفی دوسری شے سے ممتنع ہو لیکن یہ محض عقلی احتمال ہے اس میں چونکہ امتناع کا حکم ہے اس لئے اس سے بحث نہیں ہوتی۔

ہر قضیہ میں ان چار میں سے کوئی نہ کوئی احتمال ضرور ہوتا ہے لیکن کبھی اس کو لفظوں میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے۔ اگر قضیہ میں ان کو ذکر کیا جائے تو جس لفظ کو ان کیفیات میں سے کسی ایک کو بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے اس کو جہت قضیہ کہتے ہیں اور اس قضیے کو (جس میں ان چار جہات میں سے کسی ایک جہت کو ذکر کیا جاتا ہے) اس کو قضیہ موجہہ کہتے ہیں اور اس کو رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) موضوع (۲) محمول (۳) حرف رابطہ (۴) جہت۔ اگر ان کیفیات میں سے کسی کیفیت کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کو قضیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

سوال:۔ اگر قضیہ کو چار چیزوں کی وجہ سے قضیہ رباعیہ کہتے ہیں تو پھر قضیہ محصورہ کو بھی رباعیہ کہنا چاہیے کیونکہ اس میں بھی چوتھی چیز سور پائی جاتی ہے پھر اس کو رباعیہ کیوں نہیں کہتے؟ **جواب:**۔ جہت قضیہ کے ساتھ ہمیشہ لازم ہوتی ہے اس کو ذکر کیا جائے یا نہ، بہر حال وہ مراد ہوتی ہے اور سور بعض قضایا کے ساتھ نہیں ہوتا جیسے شخصیہ، مہملہ اور طبعیہ وغیرہ اس لئے سور کو چوتھی چیز شمار کر کے قضیہ کو رباعیہ نہیں کہہ سکتے۔

سوال:۔ آپ نے کہا جہت لازم ہوتی ہے حالانکہ قضیہ مطلقہ میں تو جہت نہیں ہوتی؟

جواب:۔ قضیہ مطلقہ میں جہت کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

فائدہ (۲):۔ پھر اس قضیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں (۱) بسیطہ (۲) مرکبہ۔

بسیطہ:۔ بسیطہ وہ ہے جس میں ایک قضیہ موجہہ ہو۔ **مرکبہ:**۔ وہ ہے جس میں دو قضیے موجہہ ہوں۔

تشریح عبارت:۔ شرح کی عبارت اور مذکورہ بالا فوائد کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات میں جو بھی قضیہ ہوگا اس میں جو نسبت ایجابی یا سلبی ہوگئی وہ چار صفتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ موصوف ہوگئی (۱) ضرورۃ (۲) دوام (۳) فعلیت (۴) امکان (اگرچہ پانچویں عقلی احتمال امتناع والا بھی ہے لیکن چونکہ اس کا خارج میں وجود نہیں ہوسکتا اس لیے اس کا اعتبار نہیں) خارجی جہاں میں جب اس نسبت کا ثبوت یا سلب ضروری ہو تو اس کو مادہ قضیہ کہتے ہیں جیسا کہ کل انسان حیوان بالضرورۃ

Marfat.com

یہاں انسان کے لیے جہاں ں خارجی میں حیوان ہونا ضروری ہے جب اس خارجی جہاں کی اس کیفیت کو کسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو اس لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جیسے انسان کے لیے حیوانیت کا ثبوت ضروری تھا تو ہم نے اس ضرورت کو لفظ بالضرورۃ کے ساتھ تعبیر کیا اور کل انسان حیوان بالضرورۃ کہا اس میں ضرورت کے لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جبکہ یہ قضیہ ملفوظہ ہو اور جب اسی قضیہ کل انسان حیوان بالضرورۃ کا تصور ذہن میں کیا جائے تو وہ صورت جو اس قضیے میں دال ہوگی اس صورت عقلی کو قضیہ معقولہ کی جہت کہیں گئے اور جس قضیہ میں جہات مذکور ہوتی ہیں اس قضیہ کو موجہہ اور رباعیہ کہتے ہیں موجہہ تو اس لیے کہ جہت مذکور ہے اور رباعیہ اس لیے کہ اب قضیہ کے اجزاء چار ہو گئے (۱) موضوع (۲) محمول (۳) نسبت (۴) جہت اگر یہ کیفیت جس کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے نفس الامری (خارجی جہاں) میں مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو اس قضیہ کو صادق کہیں گئے جیسے کل انسان حیوان بالضروۃ اور اگر نفس الامر کے خلاف ہو تو اس کو قضیہ کاذبہ کہتے ہیں جیسے کل انسان حجر بالضرورۃ

قَوْلُهٗ : فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ النِّسْبَةِ الخ: قَدْ يَكُوْنُ الْحُكْمُ فِى الْقَضِيَّةِ الْمُوَجَّهَةِ بِاَنَّ النِّسْبَةَ الثُّبُوْتِيَّةَ اَوِ السَّلْبِيَّةَ ضَرُوْرِيَّةٌ اَىْ مُمْتَنِعَةُ الْاِنْفِكَاكِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰى اَحَدِ اَرْبَعَةِ اَوْجُهٍ الْاَوَّلُ اَنَّهَا ضَرُوْرِيَّةٌ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَلَاشَىْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ بِالضَّرُوْرَةِ فَيُسَمّٰى الْقَضِيَّةُ حِيْنَئِذٍ ضَرُوْرِيَّةً مُطْلَقَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الضَّرُوْرَةِ وَعَدَمِ تَقْيِيْدِ الضَّرُوْرَةِ بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ اَوِ الْوَقْتِ الثَّانِىْ اَنَّهَا ضَرُوْرِيَّةٌ مَادَامَ الْوَصْفُ الْعُنْوَانِىْ ثَابِتًا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ نَحْوُ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا وَلَا شَىْءَ مِنْهُ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا فَتُسَمّٰى ح مَشْرُوْطَةً عَامَّةً لِاشْتِرَاطِ الضَّرُوْرَةِ بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ وَلِكَوْنِ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ اَعَمَّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ كَمَا سَتُجِىْءُ الثَّالِثُ اَنَّهَا ضَرُوْرِيَّةٌ فِىْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ نَحْوُ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ وَلَا شَىْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ فَتُسَمّٰى ح وَقْتِيَّةً مُطْلَقَةً لِتَقْيِيْدِ الضَّرُوْرَةِ بِالْوَقْتِ وَعَدَمِ التَّقْيِيْدِ الْقَضِيَّةِ بِاللَّادَوَامِ

Marfat.com

الرَّابِعُ اَنَّهَا ضَرُوْرِيَّةٌ فِیْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتًا مَا وَلَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتًا مَافَتُسَمّٰی مُنْتَشِرَةً مُطْلَقَةً لِكَوْنِ وَقْتِ الضَّرُوْرَةِ فِيْهَا مُنْتَشِرَةً اَیْ غَيْرَ مُعَيَّنٍ وَعَدَمِ تَقْيِيْدِ الْقَضِيَّةِ بِاللَّادَوَامِ

ترجمہ:۔ یعنی کبھی قضیہ موجہہ میں حکم ہوتا ہے بایں طور کہ نسبت ثبوتیہ یا سلبیہ ضروری ہے یعنی محمول کا انفکاک موضوع سے ممتنع ہے یہ چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر ہوگا پہلی صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ الخ پس اس وقت قضیے کا نام ضروریہ مطلقہ ہے اس قضیے کے ضرورت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور ضرورت کے وصف عنوانی یا وقت کے ساتھ مقید نہ ہونے کی وجہ سے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک وصف عنوانی ذات موضوع کیلئے ثابت ہے جیسے کل کاتب متحرك الخ پس اس وقت قضیے کا نام مشروطہ عامہ رکھا جاتا ہے ضرورت کے وصف عنوانی کے ساتھ مشروطہ ہونے کی وجہ سے اور قضیہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہونے کی وجہے سے جیسا کہ عنقریب آئے گا تیسری صورت یہ ہے کہ نسبت وقت معین میں ضرروی ہے جیسے کل قمر منخسف الخ پس اس وقت قضیہ کا نام وقتیہ مطلقہ رکھا جاتا ہے ضرورت کو وقت کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے چوتھی صورت یہ ہے کہ نسبت ضرروی ہے اوقات میں سے کسی وقت میں جیسے ہمارا قول کل انسان متنفس الخ پس اس وقت قضیہ کا نام منتشرہ مطلقہ رکھا جاتا ہے وقت ضرروت کے اس میں منتشر یعنی غیر معین ہونے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کی قید سے مقید نہ کرنے کی وجہ سے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ سابقہ قولہ میں گزر چکا ہے کہ جہت چار قسم کی ہوتی ہے اس قول میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کیفیت کی پہلی قسم ضرروت چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) ضرورت کی پہلی قسم:۔ یہ کہ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کے لیے ضرروی ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو موجبہ کی مثال جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ اس میں حیوانیت کا ثبوت ہے انسان کے لیے جب تک کہ انسان کے افراد یعنی ذات موضوع موجود ہو سالبہ کی مثال جیسے لا شئی من الحجر بانسان بالضرورۃ اس کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں اور ضرورت ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

وجہ تسمیہ ضروریہ مطلقہ:۔ اس کو ضروریہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں جہت ضرورت کی ہوتی ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وصف عنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ مطلق ہوتا ہے۔

(۲) ضرورت کی دوسری قسم:۔ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کے لیے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو وصف عنوانی اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے ذات موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کل کاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا بالدوام اس میں تحرک اصابع کا ثبوت ذات کاتب کے لیے اس وقت تک ہے جب وہ کتابت والی وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو اس قضیہ کو مشروطہ عامہ کہتے ہیں اور دوام ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ مشروطہ عامہ:۔ اس کو مشروطہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں وصف عنوانی کی شرط ہوتی ہے اور عامہ اس لیے کہ یہ مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ سے اعم ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ مرکبات میں آئے گا۔

(۳) ضرورت کی تیسری قسم:۔ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کے لیے ضروری ہو ایک وقت معین میں جیسے کل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه و بين الشمس (ہر چاند کو گرہن لگنے والا ہے بوقت حائل ہونے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان) اس میں انخساف کو قمر کے لیے ثابت کیا گیا مگر ایک معین وقت میں یعنی جب زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو اس کو وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ وقتیہ مطلقہ:۔ اس کو وقتیہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم ایک وقت معین میں ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لا دوام یا لاضرورۃ کی قید نہیں ہوتی جو کہ مرکبہ یعنی وقتیہ وغیرہ میں ہوا کرتی ہے۔

(۴) ضرورت کی چوتھی قسم:۔ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کے لیے ضروری ہو کسی وقت غیر معین میں لیکن وہ وقت غیر معین کسی ایک زمانے کا ہو خواہ حال کا ہو یا مستقبل کا ہو یا ماضی کا جیسے كل انسان متنفس بالضرورة وقتاما (ہر انسان سانس لینے والا ہے کسی نہ کسی وقت میں) اس میں تنفس کو انسان کے لیے ثابت کیا گیا ہے کسی غیر معین وقت میں لیکن کسی ایک زمانے میں اس کو منتشرہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ منتشرہ مطلقہ:۔ اس میں ضرورت کا وقت منتشرہ (غیر معین) ہوتا ہے اس لیے اس کو منتشرہ کہتے ہیں اور یہ لا دوام یا لاضرورۃ کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اس لیے اس کو مطلقہ کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ فَدَائِمَةٌ مُطْلَقَةٌ: وَالْفَرْقُ بَيْنَ الضَّرُوْرَةِ وَالدَّوَامِ اَنَّ الضَّرُوْرَةَهِيَ اسْتِحَالَةُاِنْفِكَاكِ شَيْءٍ عَنْ شَيْءٍ وَالدَّوَامُ عَدَمُ اِنْفِكَاكِهٖ عَنْهُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مُسْتَحِيْلًا كَدَوَامِ الْحَرَكَةِ لِلْفَلَكِ ثُمَّ الدَّوَامُ اَعْنِىْ عَدَمَ اِنْفِكَاكِ النِّسْبَةِالْاِيْجَابِيَّةِاَوِ السَّلْبِيَّةِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ اِمَّا ذَاتِيٌّ اَوْ وَصْفِيٌّ فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِى الْمُوَجَّهَةِبِالدَّوَامِ الذَّاتِى اَىْ بِعَدَمِ اِنْفِكَاكِ النِّسْبَةِعَنِ الْمَوْضُوْعِ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُدَائِمَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الدَّوَامِ وَمُطْلَقَةً لِعَدَمِ تَقْيِيْدِ الدَّوَامِ بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالدَّوَامِ الْوَصْفِيِّ اَىْ بِعَدَمِ انْفِكَاكِ النِّسْبَةِعَنْ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ مَادَامَ الْوَصْفُ الْعُنْوَانِىُّ ثَابِتًا لِتِلْكَ الذَّاتِ سُمِّيَتْ عُرْفِيَّةً لِاَنَّ اَهْلَ الْعُرْفِ يَفْهَمُوْنَ هٰذَا الْمَعْنٰى مِنَ الْقَضِيَّةِ السَّالِبَةِبَلْ مِنَ الْمُوَجَّهَةِاَيْضًا عِنْدَ الْاِطْلَاقِ فَاِذَا قِيْلَ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ فَهِمُوْا اَنَّ هٰذَا الْحُكْمَ ثَابِتًا لَهٗ مَادَامَ كَاتِبًا وَعَامَّةً لِكَوْنِهَا اَعَمَّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِالْخَاصَّةِ الَّتِىْ سَيُجِىْءُ ذِكْرُهَا

ترجمہ:۔ضرورت اور دوام کے درمیان فرق یہ ہے کہ ضرورت وہ محال ہونا ہے ایک شئی کے انفکاک کا دوسری شئی سے اور دوام جدا نہ ہونا ہے ایک شئی کا دوسری شئی سے اگر چہ وہ (عدم انفکاک) محال نہ ہو جیسے آسمان کے لیے حرکت کا دائمی ہونا پھر دوام میں مراد لیتا ہوں (دوام سے) نسبت ایجابی یا سلبی کے موضوع سے جدا نہ ہونے کو ذاتی ہوگا یا وصفی ہوگا پس اگر حکم قضیہ موجہہ میں دوام ذاتی یعنی نسبت کے موضوع جدا نہ ہونے کے ساتھ ہے اس وقت تک جب تک ذات موضوع موجود ہے تو قضیہ کا نام دائمہ رکھا جائے گا اس کے دوام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور مطلقہ رکھا جائے گا دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے اور اگر حکم دوام وصفی یعنی نسبت کے ذات موضوع سے اس وقت تک جدا نہ ہونے کے ساتھ ہو جب تک وصف عنوانی اس ذات کے لیے ثابت ہے تو قضیہ کا نام عرفیہ رکھا جائے گا اس لیے کہ اہل عرف اس معنی کو قضیہ سالبہ سے بلکہ بوقت اطلاق قضیہ موجبہ بھی سمجھتے ہیں پس جب یہ کہا جائے گا کل کاتب متحرك الاصابع تو وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ حکم اس کے لیے ثابت ہے جب تک وہ کاتب ہے اور عامہ نام رکھا جاتا ہے اس کے اعم ہونے کی وجہ سے اس عرفیہ خاصہ سے جس

Marfat.com

کا ذکر عنقریب آجائے گا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں دوسری کیفیت دوام کی قسمیں بیان کی ہیں دوام کی عقلی طور پر دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) دوام ذاتی (۲) دوام وصفی۔

فائدہ:۔ضرورت اور دوام کا فرق ضرورت میں شئی کا جدا ہونا ممتنع ہے اور دوام میں شئی کا جدا ہونا ممکن ہے اگر چہ جدا نہ ہو جیسے انسانیت یہ حیوان کے لیے ضروری ہے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوسکتی جدا ہونا ممتنع ہے اور حرکت فلک کے لیے (قدیم مناطقہ کے مذہب کے مطابق) دائمی تو ہے کہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی لیکن جدا ہونا ممکن ہے۔

دوام کی پہلی قسم:۔محمول کا ثبوت یا محمول کی نفی ذات موضوع سے دائما ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے جیسے کل فلك متحرك بالدوام اس کو دائمہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ دائمہ مطلقہ:۔اس کو دائمہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دائمی ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وصف وعنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتات

دوام کی دوسری قسم:۔محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے دائما ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو جیسے کل کاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام کاتبا نفی کی مثال لا شئی من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا اس کو عرفیہ عامہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ عرفیہ عامہ:۔اس کو عرفیہ عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب قضیہ سالبہ مطلقا بولا جائے تو عرف میں عرفیہ عامہ والا معنی سمجھتا ہے کہ یہ حکم دائمی ہے جب تک موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو اور عامہ اس لیے کہ یہ عرفیہ خاصہ سے جو کہ مرکبات میں آرہا ہے اعم ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْبِفِعْلِيَّتِهَا: اَیْ تَحَقُّقُ النِّسْبَةِ بِالْفِعْلِ فَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ هِیَ الَّتِیْ حُكِمَ فِيْهَا بِكَوْنِ النِّسْبَةِ مُتَحَقِّقَةً بِالْفِعْلِ اَیْ فِیْ اَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَتَسْمِيَتُهَا بِالْمُطْلَقَةِ لِاَنَّ هُوَ الْمَفْهُوْمُ مِنَ الْقَضِيَّةِ عِنْدَ اِطْلَاقِهَا وَعَدَمِ تَقْيِيْدِهَا بِالضَّرُوْرَةِ اَوِ الدَّوَامِ اَوْ غَيْرِ

Marfat.com

ذَالِكَ مِنَ الْجِهَاتِ وَ بِالْعَامَّةِ لِكَوْنِهَا اَعَمُّ مِنَ الْوُجُوْدِيَّةِ اللَّا ضُرُوْرِيَّةِ عَلٰى مَا سَيُجِيْءُ

ترجمہ:۔ یعنی نسبت بالفعل متحقق ہوگی پس مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا جائے نسبت کے بالفعل یعنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں متحقق ہونے کا اور اس کا مطلقہ نام رکھا اس لیے کہ یہ وہی قضیہ کا مفہوم ہے جو اس کے مطلق ہونے اور ضرورت یا دوام یا اس کے علاوہ جہات کے ساتھ مقید نہ ہونے کے وقت ہے اور عامہ نام رکھنا بوجہ اس کے اعم ہونے کے ہے وجودیہ لا دائمہ اور ضروریہ سے جیسے کہ عنقریب آجائے گا۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں کیفیت کی تیسری قسم فعلیت کا بیان ہے فعلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت یا نفی تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں (یعنی غیر معین زمانے میں) اگر محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں ہو تو اس کو مطلقہ عامہ کہتے ہیں ثبوت کی مثال جیسے کل انسان ضاحك بالفعل نفی کی مثال جیسے لاشئی من الانسان بضاحك بالفعل

وجہ تسمیہ مطلقہ عامہ:۔ اس کو مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب کوی قضیہ مطلق بولا جائے تو اس سے یہی معنی سمجھا جاتا ہے جو مطلقہ عامہ کا ہے نیز یہ مطلقہ عامہ کسی قید کے ساتھ مقید بھی نہیں ہوتا اور عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وجودیہ لا دائمہ اور لا ضروریہ سے جو کہ مرکبات میں آرہے ہیں اعم ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْ بِعَدَمِ ضُرُوْرَةٍ آه :اِذَا حُكِمَ فِى الْقَضِيَّةِ بِاَنَّ خِلَافَ النِّسْبَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْهَا لَيْسَ ضُرُوْرِيًّا نَحْوُ قَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِ بِمَعْنٰى اَنَّ الْكِتَابَةَ غَيْرُ مُسْتَحِيْلَةٍ لَهٗ يَعْنِى اَنَّ سَلْبَهَا عَنْهُ لَيْسَ ضُرُوْرِيًّا سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ ح مُمْكِنَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْاِمْكَانِ وَهُوَ لِسَلْبِ الضَّرُوْرَةِ وَ عَامَّةً لِكَوْنِهَا اَعَمَّ مِنَ الْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ

ترجمہ:۔ جب قضیہ میں حکم لگایا جائے بایں طور کہ قضیہ میں مذکورہ نسبت کے خلاف ضروری نہیں ہے جیسے ہمارا قول زید کاتب بالامکان العام یعنی کتابت اس کے لیے محال نہیں بایں معنی کہ اس کا سلب اس سے ضروری نہیں اس وقت قضیہ کا نام ممکنہ رکھا جاتا ہے اس کے امکان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور وہ (امکان) ضرورت کو سلب کرنا ہے اور عامہ نام رکھا جاتا ہے

Marfat.com

اس کے ممکنہ خاصہ سے اعم ہونے کی وجہ سے۔

غرض شارح:۔اس قول میں قضایا بسیطہ میں آٹھویں قسم قضیہ ممکنہ عامہ کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔اس قول میں کیفیت کی چوتھی قسم امکان عام کا بیان ہے امکان عام اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی ہو قضیہ میں اگر نسبت ثبوتی ہو تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی سلب ضروری نہیں اور اگر قضیہ میں صراحۃ نسبت سلبی ہو تو وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی ثبوت ضروری نہیں جیسے زید قائم بالامکان العام یہاں نسبت کا ثبوت ہے کہ قیام کا ثبوت زید کے لیے ممکن ہے اس کا مطلب یہ کہ اس کی جانب مخالف یعنی عدم قیام زید کے ضروری نہیں ہے کیونکہ اگر عدم قیام ضروری ہوتا تو پھر قیام کا ثبوت ممکن نہ ہوتا جیسے شریك الباری کا عدم ضروری ہے تو اس کا ثبوت ممکن نہیں اسی طرح سالبہ ممکنہ کو قیاس کرو۔

نوٹ: ان آٹھوں قضایا کی بالتفصیل موجبہ اور سالبہ اور کلیہ اور جزئیہ کی مثالیں اگلے صفحہ پر نقشے میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ قضایا موجھہ بسائط بمع امثلہ

نمبر شمار	نام قضیہ	کیفیت	مثال
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
۲	ضروریہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ
۳	ضروریہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بحجر بالضرورۃ
۴	ضروریہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ
۵	مشروطہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۶	مشروطہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۷	مشروطہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۸	مشروطہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۹	وقتیہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	×
۱۱	وقتیہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	×
۱۳	منتشرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۴	منتشرہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	×
۱۵	منتشرہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۶	منتشرہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	×
۱۷	دائمہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل فلك متحرك بالدوام
۱۸	دائمہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الفلك متحرك بالدوام

Marfat.com

۱۹	دائمہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الفلك بساكن بالدوام
۲۰	دائمہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	بعض الفلك ليس بساكن بالدوام
۲۱	عرفیہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا
۲۲	عرفیہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا
۲۳	عرفیہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
۲۴	عرفیہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
۲۵	مطلقہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالفعل
۲۶	مطلقہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل
۲۷	مطلقہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل
۲۸	مطلقہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل
۲۹	ممکنہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام
۳۰	ممکنہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالامكان العام
۳۱	ممکنہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بكاتب بالامكان العام
۳۲	ممکنہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان العام

Marfat.com

قَوْلُهٗ فَهٰذِهٖ بَسَائِط' :اَیِ الْقَضَایَا الثَّمَانِیَّةُ الْمَذْکُوْرَةُ مِنْ جُمْلَةِ الْمُوَجَّهَاتِ بَسَائِطٌ اِعْلَمْ اَنَّ الْقَضَایَا الْمُوَجَّهَةَ وَهِیَ مَا یَکُوْنُ حَقِیْقَتُهَا اِمَّا اِیْجَابًا فَقَطْ اَوْ سَلْبًا فَقَطْ کَمَا مَرَّ فِی الْمُوَجَّهَاتِ الثَّمَانِیَّةِ وَاِمَّا مُرَکَّبَةٌ وَهِیَ الَّتِیْ تَکُوْنُ حَقِیْقَتُهَا مُرَکَّبَةً مِنْ اِیْجَابٍ وَ سَلْبٍ بِشَرْطِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ الْجُزْءُ الثَّانِیْ فِیْهَا مَذْکُوْرًا بِعِبَارَةٍ مُسْتَقِلَّةٍ سَوَاءٌ کَانَ فِی اللَّفْظِ تَرْکِیْبٌ کَقَوْلِنَا کُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِمًا فَقَوْلُنَا لَا دَائِمًا اِشَارَةٌ اِلٰی حُکْمٍ سَلْبِیٍّ اَوْ لَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ اَوْ لَمْ یَکُنْ فِی اللَّفْظِ تَرْکِیْبٌ کَقَوْلِنَا کُلُّ اِنْسَانٍ کَاتِبٌ بِالْاِمْکَانِ الْخَاصِّ فَاِنَّهٗ فِی الْمَعْنٰی قَضِیَّتَانِ مُمْکِنَتَانِ عَامَّتَانِ اَیْ کُلُّ اِنْسَانٍ کَاتِبٌ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِّ وَلَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِکَاتِبٍ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِّ وَالْعِبْرَةُ فِی الْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ حِیْنَئِذٍ بِالْجُزْءِ الْاَوَّلِ الَّذِیْ هُوَ اَصْلُ الْقَضِیَّةِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْقَضِیَّةَ الْمُرَکَّبَةَ اِنَّمَا تُحْصَلُ بِتَقْیِیْدِ قَضِیَّةٍ بَسِیْطَةٍ بِقَیْدٍ مِثْلُ اللَّا دَوَامِ وَاللَّا ضُرُوْرَةِ

ترجمہ:۔یعنی جملہ موجہات میں سے مذکورہ آٹھ قضیے بسائط ہیں تو جان لے کہ قضایا موجہہ یا بسیطہ ہونگے اور وہ موجہہ بسیطہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت یا تو صرف ایجاب ہوگی یا صرف سلب ہوگی جیسا کہ آٹھ موجہات گزر چکے ہیں یا مرکبہ ہونگے اور موجہہ مرکبہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے اس شرط کے ساتھ مرکب ہوگی کہ جز ثانی اس میں مستقل عبارت کے ساتھ مذکور نہ برابر ہے لفظ میں ترکیب ہو جیسے ہمارا قول کل انسان ضاحك بالفعل لا دائما پس ہمارا قول لا دائما یہ حکم سلبی یعنی لا شئی من الانسان بضاحك بالفعل کی طرف اشارہ ہے یا لفظ میں ترکیب نہ ہو جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان الخاص پس بلاشبہ یہ معنی میں دو قضیہ ممکنہ عامہ ہیں یعنی کل انسان کاتب الخ اور اعتبار ایجاب اور سلب میں اس وقت جزء اول کا ہوتا ہے جو اصل قضیہ ہے اور تو یہ بھی جان لے کہ قضیہ مرکبہ سوا اس کے نہیں قضیہ بسیطہ کو لا دوام اور لا ضرورۃ جیسی قید کے ساتھ مقید کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

غرض شارح:۔ ماقبل میں قضایا بسیطہ کا بیان تھا اب قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

تشریح:۔اس سے ماقبل قضایا بسیطہ کا بیان تھا قضایا بسیطہ ان کو کہتے تھے جن میں فقط ایجاب یا سلب ہو اس قولہ سے قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں قضیہ مرکبہ کہتے ہیں کہ دو قضیے بسیطوں کو ملا دیا جائے جیسے کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا دوسرا قضیہ بسیطہ لا شئی من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل لیکن اس کی تفصیل سے پہلے قضایا مرکبہ کے بارے میں چند ضروری باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

فائدہ نمبر(۱):۔پہلا فائدہ تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطقی قضایا مرکبہ کو کیوں ذکر کرتے ہیں کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا تو اس سے عقلمند تو یہ سمجھتا ہے کہ ثبوت تحرك الاصابع کا ذات کاتب کے لیے اس وقت ضروری ہے جب تک وہ صفت کتابت کے ساتھ موصوف ہو لیکن جو بے عقل ہوگا وہ یہ نہیں سمجھے گا بلکہ وہ یہ سمجھے گا کہ شاید تحرك الاصابع کا ثبوت ذات کاتب کے لیے ہمشہ ضروری ہے چنانچہ مخاطب کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے منطقی ایک دوسرا قضیہ بسیطہ بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ لا شئی من الکاتب بتحرك الاصابع بالفعل یعنی کسی نہ کسی زمانے میں تحرک اصابع کی ذات کاتب سے نفی بھی ہے اس سے مخاطب کا وہم دور ہو جاتا ہے اس لیے منطقی قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر(۲):۔قضایا مرکبہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوتے ہیں ایک ان میں سے صراحۃ عبارت میں موجود ہوگا اور دوسرے کی طرف اشارہ ہوگا کیونکہ وہ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیے سے بنایا جاتا ہے اگر صراحۃ دونوں قضیے عبارت میں مذکور ہوں ہو اس کو اصطلاح قضیہ مرکبہ نہیں کہا جائے گا۔

فائدہ نمبر(۳):۔قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ ہوگا اور ایک سالبہ لیکن قضیہ کا نام رکھنے میں ہم پہلے قضیہ کا اعتبار کریں گے اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو سارا قضیہ موجبہ کہلائے گا اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو سارا قضیہ سالبہ ہوگا۔

فائدہ نمبر(۴):۔دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیے کے موضوع اور محمول سے تیار ہوگا البتہ اگر پہلا قضیہ موجبہ تھا تو موجبہ کا سور ہٹا کر سالبہ کا سور داخل کریں گے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ تھا تو سالبہ کا سور ہٹا کر موجبہ کا سور داخل کریں گے۔

فائدہ نمبر(۵):۔دوسرے کی طرف اشارہ لا دائما لا بالضرورة اور امکان خاص کے ذریعے ہوگا لا دائما یا لا بالدوام سے اشارہ قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا لا بالضرورة سے اشارہ قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا امکان خاص میں بھی اشاریہ قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا جب قضیہ مرکبہ میں اشارہ دوسرے قضیے کی طرف لا دائما اور لا بالضرورة کے

Marfat.com

ساتھ ہوگا تو قضیہ لفظوں میں مرکب ہوگا کیونکہ لادائما اور لابالضرورۃ یہ اصل قضیہ پورا ہونے کے بعد مستقلا اور ایک قضیے کی طرف اشارہ کے لیے کیے جاتے ہیں البتہ امکان خاص والا اشارہ جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا وہاں لفظوں میں ترکیب نہیں ہوگئی کیونکہ پہلا قضیہ پورا ہونے کے بعد امکان خاص کا لفظ ذکر نہیں ک کیا جاتا بلکہ امکان خاص ہی سے پہلے قضیہ ممکنہ بھی تمام ہوتا ہے اور یہی امکان خاص دوسرے قضیے ممکنہ عامہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص اس سے قضیے ممکنہ عامہ نکلیں گے ایک تو یہی قضیہ مذکورہ اور دوسرا جو کہ ایجاب وسلب میں اس کے مخالف ہوگا پہلا ممکنہ عامہ کل انسان کاتب بالامکان العام دوسرا قضیہ لا شئی من الانسان بکاتب بالامکان العام

فائدہ نمبر (٦):۔ جب قضیہ مرکبہ میں ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے تو قضیہ کے نام رکھنے میں پہلے جزو قضیہ کا اعتبار کریں گے جیسا کہ جملہ کے فعلیہ اور اسمیہ ہونے میں پہلے جزو کا اعتبار کیا جاتا ہے اگر پہلا موجبہ ہے تو پورے قضیہ مرکبہ کو موجبہ کہیں گے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو پورے قضیہ مرکبہ کو سالبہ کہیں گے۔

المتن : وَقَدْ تَقَيَّدَ الْعَامَّتَانِ وَالْوَقْتِيَتَانِ الْمُطْلَقَتَانِ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِیْ فَتُسَمَّی الْمَشْرُوطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ وَالْوَقْتِيَّةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ وَقَدْ تُقَيَّدُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ بِاللَّاضَرُوْرِيَّةِ الذَّاتِيةِ فَتُسَمّٰی الْوُجُوْدِيَّةُ اللَّاضَرُوْرِيَّةُ اَوْ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِیْ فَتُسَمّٰی الْوُجُوْدِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَقَدْ تُقَيَّدُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ بِاللَّاضَرُوْرَةِ مِنَ الْجَانِبِ الْمُوَافِقِ اَيْضًا فَتُسَمّٰی الْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ وَهٰذِهٖ مُرَكَّبَاتٌ لِاَنَّ اللَّادَوَامَ اِشَارَةٌ اِلٰی مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاللَّاضَرُوْرَةَ اِلٰی مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُخَالِفَتِیْ الْكَيْفِيَّةِ وَمُوَافِقَتِیْ الْكَمِّيَةِ لِمَا قُيِّدَ بِهِمَا

ترجمہ متن:۔ اور کبھی مقید کیے جاتے ہیں عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) اور وقتیتان اور مطلقتان (وقتیہ مطلقہ، منتشرہ

مطلقہ)لا دوام ذاتی کے ساتھ پس نام رکھا جاتا ہے ان کا مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ اور منتشرہ اور کبھی مطلقہ عامہ مقید کیا جاتا ہے اور لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ اس کا نام رکھا جاتا ہے وجودیہ لاضروریہ یا مقید کیا جاتا ہے لا دوام ذاتی کے ساتھ اس کا نام وجودیہ لا دائمہ رکھا جاتا ہے اور کبھی ممکنہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لاضرورۃ کے ساتھ جانب موافق کے ساتھ بھی پس اس کا نام ممکنہ خاصہ رکھا جاتا ہے پس یہ مرکبات ہیں کیونکہ لا دوام اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف جو کیفیت میں اس قضیے کے مخالف ہوتے ہیں جس کو ان دونوں کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور کمیت میں دونوں موافق ہوتے ہیں

تشریح متن:۔ جو آپ نے قضایا مرکبات کے شرائط سمجھ لیے تو اب یہاں سے ان قضایا مرکبات کی تفصیل بیان کر رہے ہیں یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ قضایا مرکبہ وہ ہمشیہ دو قضیے بسیطے ہوتے ہیں ایک قضیہ بسیطہ کو دوسرے قضیہ بسیطہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو ایک قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے مثلاً ضروریہ مطلقہ ایک بسیطہ ہے اس کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملائیں تو ایک قضیہ تیار ہو گا دائمہ مطلقہ کو ملائیں تو دوسرا قضیہ اسی طرح آٹھوں قضیوں میں سے ہر ایک قضیہ کے ساتھ آٹھ بسیطوں کو ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے چونسٹھ نکلتے ہیں۔ لیکن منطقی صرف سات قضایا مرکبہ کو ذکر کرتے ہیں۔ منطقی تمام بسیطوں کو آپس میں نہیں ملاتے بلکہ صرف دو بسیطوں مطلقہ عامہ (جس کی طرف لا دائما سے اشارہ ہوتا ہے) اور ممکنہ عامہ (جس کی طرف لا ضرورۃ سے اشارہ ہوتا ہے) کو بسیطوں کے ساتھ ملاتے ہیں پھر ان دونوں کو بھی تمام بسیطوں کے ساتھ نہیں ملاتے بلکہ لا دائما ذاتی کو پانچ قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں لا دائما ذاتی (مطلقہ عامہ) کو مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں نیز لا دائما دوام ذاتیٔ (مطلقہ عامہ) کو مطلقہ عامہ کے ساتھ بھی ملاتے ہیں اس طرح یہ پانچ قضایا مرکبہ تیار ہوتے ہیں جب مطلقہ عامہ کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس وقت جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔ عرفیہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں وقتیہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وجودیہ لا دائما کہتے ہیں لا دائما ذاتی (ممکنہ عامہ) کو صرف دو قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں اور اس سے دو قضیے مرکبے تیار ہوتے ہیں ممکنہ عامہ کو ممکنہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس سے جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ اس کی جانب مخالف اور موافق دونوں سے ضرورت کی نفی ہوتی ہے ممکنہ عامہ کو مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں اس سے جو قضیہ تیار ہوتا ہے اس کو وجودیہ لاضروریہ کہتے ہیں

فائدہ:۔ مطلقہ عامہ کی تعریف ہم نے ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی

Marfat.com

زمانہ میں ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو اگر یہاں یہ قید لگا دی جائے کہ نسبت کا ثبوت موضوع کی ذات کیلے ہو تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت اس کو حینیہ مطلقہ (لادوام وصفی) کہتے ہیں اسی طرح ممکنہ عامہ کی تعریف ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلے ممکن ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو یہاں بھی اگر وصف عنوانی کی قید لگائی جائے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع موصوف ہو وصف عنوانی کے ساتھ تو اس وقت اسی قضیہ عامہ کو حینیہ ممکنہ (لاضرورۃ وصفی) کہتے ہیں حاصل اس فائدہ کا یہ ہے کہ لاضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لاضرورۃ وصفی سے اشارہ حینیہ ممکنہ کی طرف ہوگا اور لادوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا اور لادوام وصفی سے اشارہ حینیہ مطلقہ کی طرف ہوگا جیسے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ بسیطوں کے ساتھ ملتے ہیں اسی طرح حینیہ مطلقہ اور حینیہ ممکنہ بسیطوں کے ساتھ ملتے ہیں اس کی تفصیل قولہ او باللادوام الذاتی میں آئیگی۔

نوٹ: یہاں تک تمام تفصیل مرکبات کی مذکور ہو چکی ہے اب شرح میں تفصیل نہیں ہوگی صرف اہم بات کو ذکر کیا جائے گا

قَوْلُهٗ وَقَدْ تُقَيَّدُ الْعَامَّتَانِ :اَیِ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ

ترجمہ:۔ عامتان سے مراد مشروطہ اور عرفیہ ہیں

غرض شارح:۔ اس قول اور آنے والے قول کی غرض تشریح متن ہے

قَوْلُهٗ وَالْوَقْتِيَّتَانِ :اَیِ الْوَقْتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ

ترجمہ:۔ وقتیان سے مراد وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ ہے

قَوْلُهٗ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِیْ :وَمَعْنَى اللَّادَوَامِ الذَّاتِیْ هُوَ اَنَّ هٰذِهِ النِّسْبَةَ الْمَذْكُوْرَةَ فِی الْقَضِيَّةِ لَيْسَتْ دَائِمَةً مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً فَيَكُوْنُ نَقِيْضُهَا وَاقِعًا الْبَتَّةَ فِیْ زَمَانٍ مِنَ الْاَزْمِنَةِ فَيَكُوْنُ اِشَارَةٌ اِلٰى قَضِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ مُخَالِفَةً لِلْاَصْلِ فِی الْكَيْفِ وَمُوَافِقَةً فِی الْكَمِّ فَافْهَمْ

ترجمہ:۔ اور معنی لادوام ذاتی کا یہ ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک دائمی نہ ہو جب تک کہ ذات موضوع ہے

Marfat.com

پس اس کی نقیض تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ضرور واقع ہوگی پس یہ اشارہ ہوگا قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف جو کہ کیف میں اصل کے مخالف اور کم میں موافق ہے پس سمجھ لے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں یہ بتا رہے ہیں کہ لا دوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف کیسے ہوتا ہے؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ لا دوام جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا تو وہ یہ بتائے گا کہ نسبت جو کہ اس قضیہ میں موجود ہے یہ ہمیشہ نہیں جب یہ نسبت ہمیشہ نہیں تو اس کی نقیض یہ نکلے گی کہ کسی نہ کسی زمانے میں ہے اور یہی مطلقہ عامہ ہے اسی لیے کہا کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا

قَوْلُهٗ اَلْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ :هِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيْ نَحْوُ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا اَيْ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ

ترجمہ وتشریح:۔ مشروطہ خاصہ یہ مشروطہ عامہ ہی ہوتا ہے جس میں قید لا دوام ذاتی کی ہوتی ہے جیسے کل کاتب الخ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مشروطہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے

قَوْلُهٗ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ : هِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيْ كَقَوْلِنَا بِالدَّوَامِ لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا اَيْ كُلُّ كَاتِبٍ سَاكِنُ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض عرفیہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے

ترجمہ وتشریح:۔ عرفیہ خاصہ یہ عرفیہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لا دوام ذاتی کی قید سے مقید ہوتا ہے جیسے لا شئی من الکاتب الخ

قَوْلُهٗ وَالْوَقْتِيَّةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ :لَمَّا قُيِّدَتِ الْوَقْتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيْ حُذِفَ مِنْ اِسْمَيْهِمَا لَفْظُ الْاِطْلَاقِ فَسُمِّيَتِ الْاُوْلٰى وَقْتِيَّةً وَالثَّانِيَةُ مُنْتَشِرَةً فَالْوَقْتِيَّةُ هِيَ الْوَقْتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيْ نَحْوُ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتَ الْحَيْلُوْلَةِ لَا دَائِمًا اَيْ لَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالْفِعْلِ

وَالْمُنْتَشِرَةُ هِیَ الْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ الْمُقَیَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِیِّ نَحْوُ قَوْلِنَا لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتًا مَالَادَائِمًا اَیْ کُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالْفِعْلِ

ترجمہ:۔ جب وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا تو ان دونوں کے نام سے لفظ اطلاق کو حذف کیا گیا پس پہلے کا نام وقتیہ اور دوسرے کا نام منتشرہ رکھا گیا پس وقتیہ وہ ایسا وقتیہ مطلقہ ہے جو لا دوام ذاتی کی قید کے سے مقید ہو جیسے کل قمر منخسف الخ اور منتشرہ وہ ایسا منتشرہ مطلقہ ہے جو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے ہمارا قول لا شئی من الانسان الخ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض وقتیہ اور منتشرہ کی تعریف کرنا ہے

تشریح:۔ وقتیہ اور منتشرہ وہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ ہی ہوتے ہیں جن کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے جب ان کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو اس وقت یہ مطلق نہیں رہتے مقید بن جاتے ہیں اس لیے ان کے نام میں اطلاق والی قید گرا دیتے ہیں پھر ان کا نام صرف وقتیہ اور منتشرہ ہوتا ہے ان کی مثالیں نقشہ میں تفصیل کے ساتھ آرہی ہیں

قَوْلُهٗ بِاللَّاضُرُوْرَةِ الذَّاتِیَّةِ :مَعْنَی اللَّاضُرُوْرَةِ الذَّاتِیَّةِ اَنَّ هٰذِهِ النِّسْبَةَ الْمَذْکُوْرَةَ فِی الْقَضِیَّةِ لَیْسَتْ ضَرُوْرِیَّةً مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً فَیَکُوْنُ هٰذَا حُکْمًا بِاِمْکَانِ نَقِیْضِهَا لِاَنَّ الْاِمْکَانَ هُوَ سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ عَنِ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ کَمَا مَرَّ فَیَکُوْنُ مُفَادُ اللَّاضُرُوْرَةِ الذَّاتِیَةِ مُمْکِنَةً عَامَّةً مُخَالِفَةً لِلْاَصْلِ فِی الْکَیْفِ

ترجمہ:۔ لاضرورت ذاتی کا معنی ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک ضروری نہ ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو پس یہ حکم ہو جائے گا اس کی نقیض کے امکان کے ساتھ کیونکہ امکان وہ ضرورت کو سلب کرنا ہے مقابل جانب سے جیسا کہ گزر چکا ہے پس لاضرورت ذاتی کا معنی ممکنہ عامہ ہوگا جو کیف میں اصل کے مخالف ہے

غرض شارح:۔ لاضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس قضیہ مرکبہ میں لاضرورۃ ذاتی کی قید موجود ہوتی ہے وہ یہ بات بتاتی ہے کہ جو نسبت اس قضیہ میں موجود ہے یہ ضروری نہیں جب اس نسبت کا ثبوت ضروری نہیں تو ممکن ہوگا کیونکہ امکان کا معنی ماقبل یہی پڑھا ہے کہ اس میں جانب مخالف کی ضرورۃ کا نہ ہونا بتایا جاتا ہے جب اصل

Marfat.com

نسبت کی نقیض کا امکان پیدا ہو گیا تو اسی کا نام ممکنہ عامہ ہے

قَوْلُهٗ اَلْوُجُوْدِيَّةُ اللَّاضَرُوْرِيَّةُ : لِاَنَّ مَعْنَى الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ هُوَ فِعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ وَوُجُوْدُهَا فِيْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ وَلِاشْتِمَالِهَا عَلٰى اللَّاضَرُوْرَةِ فَالْوُجُوْدِيَّةُ اللَّاضَرُوْرِيَّةُ هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّاضَرُوْرَةِ الذَّاتِيَّةِ نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ اَیْ لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ فَهِيَ مُرَكَّبَةٌ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ وَالْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ

ترجمہ:۔ اس لیے مطلقہ عامہ وہ نام ہے نسبت کی فعلیت اور اس کے پائے جانے کا اوقات میں سے کسی وقت میں اور اس نسبت کے لاضرورۃ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے پس وجودیہ لاضروریۃ وہ مطلقہ عامہ ہے جو لاضرورت ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے کل انسان الخ پس وہ مرکب ہے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے کہ ان میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض وجودیہ لاضروریۃ کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:۔ وجودیہ لاضروریہ وہی مطلقہ عامہ ہوتا ہے لیکن اس کو لاضرورۃ ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا جاتا ہے جیسے کل انسان متنفس الخ

قَوْلُهٗ اَوْ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيِّ : اِنَّمَا قُيِّدَ اللَّادَوَامَ بِالذَّاتِيِّ لِاَنَّ تَقْيِيْدَ الْعَامَّتَيْنِ بِاللَّادَوَامِ الْوَصْفِيِّ غَيْرُ صَحِيْحٍ ضَرُوْرَةَ تَنَافِي اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ نَعَمْ يُمْكِنُ تَقْيِيْدُ الْوَقْتِيَّتَيْنِ الْمُطْلَقَتَيْنِ بِاللَّادَوَامِ الْوَصْفِيِّ اَيْضًا لٰكِنَّ هٰذَا التَّرْكِيْبَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ عِنْدَهُمْ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ كَمَا يَصِحُّ تَقْيِيْدُ هٰذِهِ الْقَضَايَا الْاَرْبَعِ بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيِّ كَذَالِكَ يَصِحُّ تَقْيِيْدُهَا بِاللَّادَوَامِ الذَّاتِيَّةِ كَذَالِكَ يَصِحُّ تَقْيِيْدُهَا سِوَى الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ مِنْ تِلْكَ الْجُمْلَةِ بِاللَّاضَرُوْرَةِ الْوَصْفِيَّةِ فَالْاِحْتِمَالَاتُ الْحَاصِلَةُ مِنْ مُلَاحِظَةِ كُلٍّ مِنْ تِلْكَ الْقَضَايَا الْاَرْبَعِ مَعَ كُلٍّ مِنْ تِلْكَ الْقُيُوْدِ الْاَرْبَعَةِ سِتَّةَ عَشَرَ ثَلَاثَةٌ مِنْهَا غَيْرُ صَحِيْحَةٍ وَاَرْبَعَةٌ مِنْهَا صَحِيْحَةٌ مُعْتَبَرَةٌ وَالتِّسْعَةُ الْبَاقِيَّةُ صَحِيْحَةٌ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ

Marfat.com

وَاعْلَمْ اَیْضًا اَنَّهٗ کَمَا یُمْکِنُ تَقْیِیْدُالْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ بِاللَّادَوَامِ وَاللَّا ضُرُوْرَةِ الذَّاتِیَّتَیْنِ کَذَالِكَ یُمْکِنُ تَقْیِیْدُهَا بِاللَّادَوَامِ وَاللَّاضُرُوْرَةِ الْوَصْفَیْنِ وَهٰذَا ن اَیْضًا مِنَ الْاِحْتِمَالَاتِ الصَّحِیْحَةِ الْغَیْرِ الْمُعْتَبِرَةِ وَکَمَا یَصِحُّ تَقْیِیْدُ الْمُمْکِنَةِ الْعَامَّةِ بِاللَّاضُرُوْرَةِ الذَّاتِیَّةِ یَصِحُّ تَقْیِیْدُهَا بِاللَّاضُرُوْرِیَّةِ الْوَصْفِیَّةِ وَکَذَابِاللَّادَوَامِ الذَّاتِیْ وَالْوَصْفِی لٰکِنَّ هٰذِهِ الْمُحْتَمِلَاتِ الثَّلَاثَةَ اَیْضًا غَیْرُ مُعْتَبَرَةٍ عِنْدَهُمْ

وَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْلَمَ اَنَّ التَّرْکِیْبَ لَا یَنْحَصِرُ فِیْمَا اَشَرْنَا اِلَیْهِ بَلْ سَیَجِیْءُ الْاِشَارَةُ اِلٰی بَعْضٍ آخَرَ وَیُمْکِنُ تَرْکِیْبَاتٌ کَثِیْرَةٌ اُخْرٰی لَمْ یَتَعَرَّضُوْا لَهَا لٰکِنَّ الْمُتَفَطِّنَ بَعْدَالتَّنَبُّهِ بِمَا ذَکَرْنَاهُ یَتَمَکَّنُ مِنْ اِسْتِخْرَاجِ اَیِّ قَدْرٍشَاءَ

ترجمہ:۔ سوااس کے نہیں مقید کیا گیا ہے لا دوام کو ذاتی کے ساتھ اس لیے کہ عامتین (مشروطہ عامہ، وعرفیہ عامہ) کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کرنا صحیح نہیں ہے بوجہ ضروری ہونے لا دوام وصفی کی منافات کے دوام وصفی کے ساتھ ہاں البتہ ممکن ہے دو وقتیہ مطلقہ کو مقید کرنا لا دوام وصفی کے ساتھ بھی لیکن یہ ترکیب ان کے ہاں غیر معتبر ہے اور جان لیجیے کہ جس طرح ان قضایا اربعہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح ان کو لاضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور اسی طرح ان کو لا ضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور اسی طرح مشرط عامہ کے علاوہ ان تمام کو لاضرورت وصفیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے پس جو احتمالات ان قضایا اربعہ کو ان قیود اربعہ کے ساتھ لحاظ کرنے سے حاصل ہوئے سولہ ہیں ان میں سے تین غیر صحیح ہیں اور چار ان میں سے صحیح معتبر ہیں اور باقی نو صحیح غیر معتبر ہیں

اور تو یہ بھی جان لے کہ جس طرح مطلقہ عامہ کو لا دوام اور لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اسی طرح اس کو لا دوام اور لاضرورۃ وصفی کیساتھ مقید کرنا ممکن ہے اور یہ دونوں بھی احتمالات صحیحہ غیر معتبرہ میں سے ہے اور جس طرح ممکنہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح اس کو لاضرورۃ وصفی کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور ایسے ہی لا دوام ذاتی اور وصفی کے ساتھ لیکن یہ تین احتمالات بھی ان کے ہاں غیر معتبر ہیں۔

اور مناسب یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ ترکیب نہیں ہے منحصر ان میں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا بلکہ دوسرے بعض کی طرف اشارہ عنقریب آجائے گا اور ممکن ہیں دوسری بہت ساری ترکیبات جن کے درپے ہی نہیں ہوئے لیکن سمجھ دار

Marfat.com

آدمی ان صورتوں پر متنبہ ہو جانے کے بعد جن کو ہم نے ذکر کیا ہے استخراج کر سکتا ہے جس قدر چاہے

غرض شارح: ۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے

تشریح: ۔ یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ لا دوام ذاتی مطلقہ عامہ کی طرف لا دوام وصفی حینیہ مطلقہ کی طرف لاضرورۃ ذاتی ممکنہ عامہ کی طرف لاضرورۃ وصفی حینیہ ممکنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان چاروں قسموں کے قضیوں کو آٹھ بسیطوں کے ساتھ ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے بتیس نکلتے ہیں جن کی تفصیل نقشہ میں موجود ہے ان بتیس احتمالات میں سے سات احتمالات صحیح اور معتبر عند المناطقہ ہیں۔

نوٹ: ان تمام احتمالات کا تفصیلی نقشہ ملاحظہ کریں۔

نقشہ تقییدات موجہات مرکبات

نمبر شمار	نام بسائط	تقید لاضروری ذاتی	تقید لاضرورۃ وصفی	تقید لادوام ذاتی	تقید لادوام وصفی
۱	ضروریہ مطلقہ	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح
۲	دائمہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح، غیر معتبر
۳	مشروطہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح معتبر	غیر صحیح
۴	عرفیہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	غیر صحیح
۵	وقتیہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۶	منتشرہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۷	مطلقہ عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۸	ممکنہ عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر

کل احتمالات (۳۲)

صحیح معتبر (۷) غیر صحیح (۸) صحیح غیر معتبر (۱۷)

Marfat.com

مذکورہ احتمالات میں سے صحیح معتبر احتمالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مشروطہ عامہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۲) وقتیہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔

(۳) منتشرہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔

(۴) عرفیہ عامہ مقید ہو لا دوام ذاتی کے ساتھ اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۵) مطلقہ عامہ لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وجودیہ لاضروریہ کہتے ہیں۔

(۶) مطلقہ عامہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وجودیہ لا دائمہ کہتے ہیں۔

(۷) ممکنہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں۔

یہ سات احتمالات صحیح ہیں اور عند المناطقہ معتبر ہیں صحیح اس لیے ہیں کہ ان سے جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کے مفہوم کا ۃ آپس میں کوئی اختلاف نہیں۔

سترہ (۱۷) عدد احتمالات صحیح تو ہیں لیکن مناطقہ کے نزدیک معتبر نہیں صحیح تو اس لیے کہ ان کے مفہوم کا آپس میں کوئی تضاد نہیں۔ اور غیر معتبر اس لیے کہ منطق کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہوتا۔

آٹھ (۸) احتمالات غیر صحیح ہیں ان کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو قضیوں کے مفہوموں میں تضاد ہوتا ہے ان کے غیر صحیح ہونے کی تفصیل سمجھنے سے پہلے ایک دو باتیں ذہن نشین کر لیں کہ جہاں ضرورت ذاتی ہوتی ہے وہاں دوام وصفی بھی اس ضرورت کے وقت میں ہوتا ہے اب ان آٹھ قضیوں کے غیر صحیح ہونے کی تفصیل سمجھیں ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لا ضرورۃ ذاتی اور وصفی لا دوام ذاتی اور وصفی کو ملایا جائے یہ چاروں احتمالات غیر صحیح ہیں ہر ایک کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لاضرروۃ ذاتی والا احتمال غیر صحیح اس لیے ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں تضاد ہے کیونکہ ضرروریہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ضروری ہے اور لاضرورۃ ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ضروری نہیں ان دونوں مفہوموں میں تضاد ہے اس لیے یہ درست نہیں۔

(۲) ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لاضرورۃ وصفی والا احتمال اس لیے غیر صحیح ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کا مضمون تو یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ضروری ہے اور اس سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب ذات موضوع کے لیے نسبت کا ثبوت ضروری ہے تو وصف عنوانی میں ثبوت ضروری ہوگا جبکہ لاضرورۃ وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی کی حالت

Marfat.com

میں ضروری نہیں ہے ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔

(۳) ضروریہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کرنا اس لیے غیر صحیح ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کا مفہوم یہ ہے کہ ذات موضوع کے لیے ثبوت ضروری ہے اور جو ضروری ہوتا ہے وی دائمی بھی ہوتا ہے اور لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ ثبوت دائما نہیں ذات موضوع کے لیے ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔

(۴) ضروریہ مطلقہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ بھی مقید کرنا غیر صحیح ہے اس لیے کہ ضروریہ مطلقہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ضروری ہے اور اس سے خود بخود سمجھ میں آتا ہے کہ جب ذات موضوع کے لیے ضروری ہے تو وصف عنوانی موضوع میں بھی ہمشہ ہوگا اور لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں ثبوت ہمشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔

(۵) احتمال کہ مشروطہ عامہ کو لاضرورۃ وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح ہے کیونکہ مشروطہ عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع میں ضروری ہے اور لاضرورۃ وصفی کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ وصف عنوانی موضوع میں نسبت کا ثبوت ضروری نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔

(۶) احتمال غیر صحیح کہ مشروطہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جاے اس کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ذات موضوع کے لیے ضروری ہے اس یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب وصف عنوانی موضوع کی حالت میں نسبت کا ثبوت ضروری ہے تو دائمی بھی ہوگا جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی میں موضوع میں، ہمیشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں تضاد ہے۔

(۷) احتمال غیر صحیح کہ دائمہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح اس لیے ہے کہ دائمہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ہمیشہ ہے اور لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے ہمیشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں تضاد ہے۔

(۸) احتمال کہ عرفیہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے اس کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات کے لیے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ ہے جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لیے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے یہ آٹھ عدد احتمالات اس لیے غیر صحیح تھے کہ ان کے مفہوم میں تضاد تھا۔

Marfat.com

شارح فرماتے ہیں کہ ان بتیس احتمالات کے علاوہ یہاں اور بھی بہت سارے احتمالات نکل سکتے ہیں لیکن یہاں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ذہیں آدمی کے لیے ان کو معلوم کرنا آسان ہے لیکن ان حتمالات کا بھی عند المناطقہ اعتبار نہیں یا ان کا بھی معنی صحیح نہیں بنتا اس لیے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا مثلا آٹھ بسائط ہیں ہر ایک ہر ایک کے ساتھ ملائیں تو چونسٹھ احتمالات بنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

قَوْلُهُ الْوُجُوْدِيَّةُ اللَّا دَائِمَةُ :هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّا دَوَامِ الذَّاتِيِّ نَحْوُ لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْفِعْلِ لَا دَائِمًا اَیْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالْفِعْلِ فَهِيَ مُرَكَّبَةٌ مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اَحَدُهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ

ترجمہ:۔ وہ ایسا مطلقہ عامہ ہے جو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید ہو جیسے لا شئی من الانسان الخ پس وہ مرکب ہے ان دو مطلقہ عامہ سے جن میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض وجودیہ لا دائمہ کی تعریف بتانی ہے

تشریح:۔ وجودیہ لا دائمہ وہ قضیہ مطلقہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے جیسے لاشئی من الانسان بمتنفس بالفعل الخ

قَوْلُهُ اَيْضًا: كَمَا اَنَّهُ حُكِمَ فِي الْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ بِاللَّاضَرُوْرَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ فَقَدْ يُحْكَمُ بِلَا ضَرُوْرَةِ الْجَانِبِ الْمُوَافِقِ اَيْضًا فَتَصِيْرُ الْقَضِيَّةُ مُرَكَّبَةً مِنْ مُمْكِنَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ ضَرُوْرَةً اِنْ سُلِبَ ضَرُوْرَةُ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ هُوَ اِمْكَانُ الطَّرْفِ الْمُوَافِقِ وَسَلْبُ ضَرُوْرَةِ الطَّرْفِ الْمُوَافِقِ هُوَ اِمْكَانُ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ فَيَكُوْنُ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ بِاِمْكَانِ الطَّرْفِ الْمُوَافِقِ وَاِمْكَانُ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ الْخَاصِ فَاِنَّ مَعْنَاهُ كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِ وَلَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِكَاتِبٍ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِ

ترجمہ:۔ جس طرح ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے لاضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے پس کبھی جانب موافق سے بھی

Marfat.com

لاضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے پس قضیہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہو جاتا ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جانب مخالف سے ضرورت کی نفی ہو وہ جانب موافق کا امکان ہو اور جانب مخالف کی ضرورت کا سلب وہ جانب مخالف کا ممکن ہونا ہے پس قضیہ میں حکم جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کے ساتھ ہوگا جیسے کل انسان کاتب الخ پس بلاشبہ اس کا معنی کل انسان کاتب الخ ہے

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ممکنہ خاصہ کی تعریف بتانی ہے

تشریح:۔ ممکنہ خاصہ کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مل کر بنتا ہے لیکن دونوں کو ایک ہی لفظ یعنی امکان خاص کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی ہوتی تھی لیکن ممکنہ خاصہ میں جانب مخالف اور موافق دونوں سے ضرورت کی نفی ہوتی ہے اور دونوں جانبوں کا امکان بھی ہوگا جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص کا مطلب یہ ہوگا کہ کتابت انسان کے لیے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے اور عدم بھی انسان کے لیے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے۔

قَوْلُهٗ وَهٰذِهٖ مُرَكَّبَاتٌ: اَیْ هٰذِهِ الْقَضَایَا السَّبْعُ الْمَذْكُوْرَةُ وَهِیَ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْعُرْفِیَّةُ الْخَاصَّةُ وَالْوَقْتِیَّةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ وَالْوُجُوْدِیَّةُ اللَّاضَرُوْرِیَةُ وَالْوُجُوْدِیَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَالْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ

ترجمہ:۔ یعنی یہ سات قضایا مرکبات ہیں اور وہ ہیں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اور وقتیہ اور منتشرہ اور وجودیہ لاضروریۃ اور وجودیۃ لادائمہ اور ممکنہ خاصہ۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضایا مرکبات کی تعداد بمع اسماء بیان کرنی ہے

تشریح:۔ اس قول میں قضایا مرکبات کی تعداد بمع نام بیان کر دیے ہیں قضایا مرکبہ کل سات ہیں اور ان کے نام یہ ہیں (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وقتیہ (۴) منتشرہ (۵) وجودیہ لاضروریہ (۶) وجودیہ لادائمہ (۷) ممکنہ خاصہ۔
تمام قضایا کی مثالیں مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

نقشہ قضایا موجھہ مرکبات بمع امثلہ

نمبر شمار	نام قضیہ مرکبہ موجھہ	مثال قضیہ	جزواول	جزوثانی	جزوثانی کی تشکیل
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ	کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ موجبہ	مطلقہ عامہ سالبہ	لاشئ من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالادائما	مشروطہ عامہ سالبہ	مطلقہ عامہ موجبہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل
۳	وقتیہ موجبہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ	مطلقہ عامہ سالبہ	لا شئ من القمر بمنخسف بالفعل
۴	وقتیہ سالبہ	لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ	مطلقہ عامہ موجبہ	کل قمر منخسف بالفعل
۵	منتشرہ موجبہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ موجبہ	مطلقہ عامہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل
۶	منتشرہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ سالبہ	مطلقہ عامہ موجبہ	کل انسان متنفس بالفعل
۷	عرفیہ خاصہ موجبہ	کل کاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	عرفیہ عامہ موجبہ	مطلقہ عامہ سالبہ	لاشئ من الکاتب متحرك الاصابع بالفعل

Marfat.com

۸	عرفیہ خاصہ سالبہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبالادائما	عرفیہ عامہ سالبہ	مطلقہ عامہ موجبہ	کل ساکن الاصابع بالفعل
۹	وجودیہ لادائمہ موجبہ	کل انسان متنفس بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ	مطلقہ عامہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ سالبہ	مطلقہ عامہ موجبہ	کل انسان متنفس بالفعل
۱۱	وجودیہ لاضروریہ موجبہ	کل انسان متنفس بالفعل لابالضرورۃ	مطلقہ عامہ موجبہ	ممکنہ عامہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالامکان العام
۱۲	وجودیہ لاضروریہ سالبہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل لا بالضرورۃ	مطلقہ عامہ سالبہ	ممکنہ عامہ موجبہ	کل انسان متنفس بالامکان العام
۱۳	ممکنہ خاصہ موجبہ	زید کاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ	ممکنہ عامہ سالبہ	زیدلیس بکاتب بالامکان العام
۱۴	ممکنہ خاصہ سالبہ	زیدلیس بکاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ	ممکنہ عامہ موجبہ	زید کاتب بالامکان العام

Marfat.com

قَوْلُهٗ مُخَالِفَتَيِ الْكَيْفِيَّةِ :اَیْ فِی الْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ وَ قَدْ مَرَّ بَیَانُ ذَالِكَ فِی بَیَانِ مَعْنَی اللَّادَوَامِ وَاللَّاضُرُوْرَةِ وَاَمَّا الْمُوَافَقَةُ فِی الْكَمِیَّةِ اَیِ الْكُلِّیَّةِ وَالْجُزْئِیَّةِ فَلِاَنَّ الْمَوْضُوْعَ فِی الْقَضِیَّةِ الْمُرَكَّبَةِ وَاحِدٌ قَدْ حُكِمَ عَلَیْهِ بِحُكْمَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ بِالْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ فَاِنْ كَانَ فِی الْجُزْءِ الْاَوَّلِ عَلٰی كُلِّ اَفْرَادٍ كَانَ فِی الْجُزْءِ الثَّانِیْ اَیْضًا عَلٰی كُلِّهَا وَاِنْ كَانَ عَلٰی بَعْضِ الْاَفْرَادِ فِی الْاَوَّلِ فَكَذَا فِی الثَّانِیْ

ترجمہ:۔یعنی (مخالف ہوں) ایجاب اور سلب میں اور اس کا بیان لا دوام اور ضرورت کے معنی میں گزر چکا ہے اور بہر حال کیمت یعنی کلیہ اور جزئیہ ہونے میں موافقت پس وہ اس لیے ہے کہ موضوع قضیہ مرکبہ میں امر واحد ہے جس پر دو حکم لگائے گئے ہیں جو ایجاب اور سلب کے ساتھ مختلف ہیں پس اگر جز اول میں حکم کل افراد پر ہو تو جز ثانی کے بھی کل افراد پر ہوگا اور اگر اول میں بعض افراد پر ہو پس ثانی میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں یہ بتایا ہے کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہو اور لاضرورۃ اور امکان خاص سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا جس قضیے کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کریں گئے وہ قضیہ کیف (ایجاب وسلب) میں تو پہلا قضیہ کا مخالف ہوگا یعنی اگر پہلا موجبہ ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ سالبہ ہوگا اور اگر پہلا سالبہ ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ موجبہ ہوگا ہاں البتہ اشارہ سے جو قضیہ سمجھا جائے گا وہ کمیت (کلیت وجزئیت) میں پہلے قضیے کے مطابق وموافق ہوگا اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلے قضیہ کا جو موضوع ہوگا وہی موضوع اس اشارہ سے سمجھنے جانے والے قضیہ کا بھی ہوگا اگر پہلے قضیے میں حکم کل افراد پر ہو تو اس میں کل افراد پر ہوگا اور اگر پہلے قضیے میں حکم بعض افراد پر ہوگا تو اس میں بعض افراد پر ہوگا اس لیے کمیت میں یہ پہلے قضیے کے موافق ہوگا۔

قَوْلُهٗ لَمَّا قُیِّدَ بِهِمَا: اَیِ الْقَضِیَّةُ الَّتِیْ قُیِّدَتْ بِهِمَا اَیْ بِاللَّادَوَامِ وَا للَّا ضُرُوْرَةِ یَعْنِیْ اَصْلَ الْقَضِیَّةِ

ترجمہ:۔یعنی قضیہ جو مقید کیا گیا ہو ان دونوں کیساتھ یعنی لا دوام اور ضرورۃ کے ساتھ یعنی اصل قضیہ۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض بھما میں ھما کا مرجع بتانا ہے کہ ما سے کیا مراد ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔لما قید بھما میں ما سے مراد وہ قضیہ جس کو ان دونوں یعنی لا دوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید کیا جائے گا یعنی اصل قضیہ مراد ہے اور ھما ضمیر کا مرجع لا دوام اور لاضرورۃ ذاتی ہیں۔

متن : فَصْلٌ : اَلشَّرْطِيَّةُ مُتَّصِلَةٌ اِنْ حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ نِسْبَةٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ اُخْرٰى اَوْ نَفْيِهَا لُزُوْمِيَّةٌ اِنْ كَانَ ذَالِكَ بِعَلَاقَةٍ وَاِلَّا فَاتِّفَاقِيَّةٌ وَمُنْفَصِلَةٌ اِنْ حُكِمَ فِيْهَا بِتَنَافِي النِّسْبَتَيْنِ اَوْ لَا تَنَافِيْهِمَا صِدْقًا وَكِذْبًا مَعًا وَهِيَ الْحَقِيْقَةُ اَوْ صِدْقًا فَقَطْ فَمَانِعَةُ الْجَمْعِ اَوْ كِذْبًا فَقَطْ فَمَانِعَةُ الْخُلُوِّ وَكُلٌّ مِنْهُمَا عِنَادِيَّةٌ وَاِنْ كَانَ التَّنَافِيْ لِذَاتِيْ الْجُزْئَيْنِ وَاِلَّا فَاتِّفَاقِيَّةٌ ثُمَّ الْحُكْمُ فِي الشَّرْطِيَّةِ اِنْ كَانَ عَلٰى جَمِيْعِ تَقَادِيْرِ الْمُقَدَّمِ فَكُلِّيَّةٌ اَوْ بَعْضِهَا مُطْلَقًا فَجُزْئِيَّةٌ اَوْ مُعَيِّنًا فَشَخْصِيَّةٌ وَاِلَّا فَمُهْمَلَةٌ وَطَرَفَا الشَّرْطِيَّةِ فِي الْاَصْلِ قَضِيَّتَانِ حَمْلِيَّتَانِ اَوْ مُتَّصِلَتَانِ اَوْ مُنْفَصِلَتَانِ اَوْ مُخْتَلِفَتَانِ اِلَّا اَنَّهُمَا خَرَجَتَا بِزِيَادَةِ الْاِتِّصَالِ وَالْاِنْفِصَالِ عَنِ التَّمَامِ

ترجمہ متن:۔فصل قضیہ شرطیہ متصلہ ہے اگر اس میں ایک نسبت کی تقدیر پر دوسری نسبت کے ثبوت کا یا اس کی نفی کا حکم لگایا جائے لزومیہ ہے اگر یہ علاقہ کی وجہ سے ہو پس وہ اتفاقیہ ہے اور منفصلہ ہے اگر اس میں دو نسبتوں کی منافات یا عدم منافات کا حکم لگایا جائے صدقا اور کذبا اکٹھے اور وہ حقیقہ ہے یا فقط صدقا (منافات کا حکم لگایا جائے) پس مانعۃ الجمع ہے یا فقط کذبا (منافات کا حکم لگایا جائے) پس مانعۃ الخلو ہے اور ہر ایک ان دونوں میں سے عنادیہ ہے اگر منافات دونوں جزؤں کی ذات کی

Marfat.com

وجہ سے ہو ورنہ پس وہ اتفاقیہ ہے پھر حکم شرطیہ میں اگر مقدم کی تمام تقادیر پر ہو تو وہ کلیہ ہے یا بعض افراد ہو مطلقا تو جزئیہ ہے یا معین (تقدیر ہو) ہو شخصیہ ہے ورنہ پس مہملہ ہے اور شرطیہ کی دو طرفیں اصل میں دو قضیے ہیں دونوں حملیہ ہوں یا متصلہ یا منفصلہ یا مختلف ہوں مگر اس صورت میں وہ اتصال اور انفصال کی زیادتی کیساتھ تمامیت سے نکل جائیں گئے

مختصر تشریح متن:۔ قضایا حملیہ اور موجہات کی بحث ختم کرنے کے بعد اب قضایا شرطیہ کی بحث کرتے ہیں قضیہ شرطیہ دو قسم پر ہے متصلہ، منفصلہ پھر ان میں سے ہر ایک دو دو قسم پر ہے موجبہ اور سالبہ شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں لزومیہ، اتفاقیہ شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (حقیقۃ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو) پھر ان تینوں قسموں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں عنادیہ، اور غیر عنادیہ مزید تشریح شرح میں آرہی ہے

قَوْلُهٗ عَلٰى تَقْدِيْرِ اُخْرٰى :سَوَاءٌ كَانَتِ النِّسْبَتَانِ ثُبُوْتِيَتَيْنِ اَوْ سَلْبِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ فَقَوْلُنَا كُلَّمَا لَمْ يَكُنْ زَيْدٌ حَيَوَانًا لَمْ يَكُنْ اِنْسَانًا مُتَّصِلَةٌ مُوْجِبَةٌ فَالْمُتَّصِلَةُ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِاِتِّصَالِ النِّسْبَتَيْنِ وَالسَّالِبَةُ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ اِتِّصَالِ هِمَا نَحْوُ لَيْسَ الْبَتَّةَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُوْدًا وَكَذَالِكَ اللُّزُوْمِيَّةُ الْمُوْجِبَةُ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِالْاِتِّصَالِ بِعِلَاقَةٍ وَ السَّالِبَةُ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِاَنَّهٗ لَيْسَ هُنَاكَ اِتِّصَالٌ بِعِلَاقَةٍ سَوَاءٌ لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ اِتِّصَالٌ اَوْ كَانَ لٰكِنَّ لَا بِعِلَاقَةٍ وَاَمَّا الْاِتِّفَاقِيَّةُ فَهِيَ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِمُجَرَّدِ الْاِتِّصَالِ اَوْ نَفْيِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ ذَالِكَ مُسْتَنِدًا اِلَى الْعِلَاقَةِ نَحْوُ كُلَّمَا كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ وَ لَيْسَ كُلَّمَا كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا كَانَ الْفَرَسُ نَاهِقًا فَتَدَبَّرْ

ترجمہ:۔ برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی ہوں یا مختلف ہوں پس ہمارا قول کلما لم یکن زید حیوانا لم یکن انسانا قضیہ متصلہ موجبہ ہے پس متصلہ (موجبہ) وہ قضیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے متصل ہونے کا حکم لگایا ہو جیسے لیس البتۃ کلما کانت الشمس طالعۃ کان اللیل موجودا اور اسی طرح لزومیہ موجبہ وہ قضیہ ہے جس میں کسی علاقے کے متصل ہونے کا حکم لگایا گیا ہو اور لزومیہ سالبہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو بایں طور یہاں کسی علاقے کے ساتھ اتصال نہیں ہے برابر ہے کہ وہاں خواہ اتصال نہ ہو یا اتصال ہو تو مگر بغیر علاقہ کے ہو اور بہر حال اتفاقیہ وہ قضیہ ہے جس میں محض اتصال کے

Marfat.com

ساتھ یا اس کے اتصال کی نفی کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو بغیر اس کے کہ وہ منسوب کسی کی طرف جیسے کلما کان الانسان ناطقا الخ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے یعنی قضیہ شرطیہ متصلہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ اس تعریف کے سمجھنے سے پہلے بطور ضابطہ کے یہ بات سمجھے کہ قضایا شرطیہ کی بحث جو تعریفات بیان ہوں گی متصلہ ،منفصلہ ،لزومیہ ،عنادیہ، وغیرہ کی یہ تعریفات صرف موجبات پر ہی سچی آئیں گی۔

تعریف شرطیہ متصلہ:۔ جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود یہاں وجود نہار کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر موقوف ہے یہ تعرف شرطیہ متصلہ موجبہ کی ہے ایک نسبت کا ثبوت جو دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہوگا پھر وہ دونوں نسبتیں ثبوتی بھی ہو سکتی ہیں سلبی بھی اور مختلف بھی اس میں کل چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود

(۲) دونوں نسبتیں سلبی ہو جیسے ان لم یکن الشمس طالعة لم یکن النهار موجود

(۳) پہلی نسبت (مقدم) ثبوتی ہو اور دوسری نسبت (تالی) سلبی ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة لم یکن اللیل موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے ان لم یکن الشمس طالعة فکان اللیل موجودا

قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ:۔ اس کو کہتے ہیں جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو جیسے لیس البته کلما کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا یہاں وجود لیل کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر موقوف نہیں یہاں بھی وہی صورتیں ہونگی کہ دونوں قضیوں کی نسبت بذات خود ایجابی ہو سکتی ہے سلبی بھی اور مختلف بھی۔

اس میں وہی چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں ثبوتی نسبتوں میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة لم یکن اللیل موجودا

(۲) دونوں سلبی نسبتون میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة کلما لم یکن الشمس طالعة لم یکن اللیل موجودا

(۳) پہلی نسبت ثبوتی ہو دوسری سلبی ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة لم یکن النهار موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے لیس البتة کلما لم یکن الشمس طالعة کان النهار موجودا

Marfat.com

شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں لزومیہ اور اتفاقیہ۔

لزومیہ کی تعریف:۔ لزومیہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں دونون نسبتوں اتصال کسی علاقے کی وجہ سے ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود یہاں وجود نہار کی نسبت کا اتصال طلوع شمس کی نسبت کے علاقے کی وجہ سے ہے اور وہ علاقہ یہ ہے کہ طلوع شمس علت ہے وجود نہار کیلئے یہ لزومیہ موجبہ کی تعریف ہے سالبہ کی تعریف اس کا الٹ ہوگی کہ دونسبتوں میں اتصال نہ ہو کسی علاقے کی وجہ سے جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة فالليل موجود اس لزومیہ سالبہ میں دو صورتیں نکلیں گی ایک صورت یہ ہے کہ سرے سے اتصال ہی نہ ہو جیسے ابھی مثال گزری اور دوسری صورت یہ ہے کہ اتصال تو ہو لیکن کسی علاقے کی وجہ سے نہ ہو جیسے لیس البتة کلما کان الانسان ناطقا کان الحمار ناهقا یہاں ناھقیت حمار اور ناطقیت انسان میں اتصال تو ہے لیکن علاقہ نہیں کیونکہ ناطقیت انسان ناھقیت حمار کیلئے علت نہیں

اتفاقیہ کی تعریف:۔ دونسبتوں میں اتصال بغیر کسی علاقہ کے ہو اس کی مثال وہی ہے جو لزومیہ کی مثال ہے جیسے کلما کان الانسان ناطقا کان لحمار ناهقا لزومیہ سالبہ اور اتفاقیہ کی تعریف میں فرق نہیں البتہ فرق اتنا ہے کہ لزومیہ سالبہ میں سور سالبہ کا ہوتا ہے اور اتفاقیہ میں سور موجبہ کا ہے

اتفاقیہ سالبہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں کے درمیان اتصال نہ ہو بغیر کسی علاقہ کے جیسے لیس البته کلما کان الانسان ناطقا کان الفرس ناهقا یہاں اتصال نہیں کیونکہ کبھی کبھی انسان ناطق ہوتا ہے اور فرس ناھق نہیں ہوتا اور علاقہ بھی نہیں کیونکہ ناطقیت انسان ناھقیت فرس کیلئے علت نہیں

قَوْلُهُ بِعِلَاقَةٍ : وَهِيَ اَمْرٌ بِسَبَبِهٖ يَسْتَصْحَبُ الْمُقَدَّمُ التَّالِيْ كَعِلِّيَّةِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ لِوُجُوْدِ النَّهَارِ فِيْ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ

ترجمہ:۔ اور وہ علاقہ ایسا امر ہے کہ جس کی وجہ سے مقدم تالی کا مصاحف ہو جائے جیسے طلوع شمس کا علاقہ وجود نہار کیلئے ہمارے قول کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض علاقے کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ قضیہ لزومیہ جو علاقہ ہوتا ہے وہ کیا چیز ہے؟ اس قولہ میں اس کی تعریف کرتے ہیں کہ علاقہ اس چیز کو کہتے ہیں جس

Marfat.com

کے سبب سے مقدم تالی کا ساتھی بن جائے منطقیوں نے تلاش کر کے چار قسم کے علاقے نکالے ہیں۔

(۱) مقدم علت ہو تالی معلول ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار معلول ہے۔

(۲) مقدم معلول ہو اور تالی علت ہو جیسے ان کان النهار موجود فالشمس طالعة اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار مقدم معلول ہے۔

(۳) مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں ایک تیسری چیز (علت) کے جیسا کہ کلما کان النهار موجود فالعالم مضیٔ ان دونوں (وجود نہار اور طلوع شمس) کی علت ایک تیسری چیز ہے طلوع شمس۔

(۴) چوتھا احتمال یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں تضایف کا علاقہ ہو یعنی ایک شئی دوسری کے بغیر نہ سمجھی جائے جیسے ان کان زید ابا لعمر و فعمرو ابنه

قَوْلُهٗ بِتَنَافِی النِّسْبَتَیْنِ : سَوَاءٌ کَانَتِ النِّسْبَتَانِ ثُبُوْتِیَتَیْنِ اَوْسَلْبِیَتَیْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَیْنِ فَاِنْ کَانَ الْحُکْمُ فِیْهَا بِتَنَافِیْهِمَا فَهِیَ مُنْفَصِلَةٌ مُوْجِبَةٌ وَاِنْ کَانَ بِسَلْبِ تَنَافِیْهِمَا فَهِیَ مُنْفَصِلَةٌ سَالِبَةٌ

ترجمہ:۔ برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی یا مختلفی ہوں پس اگر حکم اس میں ان نسبتوں کے مابین منافات کے ساتھ ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے اور اگر حکم ان کے مابین منافات نہ ہونے کے ساتھ ہو تو وہ منفصلہ سالبہ ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ اس قولہ میں شارح قضیہ منفصلہ کی تعریف کرتے ہیں۔

شرطیہ منفصلہ کی تعریف:۔ شرطیہ منفصلہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان منافات کو ثابت کیا گیا ہو پھر وہ دونوں قضیے بذات خود چاہے موجبہ ہوں یا سالبہ۔ یہاں بھی وہی چار صورتیں نکلیں گی۔

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں جیسے اما ان یکون هذا لعدد زوجا او فردا

(۲) دونوں سلبی ہوں جیسے امااں یکون هذا العدد لا زوجا او لا فردا

(۳) پہلی ثبوتی دوسری سلبی جیسے امااں یکون هذا العدد لا زوجا او منقسم بمتساویین او لا زوجا

Marfat.com

(۲) پہلی سلبی دوسری ثبوتی جیسے اما ایکون هذا لعدد لا زوجا او منقسما بمتساویین

قضیہ شرطیہ منفصلہ سالبہ:۔ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان منافات کی نفی کی گی ہو جیسے لیس البتة اما ان یکون هذا لعدد زوجا او منقسما بمتساویین اس میں بھی عقلی طور پر چار صورتیں نکلتی ہیں مثالیں بالکل واضح ہیں استخرج بنفسك ۔

قَوْلُهٗ وَهِیَ الْحَقِیْقَةُ : فَالْمُنْفَصِلَةُ الْحَقِیْقِیَّةُ مَا حُكِمَ فِیْهَا بِتَنَافِی النِّسْبَتَیْنِ فِی الصِّدْقِ وَ الْكِذْبِ نَحْوُ قَوْلِنَا اِمَّا اَنْ یَكُوْنَ هٰذَا لْعَدَدُ زَوْجًا وَ اِمَّا اَنْ یَكُوْنَ هٰذَا لْعَدَدُ فَرْدًا اَوْ حُكِمَ فِیْهَا بِسَلْبِ تَنَافِی النِّسْبَتَیْنِ فِی الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ نَحْوُ قَوْلِنَا لَیْسَ الْبَتَّةَ اِمَّا اَنْ یَكُوْنَ هٰذَا لْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ مُنْقَسِمًا بِمُتَسَاوِیَیْنِ وَالْمُنْفَصِلَةُ الْمَانِعَةُ الْجَمْعِ مَا حُكِمَ فِیْهَا بِتَنَافِی النِّسْبَتَیْنِ اَوْ لَا تَنَافِیْهِمَا فِی الصِّدْقِ فَقَطْ نَحْوُ هٰذَا الشَّیْءُ اِمَّا اَنْ یَكُوْنَ شَجَرًا وَاِمَّا اَنْ یَكُوْنَ حَجَرًا وَالْمُنْفَصِلَةُ الْمَانِعَةُ الْخُلُوِّ مَا حُكِمَ فِیْهَا بِتَنَافِی النِّسْبَتَیْنِ اَوْ لَا تَنَافِیْهِمَا فِی الْكِذْبِ فَقَطْ نَحْوُ اِمَّا اَنْ یَكُوْنَ زَیْدٌ فِی الْبَحْرِ وَاِمَّا اَنْ لَایَغْرُقَ

ترجمہ:۔ منفصلہ حقیقہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا ہو صدق وکذب میں نسبتوں کی منافات کے ساتھ جیسے ہمارا قول اما ان یکون هذا لعدد زوجا الخ یا حکم لگایا ہو اس میں نسبتوں کی صدق وکذب میں منافات نہ ہونے کے ساتھ جیسے ہمارا قول لیس البتة اما ان یکون هذا العدد زوجا الخ اور منفصلہ مانعۃ الجمع وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا ہو دو نسبتوں کی منافات یا عدم منافات کے ساتھ فقط صدق میں جیسے هذا الشئی اما ان یکون شجرا واما ان یکون حجرا اور منفصلہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا ہو دو نسبتوں کی منافی ہونے یا منافی نہ ہونے کے ساتھ صرف کذب میں جیسے اما ان یکون زید فی البحر اسما ان لایغرق ۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی اقسام بتانی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ قضایا شرطیہ کے اندر جتنی بھی تعریفات ہوں گی وہ موجبات پر ہی سچی آئیگی سوالب

Marfat.com

پر سچی نہیں آئیں گی لیکن سوالب کو مجازا متصلہ اور اتفاقیہ وغیرہ کہا جاتا ہے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب قضیہ شرطیہ منفصلہ کے اقسام سمجھیں

شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) شرطیہ منفصلہ حقیقیہ (۲) شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع (۳) شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو

شرطیہ منفصلہ حقیقیہ:۔ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں کے درمیان مخالفت کو ثابت کیا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں صدق اور کذب میں مخالفت کے ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ دونوں نسبتیں اکٹھی سچی آسکیں اور نہ دونوں آٹھ سکیں جیسے **ھذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا** یہ دونوں نسبتیں زوجیت اور فردیت ایک عدد میں عدد میں جمع بھی نہیں ہوسکتی کہ کوئی عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی ہو اور اٹھ بھی نہیں ہوسکتین کہ کوئی نہ زوج ہو اور نہ فرد ہو یہ تعریف حقیقیۃ موجبہ کی ہے سالبہ کی تعریف بالکل اس کا عکس ہوگی سالبہ حقیقیۃ اس کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں میں صدق وکذب میں مخالفت کی نفی گی ہو صدق وکذب میں مخالفت کی نفی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نسبتوں اکٹھی سچی بھی ہوسکیں اور اکٹھی جھوٹی بھی ہوسکتی ہیں جیسے **لیس البتۃ اما ان یکون ھذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین** یہاں دونوں نسبتیں زوجیت اور **انقسام بمتساویین** جمع بھی ہوسکتی ہیں کہ عدد زوج بھی ہو اور منقسم بمتساویین بھی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں نسبتیں اٹھ جائیں کہ ایک عدد ایسا ہو جو نہ جفت نہ منقسم بمتساویین ہو بلکہ وہ عدد طاق ہو

شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع:۔ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں کے درمیان مخالفت فقط صدق میں ثابت کی گی ہو یعنی دونوں نسبتیں اکٹھی سچی نہ آسکتی ہوں البتہ دونوں کا اٹھ جانا جائز ہو جیسے **اما ان یکون ھذا الشئی شجرا او حجرا** شجر اور حجر ان دونوں کا جمع ہونا تو محال ہے یعنی دونوں ایک جگہ اکٹھی سچی نہیں آسکتی لیکن ان کا اٹھ جانا جائز ہے کہ دونوں نہ ہوں بلکہ ایک تیسری چیز مثلا انسان ہو

سالبہ مانعۃ الجمع کی تعریف:۔ یہ ہے کہ دونسبتوں میں صدق میں مخالفت کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا سچا آنا جائز ہو لیکن اٹھ جانا جائز نہ ہو جیسے **اما ایکون ھذالانسان حیوانا او اسودا** یہاں ان دونوں نسبتوں حیوان اور اسود کا جمع ہونا تو جائز ہے کہ حبشی آدمی میں حیوان بھی پایا جائے گا اور اسود بھی لیکن ان دونوں کا اٹھ جانا درست نہیں کہ وہ آدمی حیوان بھی نہ ہو اور اسود بھی نہ ہو

شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو:۔ اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں میں مخالفت صرف کذب میں ہو یعنی

دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا محال ہوالبتہ دونوں کا سچا آنا جائز ہوجیسے اما ان یکون زید فی البحر اولا یغرق ان دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا (کہ زید دریا میں نہ ہواور غرق ہو) محال ہے لیکن ان کا اجتماع جائز ہے کہ زید دریا ہواور غرق نہ ہو بلکہ کشتی میں سوار ہو یا تیر رہا ہو

سالبہ مانعۃ الخلو:۔وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں کذبا مخالفت کی نفی کی گی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا جائز ہو جمع ہونا جائز نہ ہوجیسے لیس البتۃ اما ان یکون ھذا الشئی حجرا او شجرا ان دونوں کا اٹھ جانا جائز تو ہے کہ وہ شئی نہ تو حجر اور نہ ہی شجر ہو بلکہ انسان لیکن جمع ہونا جائز نہیں کہ ایک ہی شئی حجر بھی ہواور شجر بھی ہو

قَوْلُهٗ اَوْ صِدْقًا فَقَطْ: اَیْ لَا فِی الْکَذِبِ اَوْ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنِ الْکِذْبِ حَتّٰی جَازَ اَنْ یَجْتَمِعَ النِّسْبَتَانِ فِی الْکِذْبِ وَ اَنْ لَا یَجْتَمِعَا وَیُقَالُ لِلْمَعْنَی الْاَوَّلِ مَانِعَۃُ الْجَمْعِ بِالْمَعْنَی الْاَخَصِّ وَالثَّانِیْ مَانِعَۃُ الْجَمْعِ بِالْمَعْنَی الْاَعَمِّ

ترجمہ:۔یعنی منافات کا حکم کذب سے نہیں یا کذب سے قطع نظر کر کے حتی کہ جائز ہے یہ کہ دونوں نسبتیں کذب میں جمع ہو جائیں اور یہ کہ جمع نہ ہوں اور اول معنی کو مانعۃ الجمع بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے اور ثانی معنی کو مانعۃ الجمع بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے۔

تشریح:۔اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع کی ایک دوسری تعریف کی ہے ایک تعریف تو مانعۃ الجمع کی یہ گزری ہے کہ اس میں دونوں نسبتوں کا صدق محال ہواب یہاں اور تعریف بتا رہے ہیں اور اس تعریف میں پہلی تعریف سے کچھ قیود کو اٹھایا جائے گا یا بڑھایا جائے گا قضیہ مانعۃ الجمع میں اگر دوسری جانب کو صراحتا ذکر کیا جائے جیسے ہوں کیا جائے کہ دونسبتوں کی صرف صدق میں مخالفت ہو اور دوسری جانب یعنی کذب میں مخالفت نہ ہو تو یہ دوسری تعریف ہے منفصلہ مانعۃ الجمع کی یہ تعریف اخص ہے اور تعریف منفصلہ حقیقہ کے مقابل ہے کیونکہ اس میں تو صدق اور کذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو صراحتا ذکر نہ کیا جائے تو یہ تعریف مانعۃ الجمع کی اعم ہے جیسے کہا جائے کہ مانعۃ الجمع وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے صدق میں دونوں نسبتوں میں مخالفت ہو دوسری جانب کو معلوم نہیں کہ مخالفت ہے کہ نہیں یہ تعریف منفصلہ حقیقہ پر بھی سچی آئے گی اگر دوسری جانب میں بھی مخالفت ہو اس لیے اس تعریف کو اعم کہیں گے جس تعریف میں صراحتا دوسری جانب کو ذکر کیا

Marfat.com

جائے اس قضیہ مانعة الجمع بالمعنی الاخص ہواور جس میں دوسری جانب کوصراحتاً ذکر نہ کیا جائے اس کو مانعة الجمع بالمعنی الاعم کہتے ہیں

قَوْلُهٗ اَوْ كِذْبًا فَقَطْ : اَیْ لَا فِی الصِّدْقِ اَوْ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنْهُ وَالْاَوَّلُ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ بِالْمَعْنَى الْاَخَصِّ وَالثَّانِیْ بِالْمَعْنَى الْاَعَمِّ

ترجمہ:۔یعنی منافات کا حکم صدق میں نہیں یا صدق سے قطع نظر کر کے اول مانعة الخلو بالمعنی الاخص ہے اور ثانی مانعة الخلو بالمعنی الاعم ہے

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض بھی مانعۃ الخلو کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے

تشریح۔ اگر یہاں بھی دوسری جانب کو صراحتاً ذکر کیا جائے تو یہ مانعة الخلو بالمعنی الاخص ہوگا جو کہ منفصلہ حقیقیہ کا مقابل ہوگا جیسے کہ کہا جائے مانعة الخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں دونوں نسبتوں میں صرف کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب صراحتاً مذکور ہو کہ صدق میں مخالفت نہ ہو یہ منفصلہ حقیقہ کا مقابل ہے کیونکہ اس میں صدق و کذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو صراحتاً ذکر نہ کیا جائے تو اس کو مانعة الخلو بالمعنی الاعم کہیں گے جیسے یوں کہا جائے کہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس کے اندر کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب کو معلوم نہیں کہ مخالفت ہے یا نہیں اگر دوسری جانب میں بھی مخالفت ہو تو پھر منفصلہ پر سچاۃ آئے گا اس لیے اس کو مانعة الخلو بالمعنی الاعم کہتے ہیں

قَوْلُهٗ لِذَاتِیَ الْجُزْئَیْنِ : اَیْ كَانَ الْمُنَافَاةُ بَیْنَ الطَّرْفَیْنِ اَیِ الْمُقَدَّمِ وَالتَّالِیْ مُنَافَاةً نَاشِیَةً عَنْ ذَاتِیَهُمَا فِیْ اَیِّ مَادَّةٍ تَحَقَّقَا كَالْمُنَافَاةِ بَیْنَ الزَّوْجِیَةِ وَالْفَرْدِیَةِ لَا مِنْ خُصُوْصِ الْمَادَّةِ كَالْمُنَافَاةِ بَیْنَ السَّوَادِ وَالْكِتَابَةِ فِیْ اِنْسَانٍ یَكُوْنُ اَسْوَدُ وَ غَیْرُ كَاتِبٍ اَوْ یَكُوْنُ كَاتِبًا وَ غَیْرُ اَسْوَدَ فَالْمُنَافَاةُ بَیْنَ طَرَفَیْ هٰذَا الْمُنْفَصِلَةِ وَاقِعَةٌ لَا لِذَاتَیْهِمَا بَلْ بِحَسْبِ خُصُوْصِ الْمَادَّةِ اِذْ قَدْ یَجْتَمِعُ السَّوَادُ وَالْكِتَابَةُ فِی الصِّدْقِ اَوْ فِی الْكِذْبِ فِیْ مَادَّةٍ اُخْرٰی فَهٰذِهٖ مُنْفَصِلَةٌ حَقِیْقِیَّةٌ اِتِّفَاقِیَّةٌ وَتِلْكَ مُنْفَصِلَةٌ عِنَادِیَّةٌ

ترجمہ:۔یعنی اگر طرفین یعنی مقدم اور تالی کے درمیان ایسی منافات ہے جو ان کی ذات سے پیدا ہونے والی ہے جس مادہ

میں بھی وہ طرفین متحقق ہوں جیسے منافات زوجیت اور فردیت کے درمیان نہ کہ کسی خاص مادہ کی منافات سواد اور کتابت کے درمیان ایسے انسان میں جو اسود ہو اور کاتب نہ ہو یا کاتب اسود نہ ہو پس منافات اس منفصلہ کی دونوں طرفوں کے درمیان واقع ہونے والی نہیں ہے ان کی ذات کی وجہ سے بلکہ خاص مادہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ کبھی سواد اور کتابت صدق اور کذب میں دوسرے مادہ کے اندر جمع ہو سکتی ہیں پس یہ منفصلہ حقیقہ اتفاقیہ ہے اور وہ پہلی قسم منفصلہ عنادیہ ہے

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں بیان کرنی ہیں

تشریح:۔ قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں عنادیہ اور اتفاقیہ قضیہ منفصلہ کی تین اقسام میں سے ہر ایک عنادیہ اور اتفاقیہ ہوگی قضیہ متصلہ کی بھی دو قسمیں تھیں لزومیہ اور اتفاقیہ متصلہ میں اگر اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے ہوتا تھا تو لزومیہ تھا اور منفصلہ میں مخالفت دو نسبتوں میں اگر باعتبار ذات کے ہو تو اس کو عنادیہ کہتے ہیں یہاں نام رکھنے میں فرق اس لیے کیا ہے کہ ہر ایک تعریف الگ الگ ہے اتفاقیہ میں دونوں کی تعریف ملتی تھی اس لیے متصلہ اور منفصلہ دونوں کو اتفاقیہ کہا اتفاقیہ متصلہ میں اتصال دونوں نسبتوں کا اتفاقا ہو جاتا تھا اس طرح اتفاقیہ منفصلہ میں دونوں نسبتوں میں مخالفت اتفاقا ہو جاتی ہے

اب عنادیہ اور اتفاقیہ کی تعریف سمجھیں

قضیہ عنادیہ کی تعریف:۔ اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان مخالفت ذاتی ہو ذات کے اعتبار سے بھی وہ نسبتیں کسی مادہ میں بھی جمع نہ ہو سکیں جیسے هذا لعدد اما ان یکون زوجا او فردا یہ موجبہ کی تعریف ہے سالبہ کی تعریف اس کے بالکل برعکس ہوگی

سالبہ عنادیہ کی تعریف:۔ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دونوں نسبتوں میں مخالفت ذاتی نہ ہو اس کی مثال جیسے زید مثلا کاتب ہے اور کالا نہیں تو قضیہ بولا جائے کہ زید اما ان یکون کاتبا او اسود زید یا کاتب ہے یا کالا ہے

قضیہ اتفاقیہ کی تعریف:۔ وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس میں دو نسبتوں میں مخالفت کسی مادے میں ہوگی ورنہ ان دونوں میں مخالفت ذات کے اعتبار سے نہ ہوگی جیسے ہم نے ایک انسان کالے کو فرض کر لیا کہ یہ کالا ہے اور کاتب نہیں اب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا یہ انسان اسود ہے یا کاتب یہ دونوں اس انسان پر سچی نہیں آرہیں ورنہ ان میں مخالفت ذاتی نہیں کیونکہ اگر مخالفت ذاتی ہوتی تو یہ دونوں نسبتیں کبھی بھی جمع نہ ہوتی حالانکہ یہ دونوں نسبتیں جمع بھی ہو جاتی ہیں کہ انسان اسود بھی ہو اور کاتب بھی جیسے حبشی منشی یہ اتفاقیہ موجبہ کی تعریف ہے سالبہ کی تعریف یہ ہوگی

Marfat.com

جس میں دونسبتوں میں مخالفت کی نفی اتفاقی ہو چونکہ منفصلہ کی تینوں قسموں ان دو کی طرف تقسیم ہوتی ہیں اس لیے اب ہر ایک کی تقسیم بمع امثلہ سمجھے

منفصلہ حقیقہ عنادیہ کی مثال:۔ اما ان یکون هذا لعدد زوجا او فردا یہاں زوجیت عدد اور فردیت مخالفت بیان کی گی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے کیونکہ زوجیت عدد واحد فردیت کسی مثال میں بھی جمع نہیں ہو سکتے

منفصلہ حقیقہ اتفاقیہ کی مثال:۔ وہی انسان جس کو اسود لا کاتب فرض کیا تھا اس پر یہ مثال سچی آتی ہے اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا یہ انسان اسود ہے یا کاتب اس مثال مذکور میں اتفاقی طور پر ایسا ہو گیا ہے کہ اسود اور کاتب دونوں سچے نہیں آتے ورنہ ان کی ذات میں کوئی مخالفت نہیں یہ جمع بھی ہو سکتے ہیں کما مر انفا

منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ کی مثال:۔ اما ان یکون هذا الشئی شجرا او حجرا یہاں شجریت اور حجریت مخالفت ثابت کی گی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے مانعۃ الجمع میں مخالفت دونسبتوں میں صرف صدق میں ہوتی ہے کذب میں نہیں دونوں نسبتیں جھوٹی ہو سکتی ہیں

منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ کی مثال:۔ وہی انسان اسود لا کاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے اما ان یکون هذا الانسان لا اسود او کاتبا یہ انسان یا تو لا اسود ہے یا کاتب ہے یہ دونوں نسبتیں لا اسود اور کاتب اس انسان پر سچی تو نہیں آسکتی کیونکہ وہ تو اسود اور لا کاتب ہے لیکن متحد ہو سکتی ہے کہ اسود لا کاتب ہو جیسے وہ ہے

منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ کی مثال:۔ وھی انسان اسو د لا کاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون هذا الانسان اسود او لا کاتبا ان دونوں نسبتوں کا جمع ہونا جائز ہے کہ وہ اسود بھی ھو لا کاتب بھی ہو جیسا کہ وہ ہے لیکن ہے دونوں اٹھ نہیں سکتیں کہ وہ اسود نہ ہو بلکہ لا اسود ھو اور لا کاتب نہ ہو بلکہ کاتب ہو ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اسود لا کاتب ہے یہاں منفصلہ مانعۃ لخلو میں اسود لا کاتب کا اٹھ جانا یعنی لا اسود کاتب ہونا یہ محال اس مادہ میں ہو رہا ہے جس کو ہم نے فرض کیا ہے ورنہ حقیقت میں ذاتی طور پر ان کا اٹھنا محال نہیں بلکہ دونوں اٹھ سکتے ہیں جیسے رومی آدمی کاتب ہو تو اس پر لا اسود اور کاتب دونوں سچے آتے ہیں اسی طرح مانعۃ الجمع لااسود اور کاتب کا جمع نہ ہونا اس مادہ میں ہے ورنہ ذاتی طور پر یہ آپس میں مخالف دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ انسان لا اسود ہو اور کاتب ہو جیسے رومی کاتب۔

Marfat.com

فائدہ :۔قضیہ متصلہ کی تین قسمیں ہیں لیکن یہاں صرف دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) لزومیہ جس میں لزوم کی صراحت کی گی ہو (۲) اتفاقیہ جس میں اتفاق کی قید صراحتا موجود ہو (۳) مطلقہ جس میں لزوم کی صراحت ہو اور نہ اتفاق کی جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس کو متصلہ مطلقہ کہتے ہیں۔

اسی طرح منفصلہ کی پہلے چھ قسمیں بنتی تھیں لیکن اب ایک قسم منفصلہ مطلقہ بڑھ جائے گی جو کہ تین قسموں کے ساتھ ملے گی تو اب نو قسم منفصلہ کی ہوں گی (۱) منفصلہ حقیقیہ لزومیہ (۲) منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ (۳) منفصلہ حقیقیہ مطلقہ (۴) منفصلہ مانعۃ الجمع لزومیہ (۵) منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ (۶) منفصلہ مانعۃ الجمع مطلقہ (۷) منفصلہ مانعۃ الخلو لزومیہ (۸) منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ (۹) منفصلہ مانعۃ الخلو مطلقہ۔ کتاب میں تو شرطیہ کی آٹھ قسمیں ہیں لیکن اصل میں بارہ قسم ہیں تین متصلہ کی اور نو منفصلہ کی فافهم هذا دقيق

قَوْلُهٗ ثُمَّ الْحُكْمُ آه : كَمَا اَنَّ الْحَمْلِيَّةَ تَنْقَسِمُ اِلٰى مَحْصُوْرَةٍ وَمُهْمَلَةٍ وَشَخْصِيَّةٍ وَطَبْعِيَّةٍ كَذَالِكَ الشَّرْطِيَّةُ اَيْضًا سَوَاءٌ كَانَتْ مُتَّصِلَةً اَوْ مُنْفَصِلَةً تَنْقَسِمُ اِلَى الْمَحْصُوْرَةِ الْكُلِّيَّةِ وَ الْجُزْئِيَّةِ وَالْمُهْمَلَةِ وَالشَّخْصِيَّةِ وَلَا يَعْقِلُ الطَّبْعِيَّةُ هٰهُنَا

ترجمہ:۔جس طرح حملیہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ حملیہ شخصیہ اور طبعیہ کی طرف اسی طرح شرطیہ بھی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ کلیہ جزئیہ اور مہملہ اور شخصیہ کی طرف اور طبعیہ یہاں متصور نہیں ہوسکتا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے

تشریح :۔اس قول میں یہ بات بتا رہے ہیں کہ جیسے قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے پانچ قسمیں بنتی تھیں (۱) شخصیہ (۲) طبعیہ (۳) مہملہ (۴) محصورہ کلیہ (۵) محصورہ جزئیہ اسی طرح قضیہ شرطیہ کی بھی یہ قسمیں ہوں گی (۱) شخصیہ (۲) مہملہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصورہ جزئیہ خواہ شرطیہ متصلہ ہو یا شرطیہ منفصلہ ہو ہاں البتہ قضیہ شرطیہ طبعیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ طبعیہ میں حکم کلی کی طبعیت پر ہوتا ہے اور قضایا شرطیہ میں حکم طبعیت پر ہوتا ہی نہیں بلکہ حکم مقدم کے احوال پر ہوتا ہے اس لیے یہاں قضیہ طبعیہ نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ تَقَادِيْرُ الْمُقَدَّمِ : كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ

ترجمہ:۔جیسے ہمارا قول کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود

غرض شارح:۔اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے

تشریح:۔قضیہ شرطیہ میں حکم خواہ وہ متصلہ ہو یا منفصلہ ہو تمام حالات مقدم پر ہوتے ہیں یعنی مقدم کے وہ حالات جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو ان پر حکم ہوتا ہے اگر مقدم کے تمام حالات پر اتصال یا انفصال کا ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ کلیہ کہتے ہیں مثال کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا

قَوْلُهٗ فَكُلِّيَّةٌ :وَسُوْرُهَا فِى الْمُتَّصِلَةِ الْمُوْجِبَةِ كُلَّمَا وَ مَهْمَا وَمَتٰى وَمَا فِى مَعْنَاهَا وَفِى الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا وَابَدًا وَنَحْوُ هُمَا هٰذَا فِى الْمُوْجِبَةِ وَاَمَّا السَّالِبَةُ مُطْلَقًا فَسُوْرُهَا لَيْسَ الْبَتَّةَ

ترجمہ:۔اس کلیہ کا سور متصلہ موجبہ میں کلما اور مهما اور متی اور ہر وہ لفظ ہے جو ان کے معنی میں ہو اور منفصلہ میں دائما اور ابدا اور ان کی مثل جو لفظ ہو یہ تو موجبہ میں ہے بہر حال سالبہ میں مطلقا سور لیس البتة ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ کلیہ کا سور بتانا ہے

تشریح:۔قضیہ شرطیہ محصورہ متصلہ موجبہ کا سور کلما متی مهما ہے اور منفصلہ موجبہ کا سور دائما اور ابدا ہے اور شرطیہ سالبہ کا سور خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ لیس البتة ہے

قَوْلُهٗ اَوْ بَعْضًا مُطْلَقًا :اَیْ بَعْضًا غَيْرُ مُعَيَّنٍ كَقَوْلِكَ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّیْءُ حَيَوَانًا كَانَ اِنْسَانًا

ترجمہ:۔یعنی حکم بعض غیر معین پر ہو جیسے تیرا قول قدیکون اذا کان الشئی حیوانا کان انسانا

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے

تشریح:۔قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کے مقدم کے حالات میں سے بعض حالات پر ہوا اور وہ بعض غیر معین ہو قد یکون اذا کان الشئی حیوانا کان انسانا

Marfat.com

قَوْلُهٗ فَجُزْئِيَّةٌ :وَسُوْرُهَا فِی الْمُوْجِبَةِ مُتَّصِلَةً كَانَتْ اَوْ مُنْفَصِلَةً قَدْ يَكُوْنُ وَفِی السَّالِبَةِ كَذَالِكَ قَدْ لَا يَكُوْنُ

ترجمہ:۔اور جزئیہ کا سور موجبہ میں متصلہ ہو یا منفصلہ ہو قد یکون ہے اور سالبہ میں بھی اسی طرح قد لا یکون ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ کا سور بتانا ہے

تشریح:۔شرطیہ موجبہ جزئیہ کا سور خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ ہو قد یکون ہے اور شرطیہ جزئیہ سالبہ ہو تو قد لا یکون ہے

قَوْلُهٗ فَشَخْصِيَّةٌ : كَقَوْلِكَ اِنْ جِئْتَنِی الْيَوْمَ فَاَكْرَمْتُكَ

ترجمہ:۔جیسے تیرا قول ان جئتنی الخ

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شخصیہ کی مثال دینا ہے

تشریح:۔اگر قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کا مقدم کے احوال میں سے کسی حالت معین پر ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ شخصیہ کہیں گے جیسے ان جئتنی الیوم فاکرمتك

قَوْلُهٗ وَاِلَّا :اَیْ وَاِنْ لَّمْ يَكُنِ الْحُكْمُ عَلٰی جَمِيْعِ تَقَادِيْرِ الْمُقَدَّمِ وَلَا عَلٰی بَعْضِهَا بِاَنْ يَّسْكُتَ عَنْ بَيَانِ الْكُلِّيَّةِ وَ الْبَعْضِيَّةِ مُطْلَقًا فَمُهْمَلَةٌ نَحْوُ اِذَا كَانَ الشَّیْءُ اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا

ترجمہ:۔یعنی اگر حکم نہ مقدم کی جمیع تقادیر پر ہو اور نہ بعض پر بایں طور مطلقا سکوت کیا جائے کلیت اور بعضیت کے بیان سے تو قضیہ مہملہ ہے اذا کان الشئی انسانا کَان حیوانا

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے

تشریح:۔اگر حکم تمام حالات مقدم پر نہ ہو اور نہ بعض پر ہو بلکہ حکم حالات مقدم پر ہو لیکن اس کی چندگی بیان نہ کی گی ہو کہ کل حالات مقدم پر ہے یا بعض پر تو اس کو شرطیہ مہملہ کہتے ہیں اذا کان الشئی انسانا کَان حیوانا

Marfat.com

قَوْلُهٗ فِی الْاَصْلِ : اَیْ قَبْلَ دُخُوْلِ اَدَاةِ الْاِتِّصَالِ وَالْاِنْفِصَالِ عَلَیْهِمَا

ترجمہ:۔یعنی اداۃ اتصال وانفصال کے ان طرفین پر داخل ہونے سے پہلے۔

غرض شارح:۔اس قول اور تناقض کی بحث تک اگلے تمام اقوال کی غرض توضیح متن ہے

تشریح:۔اس قول میں شارح یہ بتاتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ اصل میں یہ دو قضیے ہوتے ہیں ادوات اتصال اور انفصال کے داخل ہونے سے پہلے۔

قَوْلُهٗ حَمْلِیَّتَانِ : کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ فَاِنَّ طَرَفَیْهَا وَهُمَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَ النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ قَضِیَتَانِ حَمْلِیَتَانِ

ترجمہ:۔جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة الخ پس بلاشبہ اس کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں الشمس طالعه اور النهار موجود دو قضیہ حملیہ ہیں

تشریح:۔یا تو دونوں قضیے حملیے ہوں گے جیسا ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود یہ ایک قضیہ شرطیہ متصلہ ہے ادوات شرط کو ہٹاو تو دو قضیے حملیے ہیں الشمس طالعة اور النهار موجود

قَوْلُهٗ اَوْ مُتَّصِلَتَانِ : کَقَوْلِنَا کُلَّمَا اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ فَکُلَّمَا لَمْ یَکُنِ الشَّمْسُ مَوْجُوْدًا لَمْ تَکُنِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَاِنَّ طَرَفَیْهَا وَهُمَا قَوْلُنَا اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَقَوْلُنَا کُلَّمَا لَمْ یَکُنِ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا لَمْ یَکُنِ الشَّمْسُ طَالِعَةً قَضِیَتَانِ مُتَّصِلَتَانِ

ترجمہ:۔جیسے ہمارا قول کلما ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فکلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة پس بلاشبہ اس قضیے کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اور ہمارا قول کلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة دو قضیے متصلے ہے۔

تشریح:۔یا دونوں قضیے متصلہ ہوں گے جن سے ایک متصلہ تیار ہوگا جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فکلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة یہاں ادوات شرط کو ہٹاو تو قضیہ کے دونوں طرف مقدم تالی

Marfat.com

شرطیہ متصلہ ہیں ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود کلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة

قَوْلُهٗ اَوْ مُنْفَصِلَتَانِ : کَقَوْلِنَا کُلَّمَا کَانَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا فَدَائِمًا اِمَّا اَنْ یَّکُوْ نَ الْعَدَدُ مُنْقَسِمًا بِمُتَسَاوِیَیْنِ اَوْ غَیْرُ مُنْقَسِمٍ بِهِمَا

ترجمہ:۔ جیسے ہمارا قول کلما کان دائما اما ان یکون العدد زوجا او فردا فدا ئما اما ان یکو ن العدد منقسما بمتساویین او غیر منقسم بهما

تشریح:۔ یا وہ دونوں قضیے منفصلہ ہوں گے جیسے کلما کان الخ

قَوْلُهٗ اَوْ مُخْتَلِفَتَانِ : بِاَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُ الطَّرْفَیْنِ حَمْلِیَّةً وَالْاٰخَرُ مُتَّصِلَةً اَوْ اَحَدُهُمَا حَمْلِیَّةً وَالْاٰخَرُ مُنْفَصِلَةً اَوْ اَحَدُهُمَا مُتَّصِلَةً وَالْاٰخَرُ مُنْفَصِلَةً فَالْاَقْسَامُ سِتَّةٌ وَعَلَیْكَ بِاِسْتِخْرَاجِ مَاتَرَکْنَاهُ مِنَ الْاَمْثِلَةِ

ترجمہ:۔ بایں طور کہ دونوں طرفوں میں سے ایک حملیہ ہو اور دوسری متصلہ ہو یا ان میں سے ایک حملیہ اور دوسری منفصلہ یا ان میں سے ایک متصلہ اور دوسری منفصلہ پس یہ چھ اقسام ہوئیں اور لازم ہے تجھ پر ان مثالوں کو نکالنا جن کو ہم نے چھوڑا ہے

تشریح:۔ یا وہ دونوں قضیے مختلف ہوں گے مختلف ہونے کی چھ صورتیں بنتی ہیں (۱) مقدم حملیہ تالی متصلہ (۲) مقدم حملیہ تالی منفصلہ (۳) مقدم متصلہ تالی منفصلہ (۴) مقدم متصلہ تالی حملیہ (۵) مقدم منفصلہ تالی حملیہ (۶) مقدم منفصلہ تالی متصلہ۔

گویا تین صوتیں اتفاقی اور چھ اختلافی ملا کر کل نو صورتیں بنتی ہیں لیکن یہ نو صورتیں قضیہ متصلہ میں بنیں گی جبکہ قضیہ منفصلہ میں چونکہ مقدم اور تالی کو پہلے یا بعد میں کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ بڑی کتابوں میں تفصیل سے آئیگا اس لیے قضیہ منفصلہ میں آخری تین صورتوں کا اعتبار نہیں بلکہ کل صورتیں اس میں چھ بنتی ہیں یہ کل پندرہ صورتیں ہوگئیں۔

ان سب کی مثالیں بالتفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں

امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ و منفصلہ

﴿امثلہ متصلات﴾

نمبر شمار	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	کلما کان الشئ انسانافھو حیوان
۲	متصلہ	متصلہ	کلماان کان الشئ انسانافھو حیوان فکلما لم یکن الشئ حیوانا لم یکن انسانا
۳	منفصلہ	منفصلہ	کلما کان دائماما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یکون منقسما بمتساویین او غیر منقسم
۴	حملیہ	متصلہ	ان کان طلوع الشمس علۃ لوجود النھار فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود
۵	متصلہ	حملیہ	ان کان کلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود فطلوع الشمس ملزوم لوجود النھار
۶	حملیہ	منفصلہ	ان کان ھذا عددا فھو دائماما زوج او فرد
۷	منفصلہ	حملیۃ	کلما کان ھذا اما زوجا اوفردا کان ھذا عددا
۸	متصلہ	منفصلہ	ان کان کلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود فدائماما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لایکون النھار موجودا
۹	منفصلہ	متصلہ	کلما کان دائما اما ان یکون الشمس طالعۃ واماان لا یکون النھار موجودا فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود

Marfat.com

﴿امثلہ منفصلات﴾

نمبر شمار	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	امااان یکون العدد اما ان یکون زوجا اوفردا
۲	متصلہ	متصلہ	وانمااما ان یکون ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود وامااان یکون ان کانت الشمس طالعة لم یکن النهار موجودا
۳	منفصلہ	منفصلہ	دائما امااان یکون هذا العدد زوجا اوفردا واما ان یکون هذاالعدد لا زوجا اولا فردا
۴	حملیہ	متصلہ	دائما امااان لایکون طلوع الشمس علة لوجود النهارواما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا
۵	حملیہ	منفصلہ	امااان یکون هذاالشئ لیس عددا واما ان یکون اما زوجا او فردا
۶	متصلہ	منفصلہ	دائما امااان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان یکون الشمس طالعة وامااان لا یکون النهار موجودا

قَوْلُهٗ عَنِ التَّمَامِ :اَیْ عَنْ یَصِحَّ السُّکُوْتُ عَلَیْهَاوَیَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکَذِبَ مَثَلًا قَوْلُنَااَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ مُرَکَّبٌ تَامٌ خَبَرِیٌّ مُحْتَمِلٌ لِلصِّدْقِ وَالْکَذِبِ وَلَا نَعْنِیْ بِالْقَضِیَّةِ اِلَّا هٰذِهٖ فَاِذَا اَدْخَلْتَ عَلَیْهِ اَدَاةَ الْاِتِّصَالِ مَثَلًا وَقُلْتَ اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً لَمْ یَصِحْ حِیْنَئِذٍ اِنْ یَسْکُتَ عَلَیْهِ وَلَمْ یَحْتَمِلِ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ بَلْ اِحْتَجْتَ اِلٰی اَنْ تَضُمَّ اِلَیْهِ قَوْلَكَ فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔

ترجمہ:۔یعنی اس بات سے کہ سکون کرنا ان پر صحیح ہو اور صدق اور کذب کا احتمال رکھے جیسے ہمارے قول الشمس طالعة مرکب تام خبری ہے ور صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہے اور ہم نہیں مراد لیتے قضیہ سے مگر یہی پس جب تو اس پر مثلا اداۃ اتصال داخل کردے اور کہے ان کانت الشمس طالعة تو نہیں صحیح ہوگا اس وقت کہ تو اس پر سکوت کرے اور نہیں احتمال رکھے گا وہ قضیہ صدق اور کذب کا بلکہ تو محتاج ہوگا اس بات کی طرف ملائے اس کی طرف مثلا اپنا یہ قول فالنهار موجود۔

Marfat.com

تشریح:۔اس قول میں شارح ایک فائدہ ذکر کر رہے ہیں کہ جب قضیہ شرطیہ متصلہ اور منفصلہ میں حروف اتصال اور انفصال داخل ہوتے ہیں تو قضیہ میں حکم باقی نہیں رہتا لیکن جب ان کو حروف اتصال اور انفصال سے خالی کر لیں تو پھر ان میں حکم آجاتا ہے جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں طلوع ہونے والا یا موجود ہونے والا حکم نہیں سمجھا جا رہا بلکہ طلوع شمس کی تقدیر پر وجود نہار کا حکم ہے لیکن جب اس کو حروف اتصال سے خالی کر کے صرف الشمس طالعة کہیں تو پھر اس میں طلوع والا حکم پایا جا رہا ہے گویا کہ حروف شرط داخل ہونے سے مقدم اور تالی (جو اصل قضیہ ہوا کرتے ہیں) مفرد کے حکم میں ہو جاتے ہیں اور حکم مقدم اور تالی کے درمیان میں ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ قضیہ میں ان کانت الشمس طالعة پر سکوت صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ابھی بات پوری نہیں ہوئی بلکہ بات پوری کرنے کیلئے تالی یعنی النهار موجود کا ساتھ ملانا ضروری ہوگا۔

تم بحث القضایا

Marfat.com

متن: فصل: اَلتَّنَاقُضُ اِخْتِلَافُ الْقَضِيَتَيْنِ بِحَيْثُ يَلْزَمُ لِذَاتِهٖ مِنْ صِدْقِ كُلِّ كَذِبِ الْاُخْرٰى اَوْ بِالْعَكْسِ وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فِي الْكَمِّ وَالْكَيْفِ وَالْجِهَةِ وَالْاِتِّحَادِ فِيْهَا عَدَاهَا فَالنَّقِيْضُ لِلْضَّرُوْرِيَّةِ الْمُمْكِنَةِ اَوِ لِلْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الْحِيْنِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَلِلْدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ وَلِلْمُرَكَّبَةِ الْمَفْهُوْمِ الْمُرَدَّدِ بَيْنَ نَقِيْضَيِ الْجُزْئَيْنِ وَلٰكِنْ فِي الْجُزْئِيَّةِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى كُلِّ فَرْدٍ

ترجمہ:۔ تناقض وہ اختلاف ہے دو قضیوں کا اس حیثیت سے الازم آئے اختلاف کی ذات کی وجہ سے ایک کے سچے ہونے سے اور دوسرے کے جھوٹا ہونا یا برعکس اور ضروری ہے کمیت، کیفیت اور جہت میں اختلاف اور اتحاد ان چیزوں میں جو ان کے ماسوی ہیں پس ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور دائمہ ی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور مشروط عامہ نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور مرکبہ کیلئے وہ مفہوم ہے جو تردید کیا گیا ہو دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان اور لیکن جزئیہ میں ہر ہر فرد کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ ہوگی۔

مختصر تشریح متن:۔ قضایا کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب یہاں سے تناقض کی بحث شروع کرتے ہیں مصنف اس عبارت میں تناقض کی تعریف اور اس کے احکام بتاتے ہیں۔

تناقض کی تعریف:۔ تناقض کے لغوی معنی مخالفت کے آتے ہیں۔

منطقیوں کی اصطلاح میں تناقض کی تعریف:۔ تناقض وہ دو قضیوں کے اختلاف کا نام ہے جو لذاتہ مستلزم ہو اس بات کو کہ ان میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم کر پکڑے یا ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو لازم کر پکڑے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ اِخْتِلَافُ الْقَضِيَتَيْنِ :قَيْدٌ بِالْقَضِيَتَيْنِ دُوْنَ الشَّيْئَيْنِ اِمَّا لِاَنَّ التَّنَاقُضَ لَايَكُوْنُ بَيْنَ الْمُفْرَدَاتِ عَلٰى مَا قِيْلَ وَاِمَّا لِاَنَّ الْكَلَامَ فِىْ تَنَاقُضِ الْقَضَايَا۔

ترجمہ:۔ مقید کیا قضیتین کے ساتھ نہ کہ شیئین کے ساتھ یا تو اس لئے کے تناقض مفردات کے درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ کہا گیا ہے اور یا اس لئے کہ کلام قضایا کے تناقض میں جاری ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔ اس میں تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ ہم نے جو تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید لگائی ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟ تناقض اصطلاح اصطلاح مناطقہ میں دو قضیوں کے اختلاف کو کہا جاتا ہے۔

اختلاف کا مطلب:۔ ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہو جیسے زید قائم ،زید لیس بقائم اور اگر پہلے کو سچا مان لیں تو دوسرا قضیہ سچا ماننا پڑھے گا اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ کہ تناقض جس سے منطقی بحث کرتے ہیں وہ دو قضیوں میں ہوتا ہے دو مفردوں میں اختلاف اور تناقض ہو تو ہماری بحث سے خارج ہے مثلاً زید اور عمر یہ دو مفرد ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں دونوں موجود ہیں۔ اختلاف القضیتین کی قید کا مطلب تو یہی ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا یہ فائدہ بتانا ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا یہ فائدہ بتانا ہے ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو تو سکتا ہے جیسا کہ بعض حضرات مناطقہ کا قول ہے لیکن ہم یہاں مفردات کے تناقض کو بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہماری کلام تناقض قضیتین کے بارے میں ہے۔

قَوْلُهٗ بِحَيْثُ يَلْزَمُ لِذَاتِهٖ آه :خَرَجَ بِهٰذَاالْقَيْدِ الْاِخْتِلَافُ الْوَاقِعُ بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ السَّالِبَةِ الْجُزْئَتَيْنِ فَاِنَّهُمَا قَدْ تَصْدُقَانِ مَعًا نَحْوُبَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَبَعْضُهٗ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ فَلَمْ يَتَحَقَّقِ التَّنَاقُضُ بَيْنَ الْجُزْئَتَيْنِ

ترجمہ:۔ اس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جو موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان واقع ہو کیونکہ وہ دونوں کبھی اکٹھے سچے آجاتے ہیں جیسے بعض الحیوان انسان وبعضه لیس بانسان پس دو جزئیوں کے درمیان تناقض متحقق نہیں ہوگا۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے اس میں تناقض کی تعریف میں بحیث یلزم لذاتہ کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔اس قولہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تناقض اس کو کہتے ہیں کہ ایک قضیہ کا صدق یا کذب دوسرے کے صدق وکذب کولازم پکڑے اگر دونوں قضیے سچے ہوں یا جھوٹے ہوں ان میں تناقض نہیں ہوگا مثلا جیسے ایک قضیہ موجبہ جزئیہ اور ایک سالبہ جزئیہ ہوتو وہ دونوں سچے ہوں گے جیسے بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو جزئیوں (قضیوں) میں تناقض نہیں ہوگا بلکہ تناقض کمیت (کلیت وجزئیت) کے اختلاف کے وقت ہوگا اور محصورات میں ہوگا۔

قَوْلُهٗ اَوْبِالْعَكْسِ: اَیْ وَيَلْزَمُ مِنْ كِذْبِ كُلٍّ مِنَ الْقَضِيَتَيْنِ صِدْقُ الْاُخْرٰى خَرَجَ بِهٰذَا الْقَيْدِ الْاِخْتِلَافُ الْوَاقِعُ بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ الْكُلِّيَتَيْنِ فَاِنَّهُمَا قَدْ تَكْذِبَانِ مَعًا نَحْوُ لَاشَيْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ وَكُلُّ حَيَوَانٍ اِنْسَانٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ بَيْنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ اَيْضًا فَقَدْ عُلِمَ اَنَّ الْقَضِيَتَيْنِ اِنْ كَانَتَا مَحْصُوْرَتَيْنِ يَجِبُ اِخْتِلَافُهُمَا فِى الْكَمِّ كَمَا سَيُصَرِّحُ الْمُصَنِّفُ بِهٖ اَيْضًا

ترجمہ:۔یعنی دوقضیوں میں سے ہرایک کے کذب سے لازم آئے دوسرے قضیے کا صدق اوراس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جوموجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان واقع ہو پس بلاشبہ وہ کبھی دونوں اکٹھے جھوٹے ہوجاتے ہیں جیسے لاشئی من الحیوان بانسان وکل حیوان انسان پس نہیں متحقق ہوگا تناقض دوکلیوں کے درمیان بھی پس تحقیق معلوم ہوگیا کہ دونوں قضیے اگر محصورہ ہوں تو واجب ہے کم میں ان کا مختلف ہونا جیسا کہ عنقریب مصنف بھی اس کی تصریح فرمائیں گے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے اس میں تناقض کی تعریف میں وبالعکس کے لفظ کی تشریح کررہے ہیں۔

تشریح:۔تناقض کی تعریف میں ہم نے یہ کہا تھا کہ دوقضیوں میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کولازم کرپکڑے اگر ایک قضیے کا کذب دوسرے قضیے کے صدق کولازم کرنہ پکڑے بلکہ دونوں جھوٹے ہوں تو پھر بھی تناقض نہ ہوگا۔جیسے ایک موجبہ کلیہ اور دوسرسالبہ کلیہ ہوتو پھر تناقض نہ ہوگا کیوں کہ یہ دونوں جھوٹے ہوتے ہیں مثال لاشئی من الحیوان بانسان وکل حیوان انسان اس قید سے یہ معلوم ہوا کہ دوکلیوں میں تماقض نہیں ہوگا بلکہ تناقض کے لئے ضروری ہے کہ دوقضیے کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں تو دومحصوروں میں تناقض کے لئے کمیت (کلیت اور جزئیت) کا اختلاف ضروری ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِخْتِلَافِ: اَیْ یُشْتَرَطُ فِی التَّنَاقُضِ اَنْ یَکُوْنَ اِحْدٰی الْقَضِیَتَیْنِ مُوْجِبَةً وَالْاُخْرٰی سَالِبَةً ضَرُوْرَةً اَنَّ الْمُوْجَبَتَیْنِ وَکَذَاالسَّالِبَتَیْنِ قَدْ تَجْتَمِعَانِ فِی الصِّدْقِ وَالْکِذْبِ مَعًا ثُمَّ اِنْ کَانَ الْقَضِیَتَانِ مَحْصُوْرَتَیْنِ یَجِبُ اِخْتِلَافُهُمَا فِی الْکَمِّ اَیْضًا کَمَّا مَرَّ ثُمَّ اِنْ کَانَتَا مُوَجَّهَتَیْنِ یَجِبُ اِخْتِلَافُهُمَا فِی الْجِهَةِ فَاِنَّ الضَّرُوْرِیَتَیْنِ قَدْ تَکْذِبَانِ مَعًا نَحْوُ لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِکَاتِبٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَکُلُّ اِنْسَانٍ کَاتِبٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَالْمُمْکِنَتَیْنِ قَدْ تَصْدُقَانِ مَعًا کَقَوْلِنَا کُلُّ اِنْسَانٍ کَاتِبٌ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِ وَلَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِکَاتِبٍ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِ۔

ترجمہ:۔یعنی تناقض میں شرط لگائی جاتی ہے کہ دوقضیوں میں سے ایک موجبہ ہواور دوسرا سالبہ ہو بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ دوموجبہ اور دوسالبہ کبھی صدق اور کذب میں اکٹھے جمع ہوجاتے ہیں پھر اگر دونوں قضیے محصورہ ہوں تو کم میں بھی ان کا مختلف ہونا واجب ہے پس بلاشبہ کبھی دونوں ضروریہ کبھی اکٹھے جھوٹے ہوجاتے ہیں جیسے لاشئی من الانسان بکاتب بالضرورۃ و کل انسان کاتب بالضرورۃ اوردونوں ممکنہ کبھی اکٹھے سچے بھی ہوجاتے ہیں جیسے ہمارا قول کل انسان الخ۔

غرض شارح:۔اس قول میں تناقض کی شرائط میں سے ایک شرط کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔تناقض کے لئے دوشرطیں ہیں (۱) وہ دوقضیے تین چیزوں میں مختلف ہوں۔وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) کمیت (۲) کیفیت (۳) جہت۔دوسری شرط۔آٹھ چیزوں میں مختلف میں متحس ہوں اس کا ذکر قول میں آرہا ہے یہاں اس قول میں پہلی شرط کو بیان کیا جائیگا۔

پہلی شرط میں تین چیزیں ہیں۔

(۱) کمیت میں اختلاف ہو:۔یعنی دونوں قضیے کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں یعنی اگر ایک کلیہ ہواور تو دوسرا جزئیہ ہو اگر دونوں کلیہ یا دونوں جزئیہ ہوں گے تو تناقض نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے قول کی مثالوں میں گزرا ہے۔

(۲) کیفیت میں اختلاف ہو:۔اگر ایک موجبہ ہوتو دوسرا سالبہ ہواس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوموجبہ اور دوسالبہ

Marfat.com

صدق میں جمع ہوجاتے ہیں۔دوموجبہ صدق میں جمع ہوں جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہےاور بعض الانسان حیوان یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں بعض سے مرادموجودفی الخارج ہیں۔دوسالبہ صدق پراکٹھے ہوں جیسے لاشئی من الانسان بفرس وبعض الانسان لیس بفرس یہاں بھی بعض الانسان سے مرادموجود فی الخارج ہیں۔دوموجبہ کذب پرجمع ہوں جیسے کل انسان فرس وبعض الانسان فرس یہاں بعض الانسان سے مرادموجود فی الخارج ہیں ۔دونوں کذب پرجمع ہوں جیسے لاشئی من الانسان بناطق اور بعض الانسان لیس بناطق یہاں بھی بعض الانسان سے مرادموجود فی الخارج ہیں۔لہذا معلوم ہوا کہ تناقض کے متحقق ہونے کیلئے کیفیت میں بھی اختلاف ضروری ہے۔

(۳)جہت کااختلاف:۔۔دوموجہوں میں تناقض کے لئے ضروری ہے کہ اگر ایک قضیے میں جہت ضرورت کی ہوتو دوسرے میں جہت امکان کی ہواورایک میں جہت امکان کی ہواور دوسرے میں جہت ضرورت کی ہونی ضروری ہے۔اگر دونوں قضیوں میں جہت ضرورت کی ہوگی تو کبھی کبھی دونوں جھوٹے ہوں گے جیسے کل انسان کاتب بالضرورۃ ولا شئی من الانسان بکاتب بالضرورۃ ۔اورگردونوں قضیوں موجہوں میں جہت امکان کی ہوگی تو دونوں سچے ہونگے جیسے کل إنسان کاتب بالامکان العام ولاشئی من الانسان بکاتب بالامکان العام یہ دونوں قضیے سچے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ دوقضیے موجہوں کے ثابت ہونے کیلئے جہت کا مختلف ہونا بھی ضروی ہے یہاں تک تو اس شرط کا بیان تھا کہ جس میں دوقضیوں کا اختلاف ضروری تھا۔

قَوْلُهٗ وَالْاِتِّحَادُفِیْمَاعَدَاهَا:اَیْ وَیُشْتَرَطُ فِی التَّنَاقُضِ اِتِّحَادُالْقَضِیَتَیْنِ فِیْمَاعَدَاالْاُمُوْرِالثَّلَاثَةِ الْمَذْکُوْرَةِ اَعْنِیْ الْکَمَّ وَالْکَیْفَ وَالْجِهَةَ وَقَدْ ضَبَطُوْا هٰذَا الْاِتِّحَادَ فِی ضِمَنِ الْاِتِّحَادِ فِی الْاُمُوْرِ الثَّمَانِیَّةِ قَالَ قَائِلُهُمْ قِطْعَةٌ۔

در تناقض ہشت وحدة شرط داں وحدة موضوع ومحمول ومکاں
وحدة شرط واضافت جزو کل قوة وفعل است در آخرزماں

ترجمہ:۔یعنی اور تناقض میں شرط ہے دونوں قضیوں کا متحد ہونا امور ثلاثہ مذکورہ یعنی کم کیف اور جہت کے علاوہ میں اور انہوں نے ضبط کیا ہے اس اتحاد کو امور ثمانیہ کے اتحاد کے ضمن میں کہا ہے ان کے کہنے والے نے در تناقض الخ۔

Marfat.com

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تناقض کی دوشرطوں میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔۔دوسری شرط تناقض کے ثابت ہونے کے لئے یہ ہے کہ وہ دونوں قضیے آٹھ چیزوں میں متحد ہوں وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں جن کو شاعر نے شعر میں بند کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدۃ شرط داں وحدۃ موضوع ومحمول ومکاں
وحدۃ شرط واضافت جزو کل قوۃ وفعل است در آخرزماں

ان آٹھ شرائط کی امثلہ مطابقی اور احترازی مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ برائے امثلہ وحدات ثمانیہ

نمبر	شرائط	امثلہ مطابقی جن میں شرط پائے جانے کی بنا پر تناقض ہے	امثلہ احترازی جن میں شرط نہ پائے جانے کی بنا پر تناقض نہیں ہے
۱	موضوع ایک ہو	زید کاتب زید لیس بکاتب	زید کاتب عمرو لیس بکاتب
۲	محمول ایک ہو	زید قائم زید لیس بقائم	زید قائم زید لیس بقاعد
۳	مکان ایک ہو	زید موجود فی الدار زید لیس بموجود فی الدار	زید موجود فی الدار زید لیس بموجود فی السوق
۴	زمانہ ایک ہو	زید نائم زید لیس بنائم	زید نائم زید لیس بنائم
۵	شرط ایک ہو	زید متحرك الاصابع ان کان کاتبا زید لیس بمتحرك الاصابع ان کان کاتبا	زید متحرك الاصابع ان کان کاتبا وزید لیس بمتحرك الاصابع ان کان لیس بکاتب

Marfat.com

۶	اضافت میں وحدت ہو	زید اب لعمرو زید لیس باب لعمرو	زید اب لعمرو زید لیس باب لبکر
۷	جزء وکل میں وحدت ہو	الزنجی اسود ای کلہ والزنجی لیس باسود ای کلہ	الزنجی اسود ای کلہ والزنجی لیس باسود ای بعضہ
۸	قوت وفعل میں وحدت ہو	الخمر فی الدن مسکر بالقوۃ الخمر فی الدن لیس بمسکر بالقوۃ	الخمر فی الدن مسکر بالقوۃ والخمر فی الدن لیس بمسکر بالفعل

قَوْلُهٗ وَالنَّقِيْضُ لِلضَّرُوْرِيَّةِ : اِعْلَمْ اَنَّ نَقِيْضَ كُلِّ شَيْءٍ رَفْعُهٗ فَنَقِيْضُ الْقَضِيَةِ الَّتِىْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرِيَّةِ الْاِيْجَابِ اَوِ السَّلْبِ هُوَ قَضِيَةٌ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ تِلْكَ الضَّرُوْرَةِ وَسَلْبُ كُلِّ ضَرُوْرَةٍ هُوَ عَيْنُ اِمْكَانِ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ فَنَقِيْضُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ اِمْكَانُ السَّلْبِ وَنَقِيْضُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ اِمْكَانُ الْاِيْجَابِ فَنَقِيْضُ الدَّوَامِ هُوَ سَلْبُ الدَّوَامِ وَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّهٗ يَلْزَمُهٗ فِعْلِيَةُ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ فَرَفْعُ دَوَامِ الْاِيْجَابِ يَلْزَمُهٗ فِعْلِيَةُ السَّلْبِ وَرَفْعُ دَوَامِ السَّلْبِ يَلْزَمُهٗ فِعْلِيَةُ الْاِيْجَابِ فَالْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ نَقِيْضٌ صَرِيْحٌ لِلضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لَازِمَةٌ لِنَقِيْضِ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ لِنَقِيْضِهَا الصَّرِيْحِ وَهُوَ اللَّادَوَامُ مَفْهُوْمٌ مُحَصَّلٌ مُعْتَبَرٌ بَيْنَ الْقَضَايَا الْمُتَدَاوِلَةِ الْمُتَعَارِفَةِ قَالُوْا نَقِيْضُ الدَّائِمَةِ هُوَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ نِسْبَةَ الْحِيْنِيَةِ الْمُمْكِنَةِ اِلَى الْمَشْرُوْطِ الْعَامَةِ كَنِسْبَةِ الْمُمْكِنَةِ الْعَامَةِ اِلَى الضَّرُوْرِيَّةِ فَاِنَّ الْحِيْنِيَّةَ الْمُمْكِنَةَ هِىَ الَّتِىْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ الضَّرُوْرَةِ الْوَصْفِيَّةِ اَىِ الضَّرُوْرَةِ مَادَامَ الْوَصْفُ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ فَتَكُوْنُ نَقِيْضًا صَرِيْحًا لِمَا حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ الْجَانِبِ الْمُوَافِقِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ فَقَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا نَقِيْضُهٗ لَيْسَ بَعْضُ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ حِيْنَ هُوَ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ وَنِسْبَةَ الْحِيْنِيَةِ الْمُطْلَقَةِ وَهِىَ

Marfat.com

قَضِيَّةٌ حُكِمَ فِيهَا بِفِعْلِيَّةِ النِّسْبَةِ حِيْنَ اِتِّصَافُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ فِى الْعُرْفِيَةِ الْعَامَةِ كَنِسْبَةِ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَةِ اِلَى الدَّائِمَةِ وَذَالِكَ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِى الْعُرْفِيَةِ الْعَامَةِ بِدَوَامِ النِّسْبَةِ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مُتَّصِفَةً بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ فَنَقِيْضُهَا الصَّرِيْحُ هُوَ سَلْبُ ذَالِكَ الدَّوَامِ وَيَلْزَمُهُ وَقُوْعُ الطَّرْفِ الْمُقَابِلِ فِىْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ الْوَصْفِ الْعُنْوَانِىْ وَهٰذَا مَعْنَى الْحِيْنِيَةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُخَالِفَةِ لِلْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ فِى الْكَيْفِ فَنَقِيْضُ قَوْلِنَا بِالدَّاوَمِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٌ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا قَوْلُنَا لَيْسَ بَعْضُ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ حِيْنَ هُوَ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ وَالْمُصَنِّفُ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِبَيَانِ نَقِيْضِ الْوَقْتِيَةِ وَالْمُنْتَشِرَةِ الْمُطْلَقَتَيْنِ مِنَ الْبَسَائِطِ اِذْلَا يَتَعَلَّقُ بِذَالِكَ غَرَضٌ فِيْمَا سَيَأْتِىْ مِنْ مَبَاحِثِ الْعُكُوْسِ وَالْاَقْسِيَةِ بِخِلَافِ بَاقِى الْبَسَائِطِ فَتَاَمَّلْ

ترجمہ:۔ تو جان لے کہ ہر شے کی نقیض اس شے کا رفع ہے پس اس قضیے کی نقیض جس میں حکم ایجاب یا سلب کی ضرورۃ کیساتھ ہو وہ قضیہ ہے جس میں حکم اس ضرورۃ کے سلب کے ساتھ ہو اور ہر ضرورۃ کا سلب وہ بعینہ جانب مخالف کا امکان ہے پس ایجاب کے ضروری ہونے کی نقیض جانب مخالف سلب کا امکان ہے اور سلب کے ضروری ہونے کی نقیض ایجاب کا ممکن ہے اور دوام کی نقیض سلب دوام ہے اور تو پہچان چکا ہے کہ سلب دوام کو لازم ہے جانب مخالف کی فعلیت پس دوام ایجاب کے رفع کو سلب کی فعلیت لازم ہے اور دوام سلب کے رفع کو ایجاب کی فعلیت لازم ہے۔

پس ممکنہ عامہ صریح نقیض ہے ضروریہ مطلقہ کی اور مطلقہ عامہ دائمہ مطلقہ کی نقیض کو لازم ہے اور جب جبکہ نہیں تھا اس کی صریح نقیض کے لئے اور وہ یہ ہے لا دوام اور کوئی ایسا مفہوم جو حاصل کیا گیا ہو معتبرہ متداولہ متعارف قضایا کے درمیان تو کہا انہوں نے کہ دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ پھر تو جان لے کہ حینیہ ممکنہ کی نسبت مشروط عامہ کی طرف ممکنہ عامہ کی نسبت کی طرح ہے ضروریہ کی طرف پس بلاشبہ حینیہ ممکنہ وہ قضیہ ہے جس میں ضرورت وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو باعتبار وصف کے جانب موافق کے ضروری ہونے کے ساتھ پس ہمارا قول بالضروۃ کل کاتب الخ اس کی نقیض لیس بعض الکاتب الخ ہے۔

اور حینیہ مطلقہ کی نسبت اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی فعلیت کے ساتھ حکم ہو ذات موضوع کے وصف

Marfat.com

ونوانی کے ساتھ متصف ہونے کے وقت سے (حینیہ مطلقہ کی نسبت) عرفیہ عامہ کی ایسے ہے جیسے مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ کی طرف ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حکم عرفیہ عامہ میں نسبت دائمی ہونے کے ساتھ اس وقت تک ہے جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو پس اسکی نقیض صریح وہ اس دوام کا سلب ہے اور جانب مخالف کا واقع ہونا وصف عنوانی کے بعض اوقات میں اسکو لازم ہے اور یہ مفہوم ہے اس حینیہ مطلقہ کا جو کیف میں عرفیہ عامہ کے مخالف ہو پس ہمارے قول بالدوام کل کاتب الخ کی نقیض ہمارا قول لیس بعض الکاتب الخ ہے اور مصنف بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کے بیان کرنے کے درپے نہیں ہوئے کیونکہ ان کیساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی ان قیاس اور عکوس کی مباحث میں جو عنقریب آرہی ہیں بخلاف باقی بسائط کے پس غور وفکر کرکے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضایا بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قضایا بسائط میں سے منطقی وقتیہ مطلقہ منتشرہ مطلقہ کی نقیضوں کو بیان نہیں کرتے منطقی کہتے ہیں کہ عکس اور قیاس وغیرہ کی ابحاث کا تعلق چونکہ ان دو قضیوں کی نقیضوں کے کے ساتھ نہیں اس لئے ان کی نقیضوں کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔لیکن چونکہ مرکبات کی نقیضوں کو سمجھنے کے لئے ان دونوں کی نقیضوں کا سمجھنا بھی ضروری تھا اس لئے آگے آنیوالے نقشے میں ان دونوں کی نقیضوں کو بھی بیان کردیا گیا ہے تاکہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔اب آگے تفصیل سے بقیہ چھ بسیطوں میں سے ہر ایک کی نقیض کو بیان کرتے ہیں اس کے سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ نقیض کس کو کہتے ہیں نقیض کہتے ہیں شئی کے احاد کو مثلاً انسان کی نقیض الانسان ہوگی ضرورت کی نقیض اس کا اٹھا دینا یعنی عدم ضرورت ہوگی۔

﴿۱﴾ضروریہ مطقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی کیونکہ ضروریہ یہ مطلقہ موجبہ میں نسبت کا ثبوت ضروری ہوتا ہے اور سالبہ میں سلب ضروری ہوتا ہے اسکی نقیض صراحتاً یہ ہوگی کہ اس ضرورت کو اٹھا دیا جائے کہ ثبوت ضروری نہیں (موجبہ میں) اور سلب ضروری نہیں (سالبہ میں ۹ ثبوت ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ سالبہ کا معنی ہے اور سلب ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ موجبہ کا معنی ہے اس لئے ہم نے یہ کہا کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئے گی اس کی پھر چار صوتیں نکلیں گی۔

(۱)اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ ہوگی۔

(۲)اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ ہوگی۔

(۳)ضروریہ ملقہ سالبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ ہوگی۔

(۴)ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ آئیگی۔

Marfat.com

اسی طرح ہر قضیہ کی نقیض میں یہ چار احتمال نکلیں گے کل قضایا بسیطہ آٹھ ہیں اور ہر ایک میں چار احتمالات جب نکلیں گے تو کل بتیس (۳۲) احتمالات بنیں گے ان بتیس احتمالات کا نقشہ اس قول کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

﴿۲﴾ دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی۔ دائمہ مطلقہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ دوام ہمیشہ ہے یا سلب دوام ہمیشہ ہے اس کی اصل نقیض تو دوام اور سلب دوام کا اٹھانا ہے یعنی دوام ہمیشہ نہیں اور سلب دوم ہمیشہ نہیں جب دوام ہمیشہ نہیں ہوگا اس کو لازم ہے کہ سلب کسی نہ کسی زمانے میں ہوگا اور یہ معنی مطلقہ عامہ سالبہ کا ہے۔ یا جب سلب دوام ہمیشہ ہوگا تو اس کی نقیض اصل تو یہ ہے کہ سلب دوام ہمیشہ نہ ہو اس کو لازم ہے کہ ثبوت کسی نہ کسی زمانے میں ہو۔ اصل میں دائمہ کی نقیض لا دوام تھی اور لا دوام کسی قضیہ کا معنی نہیں تھا ہاں اس کو لازم تھا کہ سلب کسی نا کسی زمانے میں ہو اسلئے دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ یہ صریح نقیض تھی لیکن دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ صریح نقیض نہیں بلکہ دائمہ مطلقہ کی نقیض کو مطلقہ عامہ لازم ہے۔

﴿۳﴾ مشروط عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ آئیگی مشروط عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہوتا ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو اس کی نقیض یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی تک ذات موضوع کیلئے ضروری نہیں۔ اور یہ معنی حینیہ ممکنہ موجبہ کا ہے کیونکہ حینیہ ممکنہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کے لئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو۔ اس لئے مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ آتی ہے۔

﴿۴﴾ عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ آئیگی۔ کیونکہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ ہے جب تک کہ ذات موضوع کیلئے وصف عنوانی کی حالت میں ہمیشہ نہیں اس معنی کو یہ بات لازم ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں کسی نہ کسی زمانے میں نسبت کا ثبوت ممکن ہے اور یہ معنی حینیہ مطلقہ کا ہے حینیہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی صریح نقیض نیں بلکہ عرفیہ عامہ کی نقیض کو لازم ہے۔

﴿۵﴾ مصنف نے تو وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کو بیان نہیں کیا لیکن ہم ان کی نقیضوں کو بیان کرتے ہیں تا کہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ وقتیہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ایک وقت معین میں ضروری ہے۔ اس کی نقیض یہ ہوگی کہ اس نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وقت معین میں ضروری نہ ہو۔ لیکن اس معنی کے ادا کرنے کیلئے منطقیون کے پاس کوئی قضیہ نہیں تھا اس لئے پھر انہوں نے ممکنہ کی ایک قسم اور نکالی وقتیہ ممکنہ۔ وقتیہ

Marfat.com

ممکنہ اس قضیے کو کہتے ہیں کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ممکن ہو مطلقہ عامہ کا مضمون یہ تھا کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ضروری ہے اس کے نقیض یہ ہوگی کہ ایک وقت معین میں ضروری نہیں اور یہ معنی وقتیہ ممکنہ کا ہے۔

﴿۶﴾ منتشرہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نقیض یہ ہوگی کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری نہ ہو اس مضمون کے ادا کرنے کیلئے منطقیوں کے پاس کوئی قضیہ نہ تھا اس لئے پھر انہوں نے ایک اور قضیہ دائمہ ممکنہ نکالا اس کو مضمون یہ ہوتا ہے کہ جانب مخالف سے ہمیشہ حکم کے ضروری ہونے کی نفی کی جائے اس لئے منتشرہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ممکنہ ہوگی۔ یہ دو قضیے وقتیہ ممکنہ اور دائمہ ممکنہ جو ہم نے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کیلئے نکالے ہیں یہ بھی بسائط میں داخل تھے لیکن چونکہ یہ مشہور نہیں تھے اس لئے ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا۔

تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

نقشہ نقائض قضایا موجھہ بسائط بمع امثلہ

نمبر	نام قضیہ	نام نقیض قضیہ	مثال اصل قضیہ	مثال نقیض قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ	لا شئ من الحیوان بانسان بالامکان العام
۳	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ	بعض الانسان حجر بالامکان العام
۴	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ	کل انسان حجر بالامکان العام
۵	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۶	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۷	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۸	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب

Marfat.com

۹	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الارض بینه و بین الشمس	بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت حیلولة الارض بینه و بین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	x	x
۱۱	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع	بعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	x	x
۱۳	منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالضرورة وقتاما	بعض الانسان لیس بمتنفس بالامکان العام وقتاما
۱۴	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	x	x
۱۵	منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما	بعض الانسان متنفس بالامکان العام وقتاما
۱۶	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	x	x
۱۷	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل فلك متحرك بالدوام	بعض الفلك لیس بمتحرك بالفعل
۱۸	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الفلك متحرك بالدوام	لا شئ من الفلك بمتحرك بالفعل

Marfat.com

۱۹	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الفلك بساكن بالدوام	بعض الفلك ساكن بالفعل
۲۰	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الفلك ليس بساكن بالدوام	كل فلك ساكن بالفعل
۲۱	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۲	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا	لا شئ من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۳	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا	بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۴	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۵	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل انسان متنفس بالفعل	بعض الانسان ليس بمتنفس بالدوام
۲۶	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	لا شئ من الانسان بمتنفس بالدوام
۲۷	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل	بعض الانسان ضاحك بالدوام
۲۸	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل	كل انسان ضاحك بالدوام
۲۹	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة

Marfat.com

۳۰	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	لا شئ من الانسان بکاتب بالضرورة
۳۱	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بکاتب بالامکان العام	بعض الانسان کاتب بالضرورة
۳۲	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	کل انسان کاتب بالضرورة

قَوْلُهٗ وَلِلْمُرَكَّبَةِ :قَدْعَلِمْتَ اَنَّ نَقِيْضَ كُلِّ شَيْءٍ رَفْعُهٗ فَاعْلَمْ اَنَّ رَفْعَ الْمُرَكَّبِ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِرَفْعِ اَحَدِ جُزْئَيْهِ لَا عَلَى التَّعْيِيْنِ بَلْ عَلٰى سَبِيْلِ مَنْعِ الْخُلُوِّ اِذْيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ بِرَفْعِ كِلَا جُزْئَيْهِ فَنَقِيْضُ الْقَضِيَةِ الْمُرَكَّبَةِ نَقِيْضُ اَحَدِ جُزْئَيْهِ عَلٰى سَبِيْلِ مَنْعِ الْخُلُوِّ فَنَقِيْضُ قَوْلِنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا اَىْ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ قَضِيَةٌ مُنْفَصِلَةٌ مَانِعَةُ الْخُلُوِ وَهِىَ قَوْلُنَااِمَّا بَعْضُ الْكَاتِبِ لَيْسَ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْاِمْكَانِ حِيْنَ هُوَ كَاتِبٌ وَاِمَّا بَعْضُ الْكَاتِبِ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ دَائِمًا وَاَنْتَ بَعْدَاِطِّلَاعِكَ عَلٰى حَقَائِقِ الْمُرَكَّبَاتِ وَنَقَائِضِ الْبَسَائِطِ تَتَمَكَّنُ مِنْ اِسْتِخْرَاجِ تَفَاصِيْلِ نَقَائِضِ الْمُرَكَّبَاتِ۔

ترجمہ:۔ تحقیق تو نے جان لیا کہ ہر شے کی نقیض اس کا رفع ہے پس تو جان لے مرکب کا رفع سوا اس کے نہیں کہ دو جزوں میں سے بغیر تعیین کے بلکہ منع الخلو کے طریقے پر کسی ایک کے رفع کیساتھ ہوتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہ مرکب کا رفع اس کی دونوں جزوں کے رفع کیساتھ ہو پس قضیہ مرکبہ کی نقیض اس کی دو جزوں میں سے ایک کی نقیض ہے منع الخلو کے طریقے پر پس ہمارا قول کل کاتب الخ کی نقیض قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے اور وہ ہمارا یہ قول ہے اما بعض الکاتب الخ اور تو مرکبات کے حقائق اور بسائط کی نقیضوں کی تفصیل نکالنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنے کے بعد اب مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرتے ہیں۔ جب آپ نے بسیطوں کی نقیضوں تفصیل کیساتھ بمع امثلہ نقشہ سمجھ لیا تو اب مرکب کی نقیضوں کا سمجھنا بالکل آسان ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ قضیہ مرکبہ میں ہمیشہ دو قضیے بسیطے ہوتے ہیں۔ اب مرکبہ کی نقیض کا ایک فائدہ بیان کرنا ہے۔

قضایا مرکبات کلیات کی نقیض نکالنے کا قاعدہ

مرکبہ کی نقیض کا قاعدہ یہ ہے کہ قضیہ مرکبہ میں دو قضیہ بسیطے ہونگے ان کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال لیں گے اور پھر ان دونوں نقیضوں کو آپس میں اس طرح ملائیں گے کہ شروع میں لفظ اما اور درمیان میں لفظ او داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو یہ قضیہ مرکبہ کی نقیض ہوگا مثال کے طور پر کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبالادائما یہ قضیہ مرکبہ مشروطہ خاصہ ہے یہ دو بسیطوں مشروطہ عامہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہے۔ مشروطہ عامہ موجبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہے اور اس میں دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے۔ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی تو وہ مشروطہ خاصہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی جس میں اما اور او کے ذریعے تردید کی گئی ہو جیسے اس مثال میں مشروطہ خاصہ کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لا دائما ہے اس میں لا دائما سے سالبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا ای لاشئی من لکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل مشروطہ عامہ کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة اس کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالامکان العام ہے اور مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض الکاتب متحرك الاصابع دائما ۔اب ان دونوں نقیضوں میں اما اور او داخل کریں گے تو قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو تیار ہوگا اما بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالامکان العام او بعض الکاتب متحرك الصابع دائما یہ نقیض ہوگی مشروطہ خاصہ کی۔

ان تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

نوٹ: یہ بات بھی یاد رکھیں کہ نقشہ میں قضایا مرکبہ کلیہ کی نقیض بیان ہوگی جزئیوں کی نقیضوں کا قاعدہ اگلے قول میں آرہا ہے۔

Marfat.com

نقشہ نقائض مرکبات کلیات بمع امثلہ

نمبر شمار	نام قضیہ مرکبہ موجہہ	مثال قضیہ	جزو اول	جزو ثانی	جزو ثانی کی تشکیل	نام نقیض جزو اول	نام نقیض جزو ثانی	مثال نقیض جزو اول	مثال نقیض جزو ثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی طریق مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما	امابعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب واما بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع باالدوام	اما بعض الکاتب ساکن الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب واما بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائما
۳	وقتیہ موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لا شئ من القمر بمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ	بعض القمر منخسف دائما	اما بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ واما بعض القمر منخسف دائما
۴	وقتیہ سالبہ کلیہ	لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع	بعض القمر لیس بمنخسف دائما	امابعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع واما بعض القمر لیس بمنخسف دائما

Marfat.com

Marfat.com

٥	منتشره موجبه كليه	كل انسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشره مطلقه موجبه كليه	مطلقه عامه سالبه كليه	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل	منتشره ممكنه سالبه جزئيه	دائمه مطلقه موجبه جزئيه	بعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان العام وقتاما	بعض الانسان متنفس دائما	اما بعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان العام وقتاما واما بعض الانسان متنفس دائما
٦	منتشره سالبه كليه	لاشئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشره مطلقه سالبه كليه	مطلقه عامه موجبه كليه	كل انسان متنفس بالفعل	منتشره ممكنه موجبه جزئيه	دائمه مطلقه سالبه جزئيه	بعض الانسان متنفس بالامكان العام وقتاما	بعض الانسان ليس بمتنفس دائما	اما بعض الانسان متنفس بالامكان العام وقتاما واما بعض الانسان ليس بمتنفس دائما
٧	عرفيه خاصه موجبه كليه	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا لادائما	عرفيه عامه موجبه كليه	مطلقه عامه سالبه كليه	لاشئ من الكاتب متحرك الاصابع بالفعل	حينيه مطلقه سالبه جزئيه	دائمه مطلقه موجبه جزئيه	بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هو كاتب	بعض الكاتب متحرك الاصابع دائما	اما بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هو كاتب واما بعض الكاتب متحرك الاصابع دائما
٨	عرفيه خاصه سالبه كليه	لاشئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائما	عرفيه عامه سالبه كليه	مطلقه عامه موجبه كليه	كل كاتب بساكن الاصابع بالفعل	حينيه مطلقه موجبه جزئيه	دائمه مطلقه سالبه جزئيه	بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع دائما	اما بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب واما بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع دائما
٩	وجوديه لادائمه موجبه كليه	كل انسان ضاحك بالفعل لادائما	مطلقه عامه موجبه كليه	مطلقه عامه سالبه كليه	لاشئ من الانسان بضاحك بالفعل	دائمه مطلقه سالبه جزئيه	دائمه مطلقه موجبه جزئيه	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	بعض الانسان ضاحك دائما	اما بعض الانسان ليس بضاحك دائماو اما بعض الانسان ضاحك دائما

۱۰	وجودیہ لادائمہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحك بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان ضاحك بالفعل	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك دائما	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	اما بعض الانسان ضاحك دائما واما بعض الانسان ليس بضاحك دائما
۱۱	وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ	کل انسان ضاحك بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحك بالامكان العام	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	بعض الانسان ضاحك بالضرورة	اما بعض الانسان ليس بضاحك دائما واما بعض الانسان ضاحك بالضرورة
۱۲	وجودیہ لاضروریہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحك بالفعل لا بالضرورة	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان ضاحك بالامكان العام	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحك دائما	بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة	اما بعض الانسان ضاحك دائما واما بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة
۱۳	ممکنہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالامكان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بكاتب بالامكان العام	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة	بعض الانسان كاتب بالضرورة	اما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة واما بعض الانسان كاتب بالضرورة
۱۴	ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بكاتب بالامكان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان كاتب بالامكان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة	اما بعض الانسان كاتب بالضرورة واما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَلٰكِنْ فِی الْجُزْئِيَّةِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی كُلِّ فَرْدٍ: يَعْنِیْ لَايَكْفِیْ فِیْ اَخْذِ نَقِيْضِ الْقَضِيَّةِ مُرَكَّبَةُ الْجُزْئِيَةِ التَّرْدِيْدِ بَيْنَ نَقِيْضَیْ جُزْئَيْهَا وَهُمَا الْكُلِّيَتَانِ اِذْقَدْ يَكْذِبُ الْمُرَكَّبَةُ الْجُزْئِيَةُ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِمًا وَيَكْذِبُ كِلَانَقِيْضَیْ جُزْئَيْهَا اَيْضًا وَهُمَا قَوْلُنَالَاشَیْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ دَائِمًا وَقُلْنَا كُلُّ حَيَوَانٍ اِنْسَانٌ دَائِمًا

وَحِيْنَئِذٍ فَطَرِيْقُ اَخْذِ نَقِيْضِ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ اَنْ يُوْضَعَ اَفْرَادُ الْمَوْضُوْعِ كُلُّهَاضَرُوْرَةَ اَنَّ نَقِيْضَ الْجُزْئِيَّةِ هِیَ كَلَامٌ ثُمَّ تُرَدَّدُ بَيْنَ نَقِيْضَیِ الْجُزْئَيْنِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَفْرَادِ فَيُقَالُ فِی الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ كُلُّ حَيَوَانٍ اِمَّا اِنْسَانٌ دَائِمًا اَوْلَيْسَ بِاِنْسَانٍ دَائِمًا وَحِيْنَئِذٍ فَيَصْدُقُ النَّقِيْضُ وَهُوَقَضِيَةٌ حَمْلِيَةٌ مُرَدَّدَةُ الْمَحْمُوْلِ فَقَوْلُهٗ اِلٰی كُلِّ فَرْدٍ اَیْ مِنْ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ۔

ترجمہ:۔یعنی کافی نہیں ہے قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے میں اس کی دو جزؤں کی نقیضوں کے درمیان، درانحالیکہ وہ دونوں قضیے کلیہ ہوں کیونکہ مرکبہ جزئیہ کبھی جھوٹا بھی ہوجاتا ہے جیسے ہمارا قول بعض الحیوان الخ اور کبھی اس کی جزؤں کی دونوں نقیضیں جھوٹی بھی ہوجاتی ہیں اور وہ (دو نقیضیں) ہمارا یہ قول لاشئی من الحیوان الخ اور ہمارا قول کل حیوان الخ

اور اس وقت پس قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ رکھے جائیں افراد موضوع سارے کے سارے (یعنی قضیہ کلیہ لایا جائے) بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جزئیہ کی نقیض وہ کلیہ ہے پھر تردید کردی جائے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے ان افراد کے درمیان ان افراد میں سے ہر ایک کی طرف نسبت کرنے کیساتھ پس کہا جائے گا مثال مذکور میں کل حیوان الخ اور اس وقت پس نقیض سچی آئیگی اور وہ نقیض قضیہ حملیہ ہے جس کے محمول میں تردید ہو پس اس کا قول الی کل فرد (مطلب یہ ہے کہ) یعنی موضوع کے افراد سے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضایا مرکلبات جزئیات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قضایا مرکبات کلیہ کی نقیضوں کا قاعدہ تو ماقبل میں گزرا کہ ہر ایک قضیہ کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال کر ''اما'' اور ''او''

Marfat.com

حرف تردید ان پر داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو تیار کریں گے اگر یہی قاعدہ جزئیوں کی نقیضوں میں بھی جاری کریں تو بسا اوقات اصل قضیہ اور نقیض دونوں جھوٹے نکلتے ہیں

جیسے مرکبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ مثلا بعض الحیوان انسان بالفعل لادائما لا دائما اس قضیے کی طرف اشارہ کرے گا بعض الحیوان لیس بانسان بالفعل یہ اصل قضیہ مرکبہ بھی جھوٹا ہے (کیونکہ لادائما میں مذکور حیوان سے وہی مراد ہیں جو اول جز میں مراد ہیں اور جو حیوان انسان ہے وہی حیوان لا انسان نہیں ہوسکتا) اور اسکی نقیض اگر کلیات والے طریقے سے نکالیں تو وہ یوں ہوگی کہ پہلے جزو کی نقیض لا شئی من الحیوان انسان دائما اور دوسرے جز کی نقیض کل حیوان انسان دائما اب اما اور او داخل کریں گے تو قضیہ بنے گا اما لاشئی من الحیوان بانسان دائما او کل حیوان انسان دائما (یا تو یہ ہے کہ کوئی بھی حیوان ہمیشہ انسان نہیں ہے یا یہ ہے کہ ہر حیوان ہمیشہ انسان ہے) اصل قضیہ بھی جھوٹا اور نقیض بھی جھوٹی۔ حالانکہ نقیض کا قاعدہ ہے کہ اصل جھوٹا ہو تو نقیض جھوٹی ہو تو اصل سچا ہو اس لیئے منطقیوں نے جب یہ دیکھا کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے طریقے کے نکالنے میں غلطی ہوتی ہے تو انہوں نے مرکبہ جزئیہ کی نقیض کا علیحدہ قاعدہ بنا دیا۔

جزئیات کی نقیض نکالنے کا طریقہ

یہ بات تو آپ کو پہلے سے معلوم ہے کہ مرکبہ جزئیہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوتے ہیں۔ موضوع دونوں قضیوں کا ایک ہوتا ہے ایجاب وسلب کا فرق ہوتا ہے جیسے وجودیہ لادائمہ موجبہ جزئیہ مرکبہ ہے جیسے بعض الحیوان انسان بالعقل لادائما ای بعض الحیوان لیس بانسان بالفعل یہاں دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہی ہے (بعض الحیوان) تو اب قاعدہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کا موضوع لیکر اس پر موجبہ کلیہ کا سور داخل کرو اور پھر مرکبہ جزئیہ کے دو قضیوں کے دو محمول ہوں ان کی نقیض نکال کر ان کو اس موضوع کل کے والے نیچے اما اور او کے تحت داخل کرو تو یہ نقیض بن جائے گی قضیہ مرکبہ جزئیہ کی۔

اگر اصل قضیہ مرکبہ جزئیہ سچا ہوگا تو یہ نقیض جھوٹی ہوگی اور اگر اصل قضیہ مرکبہ جھوٹا ہوگا تو نقیض سچی ہوگی مثلا اسی وجودیہ کا دائمہ میں موضوع دونوں قضیوں میں حیوان ہے بعض تو صرف سور ہیں اس کو کل کے نیچے داخل کر کے کل حیوان بنائیں گے اور پھر مرکبہ جزئیہ کے دونوں قضیوں کے محمول کی نقیض نکالیں گے مثلا بعض الحیوان انسان میں محمول انسان ہے اس کی نقیض لا انسان نکالیں گے اور بعض الحیوان، لیس بانسان میں محمول لیس بانسان ہے اس کی نقیض انسان نکالیں گے اور پھر اما اور او ان دونوں محمولوں کی نقیضوں میں داخل کریں گے اور یوں قضیہ تیار ہوگا کل حیوان اما انسان

Marfat.com

دائما او لیس بانسان دائما اب اس قضیے کا مضمون سچا ہے کہ ہر حیوان جو کہ انسان ہے وہ ہمیشہ کے لیے انسان ہے اور ہر حیوان جو کہ انسان نہیں وہ ہمیشہ کے لیے انسان نہیں ہے یہ مضمون سچا ہے اصل قضیہ کا مضمون جھوٹا تھا مضمون اصل قضیے کا یہ تھا کہ بعض حیوان افراد انسان ہیں کسی نہ کسی زمانے میں یہ مضمون جھوٹا ہے اس لیے کہ حیوان کے جو افراد انسان ہیں وہ ہمیشہ ہیں کسی نہ کسی زمانے میں تو نہیں اب ہماری نکالی ہوئی نقیض کا مطلب درست ہوگا۔

پھر یہ جزئیات موجبہ بھی ہو سکتے ہیں اور سالبہ بھی ہیں اور قضایا مرکبات کل سات ہیں تو کل احتمال چودہ بنیں گے

ہر ایک کی مثال تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

نقشہ نقائض مرکبات جزئیات بمع امثلۃ

نمبر شمار	نام قضیہ مرکبہ موجہہ	مثال قضیہ	جزو اول	جزو ثانی	جزو ثانی کی تشکیل	نام نقیض جزو اول	نام نقیض جزو ثانی	مثال نقیض جزو اول	مثال نقیض جزو ثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی طریق مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب	کل کاتب ۔ متحرک الاصابع دائما	کل کاتب اما لیس بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب او متحرک الاصابع دائما
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالادائما	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام	کل کاتب اما ساکن الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائما
۳	وقتیہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من القمر بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ	کل قمر منخسف دائما	کل قمر اما لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ او منخسف دائما

Marfat.com

۴	وقتیہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع	لاشئ من القمر بمنخسف دائما	کل قمر اما منخسف بالامکان العام وقت التربیع او لیس بمنخسف دائما
۵	منتشرہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورۃ وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بمتنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالامکان العام وقتاما	کل انسان متنفس دائما	کل انسان اما لیس بمتنفس بالامکان العام وقتاما او متنفس دائما
۶	منتشرہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بمتنفس بالضرورۃ وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالامکان العام وقتاما	لاشئ من الانسان بمتنفس دائما	کل انسان اما متنفس بالامکان العام وقتاما اولیس بمتنفس دائما
۷	عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب	کل کاتب متحرک الاصابع دائما	کل کاتب اما لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب او متحرک الاصابع دائما
۸	عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبالادائما	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع دائما	کل کاتب اما ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائما

Marfat.com

۹	وجودیہ لادائمہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان ضاحک دائما	کل انسان اما لیس بضاحک دائما او ضاحک دائما
۱۰	وجودیہ لادائمہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان ضاحک دائما	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان اما ضاحک دائما او لیس بضاحک دائما
۱۱	وجودیہ لاضروریہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان ضاحک بالضرورۃ	کل انسان اما لیس بضاحک دائما او ضاحک بالضرورۃ
۱۲	وجودیہ لاضروریہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان ضاحک دائما	لاشئ من الانسان بضاحک بالضرورۃ	کل انسان اما ضاحک دائما او لیس بضاحک بالضرورۃ
۱۳	ممکنہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بکاتب بالضرورۃ	کل انسان کاتب بالضرورۃ	کل انسان اما لیس بکاتب بالضرورۃ او کاتب بالضرورۃ
۱۴	ممکنہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالضرورۃ	لاشئ من الانسان بکاتب بالضرورۃ	کل انسان اما کاتب بالضرورۃ او لیس بکاتب بالضرورۃ

Marfat.com

متن: فَصْلٌ اَلْعَكْسُ الْمُسْتَوِيْ تَبْدِيْلُ طَرَفَيِ الْقَضِيَةِ مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَالْكَيْفِ وَالْمُوْجِبَةُ اِنَّمَا تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً لِجَوَازِ عُمُوْمِ الْمَحْمُوْلِ اَوِالتَّالِيْ وَالسَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً وَاِلَّالَزِمَ سَلْبُ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهٖ وَالْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ اَصْلاً لِجَوَازِ عُمُوْمِ الْمَوْضُوْعِ اَوِالْمُقَدَّمِ۔

ترجمہ متن:۔ فصل عکس مستوی تبدیل کرنا ہے قضیہ کی دونوں طرفوں کا مصداق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے۔ اور موجبہ سوا اس کے نہیں کہ جزئیہ عکس دیتا ہے بوجہ محمول یا تالی کے عموم کے جائز ہونے اور سالبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ عکس دیتا ہے ورنہ تو شئی کا اپنی ذات سے سلب کرنا لازم آئے گا اور (سالبہ) جزئیہ بالکل عکس نہیں دیتا بوجہ موضوع یا مقدم کے عموم کے جائز ہونے کے۔

مختصر تشریح متن:۔ تناقض کی بحث ختم کرنے کے بعد اب عکس کی بحث شروع کرتے ہیں۔

قَوْلُهٗ طَرَفَيِ الْقَضِيَةِ : سَوَاءٌ كَانَ الطَّرَفَانِ هُمَا الْمَوْضُوْعُ وَالْمَحْمُوْلُ اَوِالْمُقَدَّمُ وَالثَّانِيْ وَاعْلَمْ اَنَّ الْعَكْسَ كَمَا يُطْلَقُ عَلَى الْمَعْنَى الْمَصْدَرِيْ الْمَذْكُوْرِ كَذَالِكَ يُطْلَقُ عَلَى الْقَضِيَةِ الْحَاصِلَةِ مِنَ التَّبْدِيْلِ وَذَالِكَ الْاِطْلَاقُ مَجَازِيٌّ مِنْ قَبِيْلِ اِطْلَاقِ اللَّفْظِ عَلَى الْمَلْفُوْظِ وَالْخَلْقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ

ترجمہ:۔ برابر ہے کہ دونوں طرفیں موضوع ومحمول ہوں یا مقدم اور تالی ہوں اور تو جان لیے کہ عکس کا اطلاق جس طرح معنی مصدری مذکور پر کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق اس قضیہ پر بھی کیا جات ہے جو تبدیل سے حاصل ہو اور یہ اطلاق مجازی ہے لفظ کے ملفوظ پر اطلاق کرنے کے قبیل سے اور خلق کے مخلوق پر اطلاق کرنے کے قبیل سے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض عکس کی لغوی واصطلاحی تعریف کرنی ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔ عکس کا لغوی معنی ہے الٹ دینا۔ اصطلاحی مناطقہ میں عکس کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے طرفین (موضوع ومحمول یا مقدم وتالی) کو بدل دینا شرطیہ میں مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنانا۔ یہ قضیہ حملیہ میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دینا صدق اور کیف (یعنی ایجاب اور سلب) کو باقی رکھتے ہوئے۔ صدق کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہے تو عکس بھی سچا ہو۔ کیف کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

فائدہ (۱):۔ عکس کا لفظ جیسے مصدری معنی (الٹ کر دینا) پر بولا جاتا ہے ایسے مجازاً وہ قضیہ جس کا عکس نکالا گیا ہو یعنی قضیہ معکوسہ کو بھی عکس کہ دیتے ہیں جیسے خلق معنی مصدری کے علاوہ مخلوق پر بھی بولا جاتا ہے اور لفظ ملفوظ پر بھی بولا جاتا ہے۔

فائدہ (۲):۔ مصنفؒ نے عکس کی تعریف میں یہ کہا کہ عکس میں صدق کا باقی رکھنا ضروری ہے اور اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عکس میں کذب کا باقی رکھنا ضروری نہیں اگر اصل قضیہ جھوٹا ہو تو عکس سچا ہو سکتا ہے اس کی حکمت سمجھیں کہ صدق کا بقاء کیوں ضروری ہے؟ اور کذب کا بقاء کیوں ضروری نہیں؟ حکمت بقاء صدق کی یہ ہے کہ اصل قضیہ ملزوم ہوتا ہے اور عکس اس کو لازم ہوتا ہے۔

ضابطہ:۔ جہاں ملزوم پایا جاتا ہے وہاں لازم بھی پایا جاتا ہے۔

جب اصل قضیہ سچا ہوگا تو گویا کہ لزوم پایا گیا تو اب ضرور اس کا عکس بھی سچا ہوگا اور پایا جائے گا لیکن اگر ملزوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم بھی نہ ہو بلکہ لازم بغیر ملزوم کے پایا جا سکتا ہے۔ جیسے آگ یہ ملزوم ہے اور حرارت آگ کو لازم ہے جہاں آگ ہوگی وہاں حرارت ضرور ہوگی لیکن جہاں حرارت ہو وہاں آگ کا ہونا ضروری نہیں جیسے دونوں ہاتھوں کی رگڑ سے حرارت تو پیدا ہوتی ہے لیکن آگ موجود نہیں ہوتی لہذا جب اصل قضیہ جھوٹا ہو تو گویا کہ ملزوم منتفی ہو گیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم یعنی اس کے عکس کا سچا آنا بھی منتفی ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ عکس سچا ہو اصل قضیہ جھوٹا ہو اس کی مثال جیسے کل حیوان انسان یہ اصل قضیہ ہے اور یہ جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس کل انسان حیوان یہ سچا ہے۔

قَوْلُهٗ مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ: بِمَعْنٰى اَنَّ الْاَصْلَ لَوْ فُرِضَ صِدْقُهٗ لَزِمَ مِنْ صِدْقِهٖ صِدْقُ الْعَكْسِ اِلَّا اَنَّهٗ يَجِبُ صِدْقُهُمَا فِى الْوَاقِعِ۔

ترجمہ:۔ ساتھ اس معنی کے اصل کے صدق کو اگر فرض کر لیا جائے تو لازم آئے اس کے صدق سے عکس کا صدق نہ یہ کہ

Marfat.com

واجب ہے ان دونوں کا صدق واقع میں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس کے ءلئے ضروری ہے کہ اگر اصل کو سچا فرض کرلیا جائے تو اس کے عکس کو بھی سچا ماننا پڑے البتہ اصل ﴿قضیہ جھوٹا فرض کرلیا جائے تو اس کا عکس بھی جھوٹا فرض کرنا ضروری نہیں جیسا کہ ابھی گزرا ہے،، سچا فرض کرنا پڑے،، فرض کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگیا کہ نفس الامر اور واقع میں قضیے کا سچا ہونا ضروری نہیں۔

قَوْلُهٗ وَالْكَيْفُ: يَعْنِىْ اِنْ كَانَ الْاَصْلُ مُوْجِبَةً كَانَ الْعَكْسُ مُوْجِبَةً وَاِنْ كَانَ سَالِبَةً كَانَ سَالِبَةً

ترجمہ:۔یعنی اگر اصل موجبہ ہے تو عکس بھی موجبہ ہوگا اگر وہ سالبہ ہے تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس میں کیفیت کا باقی رکھنا بھی ضروری ہے یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہو اگر اصل قضیہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

قَوْلُهٗ اِنَّمَا تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً :يَعْنِىْ الْمُوْجِبَةَ سَوَاءٌ كَانَتْ كُلِّيَّةً نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ اَوْ جُزْئِيَّةً نَحْوُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ حَيَوَانٌ اِنَّمَا تَنْعَكِسُ اِلَى الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ لَا اِلَى الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اِمَّا صِدْقُ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فَظَاهِرٌ ضَرُوْرَةَ اَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ الْمَحْمُوْلُ عَلٰى مَاصَدَقَ عَلَيْهِ الْمَوْضُوْعُ كُلًّا اَوْبَعْضًا لَصَدَقَ الْمَوْضُوْعُ وَالْمَحْمُوْلُ فِىْ هٰذَا الْفَرْدِ فَيَصْدُقُ الْمَحْمُوْلُ عَلٰى اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ فِى الْجُمْلَةِ وَاِمَّا عَدَمُ صِدْقِ الْكُلِّيَّةِ فَلِاَنَّ الْمَحْمُوْلَ فِى الْقَضِيَّةِ الْمُوْجِبَةِ قَدْ يَكُوْنُ اَعَمَّ مِنَ الْمَوْضُوْعِ فَلَوْعُكِسَتِ الْقَضِيَّةُ صَارَ الْمَوْضُوْعُ اَعَمَّ وَيَسْتَحِيْلُ صِدْقُ الْاَخَصِّ كُلِّيًا عَلَى الْاَعَمِّ فَالْعَكْسُ اللَّازِمُ الصَّادِقُ فِىْ جَمِيْعِ الْمَوَادِّ هُوَالْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ هٰذَا هُوَالْبَيَانُ فِى الْحَمْلِيَّاتِ وَقِسْ عَلَيْهِ الْحَالُ فِى الشَّرْطِيَّاتِ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔یعنی موجبہ برابر ہے کہ کلیہ ہو جیسے کل انسان حیوان یا جزئیہ ہو جیسے بعض الانسان حیوان سوااس کے نہیں اس کا عکس آتا ہے موجبہ جزئیہ نہ کہ موجبہ کلیہ بہر حال وجبہ جزئیہ کا سچا آنا پس وہ تو ظاہر ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جب محمول ان افراد پر کلا یا بعضا سچا آئے جن پر موضوع سچا آرہا ہے تو موضوع ومحمول سچے آجائیں گے اس فرد میں پس محمول موضوع کے افراد فی الجملہ سچا آئے گا اور بہر حال کلیہ کا صادق نہ آنا وہ اس لئے ہے کہ محمول قضیہ موجبہ میں کبھی موضوع سے اعم ہوتا ہے پس اگر قضیہ کا عکس کیا جائے تو موضوع اعم ہو جاتا ہے حالانکہ محال ہے اخص کا اعم پر سچا آنا کلی طور پر پس جو عکس لازم اور صادق ہے تمام مادون میں وہ موجبہ جزئیہ ہے یہی بیان حملیات میں ہے اور تو قیاس کر لے شرطیات میں حال کو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ موجبہ کے عکس کا بیان کرنا ہے خواہ وہ موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ ہو۔

تشریح:۔قضیہ موجبہ کا عکس قضیہ موجبہ جزئیہ آئے گا موجبہ کلیہ نہیں آسکتا جیسے کل انسان حیوان یہ موجبہ کلیہ ہے اور بعض الحیوان انسان موجبہ جزئیہ ہے ان دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آئیگا پہلے کا عکس بعض الحیوان انسان اور دوسرے موجبہ جزئیہ کا عکس بعض الانسان حیوان ہے اور یہ سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں بلکہ موجودہ افراد پر حکم ہے اس قول میں دو دعوے اور ان کی دلیلیں ہیں۔

پہلا دعوی:۔قضیہ موجبہ (خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ) کا علس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

دوسرا دعوی:۔موجبہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا۔

ماتن نے اس بات کی کہ موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا لجواز عموم آہ سے دلیل دی ہے اور یزدی نے موجبہ جزئیہ عکس آنے کی بھی دلیل دی ہے۔

پہلے دعوے کی دلیل:۔موجبہ کلیہ میں حکم تمام افراد پر ہوتا ہے اور موجبہ جزئیہ میں حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب موجبہ کلیہ میں حکم کل افراد پر ہوگا تو بعض افرد پر بھی یقیناً ہوگا اور موجبہ جزئیہ میں تو ویسے بھی بعض پر ہوتا ہے موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں میں بعض افراد پر حکم ہونا یہ یقینی ہے اس لئے عکس موجبہ جزئیہ نکالنا صحیح ہے۔

دوسرے دعوی کی دلیل:۔جو کہ ماتن نے دی وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ موجبہ کلیہ کا محمول اعم ہوتا ہے اور اسوقت اگر اس کا عکس بھی موجبہ کلیہ نکالیں تو غلط ہوتا ہے جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس موجبہ کلیہ کل حیوان

Marfat.com

انسان یہ غلط ہے اسی لئے جب منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ غلط نکلتا ہے تو انہوں نے یہ ضابطہ بنالیا کہ موجبہ کا عکس کلیہ نہیں آتا بلکہ جزئیہ آئیگا اور وہ جزئیہ تمام مثالوں میں آتا ہے۔ کل انسان حیوان کا عکس موجبہ جزئیہ بعض الحیوان انسان سچا ہے۔

قَوْلُهٗ لِجَوَازِ عُمُوْمِ اٰہ: بَيَانٌ لِلْجُزْءِ السَّلْبِىْ مِنَ الْحَصْرِ الْمَذْكُوْرِ وَاَمَّاالْاِيْجَابُ الْجُزْئِىُّ فَبَدِيْهِىٌّ كَمَا مَرَّ۔

ترجمہ:۔ یہ حصر مذکور کے جزء سلبی کا بیان ہے اور بہر حال ایجاب جزئی پس وہ بدیہی ہے کما مر۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قولہ میں لجواز عموم ے لفظ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ بیان حصر میں جزو سلبی (موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا) کی دلیل ہے اور دوسرے دعوی کی ایجابی (موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ ہو وہ جزئیہ عکس دیتا ہے) وہ بالکل بدیہی ہے اس لئے ماتنؒ نے اس کی دلیل نہیں دی۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّالَزِمَ سَلْبُ الشَّىْءِ عَنْ نَفْسِهٖ: تَقْرِيْرُهٗ اَنْ يُّقَالَ كُلَّمَا صَدَقَ قَوْلُنَا لَاشَىْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ صَدَقَ لَاشَىْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ وَاِلَّا لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَهُوَ بَعْضُ الْحَجَرِ اِنْسَانٌ فَنَضُمُّهٗ مَعَ الْاَصْلِ فَنَقُوْلُ بَعْضُ الْحَجَرِ اِنْسَانٌ وَلَا شَىْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ يُنْتَجُ بَعْضُ الْحَجَرِ لَيْسَ بِحَجَرٍ وَهُوَ سَلْبُ الشَّىْءِ عَنْ نَفْسِهٖ وَهٰذَا مُحَالٌ فَمُنْشَاهُ نَقِيْضُ الْعَكْسِ لِاَنَّ الْاَصْلَ صَادِقٌ وَالْهَيْئَةُ مُنْتِجَةٌ فَيَكُوْنُ نَقِيْضُ الْعَكْسِ بَاطِلًا فَيَكُوْنُ الْعَكْسُ حَقًّا وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ

ترجمہ:۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ کہا جائے جب کبھی سچا آئے ہمارا قول لا شیء من الانسان بحجر تو سچا آئیگا لا شئی من الحجر بانسان ورنہ اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے بعض الحجر انسان پس ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے پس ہم کہیں گے بعض الحجر انسان ولا شئی من الانسان بحجر نتیجہ آئیگا بعض الحجر لیس بحجر اور یہ تو سلب الشئی عن نفسہ ہے اور یہ محال ہے اور اس کا منشاء عکس کی نقیض ہے اس لئے کہ اصل صدق ہے اور شکل نتیجہ دینے والی ہے

پس عکس کی نقیض باطل ہوگئی ہے عکس حق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض سالبہ کلیہ کے عکس کواور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔فرماتے ہیں کہہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئیگا جیسے **لاشئی من لانان بحجر** اس کا عکس سالبہ کلیہ **لاشئی من الحجر بانسان** ہے منطقی اکثر قضایا کے عکوس کو دلیل خلقی کے ذریعے ثابت کرتے ہیں یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا ہے۔پہلے دلیل خلفی کی حقیقت سمجھ لیں۔

دلیل خلفی کی تعریف:۔جو قضیہ کا عکس (یا جو ہمارا دعوی ہے) نکالا ہے۔اس کو تسلیم کرلو ورنہ تو اس کی نقیض مان لو جب اس کی نقیض کو مان لو گے تو پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے اور نتیجہ نکالیں گے وہ نتیجہ محال ہوگا نتیجہ کا محال ہونا یہ ہمارے دعوی کو نہ ماننے اور اسکی نقیض کو ماننے کی وجہ سے ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا دعوی صحیح ہے اور تمہارا نقیض کا ماننا غلط ہے۔یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ کے عکس کو دلیل خلفی ے ذریعے ثابت کیا۔**لاشئی من الانسان بحجر** کا عکس سالبہ کلیہ **لا شئی من الحجر بانسان** مان لو ورنہ تو اس کی نقیض **بعض الحجر انسان** مان لو اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کرو شکل اول **لاشئی منا الانسان بحجر بعض الحجر انسان** نکلے گی اور اس کا نتیجہ ہوگا **بعض الحجر لیس بحجر** یہ نتیجہ محال ہے کیونکہ اس میں شے کا اپنی ذات سے سلب لازم آرہا ہے اور وہ محال ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہمارا عکس سالبہ کلیہ نکالا ہوا صحیح ہے۔

قَوْلُهٗ عَمُوْمُ الْمَوْضُوْعِ:وَحِيْنَئِذٍ يَصِحُّ سَلْبُ الْاَخَصِّ مِنْ بَعْضِ الْاَعَمِّ لٰكِنْ لَايَصِحُّ سَلْبُ الْاَعَمِّ مِنْ بَعْضِ الْاَخَصِّ مَثَلًا يَصْدُقُ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَلَا يَصْدُقُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيْوَانٍ۔

ترجمہ:۔اور اس وقت صحیح ہے اخص کا سلب کرنا بعض اعم سے لیکن نہیں ہے صحیح اعم کو سلب کرنا بعض اخص سے مثلا سچا آئیگا **بعض الحیوان لیس بانسان** اور نہیں سچا آئیگا **بعض الانسان لیس بحیوان**۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:۔سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا اس کی دلیل یہ ہے بعض مثالوں میں جبکہ موضوع اعم ہو سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا جیسے **بعض الحیوان لیس بانسان** یہ سچا ہے اس کا عکس سالبہ جزئیہ **بعض الانسان لیس بحیوان** سچا نہیں آتا جب

Marfat.com

منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا تو انہوں نے یہ قاعدہ بنالیا کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں۔ کیونکہ منطقہ قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔

قَوْلُهٗ اَوِ الْمُقَدَّمِ: مَثَلًا يَصْدُقُ قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ اِنْسَانًا وَلَايَصْدُقُ قَدْ لَا يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْءُ اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا

ترجمہ:۔ مثلاً سچا آئیگا قد لایکون اذا کان الشئی حیوانا کان انسانا اور نہیں سچا آئیگا قد لایکون اذا کان الشئی انسانا حیوانا یہ غلط ہے۔

متن: وَاَمَّا بِحَسْبِ الْجِهَةِ فَمِنَ الْمُوْجِبَاتِ تَنْعَكِسُ الدَّائِمَتَانِ وَالْعَامَّتَانِ حِيْنِيَّةً مُطْلَقَةً وَالْخَاصَّتَانِ حِيْنِيَةً لَادَائِمَةً وَالْوَقْتِيَتَانِ وَالْوُجُوْدِيَتَانِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَلَاعَكْسَ لِلْمُمْكِنَتَيْنِ وَمِنَ السَّوَالِبِ تَنْعَكِسُ الدَّائِمَتَانِ دَائِمَةً مُطْلَقَةً وَالْعَامَّتَانِ عُرْفِيَةً عَامَّةً وَالْخَاصَّتَانِ عُرْفِيَةً لَادَائِمَةً فِي الْبَعْضِ وَالْبَيَانِ فِي الْكُلِّ اِنَّ تَفْيِيْضَ الْعَكْسِ مَعَ الْاَصْلِ يَنْتِجُ الْمُحَالَ وَلَاعَكْسَ لِلْبَوَاقِي بِالنَّقْضِ۔

ترجمہ متن:۔ اور بہر حال جہت کے اعتبار سے پس موجبات میں سے دائمتان (ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) یہ حینیہ مطلقہ عکس دیتے ہیں اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) حینیہ لا دائمہ عکس دیتے ہیں اور وقتیان (وقتیہ، منتشرہ) اور وجودیتان (وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لا دائمہ) اور مطلقہ عامہ یہ مطلقہ عامہ عکس دیتے ہیں اور ممکنتین (ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ) عکس نہیں دیتے اور سوالب میں سے دائمتان (جروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) دائمہ مطلقہ اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) عرفیہ عامہ اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) عرفیہ لا دائمہ فی البعض

Marfat.com

عکس دیتے ہیں اور بیان (دلیل) تمام میں یہ ہے کہ عکس کی نقیض اصل کے ساتھ مل کر محال نتیجہ دیتی ہے اور باقیوں کا عکس نہیں ہے نقض کی وجہ سے۔

مختصر تشریح متن:۔متن کی اس عبارت میں قضایا موجہات بسائط مرکبات کے عکوس کو بیان کی اہے موجہات کے باب میں سالبوں کا عکس علیحدہ نکالا جائے گا موجہات بسائط آٹھ ہیں پھر ہر ایک موجبہ کلیہ بھی بھی ہوسکتا ہے اور جزئیہ بھی اسی طرح سالبہ میں احتمالات ہیں گویا سولہ موجبات ہونگے یعنی آٹھ موجبہ کلیہ اور آٹھ موجبہ جزئیہ اور سولہ سوالب ہونگے یعنی آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ ان سب کی تفصیل شرح میں نقشوں ملاحظہ فرمائیں۔

ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ قضایا موجہات سولہ میں سے صرف دس کا عکس آئیگا۔وہ دس یہ ہیں دو دائمہ یعنی (۱) دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ (۲) ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ، اور دو عامتین یعنی (۳) مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ اور ان پانچ کے جزئیات بھی پانچ ہونگے۔تو یہ کل دس ہوگئے ان میں سے دائمتان اور عامتان کا عکس حینیہ مطلقہ آئیگا اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ اور ممکنہ عامہ موجبات ان کا عکس نہیں اتا کیونکہ یہ استعمال میں نہیں آتے گویا ان قضایا کا عکس موجبات میں نہیں آئیگا۔

سوالب میں بھی آٹھ سالبہ جزئیہ ہیں اور آٹھ سالبہ کلیہ ان میں سے سالبہ جزئیہ آٹھ کا عکس نہیں آئیگا کیونکہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں آٹھ سالبہ کلیہ میں سے (۱) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ان پانچ کا عکس آتا ہے دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ آئیگا اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالبتین کا عکس عرفیہ عامہ آئیگا اور مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا باقی وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور ممکنہ عام سالبہ کلیہ ان کے موجبات کا عکس نہیں آتا تھا لہذا ان کے سالبوں کا عکس بھی نہیں آئے گا۔

اقسام مرکبات:۔مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔چودہ موجبات اور چودہ سوالب ان کی مکمل تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَاِمَّا بِحَسْبِ الْجِهَةِ: يَعْنِىْ اِنَّ مَا ذَكَرْنَاهُ هُوَ بَيَانُ اِنْعِكَاسِ الْقَضَايَا بِحَسْبِ الْكَيْفِ وَالْكَمِّ وَاِمَّا بِحَسْبِ الْجِهَةِ آه۔

ترجمہ:۔ بلاشبہہ جوہم نے (ماقبل مین) ذکر کیا ہے وہ قضایا کے عکس کا بیان ہے باعتبار کیف اور کم کے اور بہر حال باعتبار جہت کے الخ۔

غرض شارح:۔اس قول میں یزدی صاحب نے صرف ماقبل کی عبارت کے ساتھ ربط بیان کیا ہے۔

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ جس وقت مصنف قضایا کے عکوس کے بیان سے باعتبار کیفیت اور کمیت کے فارغ ہوئے تو اب باعتبار جہت کے قضایا کے عکوس کو بیان کرتے ہیں متن میں یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ بسائط کل آٹھ ہیں جن کی محصورات اربع (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) کے اعتبار سے بتیس قسمیں ہیں۔مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔چودہ موجبات اور چودہ سوالب اب اگلے قولہ میں علامہ یزدی نے موجبات بسائط اور موجبات مرکبات کے عکوس کو اکٹھا بیان کیا ہے اور سوالب کے عکوس کو علیحدہ بیان کیا ہے۔

قَوْلُهُ الدَّائِمَتَانِ :اَىِ الضَّرُوْرِيَّةُ وَالدَّائِمَةُ مَثَلًا كُلَّمَا صَدَقَ قَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ اَوْدَائِمًا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ صَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ بِالْفِعْلِ حِيْنَ هُوَ حَيَوَانٌ وَاِلَّافَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَهُوَدَائِمًا لَاشَىْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ مَادَامَ حَيَوَانًا فَهُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتَجُ لَاشَىْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِاِنْسَانٍ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًاهف۔

ترجمہ:۔یعنی ضروریہ اور دائمہ مثلاً جب کبھی سچا آئیگا ہمارا یہ قول بالضرورۃ او دائما کل انسان حیوان تو سچا آئیگا ہمارا یہ قول بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ یہ ہے دائما لاشئی من الحیوان بانسان مادام حیوانا پس وہ اصل کیساتھ مل کر نتیجہ دے گی لاشئی من الانسان بانسان بالضرورۃ اودائما یہ خلاف مفروض ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض موجبات بسائط میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ خواہ یہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکس قضیہ حینیہ مطلقہ آئیگا جیسے بالضرورۃ او بالدوام کل انسان حیوان اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہے بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان اور یہ سچا ہے اور ہم اس عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ ہم نے جو عکس حینیہ مطلقہ نکالا ہے اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ لاشئی من الحیوان بانسان مادام حیوانا مانی پڑے گی اور اگر وہ بھی نہ مانو تو ارتفاع نقیضین لازم آئیگا جو کہ محال ہے اور جب ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے تو نتیجہ محال آئیگا اصل قضیہ کیساتھ شکل اول یوں بنے گی کل انسان حیوان بالضرورۃ لاشئی من الحیوان بانسان مادام حیوانا نتیجہ لاشئی من الانسان بانسان یہ نتیجہ سلب الشئی عن نفسہ ہے اور یہ محال ہے اور یہ محال نقیض کو ماننے سے لازم آیا لہذا ہمارے عکس کو مان لو کہ وہ سچا ہے۔

قَوْلُهٗ وَالْعَامَّتَانِ: اَیِ الْمَشْرُوْطُ الْعَامَّةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَثَلًا اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ بِالدَّوَامِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا صَدَقَ بَعْضُ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ حِيْنَ هُوَ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ وَاِلَّا فَيَصْدُقُ نَقِيْضُهٗ وَدَائِمًا لَاشَيْءَ مِنْ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِكَاتِبٍ مَادَامَ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ وَهُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتِجُ قَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ بِالدَّوَامِ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِكَاتِبٍ مَادَامَ كَاتِبًا هف۔

ترجمہ:۔یعنی مشروط عامہ اور عرفیہ عامہ مثلاً جب سچا آئیگا بالضروریۃ او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا تو سچا آئیگا بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع ورنہ تو اس کے نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے دائما لا شئی من متحرک الاصابع بکاتب مادام متحرک الاصابع اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی ہمارا یہ قول بالضرورۃ او بالدوام لاشئی من الکاتب بکاتب مادام کاتبا یہ خلاف مفروض ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض موجبات بسائط میں سے مشروط عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بھی حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بالضرورۃ او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا اس کو عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع سچا ہے اس کو ثابت کرنے کا وہی طریقہ دلیل خلفی ہے کہ اس کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو ماننا پڑے گا اور اس کو پھر اصل کے ساتھ ملانے سے نتیجہ محال نکلے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا عکس درست ہے جیسا کہ بالکل واضح ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَالْخَاصَّتَانِ: اَیِ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ تَنْعَكِسَانِ اِلٰى حِيْنِيَةٍ مُطْلَقَةٍ مُقَيَّدَةٍ بِاللَّادَوَامِ اِمَّااِنْعِكَاسُهُمَا اِلٰى حِيْنِيَةٍ مُطْلَقَةٍ فَلِاَنَّهٗ كُلَّمَا صَدَقَتِ الْخَاصَتَانِ صَدَقَتِ الْعَامَتَانِ وَقَدْ مَرَّاَنَّ كُلَّمَا صَدَقَتِ الْعَامَتَانِ صَدَقَتْ فِیْ عَكْسِهِمَا الْحِيْنِيَةُ الْمُطْلَقَةُ وَاِمَّااللَّادَوَامُ فَبَيَانُ صِدْقِهٖ اَنَّهٗ لَوْلَمْ يَصْدُقْ لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَنَضُمُّ هٰذَا النَّقِيْضَ اِلَى الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَصْلِ فَيُنْتَجُ نَتِيْجَةً وَنَضُمُّ النَّقِيْضَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِیْ مِنَ الْاَصْلِ فَيُنْتَجُ مَا يُنَافِیْ تِلْكَ النَّتِيْجَةَ مَثَلًا كُلَّمَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْبِالدَّوَامِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا دَائِمًا صَدَقَ فِی الْعَكْسِ بَعْضُ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ حِيْنَ هُوَ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ لَادَائِمًا اِمَّاصِدْقُ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ فَقَدْ ظَهَرَ مِمَّا سَبَقَ وَاِمَّا صِدْقُ الْجُزْءِ الثَّانِیْ اَیْ اللَّادَوَامَ وَمَعْنَاهُ لَيْسَ بَعْضُ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ كَاتِبًا بِالْفِعْلِ فَلِاَنَّهٗ لَوْلَمْ يَصْدُقْ لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَهُوَقَوْلُنَا كُلُّ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ دَائِمًافَنَضُمُّهٗ مَعَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَصْلِ وَنَقُوْلُ كُلُّ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ دَائِمًا وَكُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا يُنْتَجُ كُلُّ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ دَائِمًا ثُمَّ نَضُمُّهٗ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِیْ مِنَ الْاَصْلِ وَنَقُوْلُ كُلُّ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ دَائِمًا وَلَاشَیْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ يُنْتَجُ لَا شَیْءَ مِنْ مُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ وَهٰذَا يُنَافِی النَّتِيْجَةَ السَّابِقَةَ فَيَلْزَمُ مِنْ صِدْقِ نَقِيْضِ لَادَوَامَ الْعَكْسِ اِجْتِمَاعُ الْمُتَنَافِيَيْنِ فَيَكُوْنُ بَاطِلًا فَيَكُوْنُ اللَّادَوَامُ حَقًّا وَهُوَالْمَطْلُوْبُ۔

ترجمہ:۔یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے حینیہ مطلقہ کی طرف جو لادوام کے ساتھ مقید ہو بہر حال ان کا حینیہ مطلقہ کی طرف عکس آنا اس لئے کہ جب کبھی دو خاصے سچے آتے ہیں تو دو عامے بھی سچے آتے ہیں اور گزر چکا ہے کہ جب کبھی دو عامے سچے آتے ہیں تو ان کے عکس میں حینیہ مطلقہ سچا آتا ہے اور بہر حال لادوم تو اس کے صادق آنے کا بیان یہ ہے کہ اگر وہ سچا نہ آئے تو اسکی نقیض سچی آئیگی اور ہم ملائیں گے اس نقیض کو اصل کے جزو اول کی طرف پس وہ نتیجہ دے گی نتیجہ دینا اور ہم

Marfat.com

ملائیں گے اس نقیض کو اصل کے جزو ثانی کی طرف تو وہ ایسا نتیجہ دے گی جو اس سے پہلے نتیجہ کے منافی ہے مثلا جب کبھی سچا آئیگا بالضرورۃ او بالدوام کل کاب متحرك الاصابع الخ تو سچا آئیگا عکس میں بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل الخ بہر حال جز واول کا سچا آنا تو وہ ماسبق سے ظاہر ہو چکا ہے اور بہر حال جز وثانی اور وہ لا دوام ہے اور اس کا معنی ہے لیس بعض متحرك الاصابع الخ اس کا سچا آنا اس لئے ہے کہ اگر نہ سچا آئے تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ نقیض ہمارا یہ قول ہے کل متحرك الاصابع کاتب دائما پس ہم اس کو ملائیں گے اصل کے جز واول کیساتھ اور ہم کہیں گے کل متحرك الاصابع کاتب دائما پس ہم اسے اصل کے جز اول کیساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے کل متحرك الاصابع کاتب الخ یہ نتیجہ دے گا کل متحرك الاصابع متحرك اصابع دائما پھر ہم ملائیں گے اس کو اصل کی جز وثانی کی طرف اور ہم کہیں گے کل متحرك الاصابع کاتب دائما الخ یہ نتیجہ دیگا لا شئی من متحرك الاصابع بمتحرك الصابع بالفعل اور یہ منافی ہے نتیجہ سابقہ کے پس لازم آئیگا عکس کے لا دوام کی نقیض آنے سے متنافیین کا اجتماع پس وہ نقیض باطل ہو جائیگی اور لا دوام حق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکبات موجبات میں سے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ خوہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کے عکس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان دونوں کا عکس حینیہ مطلقہ لا دائمہ آئیگا حینیہ مطلقہ لا دائمہ اس قضیہ حینیہ مطلقہ کو کہتے ہیں جس میں لا دائما کی قید لگی ہوتی ہے مرکبات میں سے صرف یہ چار قضایا (مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ، مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ) ایسے ہیں کہ ان کا عکس بھی قضیہ مرکبہ آتا ہے حینیہ لا دائمہ یہ مرکب ہے دو مطلقوں سے ایک حینیہ مطلقہ اور دوسرا مطلقہ عامہ۔ مثال خاصتان کی بالضرورۃ او بالدوام کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتبا لا دائما۔ ان کا عکس حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرك الاصابع لا دائما سچا ہے لیکن اس کو ثابت کرنے لئے صرف دلیل خلفی نہیں چلتی بلکہ اس کے عکس کے منوانے کا اور طریقہ ہے۔

عکس ثابت کرنے کا طریقہ:۔ قضیہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں پہلی جز تو دونوں میں مشروطہ عامہ یا عرفیہ عامہ ہوگی اس کا عکس تو بسائط میں حینیہ مطلقہ دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کر دیا گیا ہے البتہ اس میں جو لا دائما کے نیچے قضیہ عکس والا کھڑا ہے اس کو ثابت کرنا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں اصل قضیہ میں لا دقائما اس قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتا تھا

Marfat.com

لاشئی من لاکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل عکس کے لادائما میں اشارہ بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل کی طرف ہے اس عکس کو مان لو ورنہ تو اسکی نقیض کو مانو اس کی نقیض کو اصل قضیہ کی جزو اول سے ملا کر ایک نتیجہ نکلے گا عکس کی نقیض کل متحرك الاصابع کاتب دائما ہے اس کو اصل قضیہ کی پہلی جزو کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة کیساتھ ملا کر شکل اول تیار کرنے سے نتیجہ یہ نکلے گا کل متحرك الاصابع متحرك الاصابع دائما اور جب اسی نقیض یعنی کل متحرك الاصابع کاتب دائما کو اصل قضیے کی دوسری جزو لاشئی من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل کے ساتھ ملاتے ہیں تو نتیجہ لا شئی من متحرك الاصابع بمتحرك الاصابع نکلتا ہے اصل قضیے کے دونوں جزو سچے تھے لیکن اس کے عکس کے نتیجے میں وہ آپس میں بالکل مخالف اور ضد ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح ہے نقیض ماننا غلط ہے۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ خاصہ کے عکس میں ہمارا عکس مان لو ورنہ تو عکس کے لادائما کے نیچے جو قضیہ کھڑا ہوگا اب اس کی نقیض نکال کر اصل قضیہ کی جزو اول کے ساتھ ملا کر ایک نتیجہ حاصل کریں گے اور دوسرے جزو کے ساتھ ملا کر دوسرا نتیجہ حاصل کریں گے اور یہ دونوں نتیجے مخالف ہونگے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا عکس صحیح ہے اور نقیض ماننا غلط ہے۔

قَوْلُهٗ وَالْوَقِيتَانِ وَالْوُجُوْدِيتَانِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَةُ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ: اَیِ الْقَضَايَا الْخَمْسُ يَنْعَكِسُ كُلٌّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا اِلَى الْمُطْلَقَةِ الْعَامَةِ فَيُقَالُ لَوْ صَدَقَ كُلُّ جَ بَ بِاِحْدٰى الْجِهَاتِ الْخَمْسِ لَصَدَقَ بَعْضُ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَاِلَّا لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَهُوَ لَاشَيْءَ مِنْ بَ جَ دَائِمًا وَهُوَ مَعَ الْاَصْلِ يَنْتَجُ لَاشَيْءَ مِنْ جَ بَ هف۔

ترجمہ:۔ یعنی ان پانچ قضایا میں سے ہر ایک کا عکس آتا ہے مطلق عامہ کی طرف پس کہا جائے گا اگر سچا آئے کل ج ب پانچ جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تو البتہ سچا آئیگا بعض ب ج بالفعل ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے لاشی من ب ج دائما اور یہ اپنے اصل کیساتھ مل کر نتیجہ دے گی لاشئی من ج ب یہ خلاف مفروض ہے۔

اغراض شارح:۔ اس قول کی غرض بسائط موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ و جزئیہ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ و جزئیہ، وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ و جزئیہ کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ بسائط موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ منتشرہ

Marfat.com

مطلقہ موجبہ کلیہ وجزئیہ وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ وجزئیہ، وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ وجزئیہ ان دس قضایا کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے قضایا مرکبات میں سے آٹھ قضایا ایسے ہیں جن کا عکس بسیطہ آیا ہے ان کے عکس کے ثابت کرنے کی دلیل بھی وہی دلیل خلفی ہے۔ جیسے کل ج ب کے ساتھ ان پانچ قضیوں کی جہات میں سے کوئی جہت بھی ملالو (بالفعل، بالضرورۃ وغیرہ) اور پھر اس کا عکس نکال لو مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض ب ج بالفعل اس کو ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے کہ اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض لاشئی من ب ج مانو اس کو اصل قضیہ کے ساتھ مل ملاؤ تو نتیجہ للاشئی من ج ج نکلے گا اور یہ نتیجہ محال ہے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح ہے۔

قَوْلُهٗ وَلَاعَكْسَ لِلْمُمْكِنَتَيْنِ :اِعْلَمْ اَنَّ صِدْقَ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰى ذَاتِهٖ فِى الْقَضَايَا الْمُعْتَبَرَةِ فِى الْعُلُوْمِ بِالْاِمْكَانِ عِنْدَ الْفَارَابِىْ بِالْفِعْلِ عِنْدَ الشَّيْخِ فَمَعْنٰى كُلُّ جَ بَ بِالْاِمْكَانِ عَلٰى رَأْىِ الْفَارَابِىْ هُوَ اَنَّ كُلَّ مَاصَدَقَ عَلَيْهِ جَ بِالْاِمْكَانِ صَدَقَ عَلَيْهِ بَ بِالْاِمْكَانِ وَيَلْزَمُهُ الْعَكْسُ حِيْنَئِذٍوَهُوَ اَنَّ بَعْضَ مَاصَدَقَ عَلَيْهِ بَ بِالْاِمْكَانِ صَدَقَ عَلَيْهِ جَ بِالْاِمْكَانِ وَعَلٰى رَأْىِ الشَّيْخِ مَعْنٰى كُلُّ جَ بَ بِالْاِمْكَانِ هُوَ اَنَّ كُلَّ مَاصَدَقَ عَلَيْهِ جَ بِالْفِعْلِ صَدَقَ عَلَيْهِ بَ بِالْاِمْكَانِ فَيَكُوْنُ عَكْسُهٗ عَلٰى اُسْلُوْبِ الشَّيْخِ هُوَ اَنَّ بَعْضَ مَاصَدَقَ عَلَيْهِ بَ بِالْفِعْلِ صَدَقَ عَلَيْهِ جَ بِالْاِمْكَانِ وَلَاشَكَّ اَنَّهٗ لَايَلْزَمُ مِنْ صِدْقِ الْاَصْلِ حِيْنَئِذٍ صَدَقَ الْعَكْسُ مَثَلًا اِذَا فُرِضَ اَنَّ مَرْكُوْبَ زَيْدٍ بِالْفِعْلِ مُنْحَصِرٌ فِى الْفَرَسِ صَدَقَ كُلُّ حِمَارٍ بِالْفِعْلِ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ وَلَمْ يَصْدُقْ عَكْسُهٗ وَهُوَ اَنَّ بَعْضَ مَرْكُوْبِ زَيْدٍ بِالْفِعْلِ حِمَارٌ بِالْاِمْكَانِ فَالْمُصَنِّفُ لَمَّا اخْتَارَ مَذْهَبَ الشَّيْخِ اِذْ هُوَ الْمُتَبَادِرُ فِى الْعُرْفِ وَاللُّغَةُ حُكِمَ بِاَنَّهٗ لَاعَكْسَ لِلْمُمْكِنَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ تو جان لے کہ موضوع کی وصف کا اس کی ذات پر سچا آنا ان قضایا میں جو علوم میں معتبر ہیں امکان رائے کے ساتھ ہے فارابی کے ہاں اور فعل کے ساتھ ہے شیخؒ کے ہاں پس کل ج ب بالامکان کا معنی فارابی کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس پر سچا آئیگا ج امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ اور اس وقت لازم ہے اس کو عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض

Marfat.com

وہ کہ سچا آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ج امکان کے ساتھ اور شیخ کی رائے پر کل ج ب بالامکان کہ معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس پر سچا آئے ج بالفعل تا اس پر سچا آئیگا ب امکان کے ساتھ پس اس کا عکس شیخ کی رائے پر ہوگا ابعض وہ کہ جس پر سچا آئیگا ب بالفعل تو سچا آئیگا اس پر ج بالا مکان اور نہیں ہے شک اس میں کہ اصل کے سچا آنے سے اس وقت عکس کا سچا آنا لازم نہیں آتا مثلا جب یہ فرض کرلیا جائے کہ مرکوب زید بالفعل فرس میں منحصر ہے تو سچا آئیگا کل حمار بالفعل مرکوب زید بالامکان اور نہیں سچا آئیگا اس کا عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان پس مصنف نے جب شیخ کے مذہب کو اختیار کیا کیونکہ وہی عرف اور لغت میں متبادر الی الذھن ہے تو حکم لگادیا بایں طور کہ نہیں عکس آتا دو ممکنہ کا۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ممکنہ عامہ موجبہ اور ممکنہ کا صہ کے عکس کو بیان کرنا ہے تفتازانی نے ان دونوں کو اکٹھا بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کا عکس نہیں آتا ان دونوں کے عکس نہ آنے کی دلیل سمجھنے سے پہلے چند اہم فوائد کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ جو بھی قضیہ ہوتا ہے اس میں ایک موضوع ہوتا ہے اور ایک محمول محمول کی جانب میں ہمیشہ وصف مراد ہوتی ہے اور موضوع کی جانب میں ہمیشہ ذات مراد ہوتی ہے اس ذات کو جس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں جیسے زید قائم میں زید لفظ ذات زید کو تعبیر کررہا ہیاس زید کو وصف عنوانی کہیں گے یہاں قیام والی صفت کا ثبوت ذات زید کیلئے ہورہا ہے جس کو لفظ قائم سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔ قضایا میں محمول کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد حمل کہتے ہیں اور اس میں حکم بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں محمول کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ چار جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوسکتا ہے ضروری ہو، دائمی ہو، بالفعل ہو، بالامکان ہو۔ اور وصف عنوانی کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد وضع کہتے ہیں اس تعلق میں بھی وہی چار احتمال ہیں جو کہ عقد حمل میں تھے لیکن تمام مناطقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عقد وضع میں جہت ضرورت اور دوام کی نہیں ہوسکتی جہت یا تو امکان کی ہوگی یا فعل کی۔ پھر مناطقہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کونسی جہت ہوگی۔

فارابی کا مذہب:۔ عقد وضع میں جہت امکان کی معتبر ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصف عنوانی کا ثبوت ذات موضوع کے جن افراد کے لئے ممکن ہے ان کے لئے محمول ثابت ہے لہذا ان کے ہاں کل انسان حیوان بالامکان العام کا معنی ہوگا کہ جس کا انسان ہونا ممکن ہے اس کے لئے حیوانیت ثابت ہے۔

شیخ بوعلی سینا کا مذہب:۔ وصف عنوانی کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ جہت فعل کیساتھ ہوتا ہے اس لئے شیخ کے نزدیک مطلب یہ ہوا کہ وصف عنوانی موضوع کا ثبوت ذات موضوع کے جن افرد کیلئے بالفعل ہورہا ہے ان کیلئے محمول ثابت ہے جیسے کل اسود کاتب بالامکان العام فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وصف سواد کا ثبوت جن افراد انسانی کیلئے ممکن ہے ان کیلئے کتابت یعنی محمول کا بوت ممکن ہے حبشی تو یقینی طور پر داخل ہیں لیکن اس میں رومی بھی داخل ہونگے ان کیلئے بھی کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا کیونکہ رومی کیلئے وصف عنوانی سواد کا ثبوت ممکن تو ہے فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سواد (سیاہی) کی وصف جن افراد انسانی کیلئے بالفعل ثابت ہے انہی کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہے اب شیخ کے نزدیک حبشی اور انکی پیدا ہونیوالی اولاد کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا۔ کیونکہ وہ بالفعل وصف عنوانی سیاہی کیساتھ متصف ہیں ہاں رومیوں کیلئے ثبوت کتابت کا نہیں ہوگا کیونکہ رومی بالفعل تو سیاہ نہیں۔

ممکنتین کے عدم انعکاس کی تفصیل:۔ اس کی تفصیل کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھنا ہوگا مثلا ہم نے یہ فرض کرلیا کہ بالفعل زید گھوڑے پر سوار ہے اور کدھے پر بالفعل سوار نہیں ہے اب اگر یوں کہا جائے کل حمار بافعل مرکوب زید بالامکان العام صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جن افراد حمار کیلئے حماریت کا ثبوت بالفعل ہے ان کا زید کیلئے سواری بننا ممکن ہے اس کا عکس شیخ کے مطلب پر نکلے گا کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان العام بعض وہ افراد جن کیلئے مرکوبیت زید بالفعل ثابت ہے ان کے لئے گدھا ہونا ممکن نہیں اس لئے شیخ کے نزدیک اس کا عکس نکالنا صحیح نہیں۔

فارابی کے نزدیک یہ قضیہ یوں ہوگا کل حمار بالامکان مرکوب زید بالامکان اس کا مطلب یہ ہوگا جن افراد حمار کیلئے حماریت کا ثبوت ممکن ہے ان کا مرکوب زید بننا بھی ممکن ہے اس کا عکس بعض مرکوب زید بالامکان حمار بالامکان کہ بعض وہ افراد کہ جن کیلئے مرکوبیت زید کا ثبوت ممکن ہے ان کا گدھا ہونا ممکن ہے یہ عکس صحیح ہے۔

فارابی کے نزدیک چونکہ قضیہ ممکنہ کا عکس (جہت امکان کا لحاظ کرکے) صحیح آتا تھا اور شیخ کے نزدیک (جہت فعل کا لحاظ کرکے) ممکنہ کا عکس جھوٹا آتا تھا اس لئے ماتن نے یہ کہ دیا کہ ولا عکس للممکنتین گویا کہ ماتن نے شیخ کے مذہب کو راجح قرر دیا کیونکہ شیخ کا مذہب لغت اور عرف کے مطابق ہے۔

فائدہ:۔ ذات موضوع کو تعبیر کرنے کی پانچ صورتیں ہیں۔

(۱) ذات موضوع کبھی نوع کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے **کل انسان ناطق**۔

(۲) کبھی جنس کیساتھ جیسے **بعض الحیوان ناطق**۔

(۳) کبھی فصل کیساتھ جیسے **کل ناطق حیوان**۔

(۴) کبھی خاصہ کیساتھ جیسے **کل ضاحك انسان**۔

(۵) کبھی عرض عام کیساتھ جیسے **بعض متنفس انسان**۔

ان تمام صورتوں میں وصف عنوانی موضوع سے مراد عمرو بکر وغیرہ ہی ہیں۔ لیکن اس کی تعبیر مختلف طریقوں سے ہے۔

فائدہ:۔ یہاں تک موجبات کے عکوس مکمل ہوئے ان تمام موجبات کے عکوس کی تفصیل اگلے صفحیات پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

نقشہ عکس مستوی قضایا موجہہ مرکبات موجبات

نمبر	نام اصل قضیہ	نام عکس	مثال اصل قضیہ	تشکیل جزو ثانی	مثال عکس
۱	مشروطہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لادائما	لا شئ من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل	بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل حین هو متحرك الاصابع لا دائما ای بعض متحرك الاصابع لیس بکاتب بالفعل
۲	مشروطہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لادائما	بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالفعل	بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل حین هو متحرك الاصابع لا دائما ای بعض متحرك الاصابع لیس بکاتب بالفعل
۳	عرفیہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	لا شئ من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل	بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل حین هو متحرك الاصابع لا دائما ای بعض متحرك الاصابع لیس بکاتب بالفعل
۴	عرفیہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	بعض الکاتب لیس بمتحرك الاصابع بالفعل	بعض متحرك الاصابع کاتب بالفعل حین هو متحرك الاصابع لا دائما ای بعض متحرك الاصابع لیس بکاتب بالفعل
۵	وقتیہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائما	لا شئ من القمر بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل
۶	وقتیہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائما	بعض القمر لیس بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل

۷	منتشرہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما	لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل
۸	منتشرہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما	بعض الانسان لیس بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل
۹	وجودیہ لادائمہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما	لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا دائما	بعض الانسان لیس ضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۱	وجودیہ لاضروریہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ	لا شئ من الانسان بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۲	وجودیہ لاضروریہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ	بعض الانسان لیس بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۳	ممکنہ خاصہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	ممکنہ خاصہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

Marfat.com

قَوْلُهٗ تَنْعَكِسُ الدَّائِمَتَانِ دَائِمَةً :اَیِ الضَّرُوْرِیَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَالدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ تَنْعَكِسَانِ دَائِمَةً مُطْلَقَةً مَثَلًا اِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ بِالدَّوَامِ صَدَقَ لَاشَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ دَائِمًا وَاِلَّا لَصَدَقَ نَقِیْضُهٗ وَهُوَبَعْضُ الْحَجَرِ اِنْسَانٌ بِالْفِعْلِ وَهُوَمَعَ الْاَصْلِ یُنْتَجُ بَعْضُ الْحَجَرِ لَیْسَ بِحَجَرٍ دَائِمًا هف۔

ترجمہ:۔یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ آتا ہے مثلا جب سچا آئے گا ہمارا یہ قول لاشئی من الانسان بحجر بالضرورۃ او بالدوام تو سچا آئیگا لا شئی من الحجر بانسان ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئے گی اور وہ ہے بعض الحجر انسان بالفعل اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی بعض الحجر لیس بحجر دائما یہ خلاف مفروض ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض سوالب بسائط کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔سالبہ بسیطہ کل سولہ تھے آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ۔آٹھ سالبہ جزئیہ ان کا عکس تو نہیں آتا باقی آٹھ سالبہ کلیہ میں سے بھی صرف دائمتان (ضروریہ مطلقہ اور دفائمہ مطلقہ) اور عامتان (عرفیہ عامہ،مشروطہ عامہ) کا عکس آتا ہے باقی چار یعنی ممکنہ عامہ،مطلقہ عامہ،وقتیہ مطلقہ منتشرہ مطلقہ ان کا عکس نہیں آتا اس قول میں دائمتان کے عکس کو بیان کیا ہے کہ ان کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آئیگا جس وقت بالضرورۃ او بالدوام لا شئی من الانسان بحجر سچا آئیگا اس کے عکس کو بھی یزدی نے دلیل خلفی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اگر ہمارے اس عکس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض الحجر انسان بالفعل کو مان لو اور اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ محال نکلے گا یعنی بعض الحجر لیس بحجر اور یہ محال ہے لہذا ہمارا عکس صحیح ہے

قَوْلُهٗ وَالْعَامَتَانِ عُرْفِیَّةٌ عَامَّةٌ :اَیِ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَةُ وَالْعُرْفِیَةُ الْعَامَةُ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِیَةً عَامَةً مَثَلًا اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْبِالدَّوَامِ لَاشَیْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَصَدَقَ بِالدَّوَامِ لَاشَیْءَ مِنْ سَاكِنِ الْاَصَابِعِ بِكَاتِبٍ مَادَامَ سَاكِنُ الْاَصَابِعِ وَاِلَّا فَیَصْدُقُ نَقِیْضُهٗ وَهُوَقَوْلُنَا بَعْضُ سَاكِنِ الْاَصَابِعِ كَاتِبٌ حِیْنَ هُوَ سَاكِنُ الْاَصَابِعِ

Marfat.com

بِالْفِعْلِ وَهُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتَجُ بَعْضُ سَاكِنِ الْاَصَابِعِ لَيْسَ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ حِيْنَ هُوَ سَاكِنُ الْاَصَابِعِ وَهُوَ مُحَالٌ۔

ترجمہ:۔یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے مثلاً جب سچا آئے گا بالضرورۃ او بالدوام الخ تو سچا آئیگا بالدوام لاشئی من ساکن الاصابع الخ ورنہ تو اسکی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے ہمارا قول بعض ساکن الاصابع الخ اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی بعض ساکن الاصابع الخ اور یہ محال ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آئیگا جس وقت بھی بالضرورۃ او بالدوام لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع سچا آئیگا تو اس کا عکس لاشئی من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن الاصابع بھی سچا آئیگا اس کے عکس کو بھی دلیل خلفی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ عکس مان لو ورنہ تو اسکی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض ساکن الاصابع کاتب حین ھو ساکن الاصابع بالفعل ماننا پڑے گی اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ یہ نکلے گا بعض ساکن الاصابع لیس بساکن الاصابع حین ھو ساکن الاصابع اس نتیجہ میں سلب الشئی عن نفسہ (ایک شئی کا اپنی ذات سے سلب ہونا) لازم آرہا ہے اور وہ محال ہے لہذا یہ نتیجہ بھی محال ہے اور ہمارا عکس درست ہے۔

قَوْلُهٗ وَالْخَاصَّتَانِ :اَیِ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْعُرْفِيَةُ الْخَاصَّةُ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَةً اَیْ عُرْفِيَةً عَامَةً سَالِبَةً كُلِّيَّةً مُقَيَّدَةً بِاللَّادَوَامِ فِی الْبَعْضِ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى مُطْلَقَةٍ عَامَةٍ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ فَنَقُوْلُ اِذَا صَدَقَ لَاشَیْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا صَدَقَ لَاشَیْءَ مِنَ السَّاكِنِ بِكَاتِبٍ مَادَامَ سَاكِنًا لَادَائِمًا فِی الْبَعْضِ اَیْ بَعْضُ السَّاكِنِ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ اَمَّا الْجُزْءُ الْاَوَّلُ فَقَدْ مَرَّ بَيَانُهٗ مِنْ اَنَّهٗ لِلْعَامَّتَيْنِ وَهُمَا لَازِمَتَانِ لِلْخَاصَّتَيْنِ وَلَازِمُ اللَّازِمِ لَازِمٌ وَاَمَّا الْجُزْءُ الثَّانِیْ فَلِاَنَّهٗ لَوْلَمْ يَصْدُقْ لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ وَهُوَ لَاشَیْءَ مِنَ السَّاكِنِ بِكَاتِبٍ دَائِمًا فَهٰذَا مَعَ اللَّادَوَامِ الْاَصْلُ وَهُوَ كُلُّ كَاتِبٍ سَاكِنُ

Marfat.com

الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ يُنْتَجُ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِكَاتِبٍ دَائِمًا هف وَاِنَّمَا لَمْ يَلْزَمِ اللَّادَوَامُ فِى الْكُلِّ لِاَنَّهٗ يَكْذِبُ فِىْ مِثَالِنَا هٰذَا كُلُّ سَاكِنٍ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ لَصَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ السَّاكِنِ لَيْسَ بِكَاتِبٍ دَائِمًا كَالْاَرْضِ قَالَ الْمُصَنِّفُ السُّرِّفِى ذَالِكَ اَنَّ لَادَوَامَ السَّالِبَةَ مُوْجِبَةٌ وَهِىَ اِنَّمَا تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً وَفِيْهِ تَاَمُّلٌ اِذْلَيْسَ اِنْعِكَاسُ الْمَجْمُوْعِ اِلٰى الْمَجْمُوْعِ مَنُوْطًا بِاِنْعِكَاسِ الْاَجْزَاءِ اِلَى الْاَجْزَاءِ كَمَا يَشْهَدُ بِذَالِكَ مُلَاحِظَةَ اِنْعِكَاسِ الْمُوَجِّهَاتِ الْمُوْجِبَةِ عَلٰى مَامَرَّ فَاِنَّ الْخَاصَّتَيْنِ الْمُوْجِبَتَيْنِ تَنْعَكِسَانِ اِلَى الْحِيْنِيَّةِ اِللَّادَائِمَةِ مَعَ اَنَّ الْجُزْءَ الثَّانِىْ مِنْهُمَا وَهُوَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ السَّالِبَةُ لَاعَكْسَ لَهَا فَتَدَبَّرْ۔

ترجمہ:۔یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے جو لادوام فی البعض کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور وہ لادوام فی البعض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ ہے پس ہم کہیں گے کہ جب سچا آئیگا لاشئی من الکاتب ساکن الخ تو سچا آئیگا لاشئی من الساکن بکاتب الخ بہر حال جزاوّل کا صدق پس اس کا بیان گزر چکا ہے کہ وہ دو عامہ (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) کو لازم ہے اور وہ دونوں دو خاصہ (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) کو لازم ہیں اور لازم کا لازم لازم ہوا کرتا ہے اور بہر حال جزو ثانی کا صدق اس لئے ہے کہ اگر عکس سچا نہ آئے تو وَاسکی نقیض سچی آئے گی اور وہ ہے لاشئی من الساکن بکاتب دائما اور یہ لادوام اصلی کیساتھ مل کر اور وہ لادوام اصلی ہے کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل نتیجہ دے گی لاشئی من الکاتب بکاتب دائما یہ خلاف مفروض ہے اور سوا اسکے نہیں لادوام فی الکل لازم نہیں آتا اس لئے کہ وہ ہماری اس مثال میں جھوٹا ہو جاتا ہے کل ساکن کاتب بالفعل تو البتہ سچا آئے گا ہمارا یہ قول بعض الساکن لیس بکاتب دائما مثل زمین کے مصنف نے فرمایا کہ راز اس میں یہ ہے کہ سالبہ کا لادوام موجبہ ہوتا ہے اور سوا اس کے نہیں اس کا عکس جزئی آتا ہے اور اس میں تأمل ہے کیونکہ مجموعہ کا عکس آنا مجموعہ کی طرف نہیں موقوف اجزاء کی طرف عکس آنے کیساتھ جیسا کہ شہادت دیتا ہے اس بات کی موجہات موجبہ کے عکس کا لحاظ کرنا اوپر اس طریقے کے جو گزر چکا ہے پس بلاشبہ دو موجبہ خاصہ کا کس حینیہ لا دائمہ آتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے جزء ثانی اور وہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اس کا عکس نہیں آتا پس تو غور و فکر کر۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض مرکبات سوالب میں سے عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ کے عکس کو

Marfat.com

بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکس عرفیہ لادائمہ فی البعض آتا ہے یعنی ان کا عکس قضیہ عرفیہ عامہ آتا ہے جو مقید ہو لادوام فی البعض کی قید کے ساتھ جیسے **بالضرورۃ او بالدوام لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما** اس کا عکس **لاشئی من الساکن بکاتب مادام ساکنا لادائما فی البعض** آئیگا یہ ہمارا عکس مان لو ان دونوں قضیوں کا عکس منوانے کے لئے منطقیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ ان دونوں کی پہلی جزو مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کو لازم ہے اور یہ دونون مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کو لازم ہیں تو لازم کا لازم بھی لازم ہوتا ہے اس لئے مشروطہ خاصہ کی پہلی جزو کا عکس تو عرفیہ عامہ سالبہ آنا یقینی ہے ہاں البتہ دوسری جزو مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ، ان کا عکس منوانے کے لئے یہاں بھی دلیل خلفی سے کام لیتے ہیں۔

اصل قضیہ مشروطہ خاصہ میں لادائما کے نیچے قضیہ موجبہ کلیہ مطلقہ عامہ ہے یعنی **کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل** اور **لادائما فی البعض** جو عکس میں کھڑا ہے ومطلقہ عامہ قضیہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے **بعض الساکن کاتب بالفعل** یہ ہمارا اصل قضیہ کے دوسرے جزو کا عکس ہے ہم کہیں گے کہ اس کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو گے اس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ آئے گی یعنی **لاشئی من الاکاتب بساکن دائما** اس نقیض کو ہم اصل قضیہ کے لادائما والے قضیے کیساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے یعنی **کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل ولاشئی من الکاتب بساکن دائما** نتیجہ **لاشئی من الکاتب بکاتب دائما** یہ نتیجہ محال ہے لہذا ہمارا عکس **لادائما فی البعض** درست ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ **لادائما فی البعض** کی قید اس لئے لگائی کیونکہ اگر **لا دائما فی الکل** کی قید لگاتے ہیں تو عکس موجبہ کلیہ ہو جاتا ہے یعنی **کل ساکن کاتب بالفعل** اور یہ جھوٹا تھا کیونکہ اس کی نقیض **ابعض ساکن لیس بکاتب دائما** یہ سچی ہے اصل میں چونکہ مرکبات کے عکوس نکالنے میں دونو جزوؤں کا لحاظ کرنا شرط نہیں بلکہ مرکبوں کے عکوس میں مجموعہ کا لحاظ کیا جاتا ہے اس کی دلیل بھی ہمارے پاس موجود ہے کیونکہ ماتن نے مشروطہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کا عکس حینیہ لا دائمہ بیان کیا ہے پہلے جزو حینیہ کا عکس تو صحیح ہے کیونکہ وہ آتا ہے اگر جزو کا عکس مین اعتبار ہو تو پھر لا دائما کے نیچے جو قضیہ مطلقہ سالبہ کھڑا تھا اس کا عکس بھی آنا چاہیے تھا حالانکہ اس کا عکس آتا ہی نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مرکبوں کے عکوس میں موجبہ کا لحاظ ہوتا ہے جزئیہ کا لحاظ نہیں ہوتا اب مصنف وہ راز بتا رہے ہیں کہ ہم نے جو خاصتین کے عکس میں قید کا دائما فی البعض کی لگائی ہے وہ کیوں لگائی اس کا راز یہ ہے کہ چونکہ مجموعہ قضیہ سالبہ کلیہ ے اور لا دائما جو اصل قضیہ میں ہے اس سے

Marfat.com

اشارہ بھی تو موجبہ کی طرف ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ اتا ہے اس لئے ہم نے یہ کہا کہ لادائما فی البعض کے ساتھ مقید ہو۔

فائدہ ﴿۲﴾۔ یہاں تک سوالب کے عکوس مکمل ہوئے ان تمام عکوس کی تفصیل بمع مثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ عکس قضایا موجهه بسائط سوالب

نمبر	نام اصل قضیہ	مثال اصل قضیہ	نام عکس قضیہ	مثال عکس قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ کلیہ	لاشئ من الانسان بحجر بالضرورة	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الحجر بانسان بالدوام
۲	ضروریہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۳	دائمہ مطلقہ کلیہ	لاشئ من الانسان بحجر دائما	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لاشئ من الحجر بانسان بالدوام
۴	دائمہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۵	مشروطہ عامہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشئ من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن الاصابع
۶	مشروطہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۷	عرفیہ عامہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشئ من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن الاصابع
۸	عرفیہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۹	مطلقہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۰	مطلقہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۱	وقتیہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۲	وقتیہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۳	منتشرہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	منتشرہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۵	ممکنہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۶	ممکنہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

Marfat.com

قَوْلُهٗ يُنْتَجُ آه :فَهٰذَا الْمَحَالُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ نَاشِيًا عَنِ الْاَصْلِ اَوْعَنْ نَقِيْضِ الْعَكْسِ اَوْ عَنْ هَيْئَةِ تَالِيْفِهِمَا لٰكِنَّ الْاَوَّلَ مَفْرُوْضُ الصِّدْقِ وَالثَّالِثُ هُوَالشَّكْلُ الْاَوَّلُ الْمَعْلُوْمُ صِحَّتُهٗ وَانْتَاجُهٗ فَتَعَيَّنَ الثَّانِىْ فَيَكُوْنُ النَّقِيْضُ بَاطِلاً فَيَكُوْنُ الْعَكْسُ حَقًّا۔

ترجمہ:۔پس یہ محال یا تو اصل سے پیدا ہوگا یا عکس کی نقیض سے یا ان دونوں کی ہیئت تالیف سے لیکن اول کا صدق فرض کیا ہوا ہے اور تیسری وہ شکل اول ہے جس کی صحت اور نتیجہ دینا معلوم ہو پس ثانی متعین ہو گیا پس نقیض باطل ہو گئی اور عکس حق ہو گیا۔

غرض شارح:۔اس قول میں بعض قضایا کے عکس آنے کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:۔قضیہ کے عکس آنے کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم قضیہ کے عکس کی نقیض نکالتے ہیں تو نتیجہ محال لازم آتا ہے محال کے لازم ہونے کی تین صورتیں ظاہری طور پر سمجھی جاتی ہیں کہ شاید اصل جھوٹا ہو یا عکس کی نقیض یا شکل کی ترتیب میں غلطی ہو گئی ہو لیکن ان میں سے دو باتیں کہ اصل قضیہ جھوٹا ہو یہ بھی نہیں کیونکہ اصل قضیہ کو ہم نے سچا فرض کر لیا ہے اور شکل کی ترتیب میں بھی کوئی غلطی نہیں کیونکہ شکل اول کا نتیجہ دینا بھی معلوم ہے اور شکل اول کی صحت بھی معلوم ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ تیسری چیز عکس کی نقیض کو سچا ماننا اس سے نتیجہ کا محال ہونا لازم آیا جب عکس کی نقیض محال ہے اور جھوٹی ہے تو ہمارا عکس سچا ہے۔اس قول میں تو عکس آنے کی دلیل بیان کی ہے ایک قول چھوڑ کر اگلے قول یعنی بالنقض میں عکس نہ آنے کی دلیل بیان کریں گے۔

قَوْلُهٗ وَلَاعَكْسَ لِلْبَوَاقِىْ :اَىِ السَّوَالِبِ الْبَاقِيَةِ وَهِىَ تِسْعَةٌ الْوَقْتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَالْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَالْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ مِنَ الْبَسَائِطِ وَالْوَقْتِيَتَانِ وَالْوُجُوْدِيَتَانِ وَالْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ مِنَ الْمُرَكَّبَاتِ

ترجمہ:۔یعنی باقی سالبے اور وہ نو (۹) ہیں،یعنی بسائط میں سے (۱) وقتیہ مطلقہ (۲) منتشرہ مطلقہ اور دو وجودیہ (۳) مطلقہ عامہ (۴) ممکنہ عامہ۔اور مرکبات میں سے دو وقتیہ یعنی (۵) وقتیہ مطلقہ (۶) منتشرہ مطلقہ اور دو وجودیہ (۷) یعنی وجودیہ لا ضروریہ (۸) وجود لا دائمہ اور (۹) ممکنہ خاصہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ان قضایا کو بیان کرنا ہے جن کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:۔وہ نو (۹) قضایا ہیں جن کا عکس بیان نہیں کیا جاتا ویسے جن قضیوں کا عکس نہیں آتا وہ چوبیس (۲۴) ہیں ان میں سے

پندرہ (۱۵) قضایا ایسے ہیں کہ جن کا عکس آتا ہی نہیں یزدی نے چونکہ ان کا ذکر کتاب میں نہیں کیا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ نو (۹) قضیے ہیں کہ جن کا عکس نہی آتا وہ نو (۹) قضایا یہ ہیں ۔بسائط میں وسے (۱) وقتیہ مطلقہ سالہ (۲) منتشرہ مطقہ سالبہ (۳) مطلقہ عامہ سالبہ (۴) ممکنہ عامہ ۔اور مرکبا بمیں سے (۵) وقتیہ سالبہ (۶) منتشرہ سالبہ (۷) وجودیہ لا دائمہ سالبہ (۸) وجودیہ لاضروریہ سالبہ (۹) ممکنہ خاصہ سالبہ۔

مکمل تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

خلاصہ عکوس موجبات و سوالب

نمبر	نام قضایا	جنکا عکس آتا ہے	عکس	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بسائط موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	(۱) وقتیہ مطلقہ (۲) منتشرہ مطلقہ (۳) ممکنہ عامہ
۲	مرکبات موجبات	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	ممکنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بسائط سوالب	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	(۱) مطلقہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) ممکنہ عامہ
	ایضاً	(۱) مشروطہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات سوالب	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ (۵) ممکنہ خاصہ

Marfat.com

قَوْلُهٗ بِالنَّقْضِ :اَیْ بِدَلِیْلِ التَّخَلُّفِ فِیْ مَادَةٍ بِمَعْنٰی اَنَّهٗ یَصْدُقُ الْاَصْلُ فِیْ مَادَةٍ بِدُوْنِ الْعَکْسِ فَیُعْلَمُ بِذَالِكَ اَنَّ الْعَکْسَ غَیْرُ لَازِمٍ لِهٰذَاالْاَصْلِ وَبَیَانُ التَّخَلُّفِ فِیْ تِلْكَ الْقَضَایَا اَنْ اَخُصَّهَا وَهِیَ الْوَقْتِیَةُ قَدْتَصْدُقُ بِدُوْنِ الْعَکْسِ فَاِنَّهٗ یَصْدُقُ لَاشَیْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِیْعِ لَا دَائِمًا مَعَ کِذْبِ بَعْضِ الْمُنْخَسِفِ لَیْسَ بِقَمَرٍ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِ لِصِدْقِ نَقِیْضِهٖ وَهُوَ کُلُّ مُنْخَسِفٍ قَمَرٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَاِذَاتَحَقَّقَ التَّخَلُّفُ وَعَدَمُ الْاِنْعِکَاسِ فِی الْاَخَصِّ تَحَقَّقَ فِیْ الْاَعَمِّ اِذِاالْعَکْسُ لَازِمٌ لِلْقَضِیَّةِ فَلَوْ اِنْعَکَسَ الْاَعَمُّ اِنْعَکَسَ الْاَخَصُّ لِاَنَّ الْعَکْسَ یَکُوْنُ لَازِمٌ لِلْاَعَمِّ وَالْاَعَمُّ لَازِمٌ لِلْاَخَصِّ وَلَازِمُ اللَّازِمِ لَازِمٌ فَیَکُوْنُ الْعَکْسُ لَازِمًا لِلْاَخَصِّ اَیْضًا وَقَدْ بَیَّنَّا عَدَمَ اِنْعِکَاسِهٖ هف وَاِنَّمَا اِخْتَرْنَا فِی الْعَکْسِ الْجُزْئِیَةِ لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْکُلِّیَّةِ وَالْمُمْکِنَةِ الْعَامَّةِ لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنْ سَائِرِ الْمُوَجَّهَاتِ وَاِذَا لَمْ یَصْدُقِ الْاَعَمُّ لَمْ یَصْدُقِ الْاَخَصُّ بِالطَّرِیْقِ الْاَوْلٰی بِخِلَافِ الْعَکْسِ الْکُلِّیَّةِ۔

ترجمہ:۔یعنی کسی مادہ میں مختلف ہونے کی دلیل کے ساتھ اس معنی کے کہ اصل سچی آئے گی کسی مادہ میں بغیر عکس کے پس اس سے معلوم ہوجائے گا کہ عکس اس اصل کو لازم نہیں اوران قضایا میں متخلف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے اخص اوروہ وقتیہ ہے کبھی بغیر عکس کے سچا آتا ہے پس بلاشبہ سچا آتا ہے لاشئی من القمر بمنخسف الخ باوجود جھوٹا ہونے کے بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کے بوجہ سچا آنے اس کی نقیض کے اوروہ ہے کل منخسف قمر بالضرورۃ اور جب اخص میں متحقق ہوگیا تخلف اور عکس کا نہ آنا تو متحقق وگا اعم میں کیونکہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے پس اگر اعم کا عکس آئے گا تو عکس اعم کو لازم ہوگا اور اعم اخص کو لازم ہے اور لازم لازم ہوتا ہے پس عکس اخص کو بھی لازم ہوگا حالانکہ ہم نے اس کے عکس کا نہ آنا بیان کردیا ہے یہ خلاف مفروض ہے اور سوا اس کے نہیں ہم نے عکس میں جزئیہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ کلیہ سے اعم ہوتا ہے اور ممکنہ عامہ کو اس لئے اختیار کیا کہ وہ باقی موجہات سے اعم ہے اور جب نہ سچا آئے اعم تو نہیں سچا آئے گا اخص بطریق اولی بخلاف عکس کلی کے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض ان نو (۹) قضایا کا عکس نہ آنے کی وجہ اور دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ نو (۹) قضایا ایسے تھے کہ جن کا عکس نہیں آتا ان میں سے ہر ایک کا عکس نکال کر اس کو جھوٹا کر کے ثابت کرتا اور پھر کہتا کہ ان کا عکس نہیں آتا لیکن اس نے اختصار کے پیش نظر ایک قاعدہ بیان کر دیا کہ اس قاعدے کے تحت ان کا عکس نہ آنا معلوم ہو جائے گا۔

قاعدہ:۔ان نو (۹) قضایا میں سے سب سے زیادہ اخص وقتیہ مطلقہ ہے اس کو عکس سچا نہیں آتا لہذا جتنے آٹھ قضایا اس سے اعم ہیں ان کا عکس بھی نہیں آئے گا کیونکہ اگر ان باقی اعم قضایا کا عکس آئے تو عکس ان اعم قضایا کو لازم ہوگا اور عام خاص کو لازم ہوتا ہے تو پھر یہ عکس قضیہ مطلقہ کو بھی لازم ہوگا حالانکہ ہم نے بتا دیا کہ اس کا عکس نہیں۔

دلیل:۔وقتیہ کے عکس نہ آنے کی دلیل یہ ہے کہ جیسے **لاشئی من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما** یہ سچا ہے لیکن اس کا عکس **بعض المنخسف لیس بقمر** یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس کی نقیض **کل منخسف قمر بالضررۃ** سچی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سالبہ وقتیہ کا عکس نہیں آتا جب اس کا عکس نہیں آتا تو جتنے بھی قضایا اس سے اعم ہیں ان کا بھی عکس نہیں آئے گا عکس اس کا جزئیہ اس لئے نکالا کہ جزئیہ کا عدم انعکاس وہ کلیہ کے عدم انعکاس کو لازم ہے یعنی جب جزئیہ عکس نہیں آتا تو کلیہ بھی نہیں آئے گا پھر عکس میں ممکنہ عامہ کا لحاظ بھی کیا ہے کیونکہ وہ تمام قضایا سے اعم ہے کیونکہ وہ ضروریہ دائمہ اور بالفعل سب پر سچا آتا ہے تو جب اعم کا عکس نہیں تو اخص کا بھی نہیں۔

تم العکس المستوی

Marfat.com

متن: فَصْلٌ عَكْسُ النَّقِيْضِ تَبْدِيْلُ نَقِيْضَيِ الطَّرَفَيْنِ مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَالْكَيْفِ اَوْجَعْلُ نَقِيْضِ الثَّانِيْ اَوَّلًا مَعَ مُخَالِفَةِ الْكَيْفِ وَحُكْمُ الْمُوْجِبَاتِ هٰهُنَا حُكْمُ السَّوَالِبِ فِي الْمُسْتَوِيْ وَبِالْعَكْسِ الْبَيَانُ الْبَيَانُ وَالنَّقْضُ اَلنَّقْضُ وَقَدْ بَيَّنَ اِنْعِكَاسَ الْخَاصَّتَيْنِ مِنَ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ هٰهُنَا وَمِنَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ ثَمَّهَا اِلَى الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ بِالْاِفْتِرَاضِ۔

ترجمہ متن:۔ فصل عکس نقیض کو تبدیل کرنا ہے دوطرفوں کی نقیضوں کو ساتھ باقی رکھتے ہوئے صدق اور کیف کے یا جزو ثانی کی نقیض کو اول بنانا ہے کیفیت میں مخالفت کیساتھ اور موجبات کا حکم یہاں سوالب کا حکم ہے عکس مستوی میں اور عکس کے ساتھ بھی اور بیان اس کا وہی بیان ہے اور نقض نقض ہے اور بلاشبہ بیان کیا گیا خاصتین کے انعکاس کو موجبہ جزئیہ میں یہاں اور سالبہ جزئیہ میں وہاں (عکس مستوی میں) عرفیہ خاصہ کی طرف دلیل افتراضی کیساتھ۔

مختصر تشریح متن:۔ عکس مستوی کی تعریف اور اس کے احکام بیان کرنے کے بعد اب عکس نقیض کی تعریف اور اس کے احکام کو اس فصل میں بیان کر رہے ہیں عکس نقیض کی ایک تعریف متقدمین مناطقہ کی ہے اور ایک تعریف متاخرین مناطقہ نے کی ہے متقدمین مناطقہ نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بہت ہی آسان ہے اور اسی تعریف کے مطابق عکس نقیض کے اس فصل میں احکام بیان کئے جائینگے۔

قَوْلُهٗ تَبْدِيْلُ نَقِيْضَيِ الطَّرَفَيْنِ :اَيْ جَعْلُ نَقِيْضِ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَصْلِ جُزْءًا ثَانِيًا وَنَقِيْضُ الثَّانِيْ اَوَّلًا۔

ترجمہ:۔ بنادینا اصل کی جزاول کی نقیض کو عکس کی جزوثانی کی نقیض کو بنادینا جزواول۔

Marfat.com

غرض شارح:۔اس قول کی غرض متقدمین حضرات نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بیان کرنی ہے۔

تشریح: متقدمین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف:۔قضیہ اول کے جزو اول کی نقیض کو جزو ثانی (محمول) بنا دینا اور جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول (موضوع) بنا دینا اس طریقے سے کہ صدق بھی باقی رہے اور کیفیت بھی باقی رہے اور کیفت بھی یعنی ایجاب وسلب بھی باقی رہے۔جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس نقیض اس طرح نکالیں گے کہ کہ جزو اول انسان کی نقیض نکالیں گے یعنی انسان کی نقیض لا انسان اور جزو ثانی کی نقیض نکالیں گے یعنی حیوان کی نقیض لا حیوان پھر جزو اول کی نقیض لاانسان کو جزو ثانی اور جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول بنا دیں گے اور ایجاب کو بھی باقی رکھیں گے اس طرح کہیں گے کل لا حیوان لاانسان اور یہ قضیہ سچا ہے اور اصل بھی سچا تھا۔

قَوْلُهٗ مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ : اَیْ اِنْ کَانَ الْاَصْلُ صَادِقًا کَانَ الْعَکْسُ صَادِقًا

ترجمہ:۔یعنی اگر اصل صادق ہے تو عکس بھی صادق ہوگا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔یعنی عکس نقیض کی شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو تو اس کا عکس نقیض بھی سچا ہوگا جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہے اس طرح اس کا عکس نقیض کل لا حیوان لا انسان یہ سچا ہے اسی طرح اس کا عکس نقیض کل لاحیوان لاانسان بھی سچا ہے۔

قَوْلُهٗ وَمَعَ بَقَاءِ الْکَیْفِ: اَیْ اِنْ کَانَ الْاَصْلُ مُوْجِبًا کَانَ الْعَکْسُ مُوْجِبًا وَاِنْ کَانَ سَالِبًا کَانَ سَالِبًامَثَلًاقُوْلُنَاکُلٌّ جَ بَ یَنْعَکِسُ بِعَکْسِ النَّقِیْضِ اِلٰی قَوْلِنَا کُلٌّ مَالَیْسَ بَ لَیْسَ جَ وَهٰذَا طَرِیْقُ الْقُدَمَاءِ وَاَمَّا الْمُتَاَخِّرُوْنَ فَقَالُوْااِنَّ عَکْسَ النَّقِیْضِ هُوَ جَعْلُ نَقِیْضِ الْجُزْءِ الثَّانِیْ اَوَّلًاوَعَیْنُ الْاَوَّلِ ثَانِیًا مَعَ مُخَالِفَةِ الْکَیْفِ اَیْ کَانَ الْاَصْلُ مُوْجِبًا کَانَ الْعَکْسُ سَالِبًا اَوْ بِالْعَکْسِ وَیُعْتَبَرُ بَقَاءُ الصِّدْقِ کَمَا مَرَّ فَقَوْلُنَا کُلٌّ جَ بَ یَنْعَکِسُ اِلٰی قَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِمَّا لَیْسَ بَ جَ وَالْمُصَنِّفُ لَمْ یُصَرِّحْ بِقَوْلِهِمْ وَعَیْنُ الْاَوَّلِ ثَانِیًا لِلْعِلْمِ بِهٖ ضِمْنًا وَلَابِاِعْتِبَارِ بَقَاءِ الصِّدْقِ فِی التَّعْرِیْفِ الثَّانِیْ لِذِکْرِهٖ سَابِقًا فَحَیْثُ لَمْ یُخَالِفْهُ

Marfat.com

فِی هٰذَاالتَّعْرِیْفِ عُلِمَ اِعْتِبَارُهٗ هٰهُنَا ثُمَّ اِنَّهٗ بَیَّنَ اَحْکَامَ عَکْسِ النَّقِیْضِ عَلٰی طَرِیْقَةِ الْقُدَمَاءِ اِذْ فِیْهِ غَنِیَّةٌ لِطَالِبِ الْکَمَالِ وَتَرْکِ مَا اَوْرَدَهُ الْمُتَاَخِّرُوْنَ اِذْ تَفْصِیْلُ الْقَوْلِ فِیْهِ وَفِیْمَا فِیْهِ لَایَسَعُهُ الْمَجَالُ۔

ترجمہ:۔یعنی اگر اصل موجبہ ہوگا توعکس بھی موجبہ ہوگا اوراگر اصل سالبہ ہوگا وعکس بھی سالبہ ہوگا مثلا ہمارا قول کل ج ب اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول آئے گا کل ج ب لیس ج اور یہ متقدمین کا طریقہ ہے اور بہر حال متاخرین پس انہوں نے کہا ہے کہ عکس نقیض وہ جزو ثانی کی نقیض کو اول اور عین کو اول کو ثانی بنا دینا ہے کیف میں مخالفت ہونے کے ساتھ یعنی اگر اصل موجبہ ہوتو تو عکس سالبہ ہوگا اوراس کے برعکس اوراعتبار کیا جائیگا صدق کے باقی رکھنے کا جیسا کہ گزر چکا ہے ہمارے قول کل ج ب کا عکس ہمارا یہ قول آئے گا لا شئی مما لیس ب ج اور مصنف نے صراحتا ذکر نہیں کیا ان کے قول وعین الاول ثانیا کو اس کے ضمنا معلوم ہونے کی وجہ سے پس جب مصنف نے مخالفت کی اس تعریف میں تو معلوم ہوگیا اس کا اعتبار کرنا یہاں بھی پھر مصنف قدس سرہ نے عکس نقیض کے احکام کو قدما کے طریقے پر بیان کیا کیونکہ اس میں کمال کو طلب کرنے والے کے لئے بے نیازی ہے اور مصنف نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے جن کو متاخرین نے ذکر کیا تھا کیونکہ اس میں قول کی تفصیل ہے اوراس مقام میں نہیں گنجائش رکھتی اس کی انسانی طاقت۔

اغراض شارح:۔اس قول کی دوغرضیں ہیں (۱) عکس نقیض کی تعریف میں بقاء الکیف کی قید لگانے کا فائدہ بیان کرنا ہے (۲) عکس نقیض کی متاخرین کے ہاں تعریف کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔عکس نقیض کی تعریف میں بقاء کیف کی قید لگانے کا مطلب:۔بقاء کیف کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجبہ ہوتو اس کو عکس نقیض بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہوتو اس کا عکس نقیض بھی سالبہ ہو جیسے کل انسان حیوان موجبہ ہے اس کا عکس نقیض کل لاحیوان لاانسان یہ بھی موجبہ ہے۔

متاخرین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف:۔متاخرین حضرات نے عکس نقیض کی تعریف یہ کی ہے کہ قضیہ کے جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول بنا دینا اور جزو اول کو بعینہ اٹھا کر جزو ثانی بنا دینا اس طرح کہ کیفیت میں مخالفت ہو یعنی اصل اگر موجبہ ہوتو عکس نقیض سالبہ ہو یا اس کا عکس جیسے کل انسان حیوان اس میں جزو ثانی حیوان کی نقیض لاحیوان کو جزو اول بنائیں گے اور جزو اول انسان کو بعینہ جزو ثانی بنائیں اور اصل موجبہ ہے تو عکس نقیض سالبہ بنائیں گے اب اس کا عکس نقیض یہ ہوگا کہ

Marfat.com

لاشئی من اللاحیوان بانسان یہ بھی سچا ہے متقدمین اور متاخرین نے صرف تعریف کے الفاظ میں فرق کیا ہے ورنہ حقیقت میں کوئی فرق نہیں اب یہاں پر اس بات کو سمجھنا ہے کہ متاخرین نے اس تعریف چھوڑ کر یہ مشکل تعریف کیوں اختیار کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین کی عکس نقیض کی تعریف پر چند اعتراضات وارد ہوتے تھے جن کا ذکر حواشی میں اجمالا مذکور ہے۔ ان سے بچنے کی خاطر متاخرین نے تعریف کو ہی بدل ڈالا۔

قَوْلُهٗ هٰهُنَا: اَیْ فِیْ عَکْسِ النَّقِیْضِ ۔

ترجمہ:۔ یعنی عکس نقیض میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض صرف ھھنا کا مشار الیہ بتانا ہے۔

تشریح:۔ کہ اس کا مشار الیہ عکس نقیض ہے اب مطلب یہ ہے کہ یہاں نقیض میں یہ حکم ہے الخ۔

قَوْلُهٗ فِی الْمُسْتَوِیْ : یَعْنِیْ کَمَا اَنَّ السَّالِبَةَ الْکُلِّیَّةَ تَنْعَکِسُ فِی الْعَکْسِ الْمُسْتَوِیْ کَنَفْسِهَا وَالْجُزْئِیَّةُ لَاتَنْعَکِسُ اَصْلًا کَذٰلِكَ الْمُوْجِبَةُ الْکُلِّیَّةُ فِیْ عَکْسِ النَّقِیْضِ تَنْعَکِسُ کَنَفْسِهَا وَالْجُزْئِیَّةُ لَاتَنْعَکِسُ اَصْلًا لِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَیَوَانِ لَااِنْسَانٌ وَکِذْبُ بَعْضِ الْاِنْسَانِ لَاحَیَوَانٌ وَکَذٰلِكَ التِّسْعُ مِنَ الْمُوَجِّهَاتِ اَعْنِیْ الْوَقْتِیَتَیْنِ الْمُطْلَقَتَیْنِ وَالْوَقْتِیَتَیْنِ وَالْوُجُوْدِیَّتَیْنِ وَالْمُمْکِنَتَیْنِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لَاتَنْعَکِسُ وَالْبَوَاقِیْ تَنْعَکِسُ عَلٰی مَاسَبَقَ تَفْصِیْلُهٗ فِی السَّوَالِبِ فِی الْعَکْسِ الْمُسْتَوِیْ۔

ترجمہ:۔ یعنی جسطرح سالبہ کلیہ کا عکس عکس مستوی میں اپنے نفس کی طرح ہوتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا بالکل عکس نہیں آتا اسی طرح موجبہ کلیہ کا عکس عکس نقیض میں اس کے نفس کی طرح آتا ہے اور موجبہ جزئیہ کا عکس بالکل نہیں آتا بوجہ سچے آنے ہمارے قول بعض الحیوان لاانسان کے اور جھوٹے ہونے بعض الانسان لا حیوان کے اسی طرح موجہات میں سے نو (۹) یعنی دو وقتیہ مطلقہ، دو وجودیہ، دو ممکنہ اور ایک مطلقیہ عامہ ان کا بھی عکس نہیں آتی باقی کا عکس آتا ہے جیسا کہ اسکی تفصیل عکس مستوی میں سوالب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ وَبِالْعَكْسِ :اَیْ حُكْمِ السَّوَالِبِ هٰهُنَا حُكْمُ الْمُوَجَّهَاتِ فِی الْمُسْتَوِیْ فَكَمَا اَنَّ الْمُوْجِبَةَ فِی الْمُسْتَوِیْ لَاتَنْعَكِسُ اِلَّاجُزْئِیَّةً فَكَذٰلِكَ السَّالِبَةُ هٰهُنَا لَاتَنْعَكِسُ اِلَّاجُزْئِیَّةً لِجَوَازِ اَنْ یَكُوْنَ نَقِیْضُ الْمَحْمُوْلِ فِی السَّالِبَةِ اَعَمَّ مِنَ الْمَوْضُوْعِ وَلَایَجُوْزُسَلْبُ نَقِیْضِ الْاَخَصِّ مِنْ عَیْنِ الْاَعَمِّ كُلِّیًا مَثَلًا یَصِحُّ لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِلَا حَیَوَانٍ وَلَایَصِحُّ لَاشَیْءَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِلَااِنْسَانٍ لِصِدْقِ بَعْضِ الْحَیَوَانِ لَااِنْسَانٌ كَالْفَرَسِ وَكَذٰلِكَ بِحَسْبِ الْجِهَةِ الدَّائِمَتَانِ وَالْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسُ حِیْنِیَّةً مُطْلَقَةً وَالْخَاصَّتَانِ حِیْنِیَةً لَادَائِمَةً وَالْوَقْتِیَتَانِ وَالْوُجُوْدِیَتَانِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَةُ مُطْلَقَةٌ عَامَةٌ وَلَا عَكْسَ لِلْمُمْكِنَتَیْنِ عَلٰی قِیَاسِ الْعَكْسِ فِی الْمُوْجِبَاتِ۔

ترجمہ:۔یعنی قضایا سالبات کا حکم یہاں عکس مستوی میں موجبات کا حکم ہے پس جسطرح عکس مستوی میں موجبہ کا عکس سوائے جزئیہ کے نہیں آتا اس بات کے جائز ہونے کی وجہ سے کہ محمول کی نقیض سالبہ میں موضوع سے اعم ہو اور اخص کی نقیض کا سلب کلی طور پر عین اعم سے جائز نہیں مثلاً صحیح ہے لا شئی من الانسان بلاحیوان اور نہیں ہے صحیح لا شئی من الحیوان بلاانسان بوجہ صادق آنے بعض الحیوان لا انسان کالفرس کے اور اسی طرح باعتبار جہت کے دو دائمہ اور دو عامہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے اور دو خاصہ کا عکس حینیہ لا دائمہ آتا ہے اور دو وقتیہ اور دو وجودیہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے اور دونوں ممکنوں کا عکس نہیں آتا اوپر قیاس کرنے موجبات کے عکس مستوی کے۔

اغراض شارح:۔ان دونوں قولوں کی غرض عکس نقیض کے احکامات کو بتلانا ہے۔

تشریح:۔ان دونوں قولوں میں عکس نقیض کے احکامات بتلائے گئے ہیں۔عکس نقیض کے سوالب کا حکم عکس مستوی کے موجبات کا ہے اور عکس نقیض کے موجبات کا حکم عکس مستوی کے سوالب جیسا ہے عکس مستوی میں موجبات یعنی موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے یہاں یہ حکم سوالب کو ملے گا یہاں سالبہ کلیہ اور سالبہ اور سالبہ جزئیہ کی عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئیگی عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہکلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا تھا یہاں یہ حکم موجبات کو ملے گا موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئیگا اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئے گا عکس نقیض محصورات میں بھی جاری ہوتا ہے اور

Marfat.com

موجہات میں بھی۔

محصورات میں سے موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئے گا جیسے کل انسان حیوان کا عکس نقیض بھی موجبہ کلیہ کل لا حیوان لا انسان آئیگا۔ موجبہ جزئیہ نہیں آئے گا۔ اس عکس کو بھی دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا جائے گا ہمارا یہ دعوی ہے موجبہ کلیہ کل انسان حیوان کا عکس نقیض موجبہ کلیہ کل لا حیوان لاانسان مان لو ورنہ اس کی نقیض بعض اللاحیوان لیس بلاانسان کو سچا ماننا پڑے گا اور یہ نقیض تو جھوٹی ہے کیونکہ اس اخص انسان کی نقیض (لاانسان) کی نفی اعم (حیوان) کی نقیض لا حیوان سے کی گئی ہے اور یہ درست نہیں لہذا ہمارا عکس موجبہ کلیہ کل لاحیوان لاانسان سچا آ گیا موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا جیسے بعض الحیوان لا انسان یہ اصل قضیہ سچا ہے کیونکہ اس میں اخص (انسان) کی نقیض کو عین اعم (حیوان) کے لئے ثابت کیا گیا ہے یہ درست ہے لیکن اس کا عکس بعض الانسان لا حیوان یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس میں اعم کی نقیض (لاحیوان) کو عین اخص کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ محصورات میں سے سالبہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے لاشئی من الانسان بلا حیوان یہ قضیہ سچا ہے لیکن اس کا عکس نقیض سالبہ کلیہ نکالیں تو سچا آئے نہیں۔ اس کا عکس نقیض سالبہ کلیہ لاشئی من الحیوان بلاانسان یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس میں اخص کی نقیض کو عین اعم سے سلب کیا گیا ہے اور یہ درست نہیں یہ عکس جھوٹا اس لئے ہے کہ اس کی نقیض بعض الحیوان لاانسان مثل الفرس یہ سچی ہے۔

یہاں تک تو محصورات کے عکس نقیض کا بیان تھا۔ اب آگے موجہات کے عکس نقیض کو بیان کرنا ہے موجہات بسائط اور مرکبات میں سے جن کا عکس مستوی آتا ہے انکی تعداد موجبوں اور سالبوں کی پہلے معلوم کرنا ضروری ہے۔

موجہات بسائط موجبات میں سے عکس مستوی صرف پانچ کا آتا ہے ان کے نام یہ ہیں (۱) ضروریہ مطلقہ موجبہ (۲) دائمہ مطلقہ موجبہ (۳) مشروطہ عامہ موجبہ (۴) عرفیہ عامہ موجبہ (۵) مطلقہ عامہ موجبہ۔

موجہات مرکبات موجبات میں چھ کا عکس مستوی آتا ہے (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وقتیہ موجبہ (۴) منتشرہ موجبہ (۵) وجودیہ لادائمہ موجبہ (۶) وجودیہ لاضروریہ موجبہ۔ گویا کل موجہات موجبات پندرہ میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے پانچ بسیطوں کا اور چھ مرکبوں کا۔

موجہات موجبات میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے اور پانچ کا نہیں آتا عکس نقیض میں یہی حکم سالبوں کا ہوگا ان گیارہ موجبات کے سالبوں کا عکس نقیض آئے گا اور چار سوالب کا عکس نقیض نہیں آئے گا۔ موجہات سوالب میں

بسیطوں میں سے چار کا عکس مستوی آتا ہے (۱) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ۔ مرکبات موجہات وسوالب میں سے صرف دو کا عکس مستوی آتا ہے (۱) تشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ (۲) عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ۔ تو گویا موجہات مرکبات سوالب میں سے کل چھ قضایا کا عکس مستوی آتا ہے باقی نو بسائط میں سے چار بسائط (۱) وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ۔ اور پانچ مرکبے (۱) وقتیہ سالبہ (۲) منتشرہ سالبہ (۳) وجودیہ لادائمہ سالبہ (۴) وجودیہ لاضروریہ سالبہ (۵) ممکنہ خاسہ سالبہ کلیہ ۔ان کا عکس مستوی نہیں آتا گویا کہ موجہات سوالب میں نو کا عکس مستوی نہیں آتا اور ان چھ سوالب کا آتا ہے۔ اب سولہ میں سے نو موجبات کا عکس نقیض نہیں آئے گا اور چھ موجبات کا عکس نقیض آئے گا جیسا کہ اگلے صفحے پر نقشہ سے واضح ہو رہا ہے۔

خلاصہ عکس نقیض موجبات و سوالب

نمبر	نام قضایا	جنکا عکس آتا ہے	عکس	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بسائط سوالب	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	(۱) وقتیہ مطلقہ (۲) منتشرہ مطلقہ (۳) ممکنہ عامہ
۲	مرکبات سوالب	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	ممکنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بسائط موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	(۱) مطلقہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) ممکنہ عامہ
	ایضاً	(۱) مشروطہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات موجبات	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ (۵) ممکنہ خاصہ

قَوْلُهٗ وَالْبَيَانُ الْبَيَانُ :يَعْنِىْ كَمَا اَنَّ الْمُطَالِبَ الْمَذْكُوْرَةَ فِى الْعَكْسِ الْمُسْتَوِىْ كَانَتْ تَثْبُتُ بِالْخَلْفِ الْمَذْكُوْرِ فَكَذَا هٰهُنَا۔

ترجمہ:۔یعنی جس طرح وہ مطالب جو عکس مستوی میں مذکور ہین دلیل خلفی کیساتھ ثابت کیے جاتے ہیں اسی طرح ہے یہاں بھی۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس نقیض جب قضایا کا آئے اس کے ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے جو کہ عکس مستوی میں تھا یعنی دلیل خلفی کے ذریعے سے عکس نقیض کو منوائیں گے۔

قَوْلُهٗ وَالنَّقْضُ النَّقْضُ :اَىْ مَادَةُ التَّخَلُّفِ هٰهُنَا هِىَ مَادَةُ التَّخَلُّفِ ثَمَّةَ۔

ترجمہ:۔یعنی یہان جو تخلف کا مادہ ہے وہی تخلف کا مادہ ہے وہاں بھی۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس نقیض جن قضایا کا نہ آئے اس کی دلیل بھی وہی ہے جو کہ عکس مستوی میں نہ آنے کی تھی کسی ایک مادہ (مثال) میں قضیہ کا عکس نقیض جھوٹا ہا گا اس لئے منطقی یہ حکم لگا دیں گے کہ اس کا عکس نقیض نہیں آتا کیونکہ انہوں نے اپنے قاعدہ کی حفاظت کرنی ہے۔

قَوْلُهٗ وَقَدْ بَيَّنَ اِنْعِكَاسَ اِلَخْ :اِمَّا بَيَانُ اِنْعِكَاسِ الْخَاصَّتَيْنِ مِنَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِى الْعَكْسِ الْمُسْتَوِىْ اِلَى الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ فَهُوَ اَنْ يُّقَالَ مَتٰى صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ بِالدَّوَامِ اَمْ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ مَادَامَ جَ لَا دَائِمًا اَىْ بَعْضُ جَ بَ بِالْفِعْلِ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ لَا دَائِمًا اَىْ بَعْضُ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَذَالِكَ بِدَلِيْلِ الْاِفْتِرَاضِ وَهُوَ اَنْ يُّفْرَضَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ اَعْنِىْ بَعْضُ جَ دَ فَدَبَ بِحُكْمِ لَادَوَامَ الْاَصْلِ وَدَ جَ بِالْفِعْلِ لِصِدْقِ الْوَصْفِ الْعُنْوَانِى عَلٰى ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ بِالْفِعْلِ عَلٰى مَاهُوَ التَّحْقِيْقُ فَيَصْدُقُ بَعْضُ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ لَادَوَامَ الْعَكْسُ ثُمَّ نَقُوْلُ وَلَيْسَ جَ مَادَامَ بَ وَاِلَّا لَكَانَ دَ جَ فِىْ

Marfat.com

بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ بَ فَيَكُوْنُ دَبَ فِيْ بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ جَ لِاَنَّ الْوَصْفَيْنِ اِذَا تَقَارَنَا فِيْ ذَاتٍ وَاحِدٍ ثَبَتَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِيْ زَمَانِ الْاٰخَرِ فِي الْجُمْلَةِ وَقَدْ كَانَ حُكْمُ الْاَصْلِ اَنَّهٗ لَيْسَ بَ مَادَامَ جَ هف فَصَدَقَ اَنَّ بَعْضَ بَ اَعْنِيْ دَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ وَهُوَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْعَكْسِ فَثَبَتَ الْعَكْسُ بِكَلَا جُزْئَيْهِ فَافْهَمْ وَاَمَّا بَيَانُ اِنْعِكَاسِ الْخَاصَّتَيْنِ مِنَ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَةِ فِيْ عَكْسِ النَّقِيْضِ اِلَى الْعُرْفِيَةِ الْخَاصَّةِ فَهُوَ اَنْ يُقَالَ اِذَا صَدَقَ بَعْضُ جَ بَ مَادَامَ جَ لَادَائِمًا اَيْ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ لَصَدَقَ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ لَادَائِمًا اَيْ لَيْسَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ

وَذَالِكَ بِدَلِيْلِ الْاِفْتِرَاضِ وَهُوَ اَنْ يُّفْرَضَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ اَعْنِيْ بَعْضَ جَ دَ فَدَ جَ بِالْفِعْلِ عَلٰى مَذْهَبِ الشَّيْخِ وَهُوَ التَّحَقِيْقُ وَدَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ بِحُكْمِ لَادَوَامِ الْاَصْلِ فَيَصْدُقُ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ مَلْزُوْمٌ لَادَوَامَ الْعَكْسِ لِاَنَّ الْاِثْبَاتَ يَلْزَمُهٗ نَفْيُ النَّفْيِ ثُمَّ نَقُوْلُ وَلَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَاِلَّا لَكَانَ جَ فِيْ بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ لَيْسَ بَ فَيَكُوْنُ لَيْسَ بَ فِيْ بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ جَ كَمَا مَرَّ وَقَدْ كَانَ حُكْمُ الْاَصْلِ اَنَّهٗ بَ مَادَامَ جَ هف فَصَدَقَ اَنَّ بَعْضَ مَالَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَهُوَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْعَكْسِ فَثَبَتَ الْعَكْسُ بِكَلَا جُزْئَيْهِ فَتَاَمَّلْ۔

ترجمہ:۔ بہر حال بیان سالبہ جزئیہ سے دو خاصوں کے عکس مستوی میں عکس آنے کا عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہ کہا جائے جب سچا آئے گا بالضرورۃ او بالدوام بعض ج لیس ب الخ تا سچا آئے گا بعض ب لیس ج الخ اور یہ دلیل افتراضی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ ذات موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج د کو فرض کر لیا جاتا ہے پس د ب ہے لادوام اصلی کے حکم کے ساتھ اور د ج ہے بالفعل بوجہ سچے آنے وصف عنوانی کے ذات موضوع پر بالفعل اوپر اس کے جو تحقیق ہے پس سچا آئے گا بعض ب ج بالفعل اور وہ عکس کا لادوام ہے پھر ہم کہتے ہیں ولیس ج مادام ب ورنہ تو ہو جائے گا د ج ب ہونے کے بعض اوقات میں پس ہو جائے گا د ب ج ہونے بعض اوقات میں اس لئے کہ جب

دونوں وصفیں ایک ہی ذات میں جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے زمانے میں فی الجملہ ثابت ہو جاتی ہے حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ لیس ب مادام ج یہ خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا کہ بعض ب مراد لیتا ہوں دکو لیس ج مادام ب اور یہ عکس کا جزاول ہے پس عکس اپنی دونوں جزوں کیساتھ ثابت ہو گیا ہے پس خوب سمجھ لیں اور بہر حال بیان موجبہ جزئیہ کے دو خاصوں کے عکس آنے کا عکس نقیض میں عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہا جائے کہ جب سچا آئے بعض ج ب مادام ج لا دائما الخ تو البتہ سچا آئیگا بعض ما لیس ب الخ

اور یہ دلیل افتراضی کیساتھ ثابت ہے اور یہ دلیل افتراضی یہ ہے کہ ذات موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج دکو فرض کر لیا جائے پس دج بالفعل ہے شیخ کے مذہب پر اور یہی تحقیق ہے اور داوام کا ملزوم ہے اس لیے کہ اثبات کو لازم ہے نفی کی نفی پھر ہم کہتے ہیں دلیس ج بالفعل مادام لیس ب ورنہ تو گا ج ب نہ ہونے کے بعض اوقات میں پس ہو گا لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج جیسا کہ گزر ط چکا حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ ب مادام ج یہ خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا بعض مالیس ب (اور وہ د ہے) لیس ج الخ اور وہ عکس کا جزء اول ہے پس عکس اپنی دونوں جزؤں کے ساتھ ثابت ہو گیا پس تم غور فکر کر لو

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض خاصیتیں سالبہ جزئیہ کے عکس اور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے

تشریح:۔ عکس مستوی میں سالبہ جزئیہ عکس نہیں آتا یہ حکم یہاں عکس نقیض میں جو جبات کو ملے گا موجبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا لیکن علامہ تفتازانیؒ نے ماقبل والے اس ضابطے سے استثناء کرتے ہوئے کہا کہ مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض آئیگا اور اس کو انہوں نے دلیل خلفی کے علاوہ ایک اور دلیل افتراضی سے ثابت کیا ہے

دلیل افتراضی:۔ دلیل افتراضی کا حاصل یہ ہے کہ اصل قضیہ جو کہ جزئیہ ہو گا اس میں چونکہ اگر ایک فرد پر حکم ہو جائے تو جزئیہ ثابت ہوتا ہے اس لیے ہم اصل قضیے کے موضوع سے ایک ذات فرض کریں گے پھر لا دوام اصل کے نیچے جو قضیہ ہو گا اس میں چونکہ موضوع وہی ہو گا اس لیے اس لا دوام کے مطابق ایک قضیہ تیار کریں گے پھر وصف عنوانی کے اعتبار سے ایک قضیہ شیخ کے مذہب کے مطابق تیار کریں گے اب جو قضیے دو تیار ہوں گے ان کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ضرور ماننا پڑے گا اور یہ تیسرا قضیہ ماننا پڑا ہے یہ بعینہ اصل قضیہ کے جزو ثانی کا عکس ہو گا اس سے یہ ثابت ہو جائیگی کہ ہمارا عکس مان لو ورنہ اس کی نقیض مانو جب ہمارا خصم عکس کی نقیض کو مانے گا تو پھر اس سے لامحالہ ایک اور قضیہ ماننا پڑے گا اور وہ قضیہ کے جزو اول کے مخالف ہو گا اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا عکس جزو اول کا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ دلیل افتراضی کی مکمل تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

تفصیل دلیل افتراضی

مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

مثال اصل قضیہ: بعض الکتاب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ او بالدوام مادام کاتبا لادائما۔

لادائما سے اشارہ: بعض الکتاب ساکن الاصابع بالفعل۔

یا مثال اصل قضیہ: بعض ج لیس ب بالضرورۃ او بالدوام مادام ج لادائما۔

لادائما سے اشارہ: بعض ج ب بالفعل۔

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع لادائما۔

لادائما سے اشارہ: بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل۔

یا عکس: بعض ب لیس ج بالدوام مادام ب لادائما۔

لادائما سے اشارہ: بعض ن ج بالفعل۔

دلیل دعوی اول:۔ اولا ہم لادوام سے جس قضیہ کی طرف اشارہ ہے اس کو ثابت کریں گے کہ ذات موضوع ایک مثلا زید فرض کرلیں گے اور ہم ایک قضیہ بنائیں گے۔

زید کاتب بالفعل

اور شیخ کے مذہب کے مطابق عقد وضع میں جہت بالفعل معتبر ہوتی ہے لہذا دوسرا قضیہ تیار ہوگا۔

زید ساکن الاصابع بالفعل

جب یہ دو قضیے (۱) زید کاتب بالفعل (۲) زید ساکن الاصابع بالفعل تیار ہوگئے

تو اس کا نتیجہ نکلے گا

بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل۔

کیونکہ زید بعض کاتب کا مصداق ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے تو دعوی اول ثابت ہوا۔

دلیل دعوی ثانی:۔ یعنی جزو اول کا عکس سچا ہے یعنی۔

Marfat.com

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع

ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لو ورنہ ہم ذات موضوع زید فرض کریں گے اور قضیہ تیار کریں گے

زید لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع

ہم کہیں گے کہ اس کو مان لو اگر نہیں مانتے تو اس کی نقیض کو مانو اور وہ ہوگی

زید کاتب بالفعل حین ھو ساکن الاصابع

اس قضیہ کو ماننے کی صورت میں

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب

ماننا پڑے گا کیونکہ زید میں کاتب ہونا اور ساکن الاصابع ہونا یہ دو وصف جمع ہو گئے اور ایک ہی ذات میں دو وصف جمع ہونے کی صورت میں ضروری ہے کہ ہر وصف دوسرے کے زمانہ میں فی الجملہ ثابت ہو تو جب

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب

صادق ہوا تو اصل قضیہ کا جزو اول یعنی

بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا

یہ جھوٹا ہوا حالانکہ وہ مفروض الصدق ہے لہذا اس کی نقیض کاذب ہے پس

بعض ساکن الاصابع (یعنی زید) لیس بکاتب دائما مادام ساکن الاصابع

یہ صادق ہوا اور ہمارا مطلوب ثابت ہوا۔

فائدہ:۔ یہ تفصیل عکس مستوی کی ہے بعینہ اسی طریقے سے مشروطہ خاصہ کے عکس نقیض کو بھی دلیل افتراضی سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

تم عکس النقیض

Marfat.com

متن: فَصْلٌ: اَلْقِيَاسُ قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ قَضَايَا يَلْزَمُ لِذَاتِهِ قَوْلٌ آخَرُ فَاِنْ كَانَ مَذْكُوْرًا فِيْهِ بِمَادَّتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَاسْتِثْنَائِيٌّ وَاِلَّا فَاقْتِرَانِيٌّ حَمْلِيٌّ اَوْ شَرْطِيٌّ وَالْمَوْضُوْعُ الْمَطْلُوْبُ مِنَ الْحَمْلِيِّ يُسَمّٰى اَصْغَرَ وَمَحْمُوْلُهٗ اَكْبَرَ وَالْمُتَكَرِّرُ اَوْسَطَ وَمَا فِيْهِ الْاَصْغَرُ صُغْرٰى وَالْاَكْبَرُ كُبْرٰى وَالْاَوْسَطُ اِمَّا مَحْمُوْلُ الصُّغْرٰى وَمَوْضُوْعُ الْكُبْرٰى فَهُوَ شَكْلُ الْاَوَّلِ اَوْ مَحْمُوْلُهُمَا فَالثَّانِيْ اَوْ مَوْضُوْعُهُمَا فَالثَّالِثُ اَوْ عَكْسُ الْاَوَّلِ فَالرَّابِعُ۔

ترجمہ متن:۔ قیاس وہ قول ہے جو مرکب ہو چند قضایا سے کہ اس کی ذات کو ایک اور قول لازم آئے پس اگر وہ قول آخر مادہ اور ہیئت کیساتھ اس میں مذکور ہو تو قیاس استثنائی ہے ورنہ پس وہ اقترانی حملی یا شرطی ہے اور قضیہ حملیہ میں مطلوب (نتیجہ) کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے اور اس کے محمول کا اکبر اور تکرار کیساتھ آنے والی کا اوسط (نام رکھا جاتا ہے) اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو وہ صغری اور وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو وہ کبری ہے اور حد اوسط یا صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوگی پس وہ شکل اول ہے یا دونوں میں محمول ہوگی پس وہ شکل ثانی ہے یا دونوں میں موضوع ہوگی پس وہ شکل ثالث ہے یا اول کا عکس ہوگی پس وہ شکل رابع ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ اس سے پہلے قیاس کے موقوف علیہ کا بیان تھا اب منطق کی اصل مقصودی چیزوں میں سے دوسری حجت کو بیان کرتے ہیں حجت تین قسم پر ہے (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ ان تینوں قسموں میں سب سے زیادہ قوی حجت ہے اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ بقیہ تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

قَوْلُهُ الْقِيَاسُ قَوْلٌ آه :اَیْ مُرَكَّبٌ وَهُوَ اَعَمُّ مِنَ الْمُؤَلَّفِ اِذْقَدْ اُعْتُبِرَ فِی الْمُؤَلِّفِ الْمُنَاسِبَةُ بَيْنَ اَجْزَائِهٖ لِاَنَّهٗ مَاخُوْذٌ مِنَ الْاُلْفَةِ صَرَّحَ بِذٰلِكَ الْمُحَقِّقُ الشَّرِيْفُ فِیْ حَاشِيَةِ الْكَشَّافِ حِيْنَئِذٍ فَذَكَرَ الْمُؤَلَّفُ بَعْدَ الْقَوْلِ مِنْ قَبِيْلِ ذِكْرِ الْخَاصِ بَعْدَ الْعَامِ وَهُوَ مُتَعَارَفٌ فِیْ التَّعْرِيْفَاتِ وَ فِیْ اِعْتِبَارِ التَّالِيْفِ بَعْدَ التَّرْكِيْبِ اِشَارَةٌ اِلٰی اِعْتِبَارِ الْجُزْءِ الصُّوْرِیْ فِی الْحُجَّةِ فَالْقَوْلُ يَشْتَمِلُ الْمُرَكَّبَاتِ التَّامَّةَ وَ غَيْرَهَا كُلَّهَا وَبِقَوْلِهٖ مُؤَلَّفٌ مِنْ قَضَايَا خَرَجَ مَالَيْسَ كَذٰلِكَ كَالْمُرَكَّبَاتِ الْغَيْرِ التَّامَّةِ وَالْقَضِيَّةُ الْوَاحِدَةُ الْمُسْتَلْزِمَةُ لِعَكْسِهَا اَوْ عَكْسِ نَقِيْضِهَا اَمَّا الْبَسِيْطَةُ فَظَاهِرٌ وَ اَمَّا الْمُرَكَّبَةُ فَلِاَنَّ الْمُتَبَادِرَ مِنَ الْقَضَايَا الْقَضَايَا الصَّرِيْحَةُ وَالْجُزْءُ الثَّانِیْ مِنَ الْمُرَكَّبَةِ لَيْسَ كَذٰلِكَ اَوْ لِاَنَّ الْمُتَبَادِرَ مِنَ الْقَضَايَا مَايَعُدُّ فِیْ عُرْفِهِمْ قَضَايَا مُتَعَدِّدَةً وَبِقَوْلِهٖ يَلْزَمُ خَرَجَ الْاِسْتِقْرَاءُ وَالتَّمْثِيْلُ اِذْلَايَلْزَمُ مِنْهُمَا شَیْءٌ نَعَمْ يَحْصُلُ مِنْهُمَا الظَّنُّ بِشَیْءٍ وَبِقَوْلِهٖ لِذَاتِهٖ خَرَجَ مَا يَلْزَمُ مِنْهُ قَوْلٌ آخَرُ بِوَاسِطَةٍ مُقَدَّمَةٍ خَارِجِيَّةٍ كَقِيَاسِ الْمُسَاوَاتِ نَحْوَ اَ مُسَاوٍ لِبْ وَ بَ مُسَاوٍ لِجْ فَاِنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ اَمُسَاوٍ لِجْ لٰكِنَّ لَا لِذَاتِهٖ بَلْ بِوَاسِطَةِ مُقَدِّمَةٍ خَارِجِيَّةٍ هِیَ اَنَّ مُسَاوِیَ الْمُسَاوِیْ مُسَاوٍ وَقِيَاسُ الْمُسَاوَاتِ مَعَ هٰذِهِ الْمُقَدَّمَةِ الْخَارِجِيَّةِ يَرْجِعُ اِلٰی قِيَاسَيْنِ وَبِدُوْنِهَا لَيْسَ مِنْ اَقْسَامِ الْمُوْصَلِ بِالذَّاتِ فَاعْرَفْ ذٰلِكَ وَالْقَوْلُ الْاٰخَرُ اللَّازِمُ مِنَ الْقِيَاسِ يُسَمّٰی نَتِيْجَةً وَمَطْلُوْبًا۔

ترجمہ:۔یعنی مرکب اور وہ مولف سے عام ہے کیونکہ مولف کے اندر معتبر ہے اس کے اجزاء کے درمیان مناسبت اس لئے کہ وہ (مؤلف) الفۃ سے لیا گیا ہے اس کی تصریح محقق شریفؒ نے کشاف حاشیہ میں کی ہے اور اس وقت مؤلف کا ذکر کرنا قول کے بعد یہ عام کے بعد خاص کے ذکر کرنے کے قبیل سے ہے اور وہ تعریفات کے اندر مشہور ہے اور ترکیب کے بعد تالیف کے اعتبار کرنے میں اشارہ ہے حجت کے اندر جزء صوری کے اعتبار کرنے کی طرف پس قول کا لفظ مرکبات تامہ اور اس کے علاوہ دوسرے تمام مرکبات کو شامل ہے اور اس کے قول مؤلف من قضایا سے نکل جائیں گے وہ جو اسطرح نہیں ہیں

Marfat.com

جیسے مرکبات غیر تامہ اور وہ قضیہ واحدہ جو اپنے عکس کو یا اپنے عکس نقیض کو مستلزم ہو بہر حال خروج بسیطہ پس وہ ظاہر ہے اور بہر حال خروج مرکبہ پس وہ اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے قضایا صریحہ ہیں اور مرکبہ کا جزء ثانی اس طرح نہیں ہے یا اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے وہ ہیں جو ان کے عرف میں چند متعدد قضایا شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے قول یلزم سے استقراء اور تمثیل نکل جائیں گے، کیونکہ ان سے کسی شئی کا علم لازم نہیں آتا ہاں البتہ ان سے دوسری شئی کا ظن حاصل ہوتا ہے اور اس کے قول لذاتہ سے، وہ قول نکل جائے گا جس سے دوسرا قول مقدمہ خارجیہ کے واسطے سے لازم آتا ہے جیسے مساوات کا قیاس جیسے ا مساوی ہے ب کے اور ب مساوی ہے ج کے پس اس سے لازم آئیگا کہ آ مساوی ہے ج کے لیکن یہ لزوم نہیں ہے اس کی ذات کی وجہ سے بلکہ مقدمہ خارجیہ کے واسطہ سے ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے اور قیاس مساوات اسی مقدمہ خارجیہ کے ساتھ مل کر دو قیاسوں کی طرف لوٹتا ہے اور بغیر اس مقدمے کے وہ موصل بالذات کے اقسام میں سے نہیں ہیں پس آپ پہچان لیں اس کو اور دوسرا قول جو قیاس سے لازم آتا ہے اس کا نتیجہ اور مطلوب رکھا جاتا ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قیاس کی تعریف بمع فائدو قیود بیان کرنا ہے

تشریح: قیاس کی تعریف:۔عربی میں اس کی تعریف یہ ہے کہ ھو قول مؤلف من قضایا یلزم لذاتہ قول آخر۔قیاس ایک مرکب کلام ہوتی۔ ہے اور وہ مرکب بھی چند قضایا (کم از کم دو) ہو اور اس طریقے سے مرکب ہو کہ اس کے مان لینے سے ایک تیسری مرکب کلام یقیناً خود بخود ماننی پڑے گی۔

فوائد و قیود تعریف:۔یزدی صاحب اس جگہ تفصیل کے ساتھ قیاس کی تعریف کے فوائد قیود کو ذکر کرتے ہیں۔قیاس کی تعریف میں قول بمنزلہ جنس کے ہے۔اس میں تمام اقوال ملفوظہ، معقولہ، خبریہ انشائیہ سب داخل ہو گئے مؤلف یہ پہلی فصل ہے اس سے ان اقوال کو نکال دیا جو مرکب کلام تو ہیں لیکن ان میں الفت نہیں دلائی گئی الفت دلائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ حد اوسط ان دو قضیوں میں موجود ہو اگر قول مرکب ہے۔دو قضیوں سے لیکن ان میں حد اوسط نہیں تو اسکو بھی قیاس نہیں کہیں گے قول یہ عام ہے اور مؤلف یہ خاص ہے قول ہر مرکب کلام کو کہتے ہیں برابر ہے کہ اس میں الفت ہو یا نہ ہو لیکن مؤلف اس خاص کلام کو کہتے ہیں جس میں الفت (حد اوسط) ہو۔

مصنف نے قیاس کی تعریف میں عام (قول) کے بعد خاص (مؤلف) کو ذکر کیا اور یہ تعریفات میں معلوم و مشہور ہے کہ خاص کو عام کے بعد ذکر کیا جاتا ہے نیز مؤلف کی قید سے قیاس کی علت صوری کی تعریف کی طرف بھی اشارہ ہو گیا جیسے

Marfat.com

مرکبات خارجیہ کی چار علتیں ہوتی ہیں (۱) علت صوری (۲) علت فاعلی (۳) علت غائی (علت مادی اسی طرح چونکہ قیاس بھی ایک مرکب کلام ہے اس کی بھی چار علتیں ہوں گی قیاس کی علت مادی وہ مقدمات قیاس ہوں گے علت صوری وہ حد اوسط کے دو مقدموں میں ہونے سے جو قیاس کی صورت بنتی ہے وہ علت فاعلی وہ قیاس کرنے والا آدمی ہے علت غائی نتیجہ قیاس ہے اور مؤلف سے اشارہ علت صوری کی طرف ہے۔

دوسری فصل میں من قضایا ہے اس سے مرکبات ناقصہ، مرکبات تامہ، انشائیہ اور وہ قضایا بسائط جن کو عکس لازم ہے اور قضایا مرکبہ جن کو عکس لازم ہے یہ سب خارج ہو گئے مرکبات ناقصہ تو اس لیے کہ وہ قضایا نہیں تامہ، انشائیہ اس لیے کہ قیاس کی تعریف میں قضایا کی قید ہے اور قضیہ اس کو کہتے ہیں جو صدق و کذب کا محتمل ہو مرکبات انشائیہ صدق و کذب کے محتمل نہیں اس لئے وہ بھی خارج ہو جائیں گے نیز وہ بسیطہ قضیے جن کو عکس لازم ہے وہ اس لئے خارج ہیں کہ ان کے ماننے سے اگر چہ ایک قول آخر (عکس) کو ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ ایک قضیہ ہوتا ہے نیز قضایا مرکبہ جن کو عکس لازم ہے وہ بھی نکل گئے ان سے بھی اگر چہ قول آخر (عکس) کا ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ وہاں بھی منطقی اس قضیہ مرکبہ کو ایک قضیہ بولتے ہیں یا اس وجہ سے وہ نکل جائیں گے کہ تعریف قیاس میں قضایا سے مراد قضایا مرکبہ ہیں دوسرا قضیہ صریح نہیں ہوتا بلکہ اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

تیسری فصل یلزم ہے اس سے استقراء اور تمثیل نکل جائیں گے کیونکہ ان میں تیسرے قضیے کا ماننا یقینی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظنی ہوتا ہے۔ چوتھی فصل لذاتہ ہے اس سے قیاس مساوات خارج ہو گیا یعنی وہ قیاس کہ جس میں دو قضیوں کے ماننے سی ایک قول آخر ماننا پڑے لیکن لذاتہ نہیں بلکہ ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے جیسا کہ آ مساولب (صغری) و ب مساولج (کبری) ف آ مساولج (نتیجہ) یہاں پہلے دو قضیے یعنی صغری، کبری کے ماننے سے تیسرا قضیہ آ مساولج ماننا ضروری ہوا ہے لیکن ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے،، اگر مقدمہ خارجی جو کہ درمیان میں ہے یہ درست ہو تو پھر یہ کہنا آمساولج درست ہے اگر یہ مقدمہ خارجی درست نہ ہو تو پھر قیاس مساوات کا نتیجہ بالکل غلط نکلے گا حالانکہ صغری، کبری بالکل درست ہونگے شرائط شکل بھی موجود ہوں گے مثلا یوں کہا جائے (صغری) الاربعة نصف ثمانية (کبری) و الثمانية نصف الستة عشر (نتیجہ) فالاربعة نصف الستة عشر یہ نتیجہ غلط ہے کیونکہ چار، سولہ کا نصف نہیں ہوتا بلکہ چوتھائی ہوتا ہے۔ صغری و کبری دونوں صحیح ہیں لیکن یہ نتیجہ غلط نکلا کیونکہ مقدمہ خارجی غلط ہے وہ یہ ہے کہ نصف کا نصف نصف نہیں ہوتا ہے بلکہ ربع ہوتا ہے۔

اشکال:۔ جب قیاس مساوات میں صغری اور کبری یعنی دوقضیوں کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے تو پھر اس کو قیاس کیوں نہیں کہتے؟

جواب:۔ یہاں اصل میں ان دوقضیوں کے ماننے سے ایک قضیہ ثالث ماننا لازم نہیں آتا بلکہ یہاں حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں مثلاً اسی مثال میں ا لمساوی لب و ب مسالولج فامساولج یہ ایک قیاس ہے دوسرا قیاس اسطرح ہے کہ نتیجہ کو صغری بنائیں ا مساولج اور کبری وہ مقدمہ خارجیہ ہو کل مسا ولمساولج مسالولج حداوسط لج کو گراو تو نتیجہ ا مساولج نکلے گا اور یہ صحیح ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قیاس مساوات حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

قیاس کے دو مقدموں کے ماننے سے جو تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے اس کو نتیجہ اور مطلوب کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ فَاِنْ كَانَ :اَیِ الْقَوْلُ الْاٰخَرُ الَّذِیْ هُوَ النَّتِیْجَةُ وَالْمُرَادُ بِمَادَّتِهٖ طَرْفَاهُ الْمَحْكُوْمُ عَلَیْهِ وَبِهٖ وَالْمُرَادُ بِهَیْئَتِهِ التَّرْتِیْبُ الْوَاقِعُ بَیْنَ طَرْفَیْهِ سَوَاءٌ تَحَقَّقَ فِیْ ضِمْنِ الْاِیْجَابِ اَوِ السَّلْبِ فَاِنَّهٗ قَدْ یَكُوْنُ الْمَذْكُوْرُ فِی الْاِسْتِثْنَائِیِّ نَقِیْضُ النَّتِیْجَةِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا كَانَ حَیَوَانًا لٰكِنَّهٗ لَیْسَ بِحَیَوَانٍ یُنْتَجُ اَنَّ هٰذَا لَیْسَ بِاِنْسَانٍ وَالْمَذْكُوْرُ فِی الْقِیَاسِ هٰذَا اِنْسَانٌ وَقَدْ یَكُوْنُ الْمَذْكُوْرُ فِیْهِ عَیْنُ النَّتِیْجَةِ كَقَوْلِكَ فِی الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ لٰكِنَّهٗ اِنْسَانٌ یُنْتَجُ اَنَّ هٰذَا حَیَوَانٌ۔

ترجمہ:۔ یعنی دوسرا قول جو نتیجہ ہے اور مراد اس کے مادہ سے اس کی دونوں طرفیں ہیں یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ اور اس کی ہیئت سے مراد وہ ترتیب ہے جو اس کی دو طرفوں کے درمیان واقع ہو برابر ہے کہ ایجاب کے ضمن میں متحقق ہو یا سلب کی ضمن میں پس بلاشبہہ کبھی وہ چیز جو قیاس استثنائی میں مذکور ہو نتیجہ کی نقیض ہوتی ہے جیسے ہمارا قول ان کان هذا انسانا کان حیوانا لکنه الخ یہ نتیجہ دے گا هذا لیس بانسان اور قیاس میں جو مذکور ہے وہ هذا انسان ہے اور کبھی وہ چیز جو اس میں مذکور ہو وہ نتیجہ کا عین ہوتی ہے جیسے تیرا قول مثال مذکور میں لکنه انسان یہ نتیجہ دے گا هذا حیوان۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں قیاس استثنائی کی تعریف کر رہے ہیں قیاس کی دو قسمیں ہیں قیاس اقترانی قیاس استثنائی۔

Marfat.com

اس قول میں قیاس استثنائی کی تعریف کی ہے کہ اگر نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بعینہ اپنے مادہ اور ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ موجود ہوتو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں۔نقیض نتیجہ مقدمتین قیاس میں موود ہونے کی مثال جیسے ان کان هذا انسانا کان حیوانا لکنه لیس بحیوان یہ نتیجہ دے گا هذالیس بانسان یہ نتیجہ بعینہ تو مقدمتین قیاس میں موجود نہیں لیکن اس کی نقیض لکنه انسان ایجاب کی شکل میں موجود ہے اور اسی مثال میں کبری کو بدل دیا جائے کہ لکنه انسان تو اس صورت میں نتیجہ ہوگا هذا انسان اور یہ نتیجہ بعینہ مقدمتین قیاس میں موجود ہے۔

قَوْلُهٗ فَاِسْتِثْنَائِیٌّ لِاشْتِمَالِهٖ عَلٰی کَلِمَةِ الْاِسْتِثْنَاءِ اَعْنِیْ لٰکِنَّ۔

ترجمہ:۔بوجہ مشتمل ہونے اس کے کلمہ استثناء پر میں مراد لیتا ہوں لکن کو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قیاس استثنائی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔قیاس استثنائی کو استثنائی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حرف استثناء لکن وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

قَوْلُهٗ وَاِلَّا: اَیْ وَاِنْ لَمْ یَکُنِ الْقَوْلُ الْاٰخَرُ مَذْکُوْرًا فِی الْقِیَاسِ بِمَادَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ وَذٰلِكَ بِاَنْ یَکُوْنَ مَذْکُوْرًا بِمَادَتِهٖ لَا بِهَیْئَتِهٖ اِذْ لَا یُعْقَلُ وُجُوْدُ الْهَیْئَةِ بِدُوْنِ الْمَادَةِ وَکَذَا لَا یُعْقَلُ قِیَاسٌ لَا یَشْمَلُ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ اَجْزَاءِ النَّتِیْجَةِ الْمَادِیَّةِ وَالصُّوْرِیَّةِ وَمِنْ هٰذَا یُعْلَمُ اَنَّهٗ لَوْ حُذِفَ قَوْلُهٗ بِمَادَتِهٖ لَکَانَ اَوْلٰی۔

ترجمہ:۔یعنی اگر دوسرا قول قیاس میں مذکور نہ ہو اپنے مادہ ہیئت کے ساتھ اور وہ بایں طرکہ مذکور ہو اپنے مادہ کیساتھ نہ کہ اپنی ہیئت کیساتھ کیونکہ نہیں متصور ہوسکتا ہیئت کا وجود بغیر مادہ کے اور ایسے ہی نہیں متصور ہوسکتا ایسا قیاس جو نہ مشتمل ہو نتیجہ مادیہ اور صوریہ کے اجزاء میں سے کسی جزء پر اور اسی سے جانا گیا ہے کہ اگر اس کے قول بمادتہ کو حذف کر دیا جاتا تو البتہ بہتر ہوتا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں ایک وضاحت کر رہے ہیں کہ متن میں مذکور الا استثنائیہ نہیں بلکہ الامر کبہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر نتیجہ اپنے مادہ اور ہیئت کیساتھ مقدمتین قیاس میں مذکور نہ ہو تو اس کو قیاس اقترانی کہتے ہیں عقلی احتمالات یہاں نتیجہ کے مذکور ہونے نہ ہونے کے چار نکلتے ہیں (۱) یہ ہے کہ نتیجہ اپنے مادہ اور ہیئت ترکیبہ دونوں کیساتھ موجود ہو (۲) دونوں کیساتھ موجود نہ

Marfat.com

ہو(۳) ہیئت ہولیکن مادہ نہ ہو(۴) مادہ ہواور ہیئت ترکیبہ نہ ہو۔ان احتمالات اربعہ میں سے دوسرااور تیسرااحتمال ناممکن ہے پہلااور چوتھااحتمال ممکن ہے پایا بھی جاتا ہے اگر مادہ اور ہیئت ترکیبیہ دونوں کیساتھ نتیجہ مذکور ہوتو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں اوراگر چوتھااحتمال ہو کہ فقط مادہ ہو ہیئت ترکیبیہ نہ ہوتو اس کو قیاس اقترانی کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ فَاقْتِرَانِیٌّ :لِاقْتِرَانِ حُدُوْدِ الْمَطْلُوْبِ فِیْهِ وَهِیَ الْاَصْغَرُ وَالْاَکْبَرُ وَالْاَوْسَطُ۔

ترجمہ:۔بوجہ مقترن ہونے مطلوب کی حدود کے اس میں اور وہ حداصغر،اکبراوسط ہیں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قیاس اقترانی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔اقتران کے معنی ملانے کے آتے ہیں۔قیاس اقترانی کو بھی اقترانی اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی نتیجہ کے تینوں حدود حداصغر،حداکبر،حداوسط کو ملائے ہوئے ہوتا ہے۔

قَوْلُهٗ حَمْلِیٌّ :اَیْ قِیَاسُ الْاِقْتِرَانِیْ یَنْقَسِمُ اِلٰی حَمْلِیٍّ وَشَرْطِیٍّ لِاَنَّهٗ اِنْ کَانَ مُرَکَّبًا مِنَ الْحَمْلِیَاتِ الصِّرْفَةِ فَحَمْلِیٌّ نَحْوُ الْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ وَاِلَّافَشَرْطِیٌّ سَوَاءٌ تَرَکَّبَ مِنَ الشَّرْطِیَّاتِ الصِّرْفَةِ نَحْوُ کُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَکُلَّمَا کَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَالْعَالَمُ مُضِیٌّ فَکُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْعَالَمُ مُضِیٌّ اَوْ تَرَکَّبَ مِنَ الْحَمْلِیَّةِ وَالشَّرْطِیَّةِ نَحْوُ کُلَّمَا کَانَ هٰذَاالشَّیْءُ اِنْسَانًا کَانَ حَیَوَانًا وَکُلُّ حَیَوَانٍ جِسْمٌ فَکُلَّمَا کَانَ هٰذَاالشَّیْءُ اِنْسَانًا کَانَ جِسْمًا وَقَدَّمَ الْمُصَنِّفُ الْبَحْثَ عَنِ الْاِقْتِرَانِیْ الْحَمْلِیْ عَلَی الْاِقْتِرَانِیْ الشَّرْطِیْ لِکَوْنِهٖ اَبْسَطَ مِنَ الشَّرْطِیْ

ترجمہ:۔یعنی قیاس اقترانی حملی اور شرطی کی طرف تقسیم ہوتا ہے اس لئے کہ اگر محض حملیات سے مرکب ہوتو حملی ہے جیسے العالم متغیر الخ ورنہ شرطی ہے برابر ہے کہ محض شرطیات سے مرکب ہو جیسے کلما کانت الشمس طالعة الخ یا حملیہ اور شرطیہ سے مرکب ہو جیسے کلما کان هذاالشئی انسانا الخ اور مصنف نے قیاس اقترانی حملی کی بحث کو مقدم کیا ہے اقترانی شرطی سیاس کے بسیط ہونے کی وجہ سے بنسبت شرطی کے۔

Marfat.com

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قیاس اقترانی کی تقسیم بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں۔(۱) قیاس اقترانی حملی (۲) قیاس اقترانی شرطی۔

قیاس اقترانی حملی اس کو کہتے ہیں جس میں مقدمتین قیاس دونوں حملیہ ہوں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔

قیاس اقترانی شرطی کی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے یہ تعریف کی ہے قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں جس کے مقدمتین فقط شرطیہ ہوں اگر ایک حملیہ اور ایک شرطیہ ہو تو اس مذہب والوں کے نزدیک وہ قیاس اقترانی حملی کی تعریف میں داخل ہوگا لیکن یزدی نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں مقدمتین شرطیہ ہوں جیسے (صغری) کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود (کبری) و کلما کان النهار موجودا فالعالم مضئی (نتیجہ) کلما کانت الشمس طالعة فالعالم مضئی ۔ایک مقدمہ حملیہ اور ایک شرطیہ ہو جیسے (صغری شرطیہ) کلما کان هذاالشی انسانا کان حیوانا (کبری حملیہ) و کل حیوان جسم (نتیجہ) کلما کان هذاالشئی انسانا کان جسما۔

قیاس اقترانی حملی کو مقدم اس لئے کیا کہ یہ حملی شرطی کی بنسبت بسیط ہے اور بسیط مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

قَوْلُهٗ مِنَ الْحَمْلِیْ :اَیْ مِنَ الْاِقْتِرَانِیْ الْحَمْلِیْ۔

ترجمہ:۔یعنی قیاس اقترانی حملی سے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔یعنی قیاس اقترانی حملی کے نتیجہ کے موضوع کو حد اصغر اور محمول کو حد اکبر کہتے ہیں۔

قَوْلُهٗ اَصْغَرُ :لِکَوْنِ الْمَوْضُوْعِ فِی الْغَالِبِ اَخَصُّ مِنَ الْمَحْمُوْلِ وَاَقَلَّ اَفْرَادًا مِنْهُ فَیَکُوْنُ الْمَحْمُوْلُ اَکْبَرَ وَاَکْثَرَ اَفْرَادًا مِنْهُ۔

ترجمہ:۔بوجہ موضوع کے اکثر اوقات میں محمول سے اخص ہونے کے اور باعتبار افراد کے اس سے کم ہونے کے پس ہوگا محمول اکبر باعتبار افراد کے اس سے اکثر۔

Marfat.com

غرض شارح:۔اس قول کی غرض حداصغر کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔حداصغر کو اصغر اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اس کے افراد قلیل ہوتے ہیں جیسے العالم حادث میں عالم کے افراد حادث کی بنسبت بہت کم ہیں۔اور حدا کبر کو اکبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس ے افراد بنسبت حداصغر کے زیادہ ہوتے ہیں العالم حادث میں حادث کے افراد بنسبت عالم کے زیادہ ہیں۔

قَوْلُهٗ وَالْمُتَكَرِّرُ :لِتَوَسُّطِهٖ بَيْنَ الطَّرَفَيْنِ۔

ترجمہ:۔بوجہ اس کے طرفین کے درمیان واقع ہونے کے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض حداوسط کی وجہ تسمیہ بتلانی ہے۔

تشریح:۔صغری اور کبری میں جو چیز متکرر ہوتی ہے اس کو حداوسط کہتے ہیں اوسط اس لئے کہتے ہیں کہ یہ طرفین (صغری وکبری) کے درمیان ہوتی ہے۔

قَوْلُهٗ وَمَا فِيْهِ :اَیِ الْمُقَدَّمَةُ الَّتِیْ فِيْهَا الْاَصْغَرُ وَتَذْكِيْرُ الضَّمِيْرِ نَظْرًا اِلٰى لَفْظِ الْمَوْصُوْلِ۔

ترجمہ:۔یعنی وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اور ضمیر کو مذکر لانا لفظ موصول کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے۔

قَوْلُهٗ اَلصُّغْرٰى :لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْاَصْغَرِ۔

ترجمہ:۔بوجہ مشتمل ہونے اس کے اصغر پر۔

قَوْلُهٗ الْكُبْرٰى :اَیْ مَافِيْهِ الْاَكْبَرُ الْكُبْرٰى لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْاَكْبَرِ۔

ترجمہ:۔یعنی وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو کبری ہے اس کے اکبر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔

غرض شارح:۔ان قولوں کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔حداصغر قیاس کے جس مقدمہ میں ہو اس کو صغری کہتے ہیں کیونکہ اس میں حداصغر ہوتی ہے اور قیاس کا وہ مقدمہ جس میں حداکبر ہوتی ہے اس کو کبری کہتے ہیں کیونکہ حداکبر اس میں موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهُ اَلشَّكْلُ الْاَوَّلُ :۔ يُسَمّٰى اَوَّلًا لِاَنَّ اِنْتَاجَهُ بَدِيْهِيٌّ وَانْتَاجَ الْبَوَاقِيْ نَظَرِيٌّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ فَيَكُوْنُ اَسْبَقُ وَاَقْدَمُ فِي الْعِلْمِ۔

ترجمہ:۔اس کا اول نام اسلئے رکھا جاتا ہے کہ اس کا نتیجہ دینا بدیہی ہے اور باقیوں کا نتیجہ دینا نظری ہے جو رجوع کرتا ہے اس کی طرف پس سابق ہے اور علم کے اندر مقدم ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل اول کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔اشکال چار ہیں۔حد اوسط اگر محمول فی الصغر اور موضوع فی الکبری ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں اس کو شکل اول اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ واضح نتیجہ دینے والی ہوتی ہے باقی اشکال کا نتیجہ صحیح معلوم کرنے کے لئے ان کو بھی شکل اور پر پرکھنا پڑتا ہے۔

قَوْلُهُ فَالثَّانِيْ :لِاشْتِرَاكِهٖ مَعَ الْاَوَّلِ فِيْ اَشْرَفِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ اَعْنِيْ الصُّغْرٰى۔

ترجمہ:۔بوجہ اس کے اول کیساتھ دو مقدموں میں سے اشرف کے اندر شریک ہونے کے میں مراد لیتا ہوں (اشرف سے) مقدمہ صغری کو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل اول شکل ثانی اگر حد اوسط صغری کبری دونوں میں محمول ہو تو اس کو شکل ثانی کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ کہ شکل اول کیساتھ صغری کے اندر جو کہ مقدمتین میں افضل مقدمہ ہے محمول ہونے میں شریک ہے۔

قَوْلُهُ فَالثَّالِثُ :لِاشْتِرَاكِهٖ مَعَ الْاَوَّلِ فِيْ اَخَصِّ الْمُقَدَّمَتَيْنِ اَعْنِيْ الْكُبْرٰى ۔

ترجمہ:۔بوجہ اس کے شریک ہونے اول کیساتھ دونوں مقدموں میں سے کم تر مقدمے میں مراد لیتا ہوں۔(کم تر سے) کبری کو۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔اگر حد اوسط صغری کبری دونوں میں موضوع ہو تو اس کو شکل ثالث کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے، کہ یہ شکل اول کیساتھ کبری کے اندر بمقدمتین میں سے ارزل مقدمہ ہے موضوع ہونے میں شریک ہے۔

Marfat.com

قَوْلُهٗ۔ فَالرَّابِعُ :لِكَوْنِهٖ فِیْ غَايَةِ الْبُعْدِ عَنِ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ:۔ بوجہ ہونے اس کے اول سے انتہائے بعد میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ اگر حد اوسط موضوع فی الصغری اور محمول فی الکبری ہو تو اس کو شکل رابع کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شکل اول سے نہایت دور ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز میں بھی شریک نہیں۔

متن : وَيُشْتَرَطُ فِی الْاَوَّلِ اِيْجَابُ الصُّغْرٰی وَفِعْلِيَّتُهَا مَعَ كُلِّيَّةِ الْكُبْرٰی لِيَنْتِجَ الْمُوْجِبَتَانِ مَعَ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْمُوْجِبَتَيْنِ وَمَعَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ السَّالِبَتَيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَفِی الثَّانِیْ اِخْتِلَافُهُمَا فِی الْكَيْفِ وَكُلِّيَّةِ الْكُبْرٰی مَعَ دَوَامِ الصُّغْرٰی اَوِ انْعِكَاسِ سَالِبَةِ الْكُبْرٰی وَكَوْنُ الْمُمْكِنَةِ مَعَ الضَّرُوْرِيَّةِ اَوِ الْكُبْرٰی الْمَشْرُوْطَةِ لِيُنْتِجَ الْكُلِّيَتَانِ سَالِبَةً كُلِّيَّةً وَالْمُخْتَلِفَتَانِ فِی الْكَمِّ اَيْضًا سَالِبَةً جُزْئِيَّةً بِالْخُلْفِ اَوِ عَكْسُ الْكُبْرٰی وَالصُّغْرٰی ثُمَّ التَّرْتِيْبُ ثُمَّ النَّتِيْجَةُ وَفِی الثَّالِثِ اِيْجَابُ الصُّغْرٰی وَفِعْلِيَّتُهُمَا مَعَ كُلِّيَّةِ اِحْدٰهُمَا لِيُنْتِجَ الْمُوْجِبَتَانِ مَعَ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اَوِ بِالْعَكْسِ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً وَمَعَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اَوِ الْكُلِّيَّةِ مَعَ الْجُزْئِيَّةِ سَالِبَةً

Marfat.com

جُزئِیَّةً بِالْخُلْفِ اَوْعَکْسُ الصُّغْرٰی اَوِالْکُبْرٰی ثُمَّ التَّرْتِیْبُ ثُمَّ النَّتِیْجَةُ وَفِی الرَّابِعِ اِیْجَابُهُمَا مَعَ کُلِّیَّةِ الصُّغْرٰی اَوِاخْتِلَافُهُمَا مَعَ کُلِّیَّةِ اِحْدٰهُمَا لِیُنْتِجَ الْمُوْجِبَةُ الْکُلِّیَّةُ مَعَ الْاَرْبَعِ وَالْجُزْئِیَّةُ مَعَ السَّالِبَةِ الْکُلِّیَّةِ وَالسَّالِبَتَانِ مَعَ الْمُوْجِبَةِ الْکُلِّیَّةِ وَکُلِّیَّتُهُمَا مَعَ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِیَّةِ جُزْئِیَّةً مُوْجِبَةً اِنْ لَمْ یَکُنْ بِسَلْبٍ وَاِلَّا فَسَالِبَةً بِالْخُلْفِ اَوْبِعَکْسِ التَّرْتِیْبِ ثُمَّ النَّتِیْجَةُ اَوْبِعَکْسِ الْمُقَدَّمَتَیْنِ اَوْ بِالرَّدِّ اِلَی الثَّانِیْ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی اَوِ الثَّالِثِ بِعَکْسِ الْکُبْرٰی۔

ترجمہ متن:۔اور شرط لگائی جاتی ہے اول میں ایجاب صغری اور اس کا فعلیہ ہونا کبری کے کلی ہونے کے ساتھ تا کہ دو موجبہ نتیجہ دیں دو موجبہ کلیہ کیساتھ موجبتین اور سالبہ کیساتھ نتیجہ دیں دو سالبۃ بداہۃ۔اور شکل ثانی میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان دونوں (صغری، کبری) کا مختلف ہونا کیف میں اور کبری کا کلی ہونا صغری کے دائمی ہونے کیساتھ یا کبری کے سالبہ کا عکس نکلنا اور ممکنہ کا ہونا ضروریہ کیساتھ یا کبری کا مشروطہ ہونا۔تا کہ دو کلیہ سالبہ کا نتیجہ دیں اور دونوں مختلف ہوں کمیت میں تو بھی سالبہ جزئیہ (نتیجہ دیں) دلیل خلفی کیساتھ یا کبری کے عکس کے ساتھ یا صغری کے عکس کے اور پھر ترتیب کے عکس پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔اور شکل ثالث میں (شرط لگائی جاتی ہے) ایجاب صغری اور اس کا فعلیہ ہونا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تا کہ نتیجہ دیں دو موجبہ کلیہ کے ساتھ یا عکس کے ساتھ موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ یا کلیہ جزئیہ کے ساتھ سالبہ جزئیہ دلیل خلفی کے ساتھ یا صغری کے عکس کے ساتھ یا کبری کے عکس پھر ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔اور شکل رابع میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان دونوں کا موجبہ ہونا صغری کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا مختلف ہونا ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تا کہ نتیجہ دے موجبہ کلیہ چاروں کے ساتھ اور جزئیہ سالبہ کلیہ کے ساتھ اور دو سالبہ موجبہ کلیہ کے ساتھ اور اس سالبہ کا کلیہ ہونا موجبہ جزئیہ کے ساتھ جزئیہ موجبہ اگر سلب کے ساتھ نہ ہو ورنہ پس سالبہ ہوگا دلیل خلفی کے ساتھ یا ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ یا مقدمتین کے عکس کے ساتھ یا شکل ثانی کی طرف لوٹانا صغری کے عکس کے ساتھ یا شکل

ثالث کی طرف لوٹانا کبری کے عکس کے ساتھ۔

مختصر تشریح:۔اس عبارت میں علامہ تفتازانی اشکال اربعہ کی شرائط اوران کے ضروب نتیجہ کو بیان فرمارہے ہیں تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

قَوْلُهٗ۔فِعْلِيَتُهَا :لِيَتَعَدَّى الْحُكْمُ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَى الْاَصْغَرِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِى الْكُبْرٰى اِيْجَابًا كَانَ اَوْسَلْبًا اِنَّمَا هُوَ عَلٰى مَا يَثْبُتُ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ بِنَاءً عَلٰى مَذْهَبِ الشَّيْخِ فَلَوْ لَمْ يَحْكُمْ فِى الصُّغْرٰى بِاَنَّ الْاَصْغَرَ يَثْبُتُ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَلَمْ يَلْزَمْ تَعَدِّىُ الْحُكْمِ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَى الْاَصْغَرِ۔

ترجمہ:۔تاکہ حداوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہواور یہ اس لئے ہے کہ حکم کبری میں خواہ ایجابی ہو یا سلبی سوا اسکے نہیں وہ ان افراد پر ہے جن کے لئے حداوسط بالفعل ثابت ہے شیخؒ کے مذہب پر بناء کرتے ہوئے پس اگر نہ ہو حکم صغری میں بایں طور کہ اصغر کے لئے حداوسط بالفعل ثابت ہے تو نہیں لازم آئے گا حکم کا حداوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہونا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل اول کا نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو ذکر کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل اول کی نتیجہ دینے کی تین شرطیں ہیں (۱) کیفیت کے اعتبار سے کہ صغری موجبہ ہو (۲) کمیت کے اعتبار سے کہ کبری ہمیشہ کلیہ ہو (۳) جہت کے اعتبار سے شکل اول کے لئے فعلیت (یعنی امکان نہ ہو) صغری شرط ہے اگر صغری والی جہت امکان کی ہوگی تو نتیجہ صحیح نہیں ہوگا فعلیت والی جہت یہ ایسی عام جہت ہے کہ جہت ضرورت اور دوام کو بھی شامل ہے۔

شارح نے ان تینوں شرطوں کی دلیل بھی بیان کی ہے اس قول میں یزدی نے صرف فعلیت صغری کی دلیل بیان کی ہے کہ فعلیت صغری کیوں ضروری ہے؟ اس سے پہلے شکل اول کا حاصل سمجھنا ضروری ہے۔شکل اول کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حداصغر، حداکبراور حداوسط موجود ہوتے ہیں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث میں تینوں چیزیں موجود ہیں اس مثال میں کبری کلیہ ہے یعنی کل متغیر حادث اس میں حداوسط موضوع ہے شیخ کے مذہب کے مطابق یہاں تغیر کا ثبوت متغیر کے جن افراد کے لئے بالفعل ہے ان کے لئے حدوث ثابت ہے۔صغری میں العالم کو متغیر کے نیچے درج کیا ہے اور العالم کو متغیر کا ایک فرد بنایا ہے کہ عالم متغیر ہے۔صغری کے اندر بھی جہت فعلیت والی اگر معتبر ہو کہ

Marfat.com

جن افرادِ متغیر کے لئے تغیر بالفعل ہے عالم ان میں سے ہے تو پھر حدوث کا ثبوت عالم کے لئے صحیح ہے لیکن اگر وہاں صغری میں فعلیت والی جہت کا اعتبار نہ ہو بلکہ جہت امکان کا اعتبار ہو تو پھر حدوثِ عالم کو عالم کے لئے ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ لہذا حدوث کا اس عالم کے لئے ثابت کرنا درست نہیں ہوگا حد اوسط (متغیر) کو اصغر (العالم) تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ جہت فعلیت کا صغری میں اعتبار کیا جائے۔

فعلیت کی شرط کی دلیل یہ بھی ہے کہ صغری میں جہت امکان مراد ہو اور کبری میں فعل مراد ہے تو حد اوسط کا س صورت میں تکرار ہی نہیں ہوگا جب حد اوسط کا تکرار نہیں ہوگا تو نتیجہ بھی پھر صحیح نہیں نکلے گا۔

شکل اول میں ایجاب صغری کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر صغری موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو پھر شکل ثانی کی طرح اختلاف نتیجہ لازم آئے گا جس کی تفصیل شکل ثانی میں آئے گی فافھم۔

قَوْلُهٗ مَعَ كُلِّيَّةِ الْكُبْرٰى :لِيَلْزَمَ اِنْدِرَاجُ الْاَصْغَرِ فِى الْاَوْسَطِ فَيَلْزَمُ مِنَ الْحُكْمِ عَلَى الْاَوْسَطِ الْحُكْمُ عَلَى الْاَصْغَرِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْاَوْسَطَ يَكُوْنُ مَحْمُوْلًا هٰهُنَا عَلَى الْاَصْغَرِ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَحْمُوْلُ اَعَمَّ مِنَ الْمَوْضُوْعِ فَلَوْ حُكِمَ فِى الْكُبْرٰى عَلٰى بَعْضِ الْاَوْسَطِ لَاحْتَمَلَ اَنْ يَّكُوْنَ الْاَصْغَرُ غَيْرَ مُنْدَرِجٍ فِىْ ذٰلِكَ الْبَعْضِ فَلَا يَلْزَمُ مِنَ الْحُكْمِ عَلٰى ذٰلِكَ الْبَعْضِ الْحُكْمُ عَلَى الْاَصْغَرِ كَمَا يُشَاهِدُ فِىْ قَوْلِكَ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْحَيَوَانِ فَرَسٌ۔

ترجمہ:۔ تا کہ اصغر کا حد اوسط میں داخل ہونا لازم آئے پس حد اوسط پر حکم ہونے سے لازم آئے گا اصغر پر حکم ہونا اور یہ اس لئے ہے کہ حد اوسط یہاں اصغر پر محمول ہوتی ہے اور جائز ہے کہ محمول موضوع سے اعم ہو پس اگر کبری میں حد اوسط کے بعض افراد پر حکم لگایا جائے تو احتمال ہوگا اس بات کا کہ اصغر ان بعض افراد میں داخل نہ ہو پس نہیں لازم آئے گا بعض افراد پر حکم ہونے سے اصغر پر حکم ہونا جیسا کہ مشاہدہ ہے تیرے قول کل انسان حیوان وبعض الحیوان فرس میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل اول میں کلیت کبری کی جو شرط لگائی ہے اس کی دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل اول میں کبری کا کلیہ ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ اصغر کو اوسط کے نیچے درج کرنا صحیح ہو سکے ورنہ اگر کبری کلیہ

Marfat.com

نہ ہو بلکہ جزئیہ ہوتو اس وقت اصغر کو اوسط نیچے درج کرنا صحیح نہ ہوگا جیسے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) بعض الحیوان فرس (نتیجہ) بعض الانسان فرس یہاں کبری جزئیہ ہے کبری مین اکبر (فرس) کو اوسط (حیوان) کے بعض افراد کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور صغری میں اوسط کو اصغر (الانسان) کے کل افراد کے لئے ثابت کیا گیا ہے تو کبری میں اوسط کے جن بعض افراد کے لئے حکم ثابت کیا گیا معلوم نہیں ہو سکے گا آیا اصغرا کبر کے ان بعض افراد میں جن کے لئے اکبر ثابت کیا گیا ہے داخل ہے یا نہیں ہاں جب کبری کلیہ ہوگا تو اکبر اوسط کے تمام افراد کے لئے ثابت ہوگا اور اصغر بھی چونکہ اوسط کا ایک فرد ہے اس لئے اکبر اصغر کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا اس کی مثال کل انسان حیوان و کل ماش جسم (نتیجہ) فالانسان جسم۔

قَوْلُهٗ لِيُنْتِجَ الْمُوْجِبَتَانِ: اَیِ الْكُلِّيَّةُ وَالْجُزْئِيَّةُ وَاللَّامُ فِيْهِ لِلْغَايَةِ اَیْ اَثَرُ هٰذِهِ الشَّرُوْطِ اَنْ يُنْتِجَ الصُّغْرٰى الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ وَالْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ مَعَ الْكُبْرَى الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْمُوْجِبَتَيْنِ فَفِي الْاَوَّلِ يَكُوْنُ النَّتِيْجَةُ مُوْجِبَةً كُلِّيَّةً وَفِي الثَّانِيْ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً وَاَنْ يُّنْتِجَ الصَّغْرَيَانِ يَعْنِيْ الْمُوْجِبَتَيْنِ مَعَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْكُبْرٰى السَّالِبَتَيْنِ الْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ عَلٰى مَاسَبَقَ وَاَمْثِلَةُ الْكُلِّ وَاضِحَةٌ۔

ترجمہ:۔یعنی کلیہ اور جزئیہ اور اس میں لام غایت کی ہے یعنی ان شروط کا اثر یہ ہے کہ نتیجہ دے گا صغری موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ کبری موجبہ کلیہ کے ساتھ مل کر دو موجبہ (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کا پس اول صورت میں نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا اور ثانی صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا اور (ان شروط کا اثر) یہ ہے کہ نتیجہ دیں گے دو صغری موجبہ سالبہ کلیہ کبری کے ساتھ مل کر سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا اوبر اس کے جو تفصیل گزر چکی ہے اور سب کی مثالیں واضح ہیں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔لینتج میں لام عاقبت اور غایت کی ہے اس قول میں یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے تین شرطیں لگائی تھیں ان کا انجام اور فائدہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ ان تینوں شرطوں کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان شرائط کے موجود ہوتے ہوئے چار قسموں کا نتیجہ حاصل ہوگا موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب موجبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے یعنی صغری موجبہ کلیہ اور کبری بھی موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور دوسری صورت میں جبکہ صغری موجبہ جزئیہ اور کبری موجبہ

Marfat.com

کلیہ ہوتو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا۔موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب سالبہ کے ساتھ ملائیں گے تو اس وقت نتیجہ سالبتین (سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ) نکلے گا موجبہ کلیہ کو سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا اور موجبہ جزئیہ نکلے گا مثالیں چاروں قسموں کی آگے نقشے میں آرہی ہیں۔

قَوْلُهُ الْمُوْجِبَتَيْنِ :اَیْ یُنْتِجُ الْکُلِّیَّةُ وَالْجُزْئِیَّةُ۔

ترجمہ:۔یعنی وہ نتیجہ دے گا موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ۔

غرض شارح:۔اس قول میں یہ بتارہے ہیں کہ موجبتان کو کلیہ کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ موجبتین نکلیں گے ان موجبتین سے کیا مراد ہے؟

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ موجبتین سے مراد موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہے

قَوْلُهُ السَّالِبَتَيْنِ : اَیْ یُنْتِجُ الْکُلِّیَّةُ وَالْجُزْئِیَّةُ

ترجمہ:۔یعنی وہ نتیجہ دے گا سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ

غرض شارح:۔اس قول کی غرض سالبتین کی مراد بتانی ہے کہ سالبتین سے کیا مراد ہے؟

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ سالبتین سے مراد نتیجہ سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ ہے۔

شکل اول کی عقلی طور ہر ضربیں سولہ نکلتی ہیں کیونکہ صغری محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ سالبہ جزئیہ) میں سے ہر ایک ہوسکتا ہے اور کبری بھی لیکن جب شرائط شکل اول ایجاب صغری اور کلیت کبری کا لحاظ کیا جائے تو بارہ ضربیں ساقط ہوجاتی ہیں اور چار ضروب نتیجہ باقی رہتی ہیں

(۱) **پہلی ضرب**:۔(صغری) موجبہ کلیہ (کبری) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ کلیہ (نقشہ میں یہ پہلا احتمال ہے)

(۲) **دوسری ضرب**:۔(صغری) موجبہ جزئیہ (کبری) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ ساتواں احتمال ہے)

(۳) **تیسری ضرب**:۔(صغری) موجبہ جزئیہ (کبری) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ پانچواں احتمال ہے۔

(۴) **چوتھی ضرب**:۔(صغری) موجبہ کلیہ (کبری) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ کلیہ (نقشہ میں یہ تیسرا احتمال ہے)

ان تمام صورتوں کی مثال بمع تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

نقشہ شکل اول

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل جسم مرکب	کل مرکب حادث	کل جسم حادث
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشیٔ من المرکب بقدیم	لاشیٔ من الجسم بقدیم
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	کل مرکب حادث	بعض الجسم حادث
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل جسم مرکب	لاشیٔ من المرکب بقدیم	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆شرائط شکل اول☆

(۱)ایجاب صغری (۲)کلیۃ کبری (۳)فعلیت صغری

ضروب نتیجہ(۴) ضروب عقیمہ(۱۲)

Marfat.com

قَوْلُهٗ بِالضَّرُوْرَةِ :مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ يَنْتِجُ وَالْمَقْصُوْدُ الْاِشَارَةُ اِلٰى اَنَّ اِنْتَاجَ هٰذَا الشَّكْلِ لِلْمَحْصُوْرَاتِ الْاَرْبَعِ بَدِيْهِيٌّ بِخِلَافِ اِنْتَاجِ سَائِرِ الْاَشْكَالِ لِنَتَائِجِهَا كَمَا سَيُجِيْءُ تَفْصِيْلُهَا۔

ترجمہ:۔یہ متعلق ہے اس کے قول ینتج کے ساتھ اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل کا محصورات اربعہ کیلئے نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف نتیجہ دینے باقی اشکال کے اپنے نتیجوں کیلئے جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض متن کے لفظ بالضرورۃ کا فائدہ بتلانا ہے۔

تشریح:۔بالضرورۃ یہ ینتج کے متعلق ہے اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل (اول) کا محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) کے لئے نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف باقی تمام اشکال کے نتائج جیسا کہ عنقریب اس کے تفصیل آئے گی (یعنی باقی اشکال کا نتیجہ بدیہی نہیں ہوتا بلکہ ان کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنا پڑتا ہے)

قَوْلُهٗ وَفِى الثَّانِىْ اِخْتِلَافُهُمَا: اَىْ يُشْتَرَطُ فِىْ هٰذَا الشَّكْلِ بِحَسْبِ الْكَيْفِيَّةِ اِخْتِلَافُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ فِى السَّلْبِ وَالْاِيْجَابِ وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَوْ تَاَلَّفَ هٰذَا الشَّكْلُ مِنَ الْمُوْجِبَتَيْنِ يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الصَّادِقُ فِىْ نَتِيْجَةِ الْقِيَاسِ الْاِيْجَابُ تَارَةً وَالسَّلْبُ اُخْرٰى فَاِنَّهٗ لَوْ قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَكُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ كَانَ الْحَقُّ الْاِيْجَابَ وَلَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرٰى بِقَوْلِنَا كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ كَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ وَكَذَا الْحَالُ لَوْ تَاَلَّفَ مِنْ سَالِبَتَيْنِ كَقَوْلِنَا لَاشَىْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَلَاشَىْءَ مِنَ النَّاطِقِ بِحَجَرٍ كَانَ الْحَقُّ الْاِيْجَابَ وَلَوْ قُلْتَ لَاشَىْءَ مِنَ الْفَرَسِ بِحَجَرٍ كَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ وَالْاِخْتِلَافُ دَلِيْلُ عَدَمِ الْاِنْتَاجِ فَاِنَّ النَّتِيْجَةَ هُوَ الْقَوْلُ الْاٰخَرُ الَّذِىْ يَلْزَمُ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَلَوْ كَانَ اللَّازِمُ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ الْمُوْجِبَةِ لَمَا كَانَ الْحَقُّ فِىْ بَعْضِ الْمَوَادِّ هُوَ السَّالِبَةُ وَلَوْ كَانَ اللَّازِمُ مِنْهُمَا السَّالِبَةُ لَمَا صَدَقَ فِىْ بَعْضِ الْمَوَادِّ الْمُوْجِبَةُ۔

ترجمہ:۔یعنی اس شکل میں شرط لگائی جاتی ہے باعتبار کیفیت کے ایجاب وسلب میں دونوں مقدموں کے مختلف ہونے کی۔

Marfat.com

اور یہ اس لئے ہے کہ اگر یہ شکل دو موجبہ سے مرکب ہو تو اختلاف حاصل ہوگا اور وہ یہ ہے کہ جو قیاس کے نتیجے میں صادق آتا ہے وہ کبھی یجا بہوتا ہے اور کبھی سلب پس اگر ہم کہیں کل انسان حیوان و کل ناطق حیوان تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم کبری کو تبدیل کر دیں اپنے قول کل فرس حیوان کے ساتھ تو حق سلب ہے اسی طرح حال ہے اگر دو سالبہ سے مرکب ہو جیسا کہ ہمارا قول لا شئی من الا نسان بحجر ولا شئی من النا طق بحجر تو حق ایجاب ہے اور اگر تو کہے لاشئی من الفرس بحجر تو حق سلب ہے اور اختلاف نتیجہ نہ کی دلیل ہے پس بلاشبہہ نتیجہ تو وہ قول آخر ہے جو دونوں مقدموں سے لازم آتا ہے پس اگر دونوں مقدموں سے لازم آنے والا موجبہ ہے تو بعض مادوں میں سلب حق نہ ہوگا اور اگر ان مقدموں سے لازم آنیوالا سالبہ ہے تو نہیں صادق آئیگا موجبہ مادون میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض زکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل ثانی کے دینے کیلئے دو شرطیں ہیں پہلی شرط کیف کے اعتبار سے ہے کیفیت میں دونوں قضیے مختلف ہوں (۲) دوسری شرط کمیت کے اعتبار سے ہے کہ کبری ہمیشہ کلیہ ہو۔

یہاں شارح دلیل کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں کہ اختلاف قضیتین اور کلیت کبری کی شرط شکل ثانی میں کیوں ہے؟ اس قول میں اختلاف قضیتین کی شرط کی دلیل بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ اختلاف مقدمتین فی الکیف کی شرط اس لیے لگائی ہے تا کہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے اگر دونوں قضیے کیفیت میں مخالف نہ ہوں تو اس وقت اختلاف نتیجہ لازم آئے گا کبھی تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئے گا اور کبھی سالبہ ہو کر سچا آئے گا حالانکہ شکل ثانی کے لیے نتیجہ سالبہ آنا لازم ہے جب ایک شکل کے لیے یہ نتیجہ معین ہو چکا ہے تو پھر اس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا ہے اگر کہیں خلاف ہوگا تو پھر وہ شکل صحیح نہیں ہوگی اگر دونوں قضیے یعنی صغری اور کبری موجبہ ہوں گے تو ایک مرتبہ جب ہم ترتیب دیں گے تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئے گا اور دوسری مرتبہ جب شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی واقع کریں گے تو نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئے گا

جیسے کل انسان حیوان یہ صغری ہے اور (کبری) کل ناطق حیوان نتیجہ موجبہ کلیہ سچا ہے کل انسان ناطق یہاں موجبہ جزئیہ بھی سچا ہے بعض الانسان ناطق لیکن سالبہ یہاں سچا نہیں اس شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے کل ناطق حیوان کی بجائے کل فرس حیوان کہا جائے تو اب نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئے گا مثالیوں کہیں گے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) کل فرس حیوان یہاں (نتیجہ) سالبہ کلیہ لاشئی من الانسان بفرس سچا ہے سالبہ جزئیہ بعض الانسان لیس بفرس یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں لیکن یہاں موجبہ نتیجہ سچا نہیں آرہا کل

انسان فرس یہ سچا نہیں دونوں مقدمتین سالبہ ہوں تو کبھی نتیجہ موجبہ ہوکر سچا آئے گا اور کبھی سالبہ ہوکر سچا آئے گا جیسے (صغری) لا شئی من الانسان بحجر یہاں نتیجہ موجبہ کلیہ کل انسان ناطق تو سچا ہے اسی موجبہ جزئیہ بعض الانسان ناطق بھی سچا ہے اس میں دوسرے بعض انسانوں کی نفی نہیں لیکن سالبہ کلیہ یہاں سچا نہیں یعنی یوں کہا جائے کہ لا شئی من الانسان بناطق تو یہ سچا نہیں یہ صورت وہ تھی کہ جب نتیجہ وہ سالبوں سے موجبہ ہوکر سچا آئے دو سالبوں سے نتیجہ سالبہ ہوکر سچا آئے گا جیسے اسی شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے لا شئی من الانسان بحجر بجائے لا شئی من الفرس بحجر کہا جائے تو نتیجہ سالبہ سچا آئے گا لیکن موجبہ کلیہ کل انسان فرس یہ سچا نہیں آتا اس سے معلوم ہوا کہ خلاف مقدمتین الکیف ضروری ہے تاکہ ایک قسم کا نتیجہ جس شکل میں متعین ہے وہی نکلے اگر سالبہ نتیجہ متعین ہے ہمیشہ سالبہ ہی نکلے کبھی بھی موجبہ صحیح نہ ہو اور اگر موجبہ نتیجہ متعین ہے ہمیشہ موجبہ ہی نکلے کبھی بھی سالبہ صحیح نہ ہو۔

قَوْلُهٗ كُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى :اَیْ یُشْتَرَطُ فِی الشَّكْلِ الثَّانِیْ بِحَسْبِ الْكَمِّ كُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى اِذْ عِنْدَ جُزْئِيَّتِهَا یَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَبَعْضُ الْحَیَوَانِ لَیْسَ بِنَاطِقٍ كَانَ الْحَقُّ الْاِیْجَابَ وَلَوْقُلْنَابَعْضُ الصَّاهِلِ لَیْسَ بِنَاطِقٍ كَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ۔

ترجمہ:۔یعنی شکل ثانی میں باعتبار کمیت کے شرط لگائی جاتی ہے کبری کے کلیہ ہونے کی کیونکہ اس کے جزئیہ ہونے کے وقت اختلاف حاصل ہوگا جیسے ہمارا قول کل انسان ناطق وبعض الحیوان لیس بناطق تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم کہیں بعض الصاهل لیس بناطق تو حق سلب ہوگا

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی میں کلیت کبری کی شرط لگانے کی دلیل بیان کرنا ہے

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ ہم نے شکل ثانی میں کمیت کبری کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ اگر کبری جزئیہ بن جائے تو پھر اختلاف نتیجہ لازم وآئے گا تو کبھی ایک ضرب شکل ثانی کا نتیجہ موجبہ درست ہوگا اور کبھی سالبہ درست ہوگا جیسے کل انسان ناطق یہ صغری ہے اور کبری بعض الحیوان لیس بناطق یہاں نتیجہ موجبہ سچا ہوگا بعض الانسان حیوان یہاں دوسرے بعض کی نفی مراد نہیں اور اسی مثال کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کردو بعض الحیوان کی جگہ کبری میں بعض الصاهل لیس بناطق کہو تو نتیجہ سالبہ سچا آئے گا ای بعض الانسان لیس بصاهل یہاں بھی دوسرے بعض افراد کی نفی نہیں اصل

Marfat.com

میں یہاں شکل ثانی کے کبری کے کلیہ ہونے کی دلیل تو وہی ہے جو کہ شکل اول کے کبری کے لیے ہے لیکن یہاں اس نے اس دلیل کو آسان سمجھ کر ذکر دیا ہے۔

قَوْلُهٗ مَعَ دَوَامِ الصُّغْرٰی :اَیْ یُشْتَرَطُ فِیْ هٰذَاالشَّکْلِ بِحَسْبِ الْجِهَةِ اَمْرَانِ الْاَوَّلُ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ اِمَّااَنْ یَصْدُقَ الدَّوَامُ عَلَی الصُّغْرٰی اَیْ تَکُوْنُ دَائِمَةً اَوْضُرُوْرِیَةً وَاِمَّا اَنْ تَکُوْنَ الْکُبْرٰی مِنَ الْقَضَایَا السِّتِّ الَّتِیْ تَنْعَکِسُ سَوَالِبُهَا لَامِنَ التِّسْعِ الَّتِیْ لَاتَنْعَکِسُ سَوَالِبُهَا وَالثَّانِیْ اَیْضًااَحَدُ الْاَمْرَیْنِ وَهُوَ اَنَّ الْمُمْکِنَةَ لَاتُسْتَعْمَلُ فِی هٰذَاالشَّکْلِ اِلَّامَعَ الضَّرُوْرِیَّةِ سَوَاءٌ کَانَتِ الضَّرُوْرِیَّةُ صُغْرٰی اَوْ کُبْرٰی اَوْ مَعَ کُبْرٰی مَشْرُوْطَةً عَامَةً اَوْ خَاصَّةً وَحَاصِلُهٗ اَنَّ الْمُمْکِنَةَ اِنْ کَانَتْ صُغْرٰی کَانَتِ الْکُبْرٰی ضُرُوْرِیَّةً اَوْ مَشْرُوْطَةً عَامَّةً اَوْ خَاصَّةً وَاِنْ کَانَتْ کُبْرٰی کَانَتِ الصُّغْرٰی ضَرُوْرِیَّةً لَاغَیْرَ وَدَلِیْلُ الشَّرْطَیْنِ اَنَّهٗ لَوْلَاهُمَا لَزِمَ الْاِخْتِلَافُ وَالتَّفْصِیْلُ لَایُنَاسِبُ هٰذَاالْمُخْتَصَرَ۔

ترجمہ:۔یعنی اس شکل میں باعتبار جہت کے شرط لگائی جاتی ہے دو چیزوں کی (۱) اول دو امور میں سے ایک ہے اور وہ یہ کہ یا تو دوام سچا آئے صغری پر بایں طور کہ وہ دائمہ یا ضروریہ ہو یا کبری ان چھ (۶) قضایا میں سے ہو جن کے سالبوں کا عکس آتا ہے ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سالبوں کا عکس نہیں آتا (۲) دوسری چیز بھی دو امور میں سے ایک ہے وہ یہ کہ ممکنہ اسی شکل میں نہیں استعمال ہوتا مگر ضروریہ کیساتھ برابر ہے کہ ضروریہ صغری ہو یا کبری یا نہیں استعمال ہوتا مگر کبری مشروطہ عامہ یا خاصہ کیساتھ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ممکنہ اگر ضروری ہو تو کبری ضروریہ یا مشروطہ عامہ یا خاصہ ہوگا اور اگر وہ ممکنہ کبری ہو تو صغری ضروریہ ہوگا نہ کوئی اور اور دلیل دونوں شرطوں کی یہ ہے کہ اگر وہ دونوں شرطیں نہ ہوں تو نتیجہ کا مختلف ہونا لازم آئیگا اور تفسیر اس مختصر کتاب کے مناسب نہیں ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کے لیے جہت کے اعتبار سے فعلیت کی شرط کی دلیل بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔جہت کے اعتبار سے شکل ثانی میں شرط دو امر ہیں اور ان دو امروں میں سے ہر ایک کی دو جزئیں ہیں۔

پہلا امر:۔صغری دائمہ مطلقہ ہو یا ضروریہ مطلقہ یا کبری ان چھ قضایا میں سے ہو جن کے سوالب کا عکس آتا ہے وہ چھے قضیے یہ

Marfat.com

ہیں۔(۱) دائمہ مطلقہ (۲) ضروریہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مشروطہ خاصہ (۶) عرفیہ خاصہ۔ کبری ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سوالب کا عکس نہیں آتا۔

دوسرا امر:۔ صغری ممکنہ نہ ہو اگر ممکنہ ہو جائے تو پھر اس کے ساتھ ضروریہ کا ہونا ضروری ہے اور اگر صغری ممکنہ ہے تو کبری ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ تینوں واقع ہو سکتے ہیں اور اگر کبری ممکنہ ہو تو پھر صغری کے لئے متعین ہے کہ وہ ضروریہ مطلقہ ہو ان دو شرطوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو پھر اختلاف نتیجہ لازم آئے گا اس کی مثالیں اور دلائل وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

قَوْلُهٗ لِيَنْتِجَ الْكُلِّيَتَانِ :اَلضُّرُوْبُ الْمُنْتَجَةُ فِیْ هٰذَاالشَّكْلِ اَيْضًا اَرْبَعَةٌ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَرْبِ الْكُبْرٰى الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ فِی الصُّغْرَيَيْنِ السَّالِبَتَيْنِ الْكُلِّيَةِ وَالْجُزْئِيَةِ وَضَرْبِ الْكُبْرٰى السَّالِبَةِ الْكُلِّيَةِ فِی الصُّغْرَيَيْنِ الْمُوْجِبَتَيْنِ فَالضَّرْبُ الْاَوَّلُ هُوَالْمُرَكَّبُ مِنَ الْكُلِّيَتَيْنِ وَالصُّغْرٰى مُوْجِبَةٌ نَحْوُ كُلُّ جَ بَ وَلَا شَیْءَ مِنْ آ بَ وَالضَّرْبُ الثَّانِیْ هُوَالْمُرَكَّبُ مِنَ الْكُلِّيَتَيْنِ وَصُغْرٰى سَالِبَةٌ نَحْوُ لَاشَیْءَ مِنْ جَ بَ وَكُلُّ آ بَ وَالنَّتِيْجَةُ مِنْهُمَا سَالِبَةٌ كُلِّيَةٌ نَحْوُ لَاشَیْءَ مِنْ جَ آ وَاِلَيْهِمَا اَشَارَ الْمُصَنِّفُ بِقَوْلِهٖ لِيَنْتِجَ الْكُلِّيَتَانِ سَالِبَةً كُلِّيَّةً وَالضَّرْبُ الثَّالِثُ هُوَالْمُرَكَّبُ مِنْ صُغْرٰى مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ وَكُبْرٰى سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ نَحْوُ بَعْضُ جَ بَ وَلَا شَیْءَ مِنْ آ بَ وَالضَّرْبُ الرَّابِعُ هُوَالْمُرَكَّبُ مِنْ صُغْرٰى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ وَكُبْرٰى مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ نَحْوُبَعْضُ جَ لَيْسَ بَ وَكُلُّ آ بَ وَالنَّتِيْجَةُ مِنْهُمَا سَالِبَةٌ جُزْئِيَّةٌ نَحْوُبَعْضُ جَ لَيْسَ آ وَاِلَيْهِمَا اَشَارَ الْمُصَنِّفُ بِقَوْلِهٖ وَالْمُخْتَلِفَتَانِ فِی الْكَمِّ اَيْضًا اَیِ الْقَضِيَتَانِ اللَّتَانِ هُمَا مُخْتَلِفَتَانِ فِی الْكَمِّ كَمَاانَّهُمَا مُخْتَلِفَتَانِ فِی الْكَيْفِ يَنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَةً بِنَاءً عَلٰى مَاسَبَقَ مِنَ الشَّرَائِطِ۔

ترجمہ:۔ وہ اقسام جو اس شکل کو نتیجہ دینے والی ہیں وہ بھی چار ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں کبری کلیہ موجبہ کو دو صغری سالبہ کلیہ اور جزئیہ میں ضرب دینے سے اور کبری کلیہ سالبہ کو دو صغری موجبہ میں ضرب دینے سے پہلی قسم وہ ہے جو دو کلیہ سے مرکب

ہواور صغری موفبہ ہوجیسے کل ج ب ولا شئی من آ ب اوردوسری قسم وہ ہے جودوکلیوں سے مرکب ہواور صغری سالبہ ہو جیسے لاشئی من ج ب و کل آ ب اورنتیجہ ان دونوں میں سالبہ کلیہ ہوگا جیسے لاشئی من ج آ اورانہی دوکی طرف مصنفؒ نے اپنے قول لینتج الکلیتان سالبۃ کلیۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور تیسری قسم وہ ہے جوصغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے مرکب ہوجیسے بعض ج ب ولاشئی من آ ب اور چوتھی قسم وہ ہے جوصغری سالبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے مرکب ہو جیسے بعض ج لیس ب و کل ب و کل آ ب اورنتیجہ اُن دونوں میں سالبہ جزئیہ ہوگا جیسے بعض ج لیس آ اورانہی دوکی طرف مصنفؒ نے اپنے قول والمختلفتان فی الکم ایضا سالبۃ جزئیۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے ایضا کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوقضیے کم میں بھی مختلف ہوں جس طرح کہ وہ کیف میں مختلف ہوتے ہیں بناء کرتے ہوئے اوپر جوشرائط میں گزر چکا ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی میں جوشرائط نتیجہ دینے کے لئے لگائی گئی ہیں ان کا فائدہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔اس شکل ثانی میں بھی عقلی احتمالات سولہ نکلتے ہیں لیکن جب شرائط نتیجہ کوملحوظ رکھا جاتا ہے تو یہاں بھی صرف چارضربیں نتیجہ دینے والی نکلتی ہیں۔

پہلی ضرب:۔صغری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ ہوتو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے کل ج ب ولاشئی من آ ب (نتیجہ) لاشئی من ج آ (یہ ضرب نقشہ میں تیسرے نمبر پر ہے)

دوسری ضرب:۔صغری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ ہوتو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے لاشئی من ج ب و کل آ ب (نتیجہ) سالبہ کلیہ لاشئی من ج آ اسی کی طرف ماتن نے لینتج الکلیتان سالبۃ کلیۃ (تاکہ دوکلیتان سالبہ کلیہ کا نتیجہ دیں) میں اشارہ کیا ہے (یہ ضرب نقشہ میں نویں نمبر پر ہے)

تیسری ضرب:۔صغری موجبہ جزئیہ کبری سالبہ کلیہ ہوتو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ج ب ولا شئی من آ ب (نتیجہ) سالبہ جزئیہ بعض ج لیس آ (یہ ضرب نقشہ میں ساتویں نمبر پر ہے)۔

چوتھی ضرب:۔صغری سالبہ جزئیہ کبری موجبہ کلیہ ہوتو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ج لیس ب و کل آ ب (نتیجہ) بعض ج لیس آ اسی کی طرف ماتن نے اپنے قول والمختلفتان فی الکم ایضا سالبۃ جزئیۃ میں اشارہ کیا ہے شکل ثانی میں جیسا کہ کیفیت کا اختلاف تو پہلے سے ضروری ہے لیکن ان آخری دوضربوں میں کمیت میں بھی اختلاف ضروری ہوگا (یہ ضرب نقشہ میں تیرہویں نمبر پر ہے)۔یہ چاروں ضروب اور مکمل سولہ احتمالات بمع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

نقشہ شکل ثانی

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	لاشئ من الجسم بقدیم
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من القدیم بمرکب	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بجسم
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحجر لیس بحیوان	کل انسان حیوان	بعض الحجر لیس بانسان
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆شرائط شکل ثانی☆

(۱) اختلاف المقدمتین فی الکیف یعنی ایجاب وسلب میں دونوں مقدموں کا مختلف ہونا چنانچہ ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ ہو

(۲) کلیۃ کبری: یعنی کبری کلیہ ہو جزئیہ نہ ہو۔

فائدہ:۔ شکل اول وثانی کے ضروب نتیجہ کو مندرجہ ذیل شعر میں بند کیا گیا ہے جس میں (س) سے مراد سالبہ کلیہ (م) سے مراد موجبہ کلیہ (واؤ) سے مراد موجبہ جزئیہ اور (ل) سے مراد سالبہ جزئیہ ہے ۔

مَمَّ مَسَّ وَمُوَ وَسُلَّ اوَّلاَ مَسَّ سَمُسَّ وَسُلَ لَمُلَ ثَانِيَا

پہلے مصرعے میں شکل اول اور دوسرے میں شکل ثانی کے ضروبِ نتیجہ کو بیان کیا گیا ہے۔

شکل اول کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿۱﴾ مَمَّ یعنی موجبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ کلیہ ﴿۲﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿۳﴾ وَمُوَ یعنی موجبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ جزئیہ ﴿۴﴾ وَسُلَّ یعنی موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

اور شکل ثانی کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿۱﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿۲﴾ سَمُسَّ یعنی سالبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿۳﴾ وَسُلَ یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔ ﴿۴﴾ لَمُلَ یعنی سالبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

قَوْلُهٗ بِالْخَلْفِ :اَنَّ دَلِيْلَ اِنْتَاجَ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ لِهَاتَيْنِ النَّتِيْجَتَيْنِ اُمُوْرٌ الْاَوَّلُ الْخَلْفُ وَهُوَ اَنْ يُجْعَلَ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ لِاِيْجَابِهٖ صُغْرٰى وَكُبْرٰى الْقِيَاسِ لِكُلِّيَتِهَا كُبْرٰى لِيَنْتِجَ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ مَايُنَافِى الصِّغْرِ وَهٰذَاجَارٍ فِى الضُّرُوْبِ الْاَرْبَعِ كُلِّهَا وَالثَّانِىْ عَكْسُ الْكُبْرٰى لِيَرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ فَيُنْتَجُ النَّتِيْجَةُ الْمَطْلُوْبَةُ وَذٰلِكَ اِنَّمَا يَجْرِىْ فِى الضَّرْبِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ لِاَنَّ كُبْرَاهَاسَالِبَةً كُلِّيَةً تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا وَاَمَّاالْاٰخَرَانِ فَكُبْرَاهُمَامُوْجِبَةً كُلِّيَةً لَاتَنْعَكِسُ اِلَّااِلَى الْمُوْجِبَةِ جُزْئِيَةً لَاتَصْلَحُ لِكُبْرَوِيَةِ الشَّكْلُ الْاَوَّلِ مَعَ اَنَّ صُغْرَاهُمَا سَالِبَةً اَيْضًا لَاتَصْلَحُ لِصُغْرَوِيَةِ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثُ اَنْ يَنْعَكِسَ الصُّغْرٰى فَيَصِيْرُ شَكْلًا رَابِعًاثُمَّ يَنْعَكِسُ التَّرْتِيْبُ يَعْنِىْ يُجْعَلُ عَكْسُ الصُّغْرٰى كُبْرٰى وَالْكُبْرٰى صُغْرٰى فَيَصِيْرُ شَكْلًا اَوَّلًا لِيَنْتِجَ نَتِيْجَةً تَنْعَكِسُ اِلَى النَّتِيْجَةِ الْمَطْلُوْبَةِ وَذٰلِكَ اِنَّمَا يَتَصَوَّرُ فِيْمَا يَكُوْنُ عَكْسُ الصُّغْرٰى كُلِّيَةً لِيَصْلَحَ

Marfat.com

لِکُبْرِوِیَّةِ الشَّکْلِ الْاَوَّلِ وَھٰذَا اِنَّمَاھُوَ فِی الضَّرْبِ الثَّانِی فَاِنَّ صُغْرَاہُ سَالِبَةٌ کُلِّیَةٌ تَنْعَکِسُ کَنَفْسِھَا وَاَمَّاالْاَوَّلُ وَالثَّالِثُ فَصُغْرَاھُمَا مُوْجِبَةٌ لَاتَنْعَکِسُ اِلَّاجُزْئِیَّةً وَاَمَّا الرَّابِعُ فَصُغْرَاہُ سَالِبَةٌ جُزْئِیَةٌ لَاتَنْعَکِسُ وَلَوْفُرِضَ اِنْعِکَاسُھَالَاتَنْعَکِسُ اِلَّاجُزْئِیَةً اَیْضًا فَتَدَبَّرْ ۔

ترجمہ:۔یعنی ان اقسام کے یہ دو نتیجے دینے کی دلیل چند امور ہیں اول دلیل خلفی ہے اور وہ یہ ہے کہ نقیض نتیجہ کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغری بنایا جائے اور قیاس کے کبری کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے کبری بنایا جائے تا کہ شکل اول سے وہ نتیجہ حاصل ہو جو صغری کے منافی ہو اور یہ دلیل خلفی چاروں اقسام میں جاری ہے اور ثانی (امر) کبری کا عکس کرنا تا کہ وہ شکل اول ہو جائے پس مطلوبہ نتیجہ دے اور یہ سوا اس کے نہیں پہلی قسم اور تیسری قسم میں جاری ہوتا ہے اس لیے ان کا کبری سالبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس اسی کا طرح کا آتا ہے اور بہر حال دوسرے دو پس ان کا کبری موجبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر ایسا موجبہ جزئیہ جو شکل اول کی کبری نہیں بن سکتا باوجود اس کے کہ ان کا صغری بھی ایسا سالبہ ہوتا ہے جو شکل اول کی صغری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اور تیسرا (امر) یہ ہے کہ صغری کا عکس کیا جائے پس وہ شکل رابع بن جائے گی پھر ترتیب کا عکس کیا جائے یعنی عکس صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنایا جائے پس وہ شکل اول بن جائے تا کہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس نتیجہ مطلوبہ آئے اور یہ بات سوا اس کے نہیں اسی قسم میں متصور ہو سکتی ہے جس قسم صغری کا عکس کلیہ ہوتا ہے تا کہ وہ شکل اول کے کبری بننے کی صلاحیت رکھے اور یہ بات سوا اس کے نہیں دوسری قسم میں موجود ہے کیونکہ بلا شبہ اس کا صغری ایسا سالبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس خود اسی کی طرف آتا ہے اور بہر حال پہلی اور تیسری قسم پس ان کا صغری ایسا موجبہ ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر جزئیہ اور بہر حال چوتھی قسم اس کا صغری ایسا سالبہ جزئیہ ہوتا ہے کہ اس کا عکس نہیں آتا اور اگر اس کا عکس فرض کر لیا جائے تو نہ ہوگا مگر جزئیہ ہی فتدبر۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل ثانی کے نتیجہ کو منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں

پہلی دلیل:۔دلیل خلفی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ مان لو ورنہ پھر اس کی نقیض کو مانو اس شکل ثانی لیے جتنے بھی نتیجے ہیں وہ سالبہ ہیں ان کی نقیض چونکہ موجبہ نکلے گی نقیض موجبہ یہ شکل اول کا صغری بننے کی صلاحیت رکھتی ہے

اس لیے ہم اس نتیجہ کی نقیض کو بوجہ موجبہ ہونے کی شکل اول کا صغری بنائیں گے اور شکل ثانی میں جو نتیجہ نکلے گا وہ شکل ثانی کے صغری کے بالکل منافی ہوگا حالانکہ صغری تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا نتیجہ درست ہے اور اس کی نقیض کا ماننا درست نہیں یہ دلیل خلفی شکل ثانی کی چاروں ضربوں کے نتیجے منوانے کے لیے چلتی ہے اسی وجہ سے اس کو باقی دو دلیلوں سے مقدم ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کے لیے یہ ہے کہ شکل ثانی کے کبری کا عکس نکالیں گے چونکہ شکل ثانی میں حد اوسط دونوں میں محمول ہوتی ہے تو جب ہم کبری کا عکس کریں گے تو حد اوسط موضوع بن جائے گی صغری میں پہلے سے محمول کی جگہ میں تھی کبری میں عکس کے بعد موضوع کی جگہ میں آ گی اور اب خود بخود شکل اول تیار ہو جائے گی اور اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل رابع کا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ بالکل درست ہے یہ دلیل صرف ان شکلوں میں جاری ہوگی جن میں کبری شکل ثانی کا سالبہ کلیہ ہو کیونکہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئے گا اور یہ عکس کلیہ پھر شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھے گا اس لیے یہ دلیل صرف ضرب اول اور ضرب ثالث میں چلے گی کیونکہ ان دونوں ضربوں میں کبری سالبہ کلیہ ہوتا ہے ضرب ثانی اور رابع میں چونکہ کبری موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس چونکہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور موجبہ جزئیہ شکل اول کی کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے ان دو ضربوں میں یہ دلیل نہیں چلے گی۔

تیسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کے لئے منطقیوں کے پاس تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شکل ثانی کے صغری کا عکس کیا جائے چونکہ شکل ثانی صغری میں حد اوسط محمول ہوتی ہے جب اس کا عکس کریں گے تو موضوع بن جائے گی اور کبری میں تو پہلے سے محمول ہے اب حد اوسط موضوع فی الصغری اور محمول فی الکبری بن جائے گی اور یہ شکل رابع بن جائے گی کیونکہ اس میں بھی حد اوسط موضوع فی الکبری اور محمول فی الصغری ہوتی ہے پھر اس شکل میں رابع میں عکس ترتیب کریں گے یعنی صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنائیں تو اب یہ شکل اول تیار ہو جائے گی اس سے جو نتیجہ حاصل ہوگا اس کا عکس نکالیں گے اور یہ معکوس شدہ نتیجہ شکل ثانی کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ درست ہے۔

یہ دلیل صرف ان ضربوں میں چلے گی جن ضربوں کے صغری کا عکس کلیہ آتا ہو کیونکہ ہم نے پھر اس معکوس شدہ صغری کو شکل اول کا کبری بنانا ہے اور شکل اول کا کبری کلیہ ہوتا ہے اس لیے ضروری ہوگا کہ شکل ثانی کا صغری وہ ہو جس کا عکس آسکتا ہو اور یہ صرف ضرب ثانی میں ہوتا ہے کیونکہ اس میں صغری سالبہ کلیہ ہوتا ہے اس کا عکس بھی سالبہ کلیہ آئے گا اور یہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے یہ دلیل صرف ضرب ثانی میں جاری ہوگی ضرب اول اور ضرب ثالث میں یہ

Marfat.com

دلیل اس لیے جاری نہیں ہوگی کیونکہ ان میں صغری موجبہ ہوتا ہے اور وہ جزئیہ عکس دیتا ہے اور جزئیہ شکل اول کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ضرب رابع میں بھی یہ دلیل جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس میں صغری سالبہ جزئیہ ہوتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں اور اگر ہم بالفرض مان لیں کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ ہی ہوگا اور سالبہ جزئیہ یہ بھی شکل اول کا کبری بننے کی بوجہ جزئیہ ہونے کے صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے یہ دلیل ضرب رابع میں بھی نہیں جاری ہوگی۔

قَوْلُهٗ اِيْجَابُ الصُّغْرٰى وَفِعْلِيَتُهَا :لِاَنَّ الْحُكْمَ فِى كُبْرَاهُ سَوَاءٌ كَانَ اِيْجَابًا اَوْ سَلْبًا عَلٰى مَاهُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ كَمَا مَرَّ فَلَوْلَمْ يَتَّحِدِالْاَصْغَرُ مَعَ الْوَسْطِ بِالْفِعْلِ بِاَنَّ لَايَتَّحِدَ اَصْلًا وَتَكُوْنُ الصُّغْرٰى سَالِبَةً اَوْيَتَّحِدَ لٰكِنَّ لَا بِالْفِعْلِ وَتَكُوْنُ الصُّغْرٰى مُوْجِبَةً مُمْكِنَةً لَمْ يَتَعَدَّ الْحُكْمُ مِنَ الْوَسْطِ بِالْفِعْلِ اِلَى الْاَصْغَرِ۔

ترجمہ:۔ یہ (شرط) اس لیے کہ حکم اس کبری میں برابر ہے کہ وہ حکم ایجابی ہو یا سلبی ہو ان افراد پر ہوتا ہے جو بالفعل حد اوسط ہیں جیسا کہ گزر چکا پس اگر اصغر نہ متحد ہو حد اوسط کے ساتھ بالفعل بایں طور کہ بالکل ہی متحد نہ ہو اور صغری سالبہ ہو یا متحد ہو لیکن بالفعل نہ ہو اور صغری موجبہ ممکنہ ہو تو نہیں متعدی ہوگا حکم حد اوسط سے اصغر کی طرف بالفعل

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثالث کی شرائط اور ان کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثالث میں تین شرطیں ہیں (۱) کیفیت کے اعتبار سے ایجاب صغری (۲) کمیت کے اعتبار سے کلیۃ احد المقدمتین (۳) جہت کے اعتبار سے فعلیت صغری۔

اس قولہ میں ایجاب صغری اور فعلیہ صغری کی شرط لگانے کی دلیل بیان کرنے کر رہے ہیں۔ فعلیت صغری کی شرط تو اس لیے ہے کہ کبری میں جو حکم ہوگا وہ اوسط کے ان افراد پر ہوگا جو اوسط بالفعل ہیں شیخ کے مذہب کے مطابق اگر اصغر (صغری) کبری کیساتھ بالفعل حکم کے ہونے میں متحد نہ ہو تو اس وقت حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہو سکے گا ایجاب صغری کی شرط بھی اسی لیے ہے کہ اگر صغری سالبہ ہو اور کبری موجبہ ہو تو اس وقت بھی حکم اوسط بالفعل سے اصغر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

قَوْلُهٗ مَعَ كُلِّيَةِ اِحْدٰهُمَا :لِاَنَّهٗ لَوْ كَانَتِ الْمُقَدَّمَتَانِ جُزْئِيَتَيْنِ لَجَازَ اَنْ يَكُوْنَ الْبَعْضُ مِنَ الْوَسْطِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِالصِّغْرِ غَيْرِ الْبَعْضِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِالْاَكْبَرِ فَلَايَلْزَمُ تَعْدِيَةُ الْحُكْمِ مِنَ الْاَكْبَرِ اِلَى الْاَصْغَرِ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔(یہ شرط) اس لیے کہ اگر دونوں مقدمے جزئیہ ہوں تو جائز ہے کہ حد اوسط کے بعض وہ افراد جن پر اصغر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہے وہ غیر ہوں بعض ان افراد کا جن پر اکبر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو پس نہیں لازم آئے گا حکم کا اکبر سے اصغر کیطرف متعدی ہونا۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث میں صغری اور کبری میں سے ایک کے کلیہ ہونے کی شرط کی دلیل بیان کرنا ہے

تشریح:۔ کلیة احدهما اس لئے شرط ہے کہ اگر صغری اور کبری دونوں جزئیہ ہوں جیسے بعض الحیوان انسان و بعض الحیوان فرس تو اس وقت معلوم نہیں ہوگا کہ کبری کے اندر جو اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں فروسیت کیساتھ وہ کبری کے ان بعض افراد میں (جو صغری میں اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں) داخل ہیں یا نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ صغری میں بعض الحیوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ انسانی افراد ہیں اور کبری میں بعض الحیوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ فروست کیساتھ متصف ہیں جب یہ دونوں آپس میں غیر غیر ہو گئے تو اب اکبر سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہیں ہو سکے گا ہاں اگر ان میں سے ایک کلیہ مثلاً صغری کلیہ ہو کہ کل حیوان انسان تو اس وقت کبری میں جو بعض الحیوان ہیں وہ بھی یقیناً ان کل حیوان میں ضرور داخل ہونگے اب حکم کا اکبر سے اصغر کی طرف متعدی کرنا درست ہو جائے گا۔

قَوْلُهُ الْمُوْجِبَتَانِ :اَلضَّرْبُ الْمُنْتَجَةُ فِی هٰذَاالشَّكْلِ بِحَسْبِ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ سِتَّةٌ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَمِّ الصُّغْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اِلَى الْكُبْرَيَاتِ الْاَرْبَعِ وَضَمِّ الصُّغْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَةِ اِلَى الْكُبْرَيَيْنِ الْكُلِّيَتَيْنِ الْمُوْجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ وَهٰذَا الضُّرُوْبُ كُلُّهَا مُشْتَرَكَةٌ فِیْ اَنَّهَا لَاتُنْتَجُ اِلَّاجُزْئِيَةٍ لٰكِنَّ ثَلَاثَةٌ مِنْهَا تُنْتَجُ السَّلْبُ وَاَمَّا الْمُنْتَجَةُ لِلْاِيْجَابِ فَاَوَّلُهَا الْمُرَكَّبُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَتَيْنِ نَحْوُ كُلُّ جَ بَ وَكُلُّ جَ آ فَبَعْضُ بَ آ وَ ثَانِيْهِمَا الْمُرَكَّبُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ صُغْرٰی وَمُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ كُبْرٰی وَاِلٰی هٰذَيْنِ اَشَارَ الْمُصَنِّفُ بِقَوْلِهٖ لِيُنْتِجَ الْمُوْجِبَتَانِ اَیِ الصُّغْرٰی مَعَ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ اَیْ الْكُبْرٰی وَالثَّالِثُ عَكْسُ الثَّانِیْ اَعْنِیْ الْمُرَكَّبَ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ صُغْرٰی وَمُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كُبْرٰی وَاِلَيْهِ اَشَارَ بِقَوْلِهٖ اَوْ بِالْعَكْسِ فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْعَكْسِ عَكْسُ الضَّرْبَيْنِ

Marfat.com

الْمَذْكُوْرَيْنِ اِذْلَيْسَ، عَكْسُ الْاَوَّلِ اِلَّا الْاَوَّلَ فَتَاَمَّلْ وَاَمَّا النَّتِيْجَةُ لِلسَّلْبِ فَاَوَّلُهَا الْمُرَكَّبُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَسَالِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَالثَّانِىْ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ وَسَالِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَاِلَيْهِمَا اَشَارَ بِقَوْلِهٖ مَعَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَةِ اَىْ لِيُنْتِجَ الْمُوْجِبَتَانِ السَّالِبَةَ الْكُلِّيَةَ وَالثَّالِثُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَسَالِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كَمَا قَالَ وَالْكُلِّيَةُ مَعَ الْجُزْئِيَةِ اَىِ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ مَعَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَةِ۔

ترجمہ:۔ جو اقسام اس شکل میں شرائط مذکورہ کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ چھ ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں صغری موجبہ کلیہ کو چاروں کبری کی طرف ملانے سے اور صغری موجبہ جزئیہ کو دو کبری موجبہ وسالبہ کی طرف ملانے اور یہ ساری قسمیں اس بات میں مشترک ہیں کہ وہ نہیں نتیجہ دیتیں مگر جزئیہ لیکن ان میں سے تین دیتی ہیں موجبہ اور تین ان میں سے نتیجہ دیتی ہیں سالبہ بہر حال جو موجبہ نتیجہ دیتی ہیں پس ان میں سے اول وہ ہے جو مرکب ہو دو موجبہ کلیہ سے جیسے کل ج ب و کل ج آ فبعض ب آ اور ان میں سے ثانی وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری ہے اور ان دونوں قسموں کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اپنے قول لینتج الموجبتان (ای الصغری) مع الموجبة الكلية (ای لکبری) کے ساتھ۔

اور تیسری قسم دوسری کا عکس ہے میں مراد لیتا ہوں وہ موجبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہو اور اسی کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول او بالعکس کیساتھ اشارہ کیا ہے پس عکس سے مراد دو مذکورہ قسموں کا عکس نہیں کیونکہ اول کا عکس نہیں ہوتا مگر اول ہی پس تو تأمل کر لے اور بہر حال جو اقسام سالبہ کا نتیجہ دینے والی ہیں ان میں سے اول قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ثانی قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ان دونوں قسموں کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اپنے قول ومع السالبة الكلية کیساتھ یعنی تا کہ نتیجہ دیں دو موجبہ سالبہ کلیہ اور تیسری قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ سے جیسا کہ کہا ہے مصنفؒ نے او الكلية مع الجزئية یعنی موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ کیساتھ مل کر۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثالث کی ضروب منتجہ کو بیان کرنا ہے

تشریح:۔ شکل ثالث کے نتیجہ دینے والی شرائط کا جب لحاظ کیا جاتا ہے تو نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چھ بچتی ہیں پہلی چار ضربیں صغری موجبہ کلیہ کیساتھ چاروں کبری (موجبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ سالبہ جزئیہ) ملائے جائیں

﴿۵﴾ صغری موجبہ جزئیہ ہو اور کبری موجبہ کلیہ

Marfat.com

﴿۶﴾ صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ۔

شکل ثالث یہ جو چھ ضربیں منتجہ ہیں ان کا نتیجہ ہمیشہ جزئیہ نہیں آئے گا ہاں البتہ تین ضربوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ اور تین ضربوں کا سالبہ جزئیہ آتا ہے پہلے ان تین ضربوں کو بیان کیا جاتا ہے کہ جن کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے

(۱) پہلی ضرب:۔ صغری موجبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ جیسے بعض ج ب و کل ج آ (نتیجہ) بعض ب آ (یہ ضرب نقشے میں پہلے نمبر پر ہے)

(۲) دوسری ضرب:۔ صغری موجبہ کلیہ اور کبری بھی موجبہ کلیہ ہو جیسے کل ج ب و کل ج آ (نتیجہ) بعض ب آ

ان دو ضربوں کی طرف ماتن نے اپنی عبارت لینتج الموجبتان (ای الصغری) مع الموجبة الكلية (ای لکبری) میں اشارہ کیا (یہ ضرب نقشے میں پانچویں نمبر پر ہے)

(۳) تیسری ضرب:۔ دوسری ضرب کا عکس ہے کہ صغری موجبہ کلیہ اور کبری موجبہ جزئیہ ہو جیسے کل ج ب و بعض ج آ فبعض ب آ (یہ ضرب نقشے میں دوسرے نمبر پر ہے)

باقی تین ضربیں کہ جن میں نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے ان میں سے

(۴) چوتھی ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو صغری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے اور نتیجہ سالبہ جزئیہ سے جیسے کل انسان حیوان و لا شئی من الانسان بفرس (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بفرس (یہ ضرب نقشے میں تیسرے نمبر پر ہے)

(۵) پانچویں ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغری اور سالبہ کلیہ سے جیسے بعض الحیوان انسان لاشئی من الحیوان بحمار (نتیجہ) بعض الانسان لیس بحمار یہاں جانب مخالف کا اعتبار نہیں (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر ہے)

ان دونوں ضربوں کی طرف ماتنؒ نے اپنی عبارت مع السالبة الكلية (ای لینتج الموجبتان السالبة الكلية) میں اشارہ کیا ہے۔

(۶) چھٹی ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو موجبہ کلیہ صغری اور سالبہ جزئیہ کبری کبری سے جیسے کل انسان حیوان و بعض الانسان لیس بفرس (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بفرس (یہ ضرب نقشے میں چوتھے نمبر پر ہے)

شکل ثالث کی تفصیل اگلے صفحے پر نقشہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ شکل ثالث

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	کل انسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	لاشئ من الانسان بحجر	بعض الناطق لیس بحجر
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان لیس بحیوان	بعض الناطق لیس بحیوان
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	کل انسان ناطق	بعض الحیوان ناطق
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	لاشئ من الانسان بحجر	بعض الحیوان لیس بحجر
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆شرائط شکل ثالث☆

(۱)ایجاب صغری (۲) کلیۃ احد المقدمتین (۳) فعلیۃ صغری ضروب نتیجہ (۶) اور ضروب عقیمہ (۱۰)

Marfat.com

قَوْلُهٗ بِالْخَلْفِ :یَعْنِیْ بَیَانُ اِنْتَاجِ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ لِهٰذِهِ النَّتَائِجِ اِمَّا بِالْخَلْفِ وَهُوَهٰهُنَا اَنْ یُؤْخَذَ نَقِیْضَ النَّتِیْجَةِ وَیُجْعَلُ لِکُلِّیَتِهٖ کُبْرٰی وَصُغْرٰی الْقِیَاسُ لِاِیْجَابِهٖ صُغْرٰی لِیُنْتِجَ مِنَ الشَّکْلِ الْاَوَّلِ مَایُنَافِی الْکُبْرٰی وَهٰذَا یَجْرِیْ فِی الضُّرُوْبِ کُلِّهَا وَاِمَّابِعَکْسِ الصُّغْرٰی لِیَرْجِعَ اِلٰی الشَّکْلِ الْاَوَّلِ وَذٰلِكَ حَیْثُ یَکُوْنُ الْکُبْرٰی کُلِّیَّةً کَمَافِی الضَّرْبِ الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ وَالرَّابِعِ وَالْخَامِسِ وَاِمَّا بِعَکْسِ الْکُبْرٰی لِیَصِیْرَشَکْلاً رَابِعًا ثُمَّ عَکْسُ التَّرْتِیْبِ لِیَرْتَدَّ شَکْلًا اَوَّلًا وَیُنْتِجُ نَتِیْجَةً ثُمَّ یُعْکَسُ هٰذِهِ النَّتِیْجَةُ فَاِنَّهُ الْمَطْلُوْبُ وَذٰلِكَ حَیْثُ یَکُوْنُ الْکُبْرٰی مُوْجِبَةً لِیَصْلَحَ عَکْسُهٗ صُغْرَی الشَّکْلِ الْاَوَّلِ وَیَکُوْنُ الصُّغْرٰی کُلِّیَةً لِیَصْلَحَ کُبْرٰی لَهٗ کَمَا فِی الضَّرْبِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ لَا غَیْرَ۔

ترجمہ:۔یعنی ان اقسام کے یہ نتائج دینے کا بیان یا تو دلیل خلفی کے ساتھ ہے (اور وہ دلیل خلفی) یہاں یہ ہے کہ لے لیا جائے نتیجے کی نقیض کو اور بنا دیا جائے اس کو کلی ہونے کی وجہ سے کبری اور قیاس کے صغری کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغری تا کہ وہ شکل اول سے نتیجہ دے ایسا جو منافی ہو کبری کیا اور یہ (دلیل) تمام اقسام میں جاری ہے اور یا صغری کے عکس کے ساتھ تا کہ وہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری کلیہ ہو جیسا کہ پہلی دوسری چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے اور یا کبری کے عکس کے ساتھ تا کہ وہ شکل رابع بن جائے پھر عکس کیا جائے گا ترتیب کا تا کہ شکل اول ہو کر لوٹ آئے اور کوئی نتیجہ دے پھر اس نتیجہ کا عکس کیا جائے گا پس بلاشبہہ وہ مطلوب ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری موجبہ ہوتا کہ اس کا عکس صلاحیت رکھے شکل اول کے صغری ہونے کی اور صغری کلیہ ہوتا کہ وہ صلاحیت رکھے شکل اول کے کبری ہونے کی جیسا کہ پہلی اور تیسری قسم میں ہوتا ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل ثالث کے نتیجہ منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں۔

(۱) پہلی دلیل:۔ان میں سے پہلی دلیل خلفی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو شکل ثالث میں نتیجہ چونکہ ہمیشہ جزئیہ ہوتا ہے مواس کی نقیض ہمیشہ ہمیشہ کلیہ آئے گی اس لئے اب اس نقیض کو ہم شکل اول کا کبری

بنائیں گے اور شکل ثالث کے صغری کو بوجہ اس کے موجبہ ہونے کے شکل اول کا صغری بنائیں گے اب یہ شکل اول بن جائے گی اس سے وہ نتیجہ حاصل ہوگا جو شکل ثالث کے کبری کے مخالف ہوگا یہ خرابی مخالفت کی ہماری نقیض کو ماننے سے لازم آتی ہے ورنہ شکل ثالث کا کبری تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ نقیض کا ماننا درست نہیں بلکہ عکس صحیح ہے اور یہ دلیل خلفی شکل ثالث کی تمام ضربوں کی جاری ہوتی ہے۔

(۲) دوسری دلیل:۔ شکل ثالث کے صغری کا عکس کریں گے چونکہ شکل ثالث میں حد اوسط موضوع فی المقدمتین ہوتی ہے جب صغری کا عکس کریں گے تو وہ حد اوسط محمول فی اصغری ہو جائے گی اور یہ شکل اول خود بخود تیار ہو جائے گی اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل ثالث والا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معوم ہوا کہ نتیجہ ہمارا صحیح ہے۔ اور دوسری دلیل وہاں چلتی ہے جہاں کبری کلیہ ہو کیونکہ اس کو شکل اول کا کبری بنانا پڑتا ہے اس لئے یہ دلیل ضرب اول، ثانی، رابع، خامس میں جاری ہوگی کیونکہ ان میں کبری کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی آتا ہے۔

(۳) تیسری دلیل:۔ شکل ثالث کے کبری کا عکس کریں گے تو اس وقت حد اوسط محمول فی الکبری ہو جائے گی اور صغری میں یہ پہلے سے موضوع ہے یہ شکل رابع بن جائے گی پھر اس میں عکس ترتیب کریں گے عکس شدہ کبری کو شکل اول کا صغری اور صغری کو کبری بنائیں گے تو اب یہ شکل اول بن اجائے گی اور اس سے ایک نتیجہ نکلے گا اس کا عکس جو ہوگا وہ شکل ثالث کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث کا صحیح تھا اور تیسری دلیل ان ضروب میں چلتی ہے جہاں کبری موجبہ میں ہوتا ہے کہ یہ شکل اول کا بوجہ موجبہ ہونے کے صغری بن سکے اور کبری کلیہ ہوتا ہے کہ شکل اول کا کا کبری بننے کی صلاحیت رکھے۔

قَوْلُهٗ وَفِی الرَّابِعِ : اَیْ یُشْتَرَطُ فِیْ اِنْتَاجِ الشَّکْلِ الرَّابِعِ بِحَسْبِ الْکَمِّ وَالْکَیْفِ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا اِیْجَابُ الْمُقَدَّمَتَیْنِ مَعَ کُلِّیَةِ الصُّغْرٰی وَاِمَّا اِخْتِلَافُ الْمُقَدَّمَتَیْنِ فِی الْکَیْفِ مَعَ کُلِّیَةِ اِحْدٰهُمَا وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَوْلَا اِحْدٰهُمَا لَزِمَ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ الْمُقَدَّمَتَانِ سَالِبَتَیْنِ اَوْ مُوْجِبَتَیْنِ مَعَ کَوْنِ الصُّغْرٰی جُزْئِیَّةً اَوْ جُزْئِیَتَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ فِی الْکَیْفِ وَعَلَی التَّقَادِیْرِ الثَّلَاثِ یَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ وَهُوَ دَلِیْلُ الْعَقْمِ اِمَّا عَلَی الْاَوَّلِ فَلِاَنَّ الْحَقَّ فِیْ قَوْلِنَا لَاشَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ وَلَاشَیْءَ مِنَ النَّاطِقِ بِحَجَرٍ هُوَ الْاِیْجَابُ

وَلَوْقُلْنَا لَاشَیْءَ مِن الْفَرَسِ بِحَجَرٍ کَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ وَاَمَّا عَلَی الثَّانِیْ فَلِاَنَّا اِذَا قُلْنَابَعْضُ الْحَیْوَانِ اِنْسَانٌ وَکُلُّ نَاطِقٍ حَیْوَانٌ کَانَ الْحَقُّ الْاِیْجَابَ وَلَوْقُلْنَا کُلُّ فَرَسٍ حَیْوَانٌ کَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ

وَاَمَّا عَلَی الثَّالِثِ فَلِاَنَّ الْحَقَّ فِیْ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَیْوَانِ اِنسَانٌ وَبَعْضُ الْجِسْمِ لَیْسَ بِحَیْوَانٍ هُوَ الْاِیْجَابُ وَلَوْقُلْنَا بَعْضُ الْحَجَرِ لَیْسَ بِحَیْوَانٍ کَانَ الْحَقُّ السَّلْبَ ثُمَّ اِنَّ الْمُصَنِّفَ لَمْ یَتَعَرَّضْ اَیْضًا لِنَتَائِجِ لِاخْتِلَاطِاتِ الْحَاصِلَةِ مِنْ الْمُوَجَّهَاتِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْاَشْکَالِ الْاَرْبَعَةِ لِطُوْلِ الْکَلَامِ فِیْهَا وَتَفْصِیْلُهَا مَوْکُوْلٌ اِلٰی مُطَوَّلَاتِ هٰذَالْفَنِّ۔

ترجمہ:۔یعنی شرط لگائی جاتی ہے شکل رابع کے نتیجہ دینے میں باعتبار کم اور کیف کے دو چیزوں میں سے ایک کی یا تو موجبہ ہونا دونوں مقدموں کا ساتھ کلیہ کے صغری ہونے کے اور یا مختلف ہونا دونوں مقدموں کا کیف میں ساتھ ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان (شرطوں) میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو لازم آئے گا یا تو دونوں مقدموں کا سالبہ یا موجبہ ہونا صغری کے جزئیہ ہونے کیساتھیا (لازم آئے گا) دونوں کا جزئیہ ہونا جو کیف میں مختلف ہوں تینوں تقدیروں پر اختلاف حاصل ہوگا اور وہ (اختلاف) بانجھ ہونے کی دلیل ہے بہرحال پہلی تقدیر پر پس اس لئے کہ حق ہمارے قول لاشئی من الحجر بانسان الخ میں وہ موجبہ ہونا ہے اور اگر ہم کہیں لا شیی من الفرس بحجر تو حق سالبہ ہونا ہے بہرحال دوسری تقدیر پر پس اس لئے کہ جب ہم کہیں بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان تو حق موجبہ ہونا ہے اور اگر ہم کہیں کل فوس حیوان تو حق سالبہ ہونا ہے۔

بہرحال تیسری تقدیر پر پس اس لئے کہ حق ہمارے قول بعض الحیوان انسان وبعض الجسم الخ میں وہ موجبہ ہونا ہے اور اگر ہم کہیں بعض الحجر لیس بحیوان تو حق سالبہ ہونا ہے پھر بیشک مصنف نہیں درپے ہوئے قسم رابع کے باعتبار جہت کے شرائط کو بیان کرنے بوجہ اس شکل کے سوڑا اعتبار کرنے کے طبیعت سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اور نیز نہیں درپے ہوئے ان اختلافات کے نتائج کے جو موجہات سے حاصل ہونے والے ہیں اشکال اربعہ میں سے کسی شکل میں اس میں کلام کے لمبا ہونے کی وجہ سے اور اسکی تفصیل فن کی لمبی کتابوں کے سپرد ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کی ضروب نتیجہ کو بیان کرنا ہے اور شکل رابع کی نتیجہ دینے والی شرائط کے دلائل کو

بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع میں نتیجہ دینے والی ضربیں آٹھ ہیں اور شکل رابع میں نتیجہ دینے کے لئے دو امر شرط ہیں جن کو مانعۃ الخلو کے طریقے پر ذکر کیا جاتا ہے

(۱) پہلا امر:۔تو یہ ہے کہ دونوں مقدمے موجبہ ہوں اور صغری کلیہ ہو۔

(۲) دوسرا امر:۔یا مقدمتین مختلف ہوں لیکن ان میں سے کوئی ایک کلیہ ہو ان دو امر وااں میں سے کوئی ایک امر پایا جائے گا یا دونوں پائے جائیں گے تو نتیجہ نکلے گا اگر یہ دونوں امر اٹھ جائیں تو پھر ان کے اٹھ جانے کی تین صورتیں نکلیں گی

(۱) مقدمتین سالبہ ہوں اور صغری موجبہ جزئیہ ہو

(۲) مقدمتین موجبہ ہوں اور صغری جزئیہ ہو

(۳) مقدمتین مختلف ہوں کیف میں لیکن جزئیہ ہوں۔

یہ تین صورتیں جو اٹھ جانے کی نکلی ہیں ان تینوں صورتوں میں نتیجہ صحیح نہیں نکلے گا بلکہ اختلاف لازم پایا جائے گا کہ کبھی تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئے گا اور کبھی سالبہ ہو کر سچا آئے گا اور یہ نتیجہ کا اختلاف شکل کے بانجھ (عقیم) ہونے کی دلیل ہے۔

(۱) پہلی صورت:۔نتیجہ کے اختلاف کی یہ ہے کہ دونوں مقدمتین سالبہ ہوں جیسے لاشئی من الحجر بانسان ولاشئی من الناطق بحجر اس وقت نتیجہ موجبہ بعض الانسان ناطق سچا آئے گا اور اگر کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں کہ لاشئی من الناطق بحجر کی جگہ لاشئی من الفرس بحجر کہہ دیں تو اس وقت نتیجہ سالبہ لاشئی من الانسان بفرس سچا آئے گا

(۲) دوسری صورت:۔اختلاف کی موجبہ سے اختلاف نتیجہ لازم آئے جیسے بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان اس وقت نتیجہ موجبہ بعض الانسان حیوان سچا ہے دوسری جانب کی نفی نہیں اور اگر یہاں کبری میں تبدیلی کر کے کل فرس حیوان کہیں تو اس وقت نتیجہ سالبہ لاشئی من الانسان بفرس سچا آئے گا۔

(۳) تیسری صورت:۔اختلاف نتیجہ کی جب مقدمتین جزئیہ مختلف فی الکیف ہوں جیسے بعض الحیوان انسان وبعض الجسم لیس بحیوان اس وقت موجبہ بعض الانسان جسم سچا ہے دوسرے بعض کی نفی نہیں اور اگر کبری میں تبدیلی کر کے بعض الحجر لیس بحیوان کہہ دیں تو اب سالبہ بعض الانسان لیس بحجر سچا آئے گا۔

Marfat.com

شکل رابع کے لیے تفتازانیؒ صاحب نے اب دوامروں میں سے ایک امر کو اس لیے شرط لگایا تا کہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے جیسا کہ تفسیر سے گزرا۔ علامہ تفتازانیؒ نے شکل رابع میں جہت کے اعتبار سے شرائط کو بیان نہیں کیا اس کی وجہ یزدی نے بیان کی ہے کہ اول تو اس لیے نہیں بیان کیا کہ اس نے اس کا اعتبار ہی نہیں کیا یا اس لیے نہیں بیان کیا کہ شکل نہایت مشکل اور عقل وفہم سے بہت دور ہے اس کی طرف کم احتیاطی ہوتی ہے بنسبت باقی تین شکلوں کے دراصل اسی شکل میں جہت کے اعتبار سے تقریبا پانچ شرطیں ہیں جن کا ذکر شرح مطالع میں ہے۔

اسی طرح تفتازانیؒ نے قضایا موجہات کے بعض کو بعض کیساتھ ملا کر قیاس تیار کر کے نتیجہ نکالنے کے شرائط کو بھی اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان میں بہت زیادہ تفصیل تھی یہ چھوٹی سی کتاب اس کی گنجائش نہیں رکھتی تھی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے فانظر هناك ۔

قَوْلُهٗ لِيَنْتِجَ : اَلضُّرُوْبُ الْمُنْتَجَةُ فِیْ هٰذَا الشَّكْلِ بِحَسْبِ اَحَدِالشَّرْطَيْنِ السَّابِقَيْنِ ثَمَانِيَةٌ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَمِّ الصُّغْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ مَعَ الْكُبْرِيَاتِ الْاَرْبَعِ وَالصُّغْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَةِ مَعَ الْكُبْرٰی السَّالِبَةِ الْكُلِّيَةِ وَضَمِ الصِّغْرَيَيْنِ السَّالِبَتَيْنِ الْكُلِّيَةِ وَ الْجُزْئِيَّةِ مَعَ الْكُبْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَةِ وَضَمِّ كُلِّيَتِهَا اَیِ الصُّغْرٰی السَّالِبَةِ الْكُلِّيَةِمَعَ الْكُبْرٰی الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَةِ فَالْاَوَّلَانِ مِنْ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ وَهُمَا الْمُؤَلَّفُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَتَيْنِ وَ الْمُؤَلَّفُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ صُغْرٰی ، وَمُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كُبْرٰی يَنْتِجَانِ مُوْجِبَةً جُزْئِيَةً وَالْبَوَاقِیْ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى السَّلْبِ تَنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَةً فِیْ جَمِيْعِهَا اِلَّا فِی ضَرْبٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْمُرَكَّبُ مِنْ صُغْرٰی سَالِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَكُبْرٰی مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ فَاِنَّهٗ يَنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَةً

وَفِیْ عِبَارَةِ الْمُصَنِّفِ تَسَامُحٌ حَيْثُ اَوْهَمَ اَنَّ مَا سِوَى الْاَوَّلَيْنِ مِنْ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ يَنْتِجُ السَّلْبَ الْجُزْئِیَّ وَلَيْسَ كَذَالِكَ كَمَا عَرَفْتَ وَلَوْ قُدِّمَ لَفْظُ مُوْجِبَةٍ عَلٰی جُزْئِيَةٍ لَكَانَ اَوْلٰی وَالتَّفْصِيْلُ هٰهُنَا اَنَّ ضُرُوْبَ هٰذَا الشَّكْلِ ثَمَانِيَةٌ الْاَوَّلُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ

Marfat.com

كُلِّيَتَيْنِ وَالثَّانِيْ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كُبْرٰى يَنْتِجَانِ مُوْجِبَةً جُزْئِيَةً وَالثَّالِثُ مِنْ صُغْرٰى سَالِبَةٍ كُلِّيَةٍ وَكُبْرٰى مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ لِيَنْتِجَ سَالِبَةً كُلِّيَةً وَالرَّابِعُ عَكْسُ ذَالِكَ وَالْخَامِسُ مِنْ صُغْرٰى مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ وَكُبْرٰى سَالِبَةٍ كُلِيَةٍ وَالسَّادِسُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ كُبْرٰى وَالسَّابِعُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَةٍ صُغْرٰى وَسَالِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كُبْرٰى وَالثَّامِنُ مِنْ سَالِبَةٍ كُلِّيَةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ جُزْئِيَةٍ كُبْرٰى وَهٰذِهِ الضُّرُوْبُ الْخَمْسَةُ الْبَاقِيَةُ تَنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَةً فَاحْفَظْ هٰذَا التَّفْصِيْلَ فَاِنَّهٗ نَافِعٌ فِيْمَا سَيُجِيْءُ

ترجمہ:۔ جو اقسام اس شکل میں سابقہ دو شرطیوں میں سے کسی ایک کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ آٹھ ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں صغری موجبہ کلیہ کو چاروں کبروں کے ساتھ ملانے سے اور صغری موجبہ جزئیہ کو کبری سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور دو صغری سالبہ کلیہ و جزئیہ کو کبری موجبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور صغری سالبہ کلیہ کو کبری موجبہ جزئیہ کے ساتھ ملانے سے پس ان آٹھ اقسام میں سے پہلے دو اور وہ دو ایسے ہیں جو دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہیں اور موجبہ کلیہ صغری اور موجبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہیں نتیجہ دیتے ہیں موجبہ جزئیہ باقی جو سلب پر مشتمل ہیں ان کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے تمام اقسام میں مگر ایک قسم میں اور وہ قسم وہ ہے جو مرکب ہو صغری سالبہ کلیہ سے پس بلاشبہ اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے

اور مصنف کی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ مصنف نے وھم کیا ہے کہ ان اقسام میں سے پہلی دو قسموں کے علاوہ جو اقسام ہیں وہ نتیجہ دیتی ہیں سلب جزئی حالانکہ اس طرح نہیں جیسا کہ تو پہچان چکا ہے اور اگر مصنف لفظ موجبہ کو جزئیہ پر مقدم کر دیتا تو بہتر ہوتا اور تفصیل یہاں یہ ہے کہ اس شکل کی اقسام آٹھ ہیں پہلی قسم دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہے اور دوسری قسم موجبہ کلیہ صغری اور موجبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہے ان دونوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور تیسری قسم صغری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور چوتھی قسم اس کا عکس ہے اور پانچویں قسم صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور چھٹی قسم سالبہ جزئیہ صغری اور موجبہ جزئیہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور ساتویں قسم موجبہ کلیہ صغری اور سالبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہوتی ہے اور آٹھویں قسم سالبہ کلیہ صغری اور موجبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہوتی ہے اور یہ باقی پانچ قسموں کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے پس تو اس تفصیل کو حفظ کر لے پس بلاشبہ یہ تفصیل نافع ہے ان باتوں میں جو عنقریب آرہی ہیں۔

Marfat.com

اغراض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کی ضروب منتجہ کو بیان کرنا ہے نیز **وفی عبارۃ المصنف تسامح الخ** سے یزدی صاحب ماتن پر اعتراض کررہے ہیں

تشریح:۔شکل رابع میں عقلی احتمالات نتیجہ دینے کے سولہ نکلتے ہیں لیکن جب ہم شکل رابع کی دو شرطیوں میں سے ایک کا لحاظ کرتے ہیں تو پھر منتج ضربیں آٹھ رہتی ہیں پہلی چار ضربیں کہ صغری موجبہ کلیہ ہو اور اس کے چار کبری (موجبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ سالبہ جزئیہ) ملائیں تو یہ چار ضربیں تیار ہونگی۔

(۵) پانچویں ضرب صغری موجبہ جزئیہ ہو اور کبری سالبہ کلیہ ہو (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر ہے)

(۶) چھٹی ضرب صغری سالبہ کلیہ ہو اور کبری موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں نویں نمبر پر ہے)

(۷) ساتویں ضرب صغری سالبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں تیرہویں نمبر پر ہے)

(۸) آٹھویں ضرب صغری کلیہ اور کبری موجبہ جزئیہ (یہ ضرب نقشے میں دسویں نمبر پر ہے)

اس شکل کے نتیجے دینے والی ضروب بمع الممثلہ تفصیل کے ساتھ اگلے صفحہ پر دیے گئے نقشہ میں ملاحظہ کریں

Marfat.com

نقشہ شکل رابع

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	کل ناطق انسان	بعض الحیوان ناطق
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود انسان	بعض الحیوان اسود
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	لاشئ من الفرس بانسان	بعض الحیوان لیس بفرس
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود لیس بانسان	بعض الحیوان لیس باسود
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	x	x	x	x
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان اسود	لاشئ من الفرس بانسان	بعض الاسود لیس بفرس
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بحجر	کل ناطق انسان	لاشئ من الحجر بناطق
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	لاشئ من الانسان بحجر	بعض الاسود انسان	بعض الحجر لیس بلسود
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحیوان لیس باسود	کل انسان حیوان	بعض الاسود لیس بانسان
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x

☆شرائط شکل رابع☆ ایجاب المقدمتین مع کلیۃ صغری یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۃ احد المقدمتین

یعنی اگر (۱) مقدمتین سالبہ ہوں (۲) مقدمتین موجبہ مگر صغری جزئیہ ہو (۳) دونوں جزئیہ ہوں تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔

ضروب نتیجہ (۸) ضروب عقیمہ (۸)

Marfat.com

نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ وغیر صحیحہ

نمبر	صغری	کبری	شکل اول	شکل ثانی	شکل ثالث	شکل رابع
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	ص۱	غ	ص۱	ص۱
۲	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	ص۲	ص۲
۳	//	سالبہ کلیہ	ص۲	ص۱	ص۳	ص۳
۴	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	ص۴	ص۴
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	ص۳	غ	ص۵	غ
۶	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۷	//	سالبہ کلیہ	ص۴	ص۲	ص۶	ص۵
۸	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۳	غ	ص۶
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	ص۷
۱۱	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۴	غ	ص۸
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۵	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ

خلاصہ:۔ شرائط شکل اول:۔ ﴿۱﴾ ایجاب صغری ﴿۲﴾ کلیۃ کبریٰ :: ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثانی:۔ ﴿۱﴾ اختلاف المقدمتین فی الکیف ﴿۲﴾ کلیۃ کبریٰ :: ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثالث:۔ ﴿۱﴾ ایجاب صغریٰ ﴿۲﴾ کلیۃ احد المقدمتین :: ضروب نتیجہ ۶ ضروب عقیمہ ۱۰

شرائط شکل رابع:۔ ایجاب المقدمتین مع کلیۃ صغریٰ یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۃ احد المقدمتین

ضروب نتیجہ ۸ ضروب عقیمہ ۸

Marfat.com

شکل رابع کی ان آٹھ ضروب منتجہ میں سے، پہلی دوضربیں (صغری موجبہ کلیہ کبری موجبہ کلیہ اور صغری موجبہ کلیہ کبری موجبہ جزئیہ) ان کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا ان دوضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربیں یعنی چھ ضربیں سوا چھٹی ضرب کے جو کہ مرکب ہو سالبہ کلیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری سے ان کا نتیجہ بوجہ ان پانچ ضروب کے سلب پر مشتمل ہونے کے سالبہ جزئیہ آئے گا ہاں چھٹی ضرب کا نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا۔

وفی عبارة المصنف تسامح:۔اس عبارت میں یزدی صاحب ماتن پر اعتراض کررہے ہیں

اعتراض:۔ماتن نے متن میں جزئیہ موجبہ ان لم یکن بسلب والا فسالبۃ کی عبارت میں جو جزئیہ موجبہ کا لفظ کہا ہے اس کا یہ کہنا درست نہیں بلکہ اس کو موجبہ جزئیہ کہنا چاہیے تھا کیونکہ جزئیہ کی صورت میں پیچھے سے جب لی نتج الموجبتان کو ملائیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ پہلی دوضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربوں میں اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا اور اگر حرف سلب نہ ہو تو موجبہ جزئیہ نکلے گا اور یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ پہلی دوضربوں کے علاوہ باقی چھ ضربوں میں سے سب کا نتیجہ سالبہ جزئیہ نہیں آتا بلکہ چھٹی ضرب کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے علامہ یزدی کہتے ہیں کہ اس کو موجبہ جزئیہ کی عبارت کہنے چاہیے تھی کیونکہ پھر مطلب یہ نکلتا کہ تمات ضربوں میں جب حرف سلب نہ ہو تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالبہ آئے گا اس میں پھر تعمیم تھی کہ سالبہ کلیہ آئے جیسے ضرب سادس میں یا سالبہ جزئیہ آئے جیسے بقیہ ضروب خمسہ میں۔

قَوْلُهٗ بِالْخَلْفِ: وَهُوَ فِی هٰذَا الشَّكْلِ اَنْ يُّؤْخَذَ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ وَيُضَمُّ اِلٰى اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ لِيَنْتِجَ مَايُنَافِیْ الْمُقَدَّمَةَ الْاُخْرٰى وَذٰلِكَ الْخَلْفُ يَجْرِیْ فِی الضَّرْبِ الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثِ وَالرَّابِعِ وَالْخَامِسِ دُوْنَ الْبَوَاقِیْ وَقَالَ الْمُصَنِّفُ فِیْ شَرْحِ الشَّمْسِيَةِ بِجَرَيَانِ الْخَلْفِ فِی السَّادِسِ وَهٰذَا سَهْوٌ۔

ترجمہ:۔اور وہ (دلیل) اس شکل میں یہ ہے کہ لیا جائے گا نقیض نتیجہ کو اور اس کو ملایا جائے گا دو مقدموں میں سے کسی ایک کی طرف تاکہ وہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس وہ چیز آئے جو دوسرے مقدمے کے منافی ہو اور یہ دلیل خلفی پہلی، دوسری تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے نہ کہ باقیوں میں اور مصنفؒ نے شرح شمسیہ میں دلیل خلفی کی چھٹی ضرب میں جاری ہونے کا قول کیا ہے اور وہ سہو ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے ایک دلیل یعنی دلیل خلفی کو بیان کرنا ہے۔

Marfat.com

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ منوانے کے پانچ دلائل ہیں ان میں پہلی دلیل دلیل خلفی ہے اس قول میں اسی دلیل خلفی کو بیان کریں گے اور آگے بالترتیب ہر ایک قول میں ایک ایک دلیل کو بیان کریں گے پانچ قولوں میں پانچوں دلائل ذکر کریں گے۔دلیل خلفی کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نتیجہ کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو جب نقیض مان لیں گے تو نقیض کو اصل کیساتھ ملا کر نتیجہ نکالیں گے اور نتیجہ محال لازم آئے گا اور یہ محال نقیض ماننے سے لازم آیا جیسا کہ آپ تکرار کے ساتھ اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں۔لیکن یہ دلیل خلفی ضروب نتیجہ میں سے صرف پہلی دوسری، تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے باقیوں میں جاری نہیں ہوتی شارح فرماے ہیں کہ علامہ تفتازانیؒ نے اپنی کتاب شرح شمسیہ یہ دلیل خلفی چھٹی ضرب میں جاری ہونے کا قول کیا ہے لیکن وہ درست نہیں۔

قَوْلُهٗ اَوْ بِعَكْسِ التَّرْتِيْبِ: وَذٰلِكَ اِنَّمَا يَجْرِىْ حَيْثُ يَكُوْنُ الْكُبْرٰى مُوْجِبَةً وَالصُّغْرٰى كُلِّيَةً وَالنَّتِيْجَةُ مَعَ ذٰلِكَ قَابِلَةٌ لِلْاِنْعِكَاسِ كَمَا فِى الْاَوَّلِ وَالثَّانِىْ وَالثَّالِثِ وَالثَّامِنِ اَيْضًا اِنْ اِنْعَكَسَتِ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَةُ كَمَا اِذَا كَانَتْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ دُوْنَ الْبَوَاقِىْ۔

ترجمہ:۔اور یہ (دلیل) سوا اس کے نہیں جاری ہوتی ہے جب کہ کبری موجبہ ہو اور صغری کلیہ ہو اور نتیجہ اس کے ساتھ عکس کو قبول کرنے والا ہو جیسا کہ پہلی دوسری، تیسری اور آٹھویں قسم میں بھی اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے جیسا کہ جب وہ دو خاصہ میں سے ایک نہ کہ باقی۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے دوسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے کہ شکل رابع کے مقدمات کی ترتیب کو بدل دیا جائے اس طرح یہ شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکالنے کے بعد نتیجہ کا عکس نکال لیا جائے لیکن یہ دلیل صرف ان ضروب میں جاری ہوگی جہاں یہ شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکالنے کے بعد نتیجہ کا عکس نکال لیا جائے لیکن یہ دلیل صرف ان ضروب میں جاری ہوگی جہاں کبری موجبہ ہو اور صغری کلیہ ہو تا کہ شکل اول بنانے کے بعد شکل کی شرائط یعنی ایجاب صغری اور کلیۃ کبری پائی جائیں اور پھر نتیجہ بھی ایسا ہو جو عکس کو قبول کرنے والا ہو سالبہ جزئیہ نہ ہو اگر سالبہ جزئیہ ہو تو پھر خاصتین میں سے ہو جیسا کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ خاصتین کے علاوہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا اور یہ دلیل صرف پہلی، دوسری۔تیسری اور آٹھویں ضرب میں جاری

Marfat.com

ہوگی باقیوں میں نہیں۔

قَوْلُهٗ اَوْبِعَكْسِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ :فَيَرْجِعُ اِلَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَلَا يَجْرِىْ اِلَّاحَيْثُ يَكُوْنُ الصُّغْرٰى مُوْجِبَةً وَالْكُبْرٰى سَالِبَةً لِتَنْعَكِسَ اِلَى الْكُلِّيَةِ كَمَافِى الرَّابِعِ وَالْخَامِسِ لَاغَيْرَ۔

ترجمہ:۔پس یہ لوٹ جائے گی شکل اول کی طرف اور نہیں جاری ہوگی مگر جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری سالبہ کلیہ ہوتا کہ اس کا عکس کلیہ آئے جیسا کہ چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے نہ کہ ان کے علاوہ میں۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے تیسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ تیسری دلیل ہے۔وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے دونوں مقدمتین کا الگ الگ عکس نکالا جائے جس سے وہ شکل اول بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری سالبہ کلیہ ہو تا کہ شکل اول بن سکے اور کلیہ کبری والی شرط پائی جائے اور یہ بات صرف چوتھی اور پانچویں ضرب میں ہے باقیوں میں یہ دلیل جاری نہ ہوگی۔

قَوْلُهٗ اَوْبِالرَّدِّ اِلَى الثَّانِىْ: وَلَايَجْرِىْ اِلَّاحَيْثُ يَكُوْنُ الْمُقَدَّمَتَانِ مُخْتَلِفَتَيْنِ فِى الْكَيْفِ وَالْكُبْرٰى كُلِّيَةً وَالصُّغْرٰى قَابِلَةً لِلْاِنْعِكَاسِ كَمَا فِى الثَّالِثِ وَالرَّابِعِ وَالْخَامِسِ وَالسَّادِسِ اَيْضًا اِنْ اِنْعَكَسَتِ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَةُ لَاغَيْرَ۔

ترجمہ:۔اور یہ (دلیل) نہیں جاری ہوتی سی جگہ مگر جہاں دونوں مقدمے کیف میں مختلف ہوں اور کبری کلیہ ہو اور صغری عکس کو قبول کرنے والا ہو جیسا کہ تیسری چوتھی، پانچویں اور چھٹی قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے نہ کہ اس کے علاوہ۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کے دلائل میں سے چوتھی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ چوتھی دلیل ہے۔وہ یہ ہے کہ شکل رابع کو شکل ثانی میں تبدیل کر دیا جائے اس طرح کے شکل رابع کے صغری کا عکس نکالا جائے تو وہ شکل ثانی بن جائے گی لیکن یہ دلیل بھی صرف وہاں جاری ہوگی جہاں کبری کا عکس بھی آتا ہے اور شکل ثانی کی شرائط بھی پائی جائیں اس لئے یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں دونوں مقدمے

Marfat.com

کیف میں مختلف ہوں اور کبری کلیہ ہو اور صغری عکس کو قبول کرنے والا ہو اور یہ بات صرف تیسری چوتھی یا پانچویں اور چھٹی ضرب میں پائی جاتی ہے باقیوں میں نہیں۔

قَوْلُهٗ بِعَكْسِ الْكُبْرٰى: وَلَا يَجْرِىْ اِلَّا حَيْثُ يَكُوْنُ الصُّغْرٰى مُوْجِبَةً وَالْكُبْرٰى قَابِلَةً لِلْاِنْعِكَاسِ وَيَكُوْنُ الصُّغْرٰى اَوْ عَكْسُ الْكُبْرٰى كُلِّيَةً وَهٰذَا الْاَخِيْرُ لَازِمٌ لِلْاَوَّلَيْنِ فِىْ هٰذَا الشَّكْلِ فَتَدَبَّرْ وَذٰلِكَ كَمَا فِى الْاَوَّلِ وَالثَّانِىْ وَالرَّابِعِ وَالْخَامِسِ وَالسَّابِعِ اَيْضًا اِنْ اِنْعَكَسَ السَّلْبُ الْجُزْئِىُّ دُوْنَ الْبَوَاقِىْ۔

ترجمہ:۔اور یہ (دلیل) نہیں جاری ہوتی کسی جگہ مگر جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغری یا عکس کبری کلیہ ہو اور یہ آخری (شرط) اس شکل میں پہلی دو کو لازم ہے پس غور وفکر سے کام لے اور یہ جیسا کہ پہلی ،دوسری، چوتھی، پانچویں اور ساتویں قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ ہو نہ کہ باقی۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے پانچویں دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ پانچویں دلیل ہے وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے کبری کا عکس نکالا جائے اس سے شکل رابع شکل ثالث بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں شکل ثالث کی شرائط پائی جائیں گی یعنی جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغری یا عکس کبری کلیہ ہو اس لئے یہ دلیل صرف پہلی ،دوسری، چوتھی ،پانچویں اور ساتویں ضرب میں جاری ہوگی باقیوں میں نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم

تمت بحمد الله الذى بنعمته تتم الصالحات

والحمد لله على التمام والصلوة والسلام على خير الانام (صلى الله عليه وسلم)

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

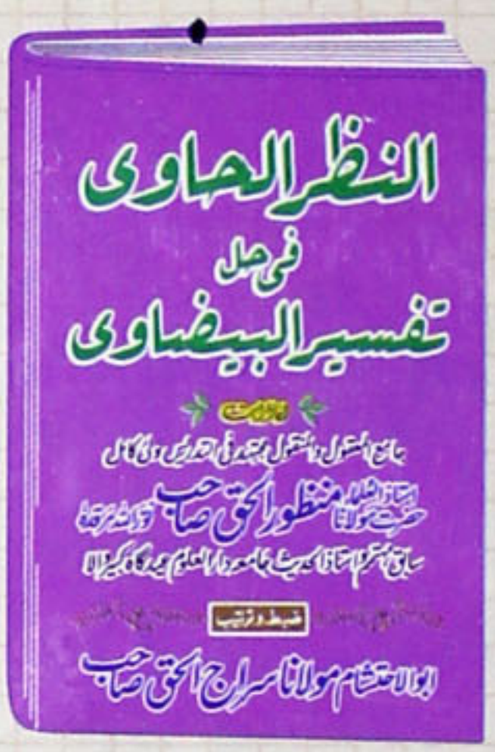

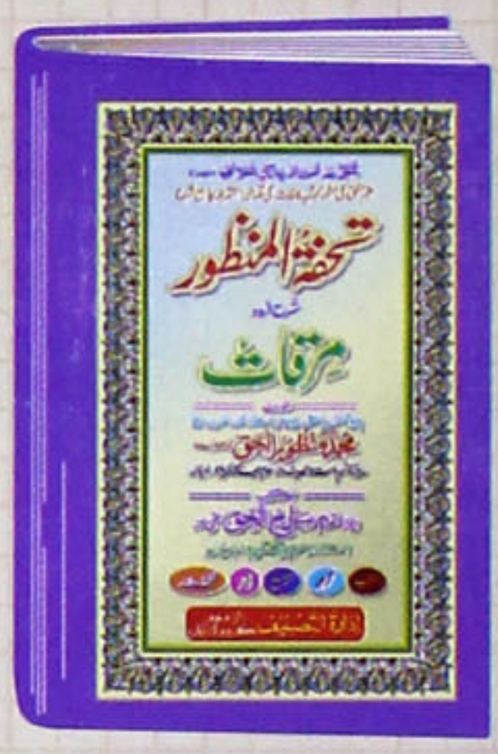

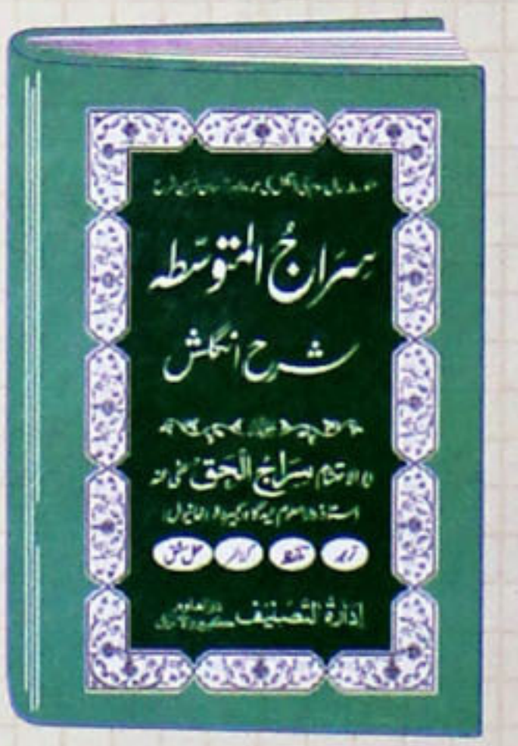

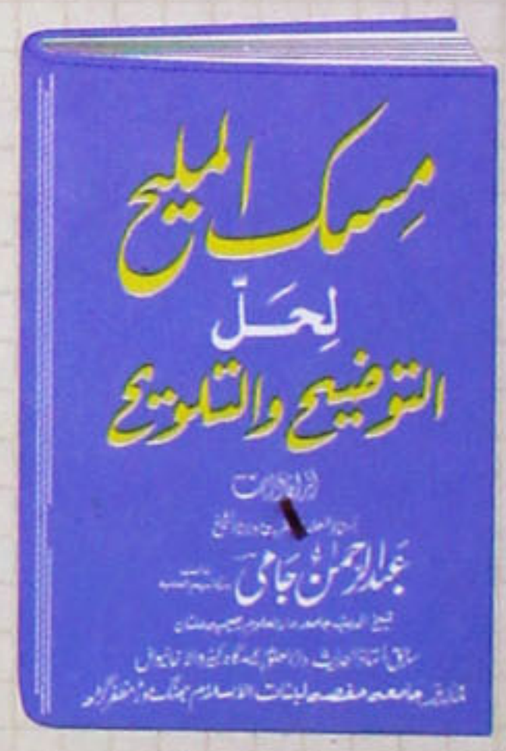

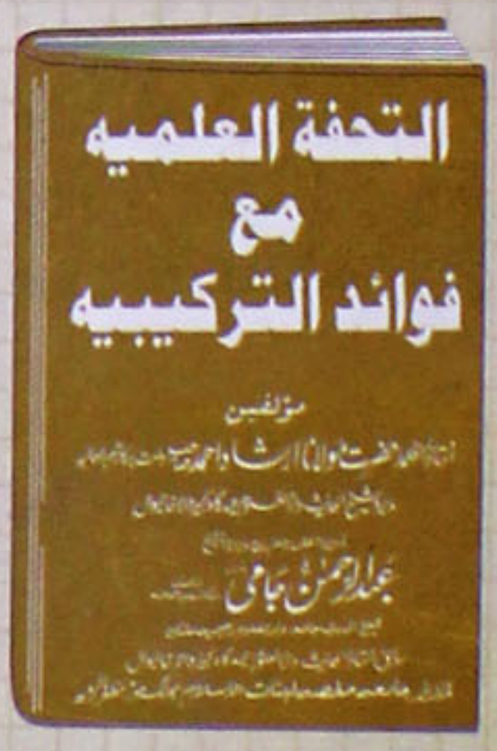

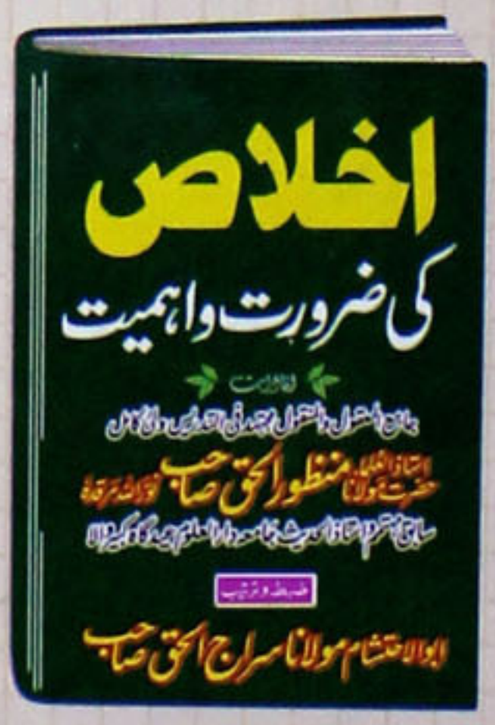

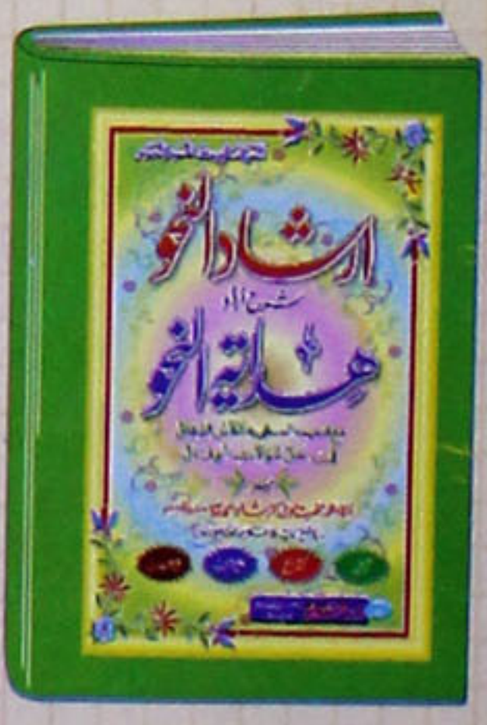

ادارہ اشاعت الخیر
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
061-4514929,0322-6748121

Marfat.com